بسم اللہ الرحمن الرحیم

الطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ﴿٢٢٩﴾

ترجمہ: طلاق رجعی دو مرتبہ ہے پھر احسان کے ساتھ روک لینا ہے یا حسن سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا ہے

رفیق الزوجین الحزینین

من

اجل الفرقۃ وفسخ والطلاق البین

طلاق کے مسائل

فرقت، فسخ نکاح اور طلاق بائن کی وجہ سے
غم زدہ زوجین کی مشکلات میں ساتھ دینے والی کتاب

مفتی محمد رفیق الحسنی

جامعہ اسلامیہ مدینۃ العلوم

گلستان جوہر بلاک 15 کراچی

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : رفیق الزوجین الحزینین

تالیف : مفتی محمد رفیق حسنی (0300-9244269)

ترتیب : محمد اویس رفیق حسنی، حمید الحسن حسنی

کمپوزنگ : این ڈی لاکھو (0346-2576532)

اشاعت اول : مارچ ۲۰۰۹ء ربیع الاول ۱۴۳۰ھ

اشاعت ثانی : مارچ ۲۰۱۶ء ربیع الاول ۱۴۳۷ھ

تعداد : ۵۰۰

ہدیہ : ۶۰۰/- روپے

ناشر : جامعہ اسلامیہ مدینۃ العلوم گلستانِ جوہر، کراچی۔
021-35342440, 021-34619190

ماخذ : ردالمحتار، بحر الرائق، فتح القدیر، تبیین الحقائق، فتاوی رضویہ، الفقہ الاسلامی وادلتہ وغیرہا

کتاب ملنے کے پتے: • جامعہ اسلامیہ مدینۃ العلوم گلستانِ جوہر، کراچی۔
فون: 021-35342440, 021-34619190

- جامع مسجد رحمانیہ طارق روڈ، کراچی۔ فون: 021-34551959
- جامع مسجد مبارک سی ویو، ڈیفنس، کراچی۔ فون: 021-35842591
- ضیاء القرآن پبلی کیشنز، انفال سینٹر، اردو بازار، کراچی۔
فون: 021-32212011
- مکتبہ غوثیہ
- Sohail Rafique: 33 Southlea Road, Manchister, U.K. Ph. 0044-1619152916
- Dr. Amir: House No. 181 Styal Road Post Code SK-83-TX, Cheadle Cheshire, Manchister, U.K. Ph. 0044-1614988255

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مَولَایَ صَلِّ وَسَلِّمۡ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیۡبِكَ خَیۡرِ الۡخَلۡقِ کُلِّهِمِ
فَاِنَّ مِنۡ جُوۡدِكَ الدُّنۡیا وَضَرَّتَهَا
وَمِنۡ عُلُوۡمِكَ عِلۡمَ اللَّوۡحِ وَالۡقَلَمِ۔

انتساب

میں یہ رسالہ "رفیق الزوجین الحزینین" سید المتزوجین امام الطاہرین سیدی امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ سعادت پناہ میں پیش کرتا ہوں جنہوں نے حسب روایت کثیر نکاح فرمائے پھر شریعت مطہرہ کے تقاضوں کو پورا فرماتے ہوئے پہلے ہر زوجہ کو مہر سے زائد عطا فرمایا پھر اسے طلاق دے کر فارغ فرمایا پھر دوسری کو زوجیت سے نوازا اور اسے فارغ فرمایا کثرۃ زواج اس لئے تاکہ سب ازواج کے خاندانوں کو سید الانبیاء و المرسلین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قرابت کی نسبت حاصل ہو جائے اور حدیث "کل سبب و نسب منقطع الا سببی و نسبی" کی بشارت سے ہر خاندان نجات کا امیدوار ہو جائے۔

اے اللہ عزوجل! اس رسالۃ کے مسائل سے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو نفع اٹھانے کی توفیق عطا فرما اور قبول فرما۔ آمین بجاہ سید المتزوجین والمطلقین سیدی فداہ روحی وجسدی حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

خاک پائے اصحاب ایمان متزوجین
محمد رفیق
غفرلہ اللہ القوی الغنی

اشاعت اول: یکم شوال ۱۴۲۹ھ مطابق 01-10-2008
اشاعت دوم: 01-04-2016

فہرست

طلاق کے مسائل................................ 109

ایلاء کا بیان 259

یمین کا بیان 301

مرتد یا مرتدہ کے ساتھ نکاح کا بیان 349

فرقت کا بیان 437

عدت کا بیان.................................. 473

سوگ کا بیان 589

تعلیقِ طلاق کا بیان 597

پیش لفظ

الحمد للہ الذی جعل الطلاق فرقۃ و فصلا بین الزوجین الکریھین و جعل الطلاق خلاصا و راحۃ للفریقین البغیضین و اعصم بہ من المظالم و المعاصی الناکحین الخائفین و اخرج بہ من الضیق و القید العاشرین المشفقین و الصلوٰۃ و السلام علی من بین سنن النکاح للمسلمین و اوضح طرق الطلاق للمؤمنین و علیٰ آلہ و اصحابہ الذین ھم کالسفینۃ فی البحر للعابرین المتحیرین و ھم کالنجوم فی السماءللمسافرین الضالین من الناکحین و المطلقین و بارک و سلم۔

امابعد! میری کتاب ’’رفیق العروسین‘‘ نکاح کے مسائل پر مشتمل تھی اس کی اشاعت پر وعدہ کیا تھا کہ طلاق کے مسائل پر مشتمل ایک کتاب لکھوں گا۔ الحمد للہ علیٰ احسانہ! طلاق کے اہم مسائل فقہ حنفی کے مطابق تحریر کر کے شائع کئے جارہے ہیں۔ میرا خیال ہے اگر کسی طالب علم یا کسی صاحبِ علم فاضل نے یہ کتاب ’’رفیق الزوجین‘‘ مکمل پڑھ لی تو اسے طلاق کے مسائل میں مشکلات پیش نہیں آئیں گی۔

• قارئین کو معلوم ہونا چاہئے کہ فقہ کے مسائل پر کتاب لکھنے سے حدیث کی کسی کتاب کی شرح یا قرآن مجید کی تفسیر لکھنا آسان تر ہے کیونکہ قرآن مجید کی اکثر آیات اور کتب حدیث کی اکثر احادیث کے مفاہیم واضح ہیں گہرائی میں جائے

بغیر سمجھ میں آجاتے ہیں اور کتب حدیث کی شروح اور حواشی کی کثرۃ کی وجہ سے صرف عربی شروح کے اردو میں تراجم کرنے سے تفسیر اور حدیث کی کتاب کی شرح لکھی جاسکتی ہے مگر کتب فقہ میں ائمہ کے اکثر ادق اجتہادات کا ذکر ہے اور فقہ کی کتب کے مصنفین نے اپنے زمانہ کے عرف کے مطابق نہایت مشکل اسلوب اور اختصار مخل کے ساتھ نہایت مشکل مسائل کو تحریر کیا ہے۔ نظرِ عمیق اور گہرائی میں جائے بغیر فقہ کی کتابیں سمجھ میں نہیں آتیں۔ در مختار اور ہدایہ کو دیکھ لیں کتنی ادق کتابیں ہیں یہی وجہ ہے کہ مدارس میں اکثر کتب احادیث پڑھانے والے اساتذہ اصول فقہ اور فقہ کی کتابیں پڑھانے کا حوصلہ نہیں رکھتے بلکہ بعض مدرسوں میں میرے ساتھ تدریس کرنے والے اساتذہ اصول الشاشی اور کنز الدقائق جیسی کتابیں نہیں پڑھا سکتے تھے اور ان کے تلامذہ آئے دن احتجاج کرتے تھے مگر آج کل وہ شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہیں اور طلبہ مطمئن ہیں۔ ثابت ہوا تدریس کی طرح فقہ پر لکھنا حدیث اور قرآن پر لکھنے سے مشکل تر ہے۔ نیز احادیث کی شروح اور قرآن مجید کی تفاسیر میں مختلف اقوال کی کثرۃ ہے۔ مثلاً ضحاک ایک معنی بیان کرتا ہے مجاہد سے دوسرا معنے مروی ہے اور عکرمہ تیسرا مفہوم بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح اکثر آیات اور احادیث میں اقوال کی کثرت دیکھ کر کسی قول پر یقین حاصل ہونا مشکل ہو جاتا ہے مگر فقہ میں ایسا نہیں ہے۔ مثلاً حنفی کتب فقہ میں اکثر حنفی اقوال کے ساتھ امام شافعی کے اختلافی اقوال کا ذکر ہوتا ہے مگر ان کا جواب بھی ساتھ ہوتا ہے جس کی وجہ سے مفتی بہ اقوال پر قارئین حضرات کو یقین حاصل ہو جاتا ہے۔ ہم نے اپنی کتاب "رفیق الفقہاء" کے مقدمہ میں ثابت کیا ہے کہ فقہ سب علوم سے ادق اور افضل علم ہے۔ مارکیٹ میں تفسیر اور حدیث اور سیرت کی کتب کی بھرمار ہے ہر شخص سیرت اور حدیث اور تفسیر پر لکھ رہا ہے مگر فقہ پر لکھنے کی کوئی جرأت نہیں کرتا۔

علماء سے گذارش ہے کہ اس موضوع پر لکھنے کی زیادہ ضرورت ہے، نت نئے مسائل پیدا ہورہے ہیں جنہیں حل کرنا ضروری ہے بلکہ نئی فقہ کی ضرورت ہے۔

- مجھے فقہ کے مسائل میں نکاح اور طلاق کے مسائل کے ساتھ زیادہ واسطہ رہا ہے اور رہتا ہے اور پھر نکاح اور طلاق کے مسائل میں بعض مسائل نہایت مشکل مسائل ہوتے ہیں جیسے تفویض طلاق کا مسئلہ ہے۔ بائن طلاق سے معتدہ کا عدت تک محل طلاق ہونا ہے اور دوسری طلاق کا پہلی طلاق کے لحوق کا مسئلہ ہے اور فرقتوں سے کونسی فرقت فسخِ نکاح ہے اور کونسی فرقت طلاق ہے یہ مسائل نہایت ادق مسائل تھے مجھے انہی مسائل سے وقتاً فوقتاً واسطہ بھی رہتا تھا میں نے ان مسائل کو جمع کرکے بعض کا ذکر رفیق العروسین میں اور بعض کا ذکر رفیق الفقہاء میں اور بعض کا ذکر رفیق الزوجین میں کردیا ہے۔ امید ہے قارئین استفادہ کریں گے۔
- اگرچہ میری اردو نہایت ناقص ہوتی ہے کیونکہ اردو ادب میں مہارت نہیں ہے مگر پھر بھی لکھتا رہتا ہوں اور مجھے یہ بھی احساس ہے کہ ابواب اور فصول کی ترتیب بھی صحیح نہیں ہوتی بلکہ میں اپنے ڈھنگ پر کردیتا ہوں، لکھنے کے بعد پروف ریڈنگ تک سب کام میں خود کرتا ہوں، جب تھک جاتا ہوں ارادہ ہوتا ہے کہ جیسے تیسے یہ مسائل چھپ جائیں خواہ ان میں ترتیب ڈھنگ کی ہو یا نہ تاکہ قارئین استفادہ کریں لہٰذا معافی کا طلب گار ہوں قارئین در گزر فرمائیں۔
- نیز ہر شخص اپنی ذہنی استعداد کے مطابق عربی عبارات کے دقائق سمجھتا ہے میرے مطالعہ میں زیادہ تر در مختار، رد المحتار، بحر الرائق، تبیین الحقائق، الفقہ الاسلامی اور فتاوی رضویہ وغیرہا رہا ہے میں نے اپنی استعداد کے مطابق جو کچھ سمجھا لکھ دیا اگر کہیں خطاء واقع ہو تو اطلاع دینے والے کو اجر ملے گا۔

گذارش:

- تعلیق طلاق کے استفتاء پر میں نے ایک مبسوط مقالہ لکھا تھا، جس کے دو حصے تھے، ایک حصہ اپنی کتاب ''رفیق الفقہاء'' میں چھپ گیا تھا، دوسرا حصہ شائع کنندہ حافظ عابد کی اشاعت سے رہ گیا تھا۔ اس حصہ میں بیسیوں تعلیقی مسائل کا ذکر ہے، ہم نے مناسب سمجھا کہ اسے ''رفیق الزوجین'' کی دوسری اشاعت میں چھاپ دیا جائے تاکہ قارئین استفادہ کر سکیں۔
- اب تک لکھی گئی میری کتابیں یہ ہیں: رفیق الصائمین، رفیق الناسکین، رفیق الحرمین الطیبین، رفیق العروسین، رفیق الزوجین، رفیق الحاجات، رفیق اللیل والنہار، رفیق العلماء، رفیق القراء، رفیق الغافلین، رفیق المرحومین، البشریٰ المسعود، حج اور عمرہ قدم بہ قدم، رفیق المہدین اور رفیق الفقہاء۔ اشاعتِ دوم سے پہلے درج ذیل کتابیں بھی چھپ چکی ہیں: رفیق المدینہ، رفیق المناسک، رفیق الصلوٰۃ، رفیق الخطباء، رفیق الفائزین۔ دعا کریں اللہ مزید لکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس کے علاوہ دیگر کتابیں بھی شائع ہو چکی ہیں۔

خاک پائے اہل ایمان
محمد رفیق حسنی
01-10-2008
مطابق یکم شوال ۱۴۲۹ھ

طلاق کا بیان

☆ طلاق کی تعریف

☆ طلاق دینے کا بہترین طریقہ

☆ طلاق کے سلسلے میں آیات کا ذکر

☆ سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعض خصوصیات کا ذکر

☆ ازواجِ مطہرات کا ذکر

طلاق کی تعریف:

نکاح کی قید کو مخصوص الفاظ سے اٹھالینا طلاق ہے حالاً ہو جیسے بائن طلاق میں یامالاً ہو جیسے طلاق رجعی میں کہ عدت کے بعد نکاح کی قید باقی نہیں رہتی یادو مزید طلاقوں سے نکاح کی قید مرتفع ہو جاتی ہے۔ الفاظ مخصوصہ سے مراد وہ الفاظ ہیں جو مادہ (ط،ل،ق) پر مشتمل ہوں خواہ مادہ طلاق (ط،ل،ق) پر اشتمال صراحۃً ہو جیسے طالق میں یا اشتمال کنایۃً ہو جیسے مطلقہ بغیر تشدید کے یا حروف ہجاء کی صورت میں جیسے ''انت ط ا ل ق'' یا پھر وہ الفاظ مخصوصہ مادہ ''ط ل ق'' پر مشتمل نہ ہوں لیکن ان لفظوں کا مفہوم طلاق بھی ہو سکتا ہو جیسے لفظ خلع اور آزاد اور فارغ اور دیگر کنایات کے الفاظ میں ہوتا ہے مگر صریح الفاظ سے طلاق دینا بہتر ہوتا ہے۔

طلاق دینے کا بہترین طریقہ:

حاجت اور ضرورت کے وقت طلاق دینے کا احسن طریقہ یہ ہے کہ اگر بیوی ذوات حیض سے ہے، اسے طہر اور پاکی کی حالت میں جس طہر میں شوہر نے جماع نہ کیا ہو ایک طلاق صریح دی جائے اور اس میں رجوع کے بغیر عدت ختم ہونے پر بیوی بائن (جدا) ہو جائے اور اگر بیوی ذوات حیض سے نہیں آئسہ ہے یا صغیرہ مدخولہ ہے یا حاملہ تو اس کو کسی بھی وقت ایک طلاق دے کر عدت میں رجوع نہ کیا جائے تین ماہ کے بعد صغیرہ اور آئسہ اور وضعِ حمل کے بعد حاملہ بائن ہو جائے۔

- طلاق کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ذوات حیض مدخولہ بیوی کو ہر طہر میں جس میں ہمبستری نہ ہو اور صغیرہ مدخولہ اور آئسہ اور حاملہ کو ہر ماہ میں ایک ایک طلاق صریح دے کر بائن کیا جائے۔ یہ طریقہ بھی حسن اور بہتر ہے کیونکہ اس میں زوجین کو دوبارہ صلح کے لئے غور و فکر کا وقت مل جاتا ہے مگر تین طلاق کے مکمل

ہو جانے پر عدت کے بعد یا عدت سے پہلے بیوی شوہر کے لئے ہمیشہ حرام ہو جائے گی اب بغیر حلالہ شرعیہ جدید نکاح بھی نہیں ہو سکے گا۔

- اور اگر منکوحہ غیر مدخولہ ہو صغیرہ ہو یا بالغہ، اس کو ایک طلاق دے دی جائے تو یہ غیر منکوحہ ایک طلاق سے بھی بائن ہو جائے گی۔ مذکورہ دو طریقوں کے علاوہ سب طریقے غلط اور بدعت ہیں۔ مثلاً حیض میں طلاق دینا یا بیک وقت تین طلاق دے دینا یا ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں مباشرۃ بھی ہو چکی ہو۔ یہ طریقے خلافِ سنت ہیں لیکن سب صورتوں میں طلاق واقع ہو جائے گی۔
- لکھ کر طلاق دینے کے اقسام بھی احسن اور حسن اور بدعی درج بالا تفصیل کے مطابق ہو سکتے ہیں۔

طلاق کے سلسلہ میں آیات کا ذکر:

(۱) اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ وَلَا يحلُّ لَكُمْ اَنْ تَأْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يتعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ (بقرہ:۲۲۹)

ترجمہ: ''طلاق دو مرتبہ ہے پھر احسان کے ساتھ روک لینا ہے یا اس کو حسن سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا ہے اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم کوئی چیز ان سے واپس لو جو تم انہیں دے چکے ہو مگر جب دونوں زوجین کو خوف اور ظن ہو کہ اللہ تعالیٰ کی حدود قائم نہیں رکھیں گے پس دونوں پر کوئی حرج نہیں اس مال میں جو بیوی (طلاق کے بدلے) شوہر کو فدیہ دے یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں پس اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز نہ کرو اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کیا پس وہ

لوگ ظالم ہیں۔''

''اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ'' کی تفسیر:

- ''اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ'' کا مفہوم دو مرتبہ طلاق دینے کا ہے اور دو مرتبہ سے مراد عام ہے ایک مجلس میں دو مرتبہ ہوں یا دو مجلسوں میں یا دو طہروں میں دو مرتبہ طلاق دی جائے۔
- یہاں الطلاق کے لفظ پر الف ولام عہد خارجی کا ہے اس سے مراد طلاق رجعی ہے جس کا ذکر ''وَ بُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ'' میں ہو چکا ہے یعنی طلاق رجعی دو مرتبہ طلاق دینے تک ہے اگر دو طلاقوں کے بعد تیسری طلاق دے دی گئی تو رجوع نہیں ہو سکے گا۔ بعض علماء کے نزدیک تیسری طلاق کا ذکر ''تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ'' کے کلمات میں ہے اور اس کی تفصیل دوسری آیت ''فَاِنْ طَلَّقَهَا'' میں ذکر کی گئی ہے۔ ان علماء کی ایک دلیل تو حدیث مبارک ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا:

''يَا رَسُوْلَ اللهِ! اِنِّیْ اَسْمَعُ اللهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاَيْنَ الثَّالِثَةُ''

ترجمہ: یارسول اللہ! بے شک میں اللہ تعالیٰ سے سنتا ہوں وہ فرماتا ہے طلاق دو مرتبہ ہے، تیسری طلاق کہاں ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

''اَلتَّسْرِيْحُ بِاِحْسَانٍ هُوَ الثَّالِثَةُ''

ترجمہ: تسریح باحسان تیسری طلاق ہے۔

اور دوسری دلیل اس آیت کا شانِ نزول ہے۔

حضرت عروۃ سے روایت ہے کہ جہالت کے زمانہ میں آدمی اپنی بیوی کو طلاق دیتا تھا پھر رجوع کر لیتا تھا قبل اس کے کہ اس کی عدت ختم ہوتی یہ اس کے لئے جائز ہوتا تھا اگرچہ وہ بیوی کو ہزار مرتبہ طلاق دیتا (رجوع کرتا رہتا) چنانچہ

ایک شخص نے بیوی کو طلاق دی جب اس کی عدت ختم ہونے کے قریب ہوئی تو اس نے رجوع کرلیا اور پھر اس کو دوسری طلاق دے دی اور کہنے لگا "و اللہ لا آویك الی و لا تخلین ابدا" (اللہ تعالیٰ کی قسم! تجھے نہ اپنے پاس جگہ دوں گا اور نہ الگ ہوگی ہمیشہ کے لئے) یعنی ہر طلاق کے بعد رجوع کرتا رہوں گا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ طلاق کی آخری حد تیسری طلاق ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ وہ عورت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئی اور شوہر کی شکایت کی۔ حضرت عائشہؓ نے سرورِ دو عالم ﷺ کو اس عورت کا ذکر کیا تو یہ آیت نازل ہوئی یہ کہ رجوع صرف دو طلاقوں تک ہو سکتا ہے تیسری طلاق کے بعد رجوع نہیں ہو سکے گا۔

تین طلاق کی تحدید خود خواتین کے مطالبہ پر ہوئی:

- آج کل تین طلاقوں سے مطلقہ خواتین تین طلاقوں کے بعد رجوع کے عدم جواز کو اپنے حق میں ظلم سمجھتی ہیں اور ان کی خواہش ہوتی ہے کہ تین طلاقیں ہوں یا ہزار طلاق اس کے بعد رجوع کا جواز ہونا چاہیئے بغیر تحلیل شرعی رجوع نہ ہونا ظلم ہے حالانکہ ابتدائے اسلام میں انہی خواتین نے جاکر شکایت کی تھی کہ ہمارے لئے طلاقوں کے عدد کی تحدید اور تعیین ہونی چاہیئے اور انہی خواتین کی مشکل کو حل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے تین طلاقوں کی تحدید فرمادی کہ تین کے بعد رجوع نہیں ہوسکے گا بلکہ دوسرے زوج کے ساتھ نکاح اور زوجیت کے عمل کے بعد دوبارہ جدید نکاح سے مطلقہ اپنے سابق شوہر کی بیوی بن سکے گی۔ لٰہذا تین طلاقوں تک شوہر کو پابند کرنا عورتوں کے حق میں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے ظلم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک فریق کے لئے رحمٰن اور رحیم ہے اس کے سارے احکام رحمت ہیں اگرچہ آدمی کو سمجھ نہ آئیں۔
- بعض علماء نے تسریح باحسان سے مراد یہ معنی بیان کیا ہے کہ شوہر دو

طلاقوں کے بعد رجوع نہ کرے اور عدت ختم ہونے پر بیوی بائن ہو جائے اور یہ طریقہ احسان اس لئے ہے کہ نکاح جدید کی گنجائش باقی ہے لہٰذا نکاح جدید کے ساتھ دوبارہ صلح ہو سکتی ہے۔

تفسیر قرطبی میں ہے:

رجح قول الضحاك و السدی ان الطلقة الثالثة انما هی مذكورة فی مساق الخطاب فی قوله تعالیٰ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ۔ (بقرہ:۱۲۸) (الی)۔ فوجب حمل قوله أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ علی فائدة مجددة۔(بقرة:۱۲۸)

ترجمہ: ''صاحب تفسیر طبری نے ضحاک اور سدی کے قول کو ترجیح دی ہے اور بے شک تیسری طلاق اللہ تعالیٰ کے قول ''فان طلقها'' (الآیۃ) میں خطاب کے سیاق میں مذکور ہے (تا) پس ''تسریح باحسان'' کے قول کو جدید فائدۃ پر محمول کرنا واجب ہے اگر ''تسریح باحسان'' کے کلمہ سے بھی تیسری طلاق مراد ہو تو جدید فائدہ نہیں ہو گا بلکہ اس کلمہ سے ''فان طلقها'' والا فائدہ ہو گا۔''

پھر فرمایا:

''و معنی قوله ''او تسریح باحسان'' یرید ترکها بلا ارتجاع حتی تنقضی عدتها و فی ذالك احسان الیها ان وقع ندم بینهما قال اللہ تعالیٰ لا تدری لعل اللہ یحدث بعد ذالك امرا۔ یرید الندم علی الفرقة و الرغبة فی الرجعة۔''

(قرطبی: جزء۳، ص:۱۳۲)

ترجمہ: ''اور اللہ تعالیٰ کے قول ''او تسریح باحسان'' کا معنی یہ ہے کہ بیوی کو بغیر رجوع کرنے کے چھوڑ دیا جائے حتی کہ اس کی عدت ختم

ہو جائے اس میں بیوی پر احسان ہے کیونکہ اگر انہیں ندامت واقع ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم نہیں جانتے شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی نیا امر پیدا کر دے اس آیت سے مراد فرقت پر ندامت اور رجوع میں رغبت ہو سکتی ہے لہٰذا دوسرے قول کے مطابق تیسری طلاق کا ذکر "فان طلقها ۔۔۔۔الخ" میں مراد ہونا چاہئے۔"

- اس آیت میں دوسرا حکم خلع کا ہے۔ خلع کے مسائل ہم نے اس کتاب کے خلع کے باب میں مفصل ذکر کر دیئے ہیں۔ خلع طلاق بائن ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں تفسیر قرطبی میں تین روایتوں میں تین واقعات ذکر کیئے گئے ہیں۔

حضرت فاطمہ بنت قیس کے خلع کا ذکر:

- بخاری شریف میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ثابت بن قیس کی بیوی جناب سرورِ دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یا رسول اللہ ثابت بن قیس سے مجھے دین اور اس کے اخلاق میں کوئی شکایت نہیں ہے مگر میں اس کے ساتھ رہنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اتردين عليه حديقته؟ قالت نعم" کیا تو اس کا باغ واپس کر دے گی؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے حضرت ثابتؓ کو فرمایا: باغ واپس لے لو اور اسے طلاق دے دو۔

- دوسری روایت ابن ماجہ میں ہے حضرت عبداللہ ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ جمیلہ بنت سلول (رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کی بہن) سرورِ دو عالم ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں اور عرض کیا: میں ثابت کے دین اور اخلاق پر ناراض نہیں ہوں مگر میں اسلام میں ناشکری کو پسند نہیں کرتی اس سے بغض (ناپسندیدگی) کی وجہ سے اس کے ساتھ رہنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کا باغ تو واپس کر دے گی؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ جناب سرورِ دو عالم

ﷺ نے حضرت ثابتؓ کو حکم دیا کہ وہ اس سے باغ واپس لے لے اور زیادہ نہ لے۔ کہا جاتا تھا جمیلہ تو ثابت کو نہایت ناپسند کرتی تھی اور حضرت ثابت اس سے اشد محبت رکھتے تھے اس کے بعد دونوں کے درمیان آپ ﷺ نے خلع کے طریقہ پر تفریق فرمادی۔ اسلام میں یہ پہلا خلع تھا۔ (قرطبی)

پہلی عورت جس نے خلع حاصل کیا وہ جمیلہ بنت سلول تھی:

- تیسری روایت میں حضرت عبداللہ ابن عباس نے بیان فرمایا کہ وہ پہلی عورت جس نے اسلام میں خلع حاصل کیا وہ عبداللہ بن ابی کی بہن تھی۔ جناب سرورِ دوعالم ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کیا: یارسول اللہ! میرا سر اور ثابت کا سر کبھی جمع نہیں ہوگا میں نے خیمہ کی ایک جانب اٹھائی اسے چند لوگوں میں آتے دیکھا وہ سب لوگوں سے زیادہ سیاہ رنگ کے تھے اور سب سے پست قد کے تھے اور سب سے زیادہ بد صورت چہرہ والے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اسے باغ واپس کردے گی؟ اس نے کہا: جی ہاں اگر وہ چاہے تو اس سے زیادہ بھی دوں گی تو سرورِ دوعالم ﷺ نے دونوں کے درمیان تفریق فرمادی۔ (قرطبی)
- اسی قسم کی ایک روایت حضرت ابو سعید خدری اپنی بہن کے متعلق بھی روایت کرتے ہیں۔ (قرطبی)
- ثابت بن قیس کی بیوی جس نے خلع حاصل کیا تھا ایک روایت میں اس کا نام جمیلہ آیا ہے اور ایک روایت میں زینب نام آیا ہے۔ اصحاب حدیث نے جمیلہ نام کو ترجیح دی ہے اور حافظ ابن حجر نے فرمایا اس کے دو نام تھے جمیلہ اور زینب ایک لقب اور ایک نام تھا۔ (مسماۃ ایک ہی تھی) اور دار قطنی کی روایت میں حضرت ثابت کی بیوی کا نام حبیبہ بنت سہل آیا ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ ثابت کی دو بیویوں کا مسئلہ ایک جیسا تھا اور اس کی دونوں بیویوں نے اس سے خلع حاصل کیا ہوگا۔

- ان روایات سے معلوم ہوا کہ اگر عورت کو اپنے شوہر سے محبت نہ ہو تو اسے طلاق اور خلع کے مطالبہ میں کوئی گناہ نہیں اور شوہر کو مال لے کر خلع دینے میں کوئی گناہ نہیں اسے خلع دے دینا چاہئے۔
- اور معلوم ہوا خلع میں مہر واپس کرنا ہوتا ہے اور زیادتی بھی جائز ہے۔ تفصیل باب الخلع میں ملاحظہ فرمائیں۔

"فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ......الآیة" کی تفسیر:

(۲) "فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَّتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُّقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ۔" (بقرہ: ۲۳۰)

ترجمہ: "پھر اگر شوہر نے بیوی کو تیسری طلاق دے دی تو وہ عورت اس کے لئے (تیسری طلاق) کے بعد حلال نہیں ہے حتی کہ وہ عورت (طلاق دہندہ) کے غیر کے ساتھ نکاح کرے پس اگر (دوسرا شوہر) اس عورت کو طلاق دے دے تو پھر ان دونوں (سابق شوہر اور مطلقہ) پر کوئی حرج نہیں کہ وہ رجوع کرلیں اگر ان کا گمان ہو کہ اللہ تعالیٰ کے حدود قائم رکھیں گے یہ حدود اللہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے ان لوگوں کے لئے جو اصحابِ علم ہیں۔"

- اس آیت کریمہ میں حرمت غلیظہ کے لئے تیسری طلاق اور آخری طلاق کا ذکر ہے اور پھر اس عورت کے ساتھ دوبارہ نکاح کرنے کے لئے طریقہ کار کا ذکر ہے وہ یہ کہ پہلی طلاق مغلظہ کی عدت کے بعد مطلقہ دوسرے آدمی کے ساتھ نکاح کرے اور وہ آدمی منکوحہ کے ساتھ وظیفۂ زوجیت بھی ادا کرے پھر وہ طلاق دے دے دوسرے شوہر کی عدت کے بعد پہلا شوہر نکاح کرکے رجوع کر سکتا ہے اسی طریقہ کو فقہائے کرام تحلیل یا حلالہ کہتے ہیں۔

آیت کریمہ میں ''حتی تنکح'' کے کلمہ سے مراد یا تو جنسی عمل ہے کیونکہ آیت میں مذکور زوج کے لفظ سے عقد نکاح سمجھا جارہا ہے لہٰذا ''تنکح'' کا لغوی معنی ''تؤطی'' یعنی وطی مراد ہے اور اگر کہا جائے ''تنکح'' سے مراد عقد نکاح ہے تو پھر آیت مطلق ہو گی اور سنت اور حدیث کے ساتھ مقید ہو جائے گی۔

رفاعۃ القرظی کی بیوی کا واقعہ:

امام شافعی اور امام احمد اور امام بخاری اور مسلم اور ایک جماعت نے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے:

قَالَتْ جَاءَتْ اِمْرَأَةُ رِفَاعَةَ الْقُرْظِيِّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَتْ اِنِّيْ كُنْتُ عِنْدَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَنِيْ فَبَتَّ طَلَاقِيْ فَتَزَوَّجَنِيْ عَبْدُالرَّحْمٰنِ ابْنُ الزَّبِيْرِ وَ مَا مَعَهٗ اِلَّا مِثْلُ هُدْبَةِ الثَّوْبِ فَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ اَتُرِيْدِيْنَ اَنْ تَرْجِعِيْ اِلٰی رِفَاعَةَ؟ لَا حَتّٰى تَذُوْقِيْ عُسَيْلَتَهٗ وَ يَذُوْقُ عُسَيْلَتَكِ۔

(روح المعانی:۲۹:۷)

ترجمہ: ''ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں رفاعۃ قرظی کی بیوی جناب سرورِ دو عالم ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کیا: بے شک میں رفاعۃ کے پاس تھی اس نے مجھے طلاق دے دی اور تین طلاقیں دے دیں پھر مجھ سے عبدالرحمٰن ابن زبیر نے نکاح کر لیا اور اس کے ساتھ نہیں ہے مگر کپڑے کے لڑھکتے کنارے کی مثل یعنی وہ نامرد ہے تو جناب رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا اور فرمایا: کیا تو چاہتی ہے کہ واپس رفاعۃ کی طرف لوٹ جائے؟ نہیں حتی کہ تو اس کی تھوڑی شہد (لذت جماع) چکھے اور وہ تیری تھوڑی شہد چکھے۔''

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ یہ آیت ''فان طلقھا'' رفاعۃ قرظی کی عورت کے مسئلہ میں نازل ہوئی اور اس عورت کا نام عائشہ بنت عبدالرحمٰن بن عتیک تھا۔اس حدیث کے ساتھ ''فان طلقھا'' (الآیۃ) مقید ہو جائے گی۔

لہٰذا سوائے حضرت سعید ابن مسیب کے تمام علماء کے نزدیک زوج ثانی کا جنسی عمل پہلے شوہر کی حلت کے لئے شرط ہے۔ تحلیل شرعی کے بقیہ مسائل زیر نظر کتاب کے مختص باب میں ملاحظہ فرمائیں۔

''وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ'' کی تفسیر:

(۳) وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا وَمَن يَفْعَلْ ذَالِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللهِ هُزُوًا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنزَلَ عَلَيْكُم مِّنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُم بِهِ وَاتَّقُوا اللهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٍ۔

(آیت: ۲۳۱، بقرہ)

ترجمہ: ''اور جب تم عورتوں کو طلاق دو پھر اپنی عدت (میعاد) کو پہنچیں تو انہیں حسن معاشرہ کے ساتھ روک لو یا انہیں حسن سلوک کے ساتھ چھوڑ دو اور انہیں ضرر پہنچانے کے لئے نہ روکو تاکہ تم ان پر زیادتی کرو اور جس نے ایسا کیا تو بے شک اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور اللہ تعالیٰ کی آیات کو مذاق نہ بناؤ اور تم پر جو اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اس کو یاد کرو اور اللہ تعالیٰ نے جو تم پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے وہ تمہیں اس پر (عمل) کرنے کی نصیحت فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو (کہ وہ کہیں مؤاخذہ نہ فرمائے) اور یقین کرو بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔''

• اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے عورتوں کو ضرر اور تکلیف پہنچانے کے لئے اپنے نکاح میں نہ روکے رکھو تاکہ تم ان پر زیادتی کرو۔

نفقہ سے عجز میں تفریق کا مسئلہ:

• اس آیت کریمہ سے ائمہ ثلاثہ امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد بن حنبل نے استدلال کیا ہے کہ اگر شوہر بیوی کے نان و نفقہ اور سکنیٰ دینے سے عاجز ہو کہ نہایت تنگ دست ہو یا غیبت بعیدہ کی وجہ سے بیوی کے اخراجات اس کے لئے بھیجنا ممکن نہ ہوں تو بیوی قاضی سے نکاح فسخ کرانے کا مطالبہ کر سکتی ہے۔ قاضی تفتیش اور انکوائری (inquiry) کے بعد شوہر کو طلاق دے دینے کا حکم دے گا اگر شوہر طلاق نہ دے تو قاضی تفریق کردے اس کی بیوی عدت کے بعد دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے اور ایک صورت یہ ہے کہ شوہر ظالم ہے تنگدست نہیں مگر بیوی کو نہ اپنے پاس رکھتا ہے اور نہ اسے نفقہ دیتا ہے اور نہ اسے طلاق دیتا ہے اس کی بیوی بھی فرقت کا مطالبہ کر سکتی ہے اگر اس کی بیوی دعویٰ میں صادقہ ہے تو قاضی تفریق کا فیصلہ کردے۔

نفقہ سے عجز میں احناف کا مذہب:

• علماء احناف نے فرمایا نفقہ میں عجز کی وجہ سے قاضی کو تفریق کا حق نہیں دیا جاسکتا۔ احناف فرماتے ہیں اس آیت میں جس میں ضرر پہنچانے سے منع کیا گیا ہے وہ عدت کی طوالت کا ضرر ہے۔ چنانچہ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ثابت بن یسار انصاری نے بیوی کو طلاق دے دی جب اس کی عدت میں دو یا تین دن باقی رہ گئے تو اس نے دوسری طلاق دے دی جب دوبارہ اس کی عدت ختم ہونے کو ہوئی تو اس نے تیسری طلاق دے دی چنانچہ اس خاتون کی عدت نو ماہ ہوگئی۔ اگر ہر مرتبہ رجوع نہ کرتا تو عدت طویل نہ ہوتی رجوع کے بعد دوسری طلاق دینے سے عدت دوسری طلاق سے شروع ہوگی پھر رجوع کے بعد تیسری

طلاق دینے کے بعد عدت شروع ہوگی اور یہ نوماہ ہوجائیں گے مگر بلارجوع ہر طہر میں طلاق دینے سے عدت طویل نہیں ہوتی۔ (کتب فقہ) انصاری نے بلاوجہ بیوی کو عدت کی طوالت سے ضرر پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمادیا اور نفقہ سے عجز کی صورت میں احناف کا قول یہ ہے کہ وہ عورت اپنے خاوند پر قرضہ حاصل کرے اگر اسے تنگدست خاوند کے حق میں کوئی شخص قرضہ نہ دے تو قاضی بیت المال سے اس کا انتظام کرے اگر بیت المال میں مال نہ ہو یا بیت المال سے قاضی اس عورت کو نفقہ نہ دلا سکے تو عورت بھیک مانگ کر خرچہ پورا کرے مگر کسی صورت میں نکاح فسخ نہیں کراسکتی۔ اس مسئلہ کی تفصیل آئندہ کتاب کے صفحات میں ملاحظہ کیجئے۔

- احناف رحمہم اللہ کے قول پر موجودہ زمانے میں عمل بہت مشکل ہے اور یہ مسئلہ بھی اجتہادی ہے اس لئے ائمہ ثلاثہ کے قول پر فتوی دیا جاسکتا ہے۔

(رفیق حسنی)

"وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاء......الآیة" کی تفسیر:

(۴) وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (بقرۃ: ۲۳۱)

ترجمہ: "اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو پس وہ اپنی میعاد کو پہنچ جائیں پس انہیں نہ روکیں کہ وہ اپنے (پہلے شوہروں سے) نکاح کریں جب وہ باہم عرف کے مطابق راضی ہوجائیں اس حکم کے ساتھ ہر اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ تعالیٰ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہے اور یہ حکم تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ اور زیادہ طاہر ہے اللہ تعالیٰ

جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

معقل ابن یسار کی بہن کا واقعہ:

- اس آیت کریمہ کا شان نزول حضرت معقل ابن یسار بیان کرتے ہیں کہ جب میری بہن جوان ہوئی تو بہن کے رشتہ کے لئے لوگوں نے رابطہ کیا میں ہر ایک خاطب کو انکار کرتا تھا پھر میرے چچا کے بیٹے نے میری بہن کا رشتہ مانگا تو میں نے اپنی بہن کا اس کے ساتھ نکاح کر دیا دونوں ایک مدت تک باہم خوش رہے پھر اس نے میری بہن کو رجعی طلاق دے دی اور اس نے عدت میں رجوع نہ کیا عدت کے ختم ہونے کے بعد رشتہ مانگنے والوں کے ساتھ میرا ابن عم بھی آ گیا اور اس نے دوبارہ نکاح کرنے کے لئے میری بہن کا رشتہ مانگا۔ میں نے اسے کہا میں نے بہن کے رشتہ سے لوگوں کو منع کر دیا تھا اور تجھے اپنی بہن نکاح کر کے دے دی تھی پھر تو نے میری بہن کو طلاق دے دی مگر رجعی تھی تو نے عدت میں بھی رجوع نہیں کیا اور عدت ختم ہو گئی پھر جب میری بہن کے رشتے آنے لگے تو بھی آ گیا اللہ کی قسم! اب تجھے اپنی بہن کبھی نکاح کر کے نہیں دوں گا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی ”وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ“ تو میں نے قسم کا کفارہ ادا کیا اور اپنی بہن کا نکاح اپنے چچا کے بیٹے (ابو الدحداح) کے ساتھ دوبارہ کر دیا۔ (قرطبی)

”عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ ......الآية“ کی تفسیر:

- عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا۔

(آیت: ٦٦، تحریم)

ترجمہ: ”اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں طلاق دے دی اس کا رب عنقریب اسے تم سے اچھی بیویاں تمہارے بدلے عطا فرمائے گا۔

اطاعت کرنے والیاں، ایمان دار، عاجزی کرنے والیاں، توبہ کرنے والیاں عبادت کرنے والیاں، روزے رکھنے والیاں، شوہر دیدہ اور کنواریاں۔"

اصحاب التفسیر نے اس آیت کے تحت مختلف روایات ذکر فرمائی ہیں:

"اِنۡ تَتُوۡبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدۡ صَغَتۡ قُلُوۡبُكُمَا" کی تفسیر:

سیّدہ عائشہؓ اور حفصہؓ کا واقعہ:

(۱) بخاری اور دوسرے محدثین نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے بیان کیا میں ہمیشہ اس بات پر حریص تھا کہ حضرت عمر ابن خطاب سے ان دو امہات المؤمنین ازواج کے متعلق پوچھوں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ کے قول:

"اِنۡ تَتُوۡبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدۡ صَغَتۡ قُلُوۡبُكُمَا" (سورۃ تحریم، آیت: ۴)

ترجمہ: "اگر تم دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو پس بے شک تمہارے دونوں کے دل انتہائی استقامت پر نہیں رہے۔"

میں کیا گیا ہے حتی کہ آپ نے حج ادا کیا اور میں نے بھی آپ کے ساتھ حج ادا کیا۔ آپ قضائے حاجت کے لئے لوگوں سے الگ ہوئے میں پانی کا لوٹا اٹھا کر آپ کے پیچھے چلا گیا آپ جب فارغ ہوئے میں نے آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالا اور عرض کیا اے امیر المؤمنین! ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے وہ دو امہات المؤمنین کون ہیں جن کا آیت "اِنۡ تَتُوۡبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدۡ صَغَتۡ قُلُوۡبُكُمَا" (اگر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو تو اچھا ہے پس تمہارے دل انتہائی استقامت پر نہیں رہے)۔ حضرت عمرؓ نے کہا: "و اعجبا لك يا ابن عباس هما عائشة و حفصة" (وائے عجب! تمہارے لئے اے ابن عباس وہ دونوں عائشہ اور حفصہ ہیں) پھر حضرت عمرؓ نے پوری بات ذکر فرمائی۔ فرمایا: میں اور بنی امیہ ابن زید

سے ایک انصاری مدینہ منورہ سے باہر رہتے تھے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں باری باری حاضری دیتے تھے۔ ایک دن میں حاضر ہوتا تھا اور ایک دن وہ انصاری حاضر ہوتا تھا۔ جب میں حاضری دیتا تھا واپسی پر اس دن کی خبریں وحی وغیرہ انہیں بیان کرتا تھا۔ جب وہ انصاری حاضر ہوتے واپس آ کر مجھے سب کچھ بیان کرتے تھے۔ ہم قریش اپنی عورتوں پر غالب تھے جب ہم مدینہ منورہ آئے دیکھا تو انصار پر ان کی عورتیں غالب تھیں۔ ہماری عورتوں نے بھی انصار کی عورتوں کی عادتوں کو اپنا لیا۔ ایک دن میں نے اپنی بیوی کو نصیحت کی تو اس نے مجھے ترکی بہ ترکی جواب دیا مجھے اس کا جواب دینا بہت برا لگا۔ وہ کہنے لگی اللہ کی قسم! جناب سرور دو عالم ﷺ کو آپ کی بیویاں جواب دیتی ہیں وہ برا نہیں مناتے اور اللہ کی قسم! ان میں سے بعض بیویاں سارا دن حتی کہ رات تک آپ کو غصہ میں چھوڑے رہتی ہیں اور بات نہیں کرتیں مگر آپ ﷺ برداشت کرتے ہیں۔ اے عمر! تم کیوں میرے جواب دینے پر ناراض ہو رہے ہو؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا: یہ بات سن کر میں سخت گھبرایا اور میں نے کہا: وہ عورت خسارے میں ہے جس نے جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایسا کیا۔ پھر میں نے کپڑے پہنے اور مدینہ منورہ پہنچا اور اپنی بیٹی حفصہ کے پاس گیا۔ میں نے کہا: ''ای حفصۃ ا تغاضب احدا کن النبی صلی اللہ علیہ و سلم الیوم حتی اللیل'' (اے حفصہ! ازواج میں سے تمہاری ایک جناب نبی کریم ﷺ کو پورا دن ناراض رکھتی ہے حتی کہ رات تک) حضرت حفصہ نے عرض کیا: نعم۔ (جی ہاں) میں نے کہا: وہ تو خسارے میں گئی کیا تم بے خوف ہو اس بات سے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے اگر ایسا ہو گیا تو تم ہلاک ہو جاؤ گی۔ آئندہ جناب رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مطالبے نہ کرنا اور کسی بات میں آپ کو جواب نہ دینا اور انہیں کسی وقت نہ چھوڑنا ہر وقت انہیں

راضی رکھنا اور جس چیز کی ضرورت ہو مجھ سے سوال کرنا اور تجھے اپنی پڑوسن اور سوکن سے غیرت نہیں کرنا بے شک وہ تجھ سے زیادہ خوبصورت ہے اور جناب رسول اللہ ﷺ کی اشد محبوبہ ہے (آپ کی مراد ام المؤمنین حضرت عائشہؓ تھی) حضرت عمرؓ کہنے لگے: اے ابن عباس! ہم باہم باتیں کیا کرتے تھے غسان کے کافر اپنے گھوڑوں کو منعل کر رہے ہیں تاکہ مدینہ منورہ پر چڑھائی کریں۔

سرورِ دو عالم ﷺ کا ازواج سے ناراض ہونا:

ایک دن انصاری مدینہ منورہ میں اپنی باری پر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا عشاء کے وقت واپس آیا تو میرے دروازے کو سخت بجایا اور کھٹکھٹایا اور کہا عمر گھر پہ ہے؟ حضرت عمر کہتے ہیں میں گھبرا گیا باہر آیا تو اس نے بتایا آج امر عظیم واقع ہو گیا ہے۔ میں نے کہا: کیا ہوا کیا اہل غسان آ گئے۔ اس نے کہا نہیں بلکہ اس امر سے عظیم تر اور طویل تر امر واقع ہو گیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے۔ میں نے کہا: حفصہ رسوا ہو اور خسارے میں جائے مجھے گمان تھا عنقریب ایسا ہو گا چنانچہ میں نے پورے کپڑے پہنے میں نے صبح کی نماز جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ادا کی پس نماز کے بعد جناب نبی کریم ﷺ بالائی کمرہ میں تشریف لے گئے اسی میں آپ نے علیحدہ رہنے کا اہتمام کیا ہوا تھا میں اپنی بیٹی حفصہ کے کمرہ میں گیا تو وہ رو رہی تھی۔ میں نے کہا: کیوں رو رہی ہو؟ کیا میں نے تمہیں اس سے ڈرایا نہیں تھا؟ کیا جناب رسول اللہ ﷺ نے تمہیں طلاق دے دی ہے؟ حضرت حفصہ نے عرض کیا: مجھے معلوم نہیں مگر آپ ﷺ بالائی کمرہ میں اکیلے رہ رہے ہیں گھر تشریف نہیں لاتے پھر میں مسجد میں آیا تو لوگ منبر کے ارد گرد بیٹھے رو رہے ہیں میں تھوڑی دیر کے لئے ان کے ساتھ بیٹھا مگر اس تشویش کی وجہ سے جو میرے دل میں تھی بیٹھ نہ سکا میں اس کمرہ میں آیا جہاں نبی کریم ﷺ علیحدگی میں تشریف رکھتے تھے۔

میں نے غلام (بلال) سے کہا: عمر کے لئے آپ ﷺ سے اندر آنے کی اجازت طلب کرو۔ پس غلام کمرہ میں داخل ہوا اور میرے متعلق آپ کو ذکر کیا پھر واپس آیا۔ غلام نے مجھے کہا کہ میں نے آپ کے لئے اجازت طلب کی مگر آپ ﷺ خاموش رہے چنانچہ میں واپس مسجد میں ان لوگوں کے ساتھ آکر بیٹھ گیا جو مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے پھر مجھ سے بیٹھے رہنا برداشت نہ ہوسکا وہ حزن اور پریشانی غالب آگئی جو میں اپنے دل میں پاتا تھا اس غلام کے پاس آیا اور کہا جاؤ عمر کے لئے اندر آنے کی اجازت طلب کرو۔ وہ غلام اندر جاکر واپس آیا اور کہنے لگا: میں نے عرض کیا ہے مگر آپ خاموش رہے۔ جب میں نے واپس لوٹنے کے لئے منہ پھیرا تو پیچھے سے غلام نے مجھے آواز دی اور کہنے لگا: عمر تیرے لئے جناب سرور دو عالم ﷺ نے اجازت فرمادی ہے۔ پس میں نبی کریم ﷺ کے کمرہ میں داخل ہوا۔ آپ کھجور کی پتوں کی پرانی چٹائی پر بغیر قمیص کے لیٹے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کے اور چٹائی کے درمیان کوئی کپڑا حائل نہیں تھا۔ چٹائی کے نشانات آپ ﷺ کے جسم اطہر پر نقش تھے۔ آپ ﷺ نے ایک چمڑے کے تکیہ پر آسرا لگایا ہوا تھا جس میں کھجور کی کھال بھری ہوئی تھی۔ میں نے سلام کیا پھر میں نے عرض کیا حالانکہ میں ابھی بیٹھا نہیں تھا: ”یا رسول اللہ اطلقت النساء؟“ یا رسول اللہ! کیا آپ نے بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ آپ ﷺ نے میری طرف نظر مبارک اٹھائی اور فرمایا: نہیں۔ میں نے کہا: اللہ اکبر۔ پھر کھڑے کھڑے میں عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ! اگر آپ کی اجازت ہو تو کچھ عرض کروں؟ پھر میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم قریش عورتوں پر غالب تھے جب ہم مدینہ منورہ آئے یہ قوم ایسی ہے جن پر عورتیں غالب ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا پھر میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کی اجازت سے میں ایک دن (اپنی بیٹی) حفصہ پر داخل ہوا میں نے اسے کہا: ”لا یغیرنك

ان جارتك اوضأ منكِ و احب الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم“ (تجھے غیرت میں نہ ڈالے یہ کہ تیری پڑوسن تجھ سے زیادہ خوبصورت ہے اور زیادہ محبوب ہے جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا اس بات پر جناب نبی کریم ﷺ نے ایک اور تبسم فرمایا جب میں نے آپ ﷺ کو بار بار تبسم فرماتے دیکھا تو میں بیٹھ گیا۔ میں نے آپ کے کمرہ کی طرف نظر اٹھائی تو اس میں میری نظر کسی چیز پر نہ پڑی سوائے چند پرانی چیزوں کے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اللہ تعالیٰ آپ کی امت پر وسعت فرمائے۔ بے شک فارس اور روم ان پر وسعت کی گئی ہے اور انہیں دنیا دی گئی ہے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں آپ ﷺ تکیہ لگا کر لیٹے ہوئے تھے۔ آپ اٹھ کر سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا: ”أفی ھٰذا انت یا ابن الخطاب“ کیا تو اس میں ہے اے خطاب کے بیٹے! بے شک فارس اور روم ایسی قوم ہیں جن کے لئے حیات دنیا میں نعمتوں کی جلدی کی گئی ہے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے لئے مغفرت کی دعا کریں یعنی میں معافی مانگتا ہوں۔ اتنا بیان کرنے کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہ ابن عباس کو فرمایا اس وقت نبی کریم ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات سے اعتزال اور الگ رہنا اختیار فرمایا تھا جب حفصہ نے عائشہ کو راز کی بات افشاء کی تھی۔ آپ ﷺ کا اعتزال انتیس (۲۹) دن رہا اور آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ”ما انا بداخل علیھن شھرا من شدۃ موجدۃ علیھن حین عاتبه اللہ“ (میں ان ازواج پر ایک ماہ تک داخل نہیں ہوں گا“ آپ کا یہ فرمانا اس ناراضگی کی وجہ سے تھا جس کی وجہ سے آپ ﷺ ازواج پر ناراض تھے اس وقت جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی وجہ سے عتاب فرمایا تھا۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں جب انتیس دن گزر گئے تو آپ ﷺ بالا خانہ سے

اتر کر ام المؤمنین عائشہ کے پاس تشریف لائے اور ان کے بعد دوسری ازواج کے گھروں میں واپس آنا شروع فرمایا۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے تو قسم کھائی تھی ایک ماہ تک اپنی ازواج کے پاس نہیں جاؤں گا اور آپ انیتس دن گزرنے پر تشریف لے آئے ہیں، میں روزانہ گنتی کرتی رہتی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ مہینہ انیتس دن کا تھا۔ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے آیت تخییر نازل فرمائی۔ آپ نے مجھ سے شروع فرمایا میں نے آپ کو اختیار کیا پھر آپ نے سب ازواج کو فرداً فرداً الگ ہو جانے کا خیار عطا فرمایا مگر سب نے وہی کہا جو ام المؤمنین عائشہؓ نے کہا تھا۔ (تفسیر قرطبی)

آیت تخییر کے نزول کے بعد سیدہ عائشہؓ کے پاس آنا:

- بخاری شریف میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! میں تجھے ایک امر ذکر کرتا ہوں تیرے اوپر لازم نہیں کہ تو جلدی کرے حتی کہ تو اپنے والدین سے مشورہ کرے اور حضرت عائشہؓ نے فرمایا بے شک آپ ﷺ جانتے تھے کہ میرے والدین آپ سے میرے فراق اور جدا ہو جانے کا کبھی حکم نہیں دیں گے۔ فرماتی ہیں پھر آپ ﷺ نے سورہ احزاب کی دو آیتیں ”يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ ۔۔۔ الخ“ آخر تک تلاوت فرمائیں۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کے متعلق والدین سے مشورہ کروں؟ بے شک ”اريد الله و رسوله و الدار الآخرة“ میں اللہ اور اس کے رسول اور دار آخرۃ کو چاہتی ہوں۔
- طلاق کے اختیار دینے کی مناسبت سے ہم نے سورۃ تحریم کی مذکورۃ آیت اور اس کے تحت پورا قصہ ذکر کر دیا ہے اور مزید عدت کے باب میں سورۃ تحریم کی آیات کے شان نزول میں شہد یا حضرت ماریہ قبطیہ کے متعلق روایات ذکر کی جائیں گی۔

ان روایات سے پتہ چلتا ہے کہ ایک ماہ اعتزال کا سبب حضرت حفصہ کا سر اور راز کا افشاء تھا اور ایک روایت میں ہے نفقہ کے طلب کرنا اس اعتزال کا سبب تھا۔ اسی سلسلہ میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ہو سکتا ہے مذکورہ سارے امور آپ کے اعتزال کا باعث ہوں یعنی شہد کا قصہ اور سیدہ ماریہ قبطیہ کا قصہ اور سیدہ حفصہ کا راز افشاء کرنے کا قصہ اور نفقہ کا قصہ اور حضرت زینب کا تین مرتبہ ہدیہ رد کرنے کا قصہ۔ سب امور ایک ماہ کے اعتزال اور طلاق کی تخییر کے باعث ہو سکتے ہیں اور یہ جملہ امور سورۃ احزاب کی دو آیات کے نزول کا باعث ہوں۔

(تفسیر مظہری: ۳۴۴-۳۴۷)

"یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ ....الآیۃ" کی تفسیر:

- یٰٓاَیُّها النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ○ وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا○ (آیت: ۲۸،۲۹ سورۃ احزاب: ۳۳)

ترجمہ: "اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنی ازواج سے فرمادیں اگر تم حیاۃ دنیا اور دنیا کی زینت چاہتی ہو تو آیئے میں تمہیں کچھ مال دیتا ہوں اور اچھے طریقہ سے چھوڑ دیتا ہوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور دار آخرۃ کو چاہتی ہو پس بے شک اللہ تعالیٰ نے تم میں سے احسان کرنے والیوں کے لئے عظیم اجر اور ثواب تیار فرمایا ہے۔"

ان آیات کو آیات تخییر یا تفویض کہا جاتا ہے۔ سورۃ تحریم کی آیت "عَسٰی رَبُّهٗ اِنْ طَلَّقَكُنَّ ...الخ" اور یہ دو آیات سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتہائی شرف اور عظمت پر دلالت کرتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ازواج مطہرات پر عظیم احسان ہے کہ آپ نے انہیں زوجیت کا شرف بخشا ازواج کا احسان نہیں

ہے کہ انہوں نے آپ سے نکاح کیا۔

ازواجِ مطہرات کے مطالبات کا ذکر:

بخاری و مسلم شریف میں حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے لوگ سرور دو عالم ﷺ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے کسی کو اندر آنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی مگر حضرت ابو بکر نے اذن لیا انہیں جناب رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی اجازت مل گئی وہ داخل ہو گئے پھر حضرت عمرؓ نے اذن طلب کیا آپ کو اجازت مل گئی۔ عمر نے نبی کریم ﷺ کو پریشان اور خاموش بیٹھے ہوئے پایا جبکہ آپ کے چاروں طرف آپ کی ازواج مطہرات تشریف فرما تھیں۔ پس عمر نے (دل) میں کہا ایسی بات کروں جس سے سرور دو عالم ہنس پڑیں پھر کچھ عرض کروں گا۔ عمر نے کہا: یارسول اللہ! اگر بنت خارجہ کو میں دیکھوں کہ وہ مجھ سے نفقہ کا سوال کرتی ہے پس میں اس کی طرف اٹھوں گا اور اس کی گردن مروڑدوں گا اس پر سرور دو عالم ﷺ ہنس پڑے اور فرمایا: میرے ارد گرد بیٹھی ازواج جس طرح تو دیکھ رہا ہے مجھ سے نفقہ کا سوال کر رہی ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ حضرت عائشہؓ کی طرف اٹھے اور ان کی گردن کو مروڑا اور حضرت عمرؓ حفصہ کی طرف اٹھے اور ان کی گردن پکڑی اور دونوں نے فرمایا: تم زوجات رسول اللہ ﷺ سے وہ چیزیں طلب کر رہی ہو جو آپ کے پاس نہیں ہیں۔ اس پر ازواج مطہرات نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ کی قسم! آئندہ ہم جناب رسول اللہ ﷺ سے کبھی ایسی چیز طلب نہیں کریں گی جو آپ کے پاس نہیں ہو گی۔ پھر آپ ایک ماہ تک گھر تشریف نہیں لائے اور اعتزال فرمایا اور یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

سیّدہ عائشہؓ کا سنہری جواب:

حضرت جابرؓ کہتے ہیں آپ ﷺ نے نزول ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے

شروع فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! میں چاہتا ہوں کہ ایک امر آپ پر پیش کروں میں پسند کرتا ہوں کہ تم اس میں جلدی نہ کرنا حتی کہ اپنے والدین کے ساتھ مشورہ کرنا۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: وہ امر کیا ہے یارسول اللہ! تو آپ نے یہ آیات پڑھ کر سنائیں تو حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: ''اَفِیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَسْتَشِیْرُ اَبَوَیَّ بَلْ اَخْتَارُ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ'' (کیا آپ کے متعلق یارسول اللہ میں ابوین سے مشورہ کروں میں نے اختیار کیا اللہ اور اس کے رسول اور دار آخرۃ کو) اس کے بعد حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: میں آپ سے سوال کرتی ہوں آپ اپنی ازواج کو میری طرف سے دیئے گئے جواب کی خبر نہ دینا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے جب کوئی بیوی پوچھے گی تو ضرور بتاؤں گا اللہ تعالیٰ نے مجھے شدۃ میں ڈالنے والا اور سخت مزاج بنا کر مبعوث نہیں فرمایا لیکن مجھے معلم اور آسانی میں ڈالنے والا پیدا فرمایا۔ ترمذی کی روایت میں ہے کہ آپ نے جب دوسری ازواج کو آیات تخییر سنائیں تو سب نے وہی جواب دیا جو ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے دیا تھا۔

(قرطبی: ۱۶۳، ج: ۱۴، مکتبہ احیاء التراث بیروت)

آیتِ تخییر کے بعد مزید نکاحوں سے روک دیا:

- اس آیت کریمہ میں لفظ ''ازواج'' وارد ہوا ہے معلوم ہوا کہ آپ کی ازواج مطہرات کی تعداد دو سے زیادہ تھی اور آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی خاص عدد کا پابند نہیں کیا گیا تھا مگر جب ازواج مطہرات نے آیت تخییر کے وقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے مزید نکاح کرنے اور ازواج مطہرات کو تبدیل کرنے سے منع فرمادیا چنانچہ سورۃ احزاب کی آیت ۵۲ میں اس کا ذکر کیا جائے گا۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِیْۤ اٰتَیْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَ مَا

مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمّٰتِكَ وَ بَنَاتِ خَالِكَ وَ بَنَاتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ وَ امْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔(آیت:۵۰)

ترجمہ: ''اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! بے شک ہم نے آپ کے لئے ان ازواج کو حلال کر دیا جن کا آپ مہر ادا کر چکے ہیں اور آپ کی ان کنیزوں کو جو اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت میں تمہیں عطا فرمائی حلال کر دیا اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھی کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور خالہ کی بیٹیاں جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی اور وہ مؤمنہ عورت بھی جس نے اپنی جان نبی کے لئے ہبہ کر دی اگر نبی اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہے خالص آپ کے لئے عام مومنوں کے لئے نہیں بے شک ہم اس چیز کو جانتے ہیں جو ہم نے ان پر ان کی بیویوں اور کنیزوں کے متعلق فرض کی ہے تاکہ آپ پر تنگی نہ ہو اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بے حد رحم کرنے والا ہے۔''

- اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے حسب خواہش ازواج مطہرات میں اضافہ کرنے کی اجازت فرمائی اور کنیزوں سے خدمات لینے اور مباشرۃ کرنے کے لئے بھی عام اجازت فرمائی۔
- حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے ساتھ نکاح کر لینے کی دعوت دی میں نے معذرت کر لی تو یہ آیت نازل ہوئی، فرماتی ہیں چونکہ میں نے ہجرت نہیں کی تھی اس لئے آپ کے لئے حلال

نہ ہوئی اور مطلقہ عورتوں سے تھی۔

- اس آیت کریمہ کے بعد ''اِنَّآ اَحۡلَلۡنَا لَكَ اَزۡوَاجَكَ'' کی تفسیر میں علماء نے فرمایا: ''اَلۡمُرَادُ بِهَا اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَحَلَّ لَهٗ اَنۡ يَتَزَوَّجَ كُلَّ اِمۡرَأَةٍ يُؤۡتِيۡهَا مَهۡرَهَا'' ترجمہ: ''اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے ہر اس عورت کے ساتھ نکاح کرنا حلال فرمایا جس کا وہ مہر ادا کردیں (سوائے محرم عورتوں کے)'' (قرطبی)

حضرت علیؓ کی ازواج اور کنیزوں کا بیان:

- اور اس آیت کریمہ میں ''وَمَا مَلَكَتۡ يَمِيۡنُكَ'' (وہ کنیزیں جن کے آپ مالک ہیں) کے جملہ میں کنیزوں کے حلال ہونے کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سرور دوعالم ﷺ اور آپ کی امت کے لئے کنیزوں کو مطلق حلال فرمادیا خواہ ان کی بیبیوں کی تعداد ہو۔ چنانچہ حضرت علی کرمہ اللہ وجہہ کے پاس کوفہ میں چار حرّۃ بیویوں کے علاوہ سترہ کنیزیں موجود ہوتی تھیں۔ کنیزیں بھی بیویاں ہوتی ہیں ان کی اولاد شوہر کی اولاد ہوتی ہے لیکن حرّۃ بیویوں کے حقوق زیادہ ہوتے ہیں۔ حرّۃ عورتوں کے بیوی بنانے کا طریقہ صرف نکاح ہے اور کنیز کے بیوی بنانے کا طریقہ اس کا مالک ہونا ہے خواہ وہ شراء سے ہو ہدیہ سے ہو یا وراثت سے ہو یا کنیز جہاد میں مجاہد کو مال غنیمت میں عطا کی گئی ہو۔
- پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر مومنہ عورت اپنے جسم کو نبی ﷺ کو ہبہ کرے اور گفٹ کرے یعنی بغیر مہر کے نکاح کرے اور نبی ﷺ چاہے کہ اس موہوبہ عورت کے ساتھ نکاح کرے یہ صرف اس نبی ﷺ کے لئے ہم حلال کرتے ہیں کہ بغیر ادائے مہر وظیفہ زوجیت ادا کرے۔ موہوبہ کو مطالبے کا حق نہیں۔ آپ کی امت کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ بغیر مہر کے نکاح کے بعد دخول کرے۔ بیوی کو حق حاصل ہے کہ دخول سے پہلے مہر کا مطالبہ کرے۔ علماء نے

بیان فرمایا: اس آیت کا مفہوم یہ ہے موہوبہ عورت دخول سے پہلے آپ ﷺ سے مہر ادا کرنے کا مطالبہ نہیں کر سکتی مگر موہوبہ کا دوسرے لوگوں سے نکاح ہونے کی صورت میں موہوبہ مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی خواہش کے لیے حضرت عائشہؓ کا قول:

- ام المؤمنین حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں ان عورتوں پر میں غیرت کیا کرتی تھی جو اپنا جسم اور جان سرور دو عالم ﷺ کو ہبہ کرتی تھیں اور میں کہتی تھی کیا عورت حیاء اور شرم نہیں کرتی یہ کہ مرد کو اپنی جان ہبہ کر دیتی ہے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "تُرْجِیْ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَ تُؤْوِیْ اِلَیْكَ مَنْ تَشَاءُ" (ان موہوبہ عورتوں میں سے مؤخر کر دو جس کو چاہو اور اپنے پاس جگہ دے دو جس کو چاہو) آپ فرماتی ہیں "فَقُلْتُ وَ اللهِ مَا اَرٰی رَبَّكَ اِلَّا یسارِعُ فِیْ هَوَاكِ" (پس میں نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے نہیں دیکھا تیرے رب کو مگر وہ جلدی کرتا ہے تیری ہر خواہش میں)۔

موہوبہ عورتوں کا ذکر:

- ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضرت خولہ بنت حکیم ان عورتوں میں سے تھی جنہوں نے اپنی جان جناب رسول اللہ کو ہبہ کی تھی۔ بعض روایات میں ہے موہوبہ خواتین چار تھیں میمونہ بنت حارث اور زینب بنت خزیمہ انصاریہ ام المساکین اور ام شریک بنت جابر اور خولہ بنت حکیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہن)۔
- احناف کے نزدیک اگر عورت مرد سے کہے میں نے آپ کو اپنی جان ہبہ کی اور مرد نے کہا میں نے قبول کیا تو نکاح ہو جائے گا بشرطیکہ دوسری شرطیں موجود ہوں۔

حضرت میمونہؓ کا پیارا جواب:

- روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت میمونہ بنت حارث کے

پاس نکاح کے پیغام کے لئے آدمی بھیجا جب آدمی حضرت میمونہ کے پاس پہنچا تو وہ اونٹ پر سوار کہیں جا رہی تھیں۔ آدمی نے پیغام دیا تو حضرت میمونہ نے کہا: ''اَلْبَعِیْرُ وَ مَا عَلَیْهَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ'' یہ اونٹ اور جو کچھ اونٹ پر موجود ہے سب جناب رسول اللہ کے لئے ہے۔ (سبحان اللہ! جو خواتین و حضرات جناب رسول اللہ ﷺ کی عظمت اور شان عنداللہ جانتے ہیں وہ اسی طرح کرتے ہیں۔ میں محمد رفیق کہتا ہوں ''نَفْسِیْ وَ مَالِیْ وَ بَنَاتِیْ وَ بَنِیَّ کُلُّهَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ''۔)

موہوبہ عورت کا دوسرے آدمی کے ساتھ نکاح کر دیا:

- صحاح میں حضرت سہل سے مروی ہے کہ ایک عورت جناب رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اس نے عرض کیا: یارسول اللہ میں اپنی جان آپ کو ہبہ کرتی ہوں۔ آپ ﷺ خاموش رہے حتی کہ ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر آپ کو اس عورت کی حاجت نہیں تو اس کا میرے ساتھ نکاح کر دیں۔ آپ ﷺ نے اس آدمی کے ساتھ نکاح کر دیا۔ (قرطبی)

بیٹی صالح آدمی کو پیش کرنا سنت ہے:

- حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا ''انی ارید ان انکحك ۔۔۔ الآیة'' (میں ارادہ کرتا ہوں کہ آپ کو ایک بیٹی کا نکاح کر کے دے دوں) صاحب تفسیر قرطبی فرماتے ہیں اس قول میں اپنی بیٹی ایک مرد پر پیش کرنا ہے اور (ھٰذہ سنة قائمة) یہ دائمی سنت ہے۔ مدین کے صالح آدمی نے بنی اسرائیل کے صالح مرد پر اپنی بیٹی پیش کی اور عمر ابن خطاب نے اپنی بیٹی حفصہ ابو بکر اور عثمان پر پیش کی اور موہوبہ خواتین نے اپنا جسم جناب رسول اللہ ﷺ پر پیش کیا۔ صاحب تفسیر فرماتے ہیں ''فَمِنَ الْحَسَنِ عَرْضُ الرَّجُلِ

وَلِيته وَ الْمَرْأَة نَفْسَهَا عَلَى الرَّجُلِ الصَّالِح" (یہ حسن اچھی بات ہے کہ مرد اپنی ولیہ اور پیاری بٹی کو اور عورت اپنے نفس کو صالح مرد پر پیش کرے)۔

صالح آدمی صاحبِ علم عابد ہوتا ہے:

• صالح آدمی وہ ہوتا ہے جو عالم اور عابد ہو غیر عابد غیر عالم صالح نہیں ہوتا لہٰذا اصحاب بنات کو چاہئے کہ علماء عابدین کو اپنی بیٹیوں کے رشتے خود پیش کریں یہی سلف صالحین کی سنت ہے۔ اگر وہ قبول کرلیں تو ان علماء کا اصحابِ بنات اور بنات پر احسان ہے اگر آدمی عالم اور عابد دونوں صفات کا جامع نہ ملے تو پھر عالم بہتر ہے کیونکہ عالم وسیع الظرف ہوتے ہیں اور عورتیں وسیع الظرف کو پسند کرتی ہیں اور عابد اور صوفی عموماً تنگ نظر اور سخت مزاج ہوتے ہیں اور تشکیک کے مریض ہوتے ہیں اور عبادت کی کثرت کی وجہ سے بیوی کو ٹائم بھی نہیں دے سکتے۔

حضور اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ کو بیوی کی وجہ سے ہفتہ سے پہلے قرآن ختم کرنے اور نوافل سے منع کردیا:

• جیسا کہ سرور دو عالم ﷺ کے صحابی حضرت عبداللہ بن عمرو عبادت کی کثرت سے بیوی کو ٹائم نہیں دیتے تھے روزانہ ایک قرآن کا ختم اور روزانہ روزہ اور ساری ساری رات نوافل پڑھتے رہتے تھے۔ آپ کی بیوی نے شکایت کی تو سرور دو عالم ﷺ نے حضرت عبداللہ کو بلایا اور پوچھا۔ انہوں نے اعتراف کیا کہ میری بیوی سچ کہتی ہے۔ آپ ﷺ نے ہفتہ سے پہلے قرآن مجید کا ختم اور ساری رات کے نوافل سے منع فرمادیا اور حضرت عبداللہ کی جانب سے بار بار اصرار سے روزوں کے لئے ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کی اجازت فرمائی۔

بیوی کو وقت دینا فرض ہے اور نوافل سے زیادہ ثواب ہے:

• معلوم ہوا بیوی کو وقت دینا فرض ہے جس کا اجر و ثواب لاکھوں نوافل اور مستحبات سے بھی زیادہ ہے کیونکہ فرض کا وزن بہت زیادہ ہوتا ہے۔ تبلیغی

حضرات جنہیں تبلیغ کا جنون ہوتا ہے بیوی اور بچوں کو وقت نہیں دیتے بیوی کو وقت نہ دینے سے فرض کے تارک بنتے ہیں اور اولاد کی تربیت نہ کرنے سے اولاد کو ضائع کردیتے ہیں اور حدیث شریف میں ہے ''كَفٰى بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ يضيّعَ عَيالَهٗ'' (مرد کے لئے ایک گناہ ہی کافی ہے کہ وہ اپنے عیال کو ضائع کردے) لہٰذا اپنی بیٹیوں اور بہنوں کے لئے رشتہ کے انتخاب کے وقت علماء و عابدین پھر علماء غیر عابدین پھر صرف عابدین پھر دوسرے لوگوں کے درجات کا لحاظ کرنا چاہئے۔

سرور دوعالم ﷺ کی بعض خصوصیات کا ذکر:

- درج ذیل امور آپ کی امت پر فرض نہیں تھے مگر آپ ﷺ پر فرض تھے:

۱۔ آپ پر تہجد فرض تھی۔
۲۔ اشراق کی نماز۔
۳۔ چاشت کی نماز۔
۴۔ وتر۔
۵۔ مسواک۔
۶۔ تنگ دست آدمی اگر فوت ہو جاتا تو اس کا دین ادا کرنا۔
۷۔ ذوی الارحام اور ذوی الرای سے دنیاوی امور میں مشاورت۔
۸۔ اپنی ازواج کو علیحدگی کا اختیار۔
۹۔ جب کوئی عمل فرمائیں تو اس کو ظاہر فرمائیں۔(قرطبی)

درج ذیل امور آپؐ پر حرام تھے جو کہ امت کے لئے حرام نہیں ہیں:

۱۔ آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل پر زکوۃ حرام تھی۔
۲۔ صرف آپ پر نفلی صدقہ حرام تھا
۳۔ ''خائنۃ الاعین'' یعنی ما فی الضمیر کے خلاف ظاہر کرنا۔

۴۔ جب حرب کا لباس پہن لیں اس کا اتارنا جب تک اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہو۔
۵۔ تکیہ لگا کے کھانا۔
۶۔ مکروہ بُو والی اشیاء (پیاز لہسن وغیرہما) کھانا۔
۷۔ ازواج مطہرات کا تبدیل کرنا۔
۸۔ ایسی عورت کے ساتھ نکاح جو آپ کی رفاقتہ کو ناپسند کرتی ہے۔
۹۔ کتابیۃ حرۃ کافرہ کے ساتھ نکاح
۱۰۔ کنیز کے ساتھ نکاح۔

وہ امور جو آپ ﷺ کے لئے حلال تھے لیکن آپ ﷺ کی امت کے لئے حلال نہیں تھے:

۱۔ غنائم سے پسندیدہ اور خالص چیز۔
۲۔ غنیمت میں خمس۔
۳۔ وصال کے روزے۔
۴۔ چار بیویوں سے زائد بیویاں۔
۵۔ بغیر مہر کے نکاح۔
۶۔ بغیر ولی کے نکاح جبکہ امت کے لئے احناف کے نزدیک ولی کا اذن مستحب ہے نکاح بلا اذن بھی ہو جاتا ہے۔
۷۔ حالت احرام میں نکاح مگر امت کے لئے مکروہ ہے۔
۸۔ ازواج کے درمیان قسامت۔
۹۔ جب آپ کی تحسین کی نظر کسی کی بیوی پر واقع ہو تو اس عورت کے شوہر کو طلاق دے دینا واجب ہے اور آپ کے لئے اس کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے جس طرح حضرت زید؄ کی بیوی حضرت زینب؅ کا قصہ ہے۔
۱۰۔ عتق کا مہر ہونا۔ آپ ﷺ نے حضرت صفیہ کا عتق ان کا مہر قرار دیا۔

۱۱۔ بغیر احرام کے مکہ مکرمہ میں داخل ہونا۔

۱۲۔ مکہ مکرمہ میں قتال۔

۱۳۔ آپ کی وراثت کا نہ ہونا اس لئے جب آدمی فوت ہو جاتا ہے تو اس کا جائیداد سے ملک زائل ہو جاتا ہے مگر رسول اللہ ﷺ کا ملک زائل نہیں ہوتا۔ اس کا بیان احادیث اور سورۃ مریم میں موجود ہے۔ (قرطبی)

۱۴۔ وصال کے بعد بھی ازواج کے ساتھ زوجیت کا قائم رہنا۔

۱۵۔ اگر آپ کسی بیوی کو طلاق دیں تو آپ کی مطلقہ کے ساتھ دوسروں کا نکاح حرام ہو گا۔ (قرطبی: ۲۱۳، ج: ۱۴)

ازواج مطہرات کا ذکر:

۱۔ ام المؤمنین حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

• آپ پہلے ابی ہالہ زرارۃ اسدی کی بیوی تھیں ان سے حضرت ہند بن ابی ہالہ پیدا ہوئے۔ ابی ہالہ سے پہلے بھی آپ عتیق بن عائذ کی بیوی تھیں اور ان سے ایک لڑکا عبد مناف پیدا ہوئے تھے پھر ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ کے ساتھ سید العرب والعجم جناب رسول اللہ ﷺ نے نکاح فرمایا آپ سے اللہ تعالیٰ نے سرور کونین ﷺ کو چار شہزادیاں حضرت زینب اور حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن عطا فرمائیں اور تین شہزادے قاسم اور طیب اور طاہر متولد ہوئے جس وقت جناب رسول اللہ ﷺ نے آپ سے شادی فرمائی آپ کی عمر مبارک چالیس سال تھی اور جناب رسول اکرم ﷺ کی عمر پچیس سال تھی۔ عورتوں میں سب سے پہلے آپ ایمان سے مشرف ہوئیں۔ آپ ﷺ کی سوائے شہزادے حضرت ابراہیم کے ساری اولاد آپ کے بطن اطہر سے پیدا ہوئی جب تک آپ زندہ رہیں جناب رسول اکرم ﷺ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ آپ کا پینسٹھ (۶۵) برس کی عمر میں وصال ہوا۔ انا للہ

و انا الیہ راجعون۔ آپ کی قبر انور میں خود جناب رسول اکرم ﷺ اترے چونکہ نمازِ جنازہ ابھی فرض نہیں ہوئی تھی اس لئے آپ کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی گئی۔ مکہ مکرمہ کے قبرستان جنت المعلیٰ میں آپ کا مزار انور ہے۔ (قرطبی)

۲۔ ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

• آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کافی پہلے اسلام قبول کیا تھا اور بیعت کرلی تھی۔ آپ پہلے اپنے چچا کے بیٹے سکران ابن عمرو کی بیوی تھیں وہ بھی اسلام قبول کر چکے تھے۔ دونوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا شرف بھی حاصل ہوا تھا جب مکہ واپس آئے تو حضرت سکران یعنی آپ کے شوہر فوت ہوگئے جب حضرت سودہ کی عدت گزر گئی تو جناب رسول اللہ ﷺ نے آپ کے ساتھ نکاح فرمالیا اور جب جناب رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی حضرت سودہ نے بھی ہجرت فرمائی۔ جب ام المؤمنین حضرت سودہ معمر ہو گئیں جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کی طلاق کا ارادہ فرمایا۔ حضرت سودہ نے عرض کیا: آپ مجھے طلاق نہ دیں تاکہ میں آپ کی ازواج میں رہوں قیامت کے دن آپ کی ازواج میں اٹھوں میں اپنی باری اور وقت ام المؤمنین حضرت عائشہ کو دیتی ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت سودہ کو طلاق نہ دی اور ان کی باری میں ام المؤمنین حضرت عائشہ کے پاس رات گزارتے تھے۔ آپ کی وفات ماہ شوال مدینہ منورہ میں چون (۵۴) سال کی عمر میں ہوئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

۳۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

• آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا چھ سال کی عمر میں سرورِ دو عالم ﷺ کے ساتھ مکہ مکرمہ میں ہجرت سے دو سال پہلے نکاح ہو گیا تھا اور جب آپ کی عمر نو سال ہوئی تو آپ کی رخصتی ہو گئی اور نو سال تک سرورِ دو عالم ﷺ کی صحبت میں

رہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا حضرت عائشہ کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ آپ کے علاوہ سب ازواج مطہرات غیر باکرہ تھیں۔ آپ کی وفات ۵۹/۵۸ ہجری میں ہوئی۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔(قرطبی)

۴۔ ام المؤمنین حضرت حفصہ بنت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

• آپ کے ساتھ سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح فرمایا اور زوجیت کا شرف بخشا پھر ایک دن انہیں طلاق رجعی دے دی تو جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا ''اِنَّ اللّٰہَ یأمُرُکَ اَنْ تُرَاجِعَ حَفْصَۃَ فَاِنَّھَا صَوَّامَۃٌ قَوَّامَۃٌ'' (بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ حضرت حفصہ کی طلاق سے رجوع کرلیں کیونکہ وہ بہت روزے رکھنے والی زیادہ قیام کرنے والی ہیں۔) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رجوع کرلیا۔ آپ نے ساٹھ سال کی عمر میں ۴۵ھ میں مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

۵۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ ہند بنت ابی امیۃ مخزومیۃ:

• آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۴ھ شوال کی ۲۶ (چھبیس) تاریخ میں آپ کو زوجیت کا شرف بخشا۔ حضرت ام سلمہ کے بیٹے سلمہ نے اپنی ماں کا نکاح کردیا۔ آپ کا وصال سن انسٹھ (۵۹) یا باسٹھ ۶۲ھ میں ہوا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اس وقت آپ کی عمر چوراسی (۸۴) سال تھی۔ حضرت سعید ابن زید یا حضرت ابو ہریرہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

۶۔ ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان:

• ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ تھی۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرو ابن امیۃ ضمری کو حضرت نجاشی کی طرف بھیجا تاکہ حضرت نجاشی حضرت ام حبیبہ کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکاح کردیں۔ سن سات ہجری میں حضرت نجاشی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت ام حبیبہ

کے ساتھ نکاح کر دیا اور حضرت نجاشی نے سرور دو عالم ﷺ کی جانب سے چار سو دینار مہر حضرت ام حبیبہ کو ادا کیا اور شرجیل بن حسنۃ کے ساتھ حبشہ سے مدینہ منورہ سرکار دو عالم ﷺ کے پاس بھیج دیا اور دار قطنی کی روایت میں ہے حضرت ام حبیبہ کا شوہر عبید اللہ بن جحش نصرانی ہو گیا تھا اور پھر فوت ہو گیا پھر حضرت نجاشی نے چار ہزار مہر ادا کر کے آپ کا نکاح سرورِ دو عالم ﷺ کے ساتھ کر دیا۔ آپکی وفات سن چوالیس (۴۴) ہجری میں ہوئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

۷۔ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

• حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کی ازواج میں سے ہیں۔ آپ کا نام برۃ تھا۔ سرورِ دو عالم ﷺ نے زینب نام رکھا اور برۃ ختم کر دیا برّۃ کا مفہوم اچھے عمل کرنے والی تھا۔ آپ ﷺ نے سن پانچ ہجری میں آپ کے ساتھ شادی فرمائی بیس ہجری ترپن (۵۳) سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

۸۔ زینب بنت خزیمہ الہلالیہ:

• آپ کو جہالت اور کفر کے دور میں ام المساکین کہا جاتا تھا کیونکہ آپ مساکین کو کھانا کھلاتی تھیں۔ آپ ﷺ نے انہیں رمضان المبارک میں ہجرت کے اڑھائی سال بعد زوجیت کا شرف بخشا۔ شادی کے آٹھ ماہ بعد جناب سرور دو عالم ﷺ کی حیات مبارکہ میں آپ وفات پا گئیں اور جنت البقیع میں آپ کو آخری آرامگاہ ملی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

۹۔ ام المؤمنین سیدۃ جویریہ بنت حارث ابن ضرار خزاعیہ:

• آپ غزوہ بنی مصطلق کے اسیروں میں سے تھیں۔ حضرت ثابت بن قیس کے حصہ میں آئیں۔ ان سے آپ نے مکاتبہ کا عقد کیا تھا پھر سرور دو عالم ﷺ

نے بدل کتابت ادا فرما کر انہیں زوجیت کا شرف بخشا۔ آپ کا نام برّہ تھا آپ ﷺ نے تبدیل کر کے جویریہ نام رکھا۔ آپ کا وصال ۵۵ سال کی عمر میں ربیع الاول کے مہینہ میں سن ۵۶ھ (چھپن) میں ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

۱۰۔ ام المؤمنین سیدۃ صفیہ بنت حی بن اخطب الہارونیہ:

- آپ غزوہ خیبر میں گرفتار ہو گئیں۔ سرور دو عالم ﷺ نے انہیں اپنے لئے پسند فرمایا۔ آپ نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ ﷺ نے آزاد فرما کر نکاح فرمالیا اور آپ کا مہر آپ کا آزاد کرنا مقرر ہوا۔ آپ کا وصال ۵۲/۵۰ھ میں ہوا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

۱۱۔ ام المؤمنین سیدہ میمونہ بنت الحارث الہلالیہ:

- عمرۃ القضاء کے وقت احرام کی حالت میں آپ ﷺ نے ان کے ساتھ نکاح فرمایا اور مکہ مکرمہ سے دس میل دور مقام سرف پر زفاف اور رخصتی ہوئی۔ آپ ﷺ کی یہ آخری زوجہ محترمہ تھی۔ آپ کا مزار بھی مقامِ سرف میں ہے۔ آپ ﷺ نے تزوج کے وقت فرمایا تھا کہ حضرت میمونہ کی رخصتی سرف میں ہوئی اور آخری آرامگاہ بھی سرف میں ہو گی۔ اور قبر انور اسی جگہ بنی جس جگہ سے زفاف ہوا تھا۔ سن اکسٹھ ۶۱ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

درج بالا ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن وہ ہیں جن کو آپ ﷺ سے شرف مجامعت اور مباشرت حاصل ہوا جنہیں سرور دو عالم ﷺ سے بے شمار برکات حاصل ہوئیں۔

وہ ازواج جنہیں نکاح کا شرف حاصل ہوا مگر انہیں مباشرت اور مجامعت کا شرف حاصل نہیں ہوا:

ان کے اسمائے مبارکہ درج ذیل ہیں:

ا۔ اسماء بنت نعمان بن جون کندیہ جونیہ:

• نکاح کے بعد آپ ﷺ جب ان کے پاس مباشرت کی غرض سے تشریف لائے آپ نے اسے اپنے پاس بلایا فرمایا "ھیءلی نفسك" (اپنا جسم میرے لئے تیار کر) اس نے جواب دیا: کیا ملکہ اپنا نفس اپنے سے کم آدمی کو سپرد کرتی ہے؟ آپ ﷺ نے ان کی طرف ہاتھ بڑھایا تاکہ اس کا غصہ ٹھنڈا ہو تو اس نے کہا: "اعوذ بالله منك" (میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ سے پناہ مانگتی ہوں) آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے پناہ دینے والے کے ساتھ پناہ مانگی ہے۔ آپ باہر تشریف لائے اور ابو اسید صحابی سے فرمایا اسے واپس گھر چھوڑ آؤ۔ چونکہ ان کلمات سے وہ مرتدہ ہو گئی تھی اس لئے آپ نے اسے گھر سے نکال دیا۔

۲۔ فاطمہ بنت ضحاک کلابیۃ:

• امام زہری کی روایت میں ہے فاطمہ بنت ضحاک کلابیۃ نے "اعوذ بالله منك" کہا تھا اور پھر کہا کرتی تھی "انا الشقیة" میں بدبخت ہوں۔

۳۔ امیمۃ بنت شراحیل:

• بخاری شریف میں ہے آپ ﷺ نے امیمۃ بنت شراحیل کے ساتھ نکاح فرمایا جب آپ نے اسے خلوۃ کدہ میں اپنے پاس آنے کو کہا تو اس نے کہا "تعال انت" تو میرے پاس آ۔ تو سرور دو عالم ﷺ نے اسے طلاق دے کر گھر بھیج دیا۔

۴۔ قتیلہ بنت قیس:

• قتیلہ بنت قیس، اشعث ابن قیس کی بہن تھی۔ اشعث نے اپنی بہن کا سرور دو عالم ﷺ کے ساتھ نکاح کر دیا مگر وہ مدینہ منورہ میں نہیں تھیں۔ آپ ﷺ تک ابھی نہیں پہنچی تھیں کہ سرورِ دو عالم ﷺ کی وفات ہو گئی۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ) پھر دونوں بھائی اور بہن مرتد ہو گئے تھے۔ (العیاذ باللہ)

۵۔ ام شریک ازدیہ:

• آپ کا نام غزیۃ بنت جابر ابن حکیم تھا۔ یہ وہ زوجہ محترمہ ہیں جنہوں نے اپنی جان سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہبہ کی تھی۔ بعض روایات میں ہبہ کرنے والی عورت کا نام خولہ بنت حکیم لکھا ہے۔ آپ نے مجامعت کے عمل سے پہلے انہیں طلاق دے دی تھی۔

۶۔ خولہ بنت ہزیل:

• آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح کیا مگر وہ آپ تک پہنچنے سے پہلے وفات پا گئیں۔

۷۔ شراف بنت خلیفہ:

• شراف بنت خلیفہ، حضرت دحیہ کلبی کی بہن تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح فرمایا مگر مجامعت اور مباشرت نہیں ہو سکی۔

۸۔ لیلیٰ بنت خطیم:

• لیلیٰ بنت خطیم، قیس کی بہن۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ نکاح فرمایا مگر وہ دوسری ازواج سے غیرت کرتی تھیں۔ رخصتی سے پہلے اس نے نکاح واپس لینے کی درخواست کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منظور کر لی اسے طلاق دے دی۔

۹۔ عمرۃ بنت کندۃ:

• عمرۃ بنت کندۃ سے آپ کا نکاح ہوا مگر یہ آپ تک نہ پہنچ سکیں۔

۱۰۔ بنت جندب ابن ضمرۃ:

• بنت جندب ابن ضمرۃ بعض روایات میں آپ کے ساتھ نکاح کا ذکر ہے۔

۱۱۔ غفاریہ:

• بعض روایات میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجامعت کے ارادہ سے انہیں لباس اتارنے کا فرمایا تو انہوں نے لباس اتارا ان کے جسم پر برص کا داغ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا "الحقی باھلك" (اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ) کے الفاظ سے طلاق دے دی۔

وہ خواتین جنہیں آپ نے نکاح کا پیغام دیا مگر انہوں نے معذرت کرلی یا وہ خواتین جنہوں نے اپنی جان ہبہ کی مگر آپ نے قبول نہ کیا:

۱۔ حضرت ام ہانی بنت ابی طالب:

- آپ کا نام فاختہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں نکاح کا پیغام دیا تو انہوں نے عرض کیا: "اِنِّیْ مُصْبِیَۃٌ" (میں چھوٹے بچوں والی ہوں) یعنی عذر بیان کیا۔ آپ نے عذر قبول فرمالیا۔

۲۔ ضبابنت عامر:

- ضبابنت عامر نے معذرت کرلی۔

۳۔ صفیہ بنت بسامۃ:

- صفیہ بنت بسامۃ گرفتار ہو کر آئیں تو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرمایا: میری زوجیت چاہتی ہو یا اپنے سابق شوہر کی زوجیت چاہتی ہو۔ اس نے جواب دیا: شوہر کی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے آزاد کرلیا۔ اس وجہ سے بنو تمیم اس عورت پر لعنت کیا کرتے تھے کہ اس نے سابق شوہر کی زوجیت کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت پر ترجیح دی۔

۴۔ جمرۃ بنت الحارث:

- آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے باپ سے جمرۃ کا رشتہ طلب کیا۔ اس کے باپ نے کہا "ان بھا سوء" یعنی جمرۃ میں بری بیماری ہے۔ حالانکہ اس نے جھوٹ بولا تھا۔ جب جمرۃ کا باپ گھر واپس آیا تو جمرۃ برص کے سفید بدبودار داغوں سے داغدار ہو چکی تھی۔

۵۔ سودہ قرشیہ:

- آپ ﷺ نے انہیں نکاح کی دعوت دی۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں آپ کے سر مبارک کے قریب چیخیں گے۔ آپ ﷺ نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اس کا عذر قبول فرمالیا۔

آپ ﷺ کی کنیزیں:

ا۔ سیدۃ ماریہ قبطیہ:

- سیدۃ ماریہ قبطیہ حضرت ابراہیم کی والدہ اور سیدہ ریحانہ آپ کی مشہور کنیزیں تھیں۔ ایک روایت میں مزید دو کنیزوں کا نام بھی آیا ہے۔ سیدۃ جمیلہ اور وہ کنیزۃ جو حضرت زینب نے آپ کو ہبہ کی تھی۔

''تُرْجِیْ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ ... الآیۃ'' کی تفسیر:

- آیت: تُرْجِیْ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَ تُؤْوِیْ اِلَیْكَ مَنْ تَشَاءُ وَ مَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكَ ذٰلِكَ اَدْنٰی اَنْ تَقَرَّ اَعْیُنُهُنَّ وَ لَا یَحْزَنَّ وَ یَرْضَیْنَ بِمَا اٰتَیْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا فِیْ قُلُوْبِكُمْ فَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَلِیْمًا۔

ترجمہ: ''اپنی ازواج مطہرات سے جن کو چاہیں آپ مؤخر فرمائیں اور جن کو چاہیں اپنے پاس جگہ دیں اور جس بیوی سے آپ دور ہو چکے ہیں اگر آپ اسے طلب فرمالیں تو آپ پر کوئی تنگی نہیں ہے اس حکم سے یہ توقع ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اور غمگیں نہیں ہونگی اور وہ سب ان پر راضی رہیں گی جو آپ انہیں عطا فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے اللہ تعالیٰ نہایت علم والا بے حد حلم والا ہے۔''

- درج بالا آیت میں امت کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ سرورِ دوعالم ﷺ کے

ازدواجی معاملات کی وسعت اور ازواج مطہرات کے متعلق دل میں برا خیال لانا بھی مواخذہ کا باعث ہے جس طرح ”واللہ یعلم ما فی قلوبکم“ سے سمجھا جارہا ہے۔

- اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کے حق میں سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اختیارات کا ذکر فرمایا تاکہ ازواج مطہرات کو کسی قسم کا حزن نہ ہو اور ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیویوں کو عطا فرمائیں اس پر راضی ہوں۔ ارجاء اور ایواء اور ابتغاء میں اللہ نے جناب سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکمل اختیارات سپرد فرمادیئے۔ علامہ آلوسی نے صاحب کشاف سے نقل فرمایا:

ان الآیۃ متضمنۃ قسمۃ جامعۃ لما ھو الفرض لانہ صلی اللہ علیہ و سلم اما ان یطلق و اما ان یمسك و اذا امسك ضاجع او ترك و قسم او لم یقسم و اذا طلق و عزل فاما ان یخلی المفرد لہ لا یبتغیھا او یبتغیھا و انفھام الطلاق و الامساك باقسامہ بواسطۃ اطلاق الارجاء و الایواء فی قولہ تعالیٰ ترجی من تشاء منھن و تؤوی و انفھام المعزولۃ من قولہ سبحانہ و من ابتغیت۔۔۔ الخ (ص: ۳۲۶، جزئ ۱۷، سورۃ احزاب)

ترجمہ: ”بے شک آیت مفروضہ اقسام کے لئے جامع ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازواج مطہرات کو طلاق دیں یا نکاح کو قائم رکھیں اور اگر نکاح قائم رکھیں تو مضاجعت فرمائیں یا مضاجعت نہ فرمائیں اور اگر مضاجعت فرمائیں تو ہر ایک کو برابر وقت عنایت فرمائیں یا برابر وقت عطا نہ فرمائیں اور جب طلاق دے کر بیوی کو دور کردیں پھر اسے دوبارہ طلب نہ کریں یا طلب فرمالیں اور رجوع فرمالیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب اختیارات ہیں۔ طلاق اور امساک کے سارے اقسام ارجاء اور ایواء کے

اطلاق سے سمجھے جارہے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے قول ''ترجی من تشاء۔۔الخ'' میں ہے اور ابتغاء اللہ تعالیٰ کے قول ''و من ابتغیت'' سے سمجھا جارہا ہے۔''

ازواج کے سلسلہ میں آپ ﷺ کے اختیارات کا ذکر:

• جب جملہ امور آپ کی مشیت اور اختیار میں دے دیئے گئے تو سرور دو عالم ﷺ ان امور میں مساوات فرمائیں یا نہ فرمائیں آپ کے لئے کوئی حرج نہیں۔ اگر مساوات فرمائیں تو آپ کا ازواج پر احسان ہو گا اور آپ ہمیشہ مساوات ہی فرمایا کرتے تھے اور اگر مساوات نہ فرمائیں تو کسی کو اعتراض نہیں ہونا چاہئے کیونکہ خود رب العالمین نے آپ کو حسب مشیت مذکورہ امور میں مطلق تصرفات کی اجازت دی ہے چنانچہ ازواج مطہرات نے جب یہ آیت سماع فرمائی تو آپ کے پاس حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! ہمیں اپنی رفاقت سے جدا نہ فرمانا آپ کی جو مشیت ہو ہمارے لئے وہی فرمائیں ہم ہر صورت پر راضی ہیں۔

ازواجِ مطہرات کے سلسلہ میں اعتراض پر مواخذہ ہو سکتا ہے:

• پھر فرمایا تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ یہ خطاب ساری امت کو ہے یا صرف ازواج مطہرات کو۔ اس کا مفہوم یہ ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو ازواج کے سلسلہ میں جو اختیارات دیئے ہیں اس کی اپنی تدبیر اور حکمت کے مطابق ہیں اگر کسی کے دل میں اللہ تعالیٰ کے نظام اور تدبیر اور حکمت پر اعتراض ہو تو اللہ تعالیٰ جانتا ہے یعنی اس کا مواخذہ ہو سکتا ہے۔ اس خطاب میں امت کو تنبیہ ہے کہ میں نے سب کچھ اپنے محبوب ﷺ کے لئے پیدا کیا ہے میرا محبوب ﷺ کسی بیوی اور امتی کے عقلی اور رواجی تقاضوں کے پابند نہیں ہیں بلکہ ازواج اور امت کے لئے پابندی ہے کہ وہ اعتراض نہ کریں میرا محبوب ﷺ ذکر کردہ امور میں جو چاہیں کریں وہ اس کے رب کے اذن اور حکم سے

ہے اور انہیں یہ اختیار دیا گیا ہے۔ (روح المعانی)

- سبحان اللہ! اس آیت کریمہ سے ہمارے نبی کریم ﷺ کی شان اور عظمت معلوم ہوتی ہے اسی لئے ام المؤمنین حضرت عائشہ نے جب یہ آیت سنی تو عرض کرنے لگیں: یارسول اللہ! اللہ آپ کی ہر خواہش میں بہت جلدی فرماتا ہے اور آپ کی خواہش کے مطابق قرآن نازل فرماتا ہے۔
- سرورِ دوعالم ﷺ کی شان محبوبیت کو ظاہر فرمانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیات نازل فرمائیں۔ سابقہ آیات میں فرمایا: آپ کے لئے ازواج کی تعداد کے معاملہ میں کوئی تحدید نہیں اور اس آیت میں مذکورہ امور بیان فرمائے مگر آپ ﷺ کے مکارم اخلاق کی انتہاء ہے کہ آپ کو طلاق دینے کا اختیار دیا گیا مگر آپ نے کسی بیوی کو طلاق نہ دی۔ حضرت حفصہ کو طلاق دی مگر رجوع فرمالیا۔ آپ ﷺ پر قسامت واجب نہیں کی گئی مگر سب امہات المؤمنین کو برابر وقت دیتے تھے۔ حضرت سودہ چونکہ اپنے وقت سے دست بردار ہوگئی تھیں اور اپنا وقت حضرت عائشہ کو دے دیا تھا۔ آپ ﷺ حضرت عائشہ کے پاس دوراتیں قیام فرماتے تھے اور آپ پر نفقہ میں مساوات واجب نہ تھی مگر آپ مساوات فرماتے تھے۔ سفر میں کسی ایک زوجہ محترمہ کو لے جانے کا اختیار تھا مگر آپ قرعہ اندازی فرماتے تھے۔ یہ آپ کے حسن اخلاق کے مظاہر تھے۔

"لَا یحلُّ لَكَ النِّسَاءِ.....الآیۃ" کی تفسیر:

آیت: لَا یحلُّ لَكَ النِّسَاءِ مِنْ بَعْدُ وَ لَا اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَ لَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ یمِیْنُكَ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ رَقِیْبًا۔ (سورۃ احزاب، آیت: ۵۲)

ترجمہ: "ان ازواج کے بعد مزید خواتین آپ کے لئے حلال نہیں ہیں اور نہ یہ کہ ان ازواج کو دوسری خواتین سے تبدیل کرنا اگرچہ ان کا

حسن آپ کو پسند ہو مگر آپ جن کنیزوں کے مالک ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر شی پر محافظ ہے۔''

اس آیت کریمہ میں ازواج مطہرات میں مزید اضافہ کرنے سے آپ ﷺ کو منع کیا گیا اور اس بات سے بھی منع کیا گیا کہ موجودہ نو بیویوں میں سے کسی ایک کو طلاق دے کر دوسری بیوی کرلیں مگر کنیزوں کی مطلق اجازت دی گئی ہے۔ حضرت عکرمہ اور حضرت انس اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے موجودہ ازواج مطہرات کو آیات تخییر سے سرور دو عالم ﷺ سے الگ ہو جانے اور طلاق لے لینے کا اختیار دیا مگر انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور دار الآخرۃ کو اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو موجودہ نو بیویوں پر اکتفاء کرنے کا حکم دیا اور یہ حکم ازواج مطہرات کی کرامت اور ان کے حسن اختیار کی جزاء کے طور پر دیا گیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

نکاح کرنے والا مخطوبہ کو دیکھ سکتا ہے:

- اللہ تعالیٰ کے قول ''وَلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ'' (اگرچہ آپ کو نساء کا حسن اچھا لگے) سے علماء نے استدلال فرمایا ہے کہ کسی لڑکی سے نکاح کرنے کا ارادہ رکھنے والا شخص لڑکی کو دیکھ سکتا ہے۔ ہمارے بعض دوستوں نے اس جملہ کے متعلق استفسار کیا کہ کیا جناب رسول اللہ ﷺ غیر محرم عورتوں کا حسن دیکھتے تھے اور آپ کو پسند آتا تھا۔ میں نے عرض کیا سرور دو عالم ﷺ امت کی بیٹیوں اور بہنوں کے باپ بلکہ مالک ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ'' (نبی ﷺ سب مؤمنوں کے نفسوں سے ان کے زیادہ ولی اور مالک ہیں اور آپ ﷺ کی بیویاں احترام اور عدم جواز نکاح میں سب مؤمنین و مؤمنات کے لئے مائیں ہیں اور جناب رسول اللہ ﷺ سب کے والد اور مالک ہیں لہٰذا مالک مملوکات سے

اور والد کا بنات سے حجاب نہیں ہوتا یہی وجہ ہے آپ ﷺ صحابہ کرام کے گھروں میں تشریف لے جاتے تھے آپ سے حجاب اور نقاب نہیں ہوتا تھا لہٰذا آپ کا خواتین کو دیکھنا آپ کے لئے منع نہیں تھا۔

غیر محرم عورتوں کا چہرہ دیکھنے کا حکم:

آپ ﷺ کی امت کے مردوں کے لئے بھی غیر محرم عورتوں کے چہرے کو دیکھنے میں کوئی گناہ نہیں مگر یہ کہ شہوت اور بری نیت کے ساتھ دیکھا جائے۔ اسی وجہ سے احرام کی حالت میں خواتین کا چہروں پر نقاب منع ہے اور غض بصر بھی کشف چہرہ کے جواز کی دلیل ہے۔ لہٰذا اس جملہ سے تعجب اور حیرت نہیں ہونا چاہئے۔ رہا یہ کہ حسن کا اچھا لگنا یہ انسان کے اختیار میں نہیں ہے۔ ہر ایک کو حسین چہرہ اچھا لگتا ہے حتیٰ کہ غیر بالغ بچے بھی خوبصورت بچوں سے پیار کرتے ہیں اور بدصورت بچوں سے نفرت کرتے ہیں حدیث پاک میں ہے جناب رسول اللہ ﷺ کو خوبصورت چہرے اور پانی کے جاری چشمے اور سبزہ اچھے لگتے تھے۔ علامہ شامی نے لکھا جانوروں کو بھی اچھے چہروں سے پیار ہوتا ہے چنانچہ انہوں نے ایک واقعہ لکھا کہ خوبصورت عورت کے کندھے پر ان کا اونٹ سر رکھ لیتا تھا اور سکون حاصل کرتا تھا۔ لہٰذا حسن کا اچھا لگنا اور پسند آنا غیر اختیاری امر ہے اور غیر اختیاری افعال میں کوئی تنگی نہیں ہوتی اور نہ گناہ ہوتا ہے۔

- علامہ آلوسی فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیات نازل فرما کر امت کے وسوسوں کی نفی فرمائی کہ میرے محبوب کے ازدواجی معاملات میں اور ازواج مطہرات کے معاملات میں دل میں ردی اور غلط خیالات بھی ممنوع ہیں اور غلط اور ردی اقوال کفر ہیں۔ فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ خود اپنے محبوب کو ازدواجی معاملات میں وسعت عطا فرماتا ہے تو کسی دوسرے کو اعتراض کرنے کی کیا مجال

ہے۔ فرماتے ہیں:

''ذاك هو الذى تقتضيه الحكمة و انه دليل على كمال المحبوبية''

ترجمہ: یہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی حکمت مقتضی ہے اور یہ محبوبیت کے کمال کی دلیل ہے۔

علامہ محمود آلوسی کا تبصرہ:

معترضین کے اوہام کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

من عبر الاخبار علم انه صلى الله عليه و سلم اكمل الانبياء على الاطلاق لغاية كمال بشريته و ملكيته و آثار الكمال الاول تزوج ما فوق الاربع و الطواف عليهن كلهن فى الليلة الواحدة و آثار كمال الثانى انه عليه الصلوٰة و السلام كثيرا ما كان يبيت و يصبح لا يأكل و لا يشرب و هو علىٰ غاية من القوة و عدم الاكتراث بترك ذالك وليس لاحد من الانبياء عليهم السلام اجتماع هذين الكمالين حسب اجتماعهما فيه عليه الصلوٰة و السلام . . . الخ۔(۳۲۸)

ترجمہ: ''جس شخص کا اخبار اور آثار پر عبور ہے وہ جانتا ہے سرور دو عالم ﷺ علی الاطلاق سب نبیوں سے کامل ترین انسان ہیں۔ صفت بشریہ کے کمال کی انتہاء اور صفت ملکیت کے کمال کی انتہاء کے باعث آپ سب انبیاء عظام سے اکمل ہیں بشریۃ کے کمال کے آثار سے چار ازواج سے زائد کے تزوج اور ایک ہی رات میں سب کو وظیفہ زوجیت سے مشرف فرمانا ہے اور ملکیۃ کے آثار سے ہے کہ آپ ﷺ بسا اوقات متعدد ایام تک نہ کھانا کھاتے اور نہ پانی پیتے (وصال کے روزے رکھتے) پھر بھی انتہائی قوت میں ہوتے اور کھانے پینے کے

ترک سے ضعف نہ آتا اور انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی میں یہ دو کمال اس مرتبہ کے جمع نہیں تھے جس طرح سرور دو عالم ﷺ کی ذات میں جمع تھے۔(انتہیٰ)

- دراصل سرور دو عالم ﷺ کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک وجاہت اور محبوبیت کا جس آدمی کو جتنا ادراک اور علم ہے اور اسے سرور دو عالم ﷺ سے محبت بھی ہے وہ آپ ﷺ کی شان کی مناسبت سے مذکورہ ازواج مطہرات کی تعداد اور ان کے متعلق اختیارات کو کم سمجھے گا۔ اللہ تعالیٰ نے جس محبوب کے لئے ساری دنیا پیدا فرمائی پھر اپنے محبوب کے دل میں نساء کی محبت بھی خود ڈال دی۔ آپ کا ارشاد مبارک ہے:

"حبب الی من دنیا کم ثلثۃ النساءو الطیب و قرۃ عینی فی الصلوٰۃ او کما قال علیہ السلام"

تمہاری دنیا کی تین چیزوں کی محبت مجھے عطا کی گئی ہے: خواتین اور خوشبو اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

جب آپ ﷺ کے رب نے خواتین کی محبت بھی دے دی اور چار ہزار آدمی کی جنسی اور بشری قوت بھی دے دی اور خواتین بھی اسی رب کی مملوکات ہیں تو پھر ازدواجی معاملات میں آپ کے لئے توسع نہ ہو تو یہ کیسے ممکن ہے۔ معاندین کو سورۃ احزاب کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

حضرت خدیجہؓ کے وصال پر فرمایا، اپنی سوکنوں کو سلام دینا:

- ام المؤمنین حضرت خدیجہ کے وصال پر سرور دو عالم ﷺ نے فرمایا: اے خدیجہ! آپ کے وصال کے بعد آپ کی سوکنیں آپ کا استقبال کر رہی ہیں میری طرف سے انہیں سلام کہنا۔ ام المؤمنین حضرت خدیجہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ کی پہلی بیوی تھی کیا مجھ سے پہلے بھی آپ نے شادیاں فرمائی

تھیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ام المؤمنین حضرت مریم ام عیسیٰ علیہ السلام اور ام المؤمنین حضرت آسیہ بنت مزاحم، فرعون کی بیوی اور ام المؤمنین حضرت ام کلثوم اخت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے میرا نکاح فرمادیا ہے وہ آپ کی سوکنیں ہیں اور آپ کا استقبال کرنے آئی ہوئی ہیں انہیں میرا سلام کہنا۔ (قرطبی اور بدایہ ونھایۃ)

سیدہ مریم اور ام کلثوم اور آسیہ آپ ﷺ کی بیویاں ہیں:

چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ حضرت مریم علیہا السلام کا دنیا میں کوئی شوہر نہیں تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام والد کے بغیر پیدا ہوئے تھے تو حضرت مریم علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی زوجیت میں دے دیا۔ نبی کے ماں کے لائق یہ ہے کہ نبی کی بیوی ہو اور ام المؤمنین حضرت آسیہ کا شوہر فرعون کافر تھا وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ حضرت آسیہ نے دعا کی تھی: ''رب ابن لی عندك بیتا فی الجنة'' (اے میرے رب میرا گھر اپنے نزدیک بنا جنت میں) اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کے قریب اس کے محبوب ﷺ کا گھر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آسیہ کو جناب رسول اللہ ﷺ کی زوجیت میں دے دیا۔

اور ام کلثوم نے اپنے بھائی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تعاون کیا جب آپ کو صندوق میں بند کرکے دریا میں ڈالا گیا تو والدہ کے کہنے پر حضرت ام کلثوم دریا کے کنارے بھائی کو دیکھتی رہی پھر حضرت آسیہ سے عرض کیا: اس بچے کے دودھ پلانے والی ماں میں لے آؤں چنانچہ والدہ کو لے آئیں۔ اس عمل کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ام کلثوم کو سرورِ دوعالم ﷺ کی زوجیت میں دے دیا۔ ان واقعات سے سرور دوعالم ﷺ کی عظمت اور شان کو ظاہر کرنا ہے۔

طلاق کے مسائل

☆ طلاق کے جواز کا بیان

☆ طلاق کی شرائط

☆ اکراہ اور جبر میں طلاق کے احکام

☆ وہ لوگ جن کی طلاق واقع نہیں ہوتی

☆ نکاح کا فسخ طلاق شمار ہونے یا نہ ہونے کا بیان

طلاق کے مسائل

طلاق کے جواز کا بیان:

- بعض اوقات طلاق دینا جائز ہوتا ہے اور بعض حالات میں مستحب اور بعض حالات میں طلاق واجب بھی ہو جاتی ہے۔ مگر عام حالات میں طلاق دینا جائز نہیں ہوتا۔ طلاق دینے سے دو فریق ایک دوسرے کے ہمیشہ کے لئے دشمن بن جاتے ہیں اور اگر بچے پیدا ہو چکے ہوں اور بچوں کی ماں کو طلاق دی جائے بچوں کا مستقبل خراب ہو جاتا ہے۔ بعض دفعہ طلاق کی وجہ سے قطعِ رحمی کے ساتھ ساتھ خون ریز لڑائیوں میں کچھ لوگ قتل بھی کر دیئے جاتے ہیں اور کچھ لوگ ہمیشہ جیلوں میں زندگی گزارتے ہیں۔

اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا: "ان ابغض الحلال عنداللہ الطلاق۔" یعنی حلال امور میں ناپسندیدہ امر اللہ کے نزدیک طلاق ہے۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے: "تزوجوا و لا تطلقوا فان اللہ عز و جل لا یحب الذواقین و الذواقات۔" یعنی نکاح کرو طلاق نہ دو کیونکہ اللہ عزوجل چکھنے والے مردوں اور عورتوں کو پسند نہیں فرماتا۔ ایک روایت میں ہے: "لعن اللہ کل ذواق مطلاق۔" یعنی اللہ تعالیٰ کی ہر ذواق کثرت سے طلاق دینے والے پر لعنت ہے۔ (فتح القدیر)

بغیر عذر خلع لینے والی عورت پر لعنت ہے:

ایک حدیث میں ارشاد ہے:

"ایما امرأۃ اختلعت من زوجھا بغیر نشوز فعلیھا لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین۔"

یعنی جو عورت اپنے شوہر سے بغیر شرعی وجہ کے خلع حاصل کرے اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور لوگوں کی لعنت ہے۔

اور ایک روایت میں ہے ایسی عورت جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گی۔

حدیث شریف میں ارشاد ہے:

"تزوجوا ولا تطلقوا فان الطلاق تهتز له عرش الرحمٰن۔"

یعنی نکاح کرو اور طلاق نہ دو بے شک طلاق دینے سے رحمٰن کا عرش کانپ اٹھتا ہے۔(بدائع الصنائع)

- چونکہ طلاق بیوی اور شوہر کے علاوہ دونوں کے رشتہ داروں میں فساد اور جھگڑے اور قطعِ رحمی کی بنیاد بن جاتی ہے اور طلاق سے بیوی اور بچوں اور ان کے عزیزوں کو ایذاء پہنچتی ہے اس لئے بلاوجہ شرعی طلاق اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے اور شیطان اس سے خوش ہوتا ہے۔

ابلیس طلاق ہونے پر بہت خوش ہوتا ہے:

حدیث شریف میں ارشاد ہے:

"عن جابر قال قال رسول اللہ ﷺ ان ابلیس یضع عرشه علی الماء ثم یبعث سرایاه یفتنون الناس فادناهم عنده منزلة اعظمهم فتنة یجیء احدهم فیقول فعلت کذا و کذا فیقول ما صنعت شیئا قال ثم یجیء احدهم فیقول ما ترکته حتی فرقت بینه و بین امرأته قال فیدنیه منه و یقول نعم انت۔ قال الاعمش اراه فیلتزمه۔" (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک ابلیس پانی پر اپنا عرش رکھ دیتا ہے پھر (اس پر بیٹھ کر) لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے کے لئے شیطانوں کے وفود بھیجتا ہے ان

سے ابلیس کا قریب ترین وہ شیطان ہوتا ہے جس نے لوگوں کو بہت بڑے فتنہ میں ڈالا ہو۔ شیاطین سے ایک آتا ہے وہ کہتا ہے میں نے یہ کیا وہ کیا۔ ابلیس کہتا ہے: تو نے کچھ نہیں کیا۔ پھر ایک آتا ہے وہ کہتا ہے میں نے آدمی کو نہیں چھوڑا حتی کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان فرقت (طلاق) ڈلوادی۔ ابلیس اس کو قریب کرتا ہے اور کہتا ہے: تو بہت اچھا ہے۔ حضرت اعمش کہتے ہیں: مجھے گمان ہے کہ روایت میں ہے کہ ابلیس تفرقہ ڈالنے والے شیطان کو گلے لگاتا ہے۔"

ان روایات سے معلوم ہوا کہ بلاوجہ شرعی طلاق دینا جائز نہیں ہے۔

طلاق دینا مستحب اور واجب بھی ہو سکتا ہے:

- اگر زوجین میں سے کسی کو عذر شرعی ہو تو طلاق جائز بلکہ مستحب بلکہ واجب بھی ہو سکتی ہے۔

پہلا شخص جس نے طلاق دی:

- کہتے ہیں سب سے پہلے عربوں میں سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے اپنی بیوی کو اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حکم سے طلاق دی تھی۔ حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کو مکہ مکرمہ چھوڑ کر چلے گئے تھے اور آب زم زم کے ظہور کے بعد قبیلہ جرہم وہاں بسنے لگا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام جوان ہو گئے۔ آپ نہایت خوبصورت جوان تھے، قبیلہ جرہم کے لوگوں کی بیٹی سے آپ کی شادی ہو گئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کبھی کبھی مکہ مکرمہ اپنی بیوی اور بچے کو دیکھنے کے لئے تشریف لاتے تھے۔ آپ مکہ مکرمہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گھر تشریف لائے۔ آپ کی بیوی موجود تھی لیکن آپ گھر میں نہیں

تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے متعلق پوچھا۔ان کی بیوی نے عرض کیا: وہ ہمارے کھانے کے لئے کچھ حاصل کرنے گئے ہیں۔ پھر مجھ سے آپ علیہ السلام نے پوچھا تمہاری گزربسر کیسی ہے؟ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بیوی نے جواب دیا: بہت بری ہم نہایت تنگی اور بدحالی میں زندگی گزار رہے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: جب تمہارا شوہر آئے اس کو میری طرف سے سلام دینا اور پیغام دینا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دو۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام جب واپس آئے آپ نے فراست سے محسوس کیا کہ کوئی آدمی آیا تھا(شاید نبوت کی خوشبو تھی)آپ نے بیوی سے پوچھا کوئی آدمی آیا تھا؟ انہوں نے کہا: ایک شیخ (بزرگ) آئے تھے جن کی شکل ایسی ایسی تھی انہوں نے آپ کا پوچھا تھا میں نے انہیں اس طرح بتایا پھر انہوں نے ہماری عیش اور عشرت کے متعلق پوچھا تھا میں نے انہیں بتایا کہ ہم نہایت تنگی اور سختی میں ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا: انہوں نے کوئی پیغام چھوڑا ہے؟ بیوی نے کہا: انہوں نے آپ کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دو۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا: وہ میرے والد محترم تھے انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھ سے مفارقت اختیار کروں تم گھر چلی جاؤ۔آپ نے بیوی کو طلاق دے کر گھر بھیج دیا پھر قبیلہ جرہم کی دوسری لڑکی سے شادی فرمالی۔ دوبارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مکہ تشریف لائے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر سے غائب تھے۔آپ نے ان کی بیوی سے آپ کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے عرض کیا: وہ ہمارے لئے کمانے گئے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا: تم کیسے ہو؟ کس طرح گزارہ ہو رہا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: الحمدللہ! نہایت خیر اور خوشحالی کے ساتھ گزارا ہو رہا ہے۔ اللہ کی ثنا بیان کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا: تمہارا طعام کیا ہوتا ہے؟

انہوں نے عرض کیا: گوشت۔ پھر پوچھا: تم کیا پیتے ہو؟ انہوں نے کہا: پانی۔ آپ نے دعافرمائی:

"اللّٰھم بارك لھم فی اللحم و الماء۔"

اے اللہ! ان کے لئے گوشت اور پانی میں برکت عطافرما۔

• سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: اس وقت ان کے پاس گندم نہیں تھی ورنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام گندم میں برکت کی دعا بھی کرتے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: جب تمہارا شوہر آئے میری طرف سے ان کو سلام کہنا اور کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو تبدیل نہ کرنا۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر واپس آئے۔ انہوں نے پوچھا: کوئی صاحب آئے تھے؟ بیوی نے عرض کیا: ایک شیخ خوش شکل تشریف لائے تھے، انہوں نے آپ کے متعلق پوچھا تھا تو میں نے یہ جواب دیا اور ہماری عیش اور گزران کے متعلق پوچھا تو میں نے خیر کا عرض کیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا: ان کی طرف سے کوئی پیغام ہے؟ انہوں نے کہا: وہ سلام کہہ رہے تھے اور فرمایا کہ تم اپنے دروازے کی چوکھٹ تبدیل نہ کرنا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا: وہ میرے والد تھے اور تو چوکھٹ ہے۔ انہوں نے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اپنے پاس رکھوں۔ پھر ایک دفعہ تشریف لائے تو ملاقات ہوگئی اور بیت اللہ شریف کی عمارت تعمیر کرنے میں مصروف ہوگئے۔ (قرطبی اور قصص الانبیاء، سورۃ ابراہیم)

• اس قصہ سے معلوم ہوا حضرت اسماعیل علیہ السلام سے پہلے کسی نبی نے طلاق نہیں دی تھی۔ طلاق دینے کی ابتداء حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ہوئی اور چونکہ پہلی بیوی نے اللہ تعالیٰ کی ناشکری کی اس کو طلاق دے دی۔ ایسی بیوی جو خاتم الانبیاء علیہ السلام کے نور کی حامل بننے والی ہو اور ناشکری ہو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بیوی ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی تھی اس لئے حضرت ابراہیم

علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو طلاق دینے کا حکم دیا اور انہوں نے طلاق دے دی۔

اور دوسری بیوی چونکہ شاکرہ تھی، شانِ رسالت اور نورِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حامل ہونے کی صلاحیت رکھتی تھی اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اپنے پاس رکھنے کا حکم فرمایا۔

• اس لئے حکم ہے کہ اگر بیوی بدزبان ہو یا فاسقہ ہو اور زبان و کردار سے شوہر کو یا کسی مسلمان کو ایذاء پہنچاتی ہو یا نمازی شوہر کی بیوی تارک صلوٰۃ ہو تو اس کو طلاق دے دینا مستحب ہے۔ مگر شوہر تارک صلوٰۃ بیوی کو طلاق نہ دے تو اس کے ترکِ صلوٰۃ کا شوہر کو گناہ نہیں ملے گا۔

اگر امساک بالمعروف فوت ہو جائے تو طلاق دینا واجب ہوتا ہے:

• اور اگر امساک بالمعروف فوت ہو جائے مثلاً شوہر مباشرۃ پر قادر نہ ہو یا مقطوع الذکر ہو یا نامرد ہو یا سرعت انزال کی وجہ سے مباشرت پر قادر نہ ہو، شوہر پر بیوی کو طلاق دینا واجب ہو جاتا ہے اور وہ شخص جو ڈاکٹروں کی رپورٹ کے مطابق اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو مگر مباشرت پر قادر ہو وہ شرعاً مباشرۃ پر غیر قادر کی طرح نہیں ہے لہٰذا اس پر طلاق دینا واجب نہیں ہے کیونکہ موجودہ دور میں یہ ممکن ہو گیا ہے کہ ڈاکٹر مادہ تولید کی تشخیص کر کے بتادیں کہ فلاں آدمی کے تولیدی سیل اور جرثومے نہیں ہیں یا بہت کمزور ہیں اور علاج کے قابل بھی نہیں، جس کی وجہ سے اولاد کا ہونا عادتاً ناممکن ہے ایسے شوہر پر بھی طلاق دینا واجب نہیں ہوگا تاکہ بیوی دوسری جگہ شادی کر کے اولاد پیدا کر سکے کیونکہ عورت کا حق مباشرۃ میں ہے اور اس پر شوہر قادر ہے۔ اسی طرح وہ خصی آدمی جو مباشرۃ پر قادر ہو اس پر بھی طلاق دینا واجب نہیں ہے۔

والدین طلاق دینے کا حکم دیں تو بیٹے کو طلاق دے دینا ضروری نہیں:

• اگر والدین بیٹے کو کسی شرعی وجہ سے طلاق دینے کا حکم دیں تو شوہر پر

والدین کی اطاعت واجب ہے لیکن آج کل جس طرح بلاوجہ شرعی والدین بیٹوں کو طلاق دینے پر مجبور کرتے ہیں یہ جائز نہیں ہے۔ شوہر کو والدین کے دباؤ میں آکر طلاق دے کر اپنی بیوی اور بچوں کی زندگی برباد نہیں کرنا چاہئے۔ دنیاوی وجوہ کی وجہ سے والدین کی اطاعت ضروری نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو ایک بیوی محبوب تھی لیکن آپ کے والد حضرت عمرؓ نے ان کو طلاق دینے کا حکم دیا کیونکہ حضرت عمرؓ اس عورت کو ناپسند کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: اپنے والد کی اطاعت کر یعنی طلاق دے دے۔ حضرت عبداللہ نے طلاق دے دی شاید کوئی شرعی وجہ تھی جس کی وجہ سے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم والد کی اطاعت کرو اور طلاق دے دو۔

- علماء فرماتے ہیں اگر شوہر کو بیوی کی اشتہاء نہ رہے یہ کہ بیوی میں موجود کسی چیز کی وجہ سے بیوی سے نفرت آنے لگے جیسے بیوی کی عمر زیادہ ہو جائے یا بیوی موٹی ہو جائے یا بیوی پر بدکاری کا شک ہو یا خود شوہر اپنی جنسی کمزوری کی وجہ سے عورت کی اشتہاء نہ رکھتا ہو اور بیوی اپنے حق زوجیت سے دستبردار ہونے پر راضی نہ ہو تو شوہر بیوی کو طلاق دے سکتا ہے۔

حضرت حفصہؓ کا قصہ:

- خود حضور ﷺ نے حضرت حفصہ کو طلاق رجعی دے دی حالانکہ یہاں نہ بڑھاپا تھا اور نہ شک تھا لیکن آپ ﷺ نے کسی وجہ سے طلاق دے دی تھی۔ جبرئیل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا: اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے آپ رجوع کرلیں کیونکہ سیدہ حفصہ صوامۃ اور قوامۃ یعنی بہت روزے رکھنے والی اور نماز پڑھنے والی ہے اور جنت میں آپ کی بیوی ہوں گی۔ حضور ﷺ نے رجوع فرمالیا۔ (فتح القدیر)

حضرت سودہؓ بنت زمعہ کا قصہ:

• اور آپ ﷺ نے ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ (رضی اللہ عنہا) کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا (کیونکہ حضرت سودہ کبر سنی یا موٹاپے کی وجہ سے حضور ﷺ کے لئے پر کشش نہ رہی تھیں) تو حضرت سودہ (رضی اللہ عنہا) نے عرض کیا: میں حق قسامۃ اور اپنی باری حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو دیتی ہوں آپ مجھے بیشک وقت نہ دیں میں اس پر راضی ہوں لیکن آپ طلاق نہ دیں تاکہ قیامت کے دن آپ کی ازواج میں رہوں۔ حضور ﷺ نے ان کی بات مان لی اور طلاق نہ دی، چنانچہ اس کے بعد سوائے حضرت سودہ (رضی اللہ عنہا) کے باقی سب ازواج مطہرات (رضی اللہ عنہن) کے ہاں ایک ایک رات قیام فرماتے تھے اور حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس دو رات قیام فرماتے تھے ایک حضرت سودہ (رضی اللہ عنہا) کی باری اور ایک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اپنی باری۔

بیوی حقِ زوجیت اور وقت سے دستبردار ہو سکتی ہے:

• معلوم ہوا اگر بیوی اپنے حق زوجیت اور وقت سے دستبردار ہو جائے تو یہ جائز ہے اور ایسی صورت میں شوہر کو طلاق نہیں دینی چاہیئے۔ یہ جو مشہور ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کثرت سے نکاح کرتے اور طلاق دیتے تھے یا حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے مرض موت میں اپنی بیوی تماخر کو طلاق دے دی یا حضرت عمرؓ نے ام عاصم کو طلاق دے دی اور حضرت مغیرہ بن شعبہ نے بیک وقت چاروں بیویوں کو طلاق دے دی تھی اور دیگر صحابہ کرام نے طلاقیں دیں تو یہ کسی دینی اور شرعی وجہ سے ہی طلاقیں دی ہوں گی ورنہ بلا حاجۃ فعل عبث کی نسبت ائمہ اطہار اور صحابہ کرام کی طرف کرنا نہایت قبیح ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت حسنؓ سے کثرت طلاق کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

''احب الغنا'' یعنی میں غنی اور دولت چاہنے کی وجہ سے طلاق دیتا ہوں کیونکہ قرآن مجید میں ہے ''وَاِنۡ یَّتَفَرَّقَا یُغۡنِ اللّٰہُ کُلًّا مِّنۡ سَعَتِہٖ'' یعنی اگر زوجین ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اپنی وسعت سے غنی فرمادے گا۔ بہر صورت آپ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ ان کی رائے میں عذر شرعی ہے اور ہمارا عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم بلاوجہ شرعی طلاق نہیں دیتے تھے۔

طلاق کے ارکان:

• طلاق کے لئے الفاظ مخصوصہ جو کلمہ انشاءاللہ سے خالی ہوں طلاق کے ارکان ہیں۔ اگر طلاق کے ساتھ انشاءاللہ کا ذکر ہو گا تو طلاق واقع نہیں ہو گی اور الفاظ مخصوصہ سے مراد وہ الفاظ ہیں جو طلاق کے مفہوم پر دلالۃ کریں۔ صریح ہوں یا کنایہ ہوں لہٰذا نکاح میں وہ فسوخ محضۃ طلاق شمار نہیں ہوں گے جن میں لفظ استعمال نہیں ہوتے۔ ہاں بعض فسوخ غیر محضۃ میں نکاح کا فسخ طلاق کے حکم میں ہوتا ہے ایسے فسخ کی عدت میں بیوی محلِ طلاق ہوتی ہے اور ایسے فسخ سے شوہر کے حق میں طلاق کا عدد کم ہو جاتا ہے اگر دوبارہ شوہر نکاح کرے گا تو دو (۲) طلاقوں کا مالک ہو گا۔

طلاق کی شرائط:

• طلاق کے لئے شرط یہ ہے کہ طلاق دہندہ مطلقہ کا شوہر ہو اور طلاق دینے کے وقت عاقل بالغ اور بیدار ہو، نیند میں نہ ہو لہٰذا مولی اپنے عبد کی بیوی کو اور والد اپنے بیٹے کی بیوی کو اور قاضی اور جج کسی دوسرے کی بیوی کو طلاق نہیں دے سکتا اور مجنوں، مدہوش، مغمی علیہ اور غیر بالغ صبی / بچہ اور نائم کی طلاق واقع نہیں ہو گی جس طرح قبل ازیں تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے۔ طلاق کے وقوع میں شوہر کے لئے مسلم ہونا اور صحت مند ہونا اور بااختیار ہونا اور سنجیدہ ہونا اور

بااراده ہونا شرط نہیں ہے لہٰذا کافر، مریض، مکرہ، ہازل اور خطاء سے طلاق دینے والے کی طلاق واقع ہو جائے گی اور طلاق کے لئے شوہر کا حر ہونا اور نشہ میں نہ ہونا بھی شرط نہیں ہے لہٰذا عبد اور قصداً نشہ آور حرام مشروب یاماکول کھانے والے سکران کی طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور زوجہ میں وقوعِ طلاق کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ طلاق دہندہ کی منکوحہ ہو یا زوجہ ایسی عدت میں ہو کہ وہ محلِ طلاق ہو سکتی ہو کیونکہ ضابطہ ہے معتدہ بعدۃ الطلاق کو طلاق لاحق ہو جاتی ہے اور معتدہ بعدۃ الوطی کو طلاق لاحق نہیں ہوتی۔ معتدہ بعدۃ الوطی کی ایک مثال یہ ہے کہ بائن طلاق کی عدت میں دو حیضوں کے بعد اگر شوہر مطلقہ کے ساتھ حلال سمجھ کر وطی کر لے تو وطی کے بعد دوسری عدت واجب ہو جائیگی اور دونوں عدتوں میں تداخل ہو گا اور طلاق سے تیسرے حیض کے بعد طلاق کی عدت ختم ہو جائے گی اور وطی بالشبہ کی عدت باقی ہو گی۔ اگر شوہر طلاق سے تیسرے حیض کے بعد طلاق دے گا تو طلاق واقع نہیں ہو گی کیونکہ متعدہ بعدۃ الوطی کی عدت میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اسی طرح من کل الوجوہ فسخِ نکاح کی عدت میں بھی طلاق واقع نہیں ہوتی جس کی تفصیل باب العدۃ اور ابواب المہر میں موجود ہے۔

طلاق کا سبب:

- زوجین میں سے کسی ایک کے لئے خلاص اور نجات کی حاجت کا ہونا یہ کہ زوجین کے اخلاق میں بعد ہو اور بغض کی وجہ سے حدود اللہ کے قائم نہ کر سکنے کا صحیح اندیشہ ہو اور گناہوں سے اجتناب نہ ہو سکنے کا ظن غالب ہو۔ گویا طلاق کا مشروع ہونا اللہ کی رحمت ہے تاکہ زوجین گناہوں سے محفوظ رہیں نیز طلاق کے محاسن میں سے ہے کہ طلاق کا حق مردوں کو دیا گیا ہے عورتوں کو نہیں دیا گیا کیونکہ عورتوں میں نقصان عقل اور دین ہوتا ہے۔ اگر عورتوں کو طلاق کا حق دیا جاتا تو عورتیں ہر چھ ماہ بعد طلاق لے کر دوسرے شوہر سے نکاح کرتی رہتیں۔

کتابت سے طلاق کے وقوع کا حکم:

• غلط ترین طریقہ طلاق دینے کا یہ ہے کہ ایک ہی مجلس میں لکھ کر یا بول کر تین طلاق دے دی جائیں اس سے شوہر پر بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے اور بغیر حلالہ کے صلح نہیں ہو سکتی۔ عام طور پر غصہ میں لوگ تین طلاق دے دیتے ہیں یا عرضی نویس سے طلاق لکھوانے پر عرضی نویس جہالت کی وجہ سے تین طلاق لکھ دیتا ہے اور شوہر دستخط کر دیتا ہے۔ اس طریقہ سے بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے۔ پھر پریشانی ہوتی ہے لیکن اب پریشانی سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہو چکی ہوتی ہے۔ لکھنے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے اور لکھوانے سے بھی واقع ہو جاتی ہے حتی کہ اگر کسی شخص نے دوسرے آدمی کو کہا میری بیوی کی تین طلاق لکھ دو اور اس نے نہیں لکھا تو بھی تین طلاق واقع ہو جائے گی۔ (شامی) تفصیل اگلے پیرایوں میں ملاحظہ فرمائیں۔ یہ طلاق کا اقرار ہے اور طلاق کے اقرار سے بھی قضا میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

طلاق لکھنے یا لکھوانے کے بعد شوہر نے دستخط نہیں کئے تو بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔ طلاق کے وقوع کے لئے غیر معلق طلاق کے کاغذات کا بیوی کو وصول کرنا بھی ضروری نہیں ہوتا۔ تحریری غیر معلق طلاق نامہ بیوی نے وصول نہیں کیا یا شوہر یا بیوی نے یا کسی دوسرے آدمی نے وہ طلاق نامہ پھاڑ دیا طلاق ہو گئی، وصول نہ کرنے یا پھاڑنے سے طلاق کے وقوع میں رکاوٹ نہیں آتی اور اگر طلاق لکھنے میں یہ شرط ہو کہ جب بیوی یہ خط وصول کرے گی یا اس کو یہ طلاق نامہ پہنچے گا تو طلاق ہو گی تو وقوع طلاق شرط کے پائے جانے پر موقوف ہو گی۔ اگر شرط نہ پائی گئی بیوی نے طلاق نامہ وصول نہیں کیا یا طلاق نامہ نہیں پہنچا تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔ (شامی، فتح)

طلاق لکھوانے کی صورتیں اور احکام:

- جس طرح کچھ کہتے ہوئے بغیر ارادہ منہ سے تجھے طلاق ہے بول دیا تو طلاق واقع ہو جائے گی اسی طرح لکھنے میں بغیر ارادہ بیوی کی طرف منسوب طلاق تحریر کردی یا تحریر کے لئے عرضی نویس کو کہا میری بیوی کی تین طلاق لکھ دو تو طلاق واقع ہو جائے گی اگرچہ تحریر کنندہ تحریر نہ بھی کرے یا تحریر کرنے کے بعد شوہر دستخط نہ بھی کرے۔ جب خود لکھتا ہے کہ میری بیوی کو طلاق ہے تو لکھنے پر طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اگر دوسرے آدمی کو کہتا ہے میری بیوی کی طلاق لکھ دو تو صرف کہنے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے وہ لکھے یا نہ لکھے، کیونکہ یہ طلاق کا اقرار ہوتا ہے توکیل نہیں ہوتی اور اقرار میں اگر اکراہ اور جبر اور ہزل نہ ہو تو طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اگر اکراہ اور جبر سے زبانی طلاق انشاء کہلوائی جائے تو طلاق واقع ہو جاتی ہے مگر لکھوانے پر اکراہ ہو تو طلاق واقع نہیں ہوتی اور اگر شوہر کے حکم کے بغیر کاتب نے یا دشمن نے شوہر کی طرف سے کاغذ پر طلاق لکھ دی اور جبراً دستخط کرالئے تو طلاق واقع نہیں ہو گی کیونکہ طلاق یا دستخطوں کی کتابت پر اکراہ اور جبر ہو تو طلاق واقع نہیں ہوتی۔ (شامی)
- اگر شوہر نے کاتب سے کہا: میری بیوی فلانہ کی طلاق لکھ دو اور کاتب نے شوہر کی طرف سے تین طلاق لکھ دیں اور شوہر دستخط کر دیتا ہے پھر شوہر کہتا ہے میں نے کاتب کو تین طلاق لکھنے کا نہیں کہا تھا قضاء میں تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی لہٰذا قاضی تین طلاق کا فیصلہ کرے گا۔

اور اگر شوہر نے کہا: ایک طلاق لکھ دو اور کاتب نے تین لکھ دیں اور کاتب نے شوہر کو عبارت پڑھ کر بھی نہیں سنائی، شوہر ان پڑھ ہے یا اس نے بغیر پڑھے دستخط کر دیئے تو ایک طلاق واقع ہو گی بشرطیکہ لکھی گئی زائد طلاقوں کے انکار پر شوہر قسم اٹھالے۔

طلاق لکھنے کے دو طریقے مرسوم اور غیر مرسوم:

• طلاق لکھنے یا لکھوانے کے دو طریقے ہوتے ہیں: ایک مرسوم اور ایک غیر مرسوم۔ مرسوم سے مراد یہ ہے کہ بیوی کو اس کے نام یا اس کے خطاب کے ساتھ لکھا جائے کہ میری طرف سے فلاں کو یا تمہیں طلاق ہے۔ جس طرح خط تحریر کیا جاتا ہے اسی طرح طلاق نامہ تحریر کیا جائے اور صریح الفاظ کا ذکر ہو تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ طلاق کی نیت ہو یا نہ ہو۔ اگر شوہر کہے میں خط لکھنے کی مشق کر رہا تھا طلاق دینے کی نیت نہیں تھی، اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔ اور غیر مرسوم سے مراد یہ ہے کہ کاغذ یا کسی چیز پر طلاق طلاق کے الفاظ لکھے جائیں اور طلاق کی نسبت بیوی کی طرف نہ ہو، طلاق سیاق وسباق کے بغیر لکھ دی جائے تو یہ طلاق کنایات کی طرح ہو گی۔ اگر شوہر نے اپنی بیوی کی طلاق کی نیت کی تھی تو طلاق واقع ہو گی اگر بیوی کی طلاق کی نیت نہیں تھی بلکہ بطور مشق وغیرہ الفاظ لکھ دیئے تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔ یہاں شوہر کی نیت کا اعتبار ہو گا۔

ہوا میں یا انگلی سے لکھی گئی طلاق واقع نہیں ہو گی:

• ان دونوں مرسوم یا غیر مرسوم طریقوں میں اگر طلاق ہوا میں لکھی گئی یا پانی پر لکھی گئی یا سخت پتھر پر انگلی سے لکھی گئی یا انگلی سے کسی کپڑے یا دیوار یا بدن پر لکھی گئی، حروف کا وجود نظر نہیں آتا ایسی تحریر سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔
(شامی، فتح)

• اگر مرسوم طلاق میں لکھا تجھے طلاق ہے یا بیوی کا نام لکھا کہ مثلاً زینب کو طلاق ہے تو اسی وقت طلاق واقع ہو جائے گی اور طلاق کی عدت اسی کتابت کے وقت سے شروع ہو جائے گی۔

شامی میں ہے:

”فان کتب اما بعد فانت طالق فکما کتب ھٰذا یقع الطلاق

و تلزمها العدۃ من وقت الکتابۃ'' (ص: ۴۶۵)

ترجمہ: ''اس نے اس طرح لکھا امابعد پس تجھے طلاق ہے، پس جیسے ہی لکھا طلاق واقع ہو جائے گی اور کتابت کے وقت سے عدت بیوی پر لازم ہو گی۔

خط پہنچنے پر معلق طلاق کا حکم:

- اور اگر طلاق کو خط کے پہنچنے پر معلق کیا اور بیوی کو لکھا جب یہ خط تجھے پہنچے تجھے طلاق ہو گی۔ جب بیوی کے پاس خط پہنچے گا وہ پڑھے یا نہ پڑھے اس وقت سے طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ طلاق کے واقع ہونے کی شرط خط کا پہنچنا لکھا تھا اور خط پہنچ گیا۔ (شامی)
- اگر بیوی کو خط لکھا کہ جب یہ خط تجھے پہنچے تجھے طلاق ہو گی وہ خط بیوی کے والد یا والدہ یا بھائی نے وصول کیا اور اسے پھاڑ دیا یا جلا دیا یا اُسے چھپا دیا وہ خط بیوی کو نہیں دیا گیا، اگر والد یا والدہ یا بھائی موصوفہ کے تمام امور میں تصرفات کے مجاز ہیں اور موصوفہ کے کام لین دین وہی کرتے ہیں اور موصوفہ کے شہر میں رہتے ہیں اور ان کو خط پہنچنا بیوی کو پہنچنا سمجھا جاتا ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر ایسا نہیں ہے تو طلاق واقع نہیں ہو گی کیونکہ موصوفہ کو خط نہیں پہنچا۔

خط جلا دینے یا پھاڑ دینے کا حکم:

- اگر والد یا والدہ یا بھائی وغیرہ موصوفہ کے امور میں متصرف نہیں ہیں یا موصوفہ کے شہر میں نہیں رہتے، انہوں نے خط موصوفہ تک نہیں پہنچنے دیا، ٹکڑے ٹکڑے کر دیا یا جلا دیا یا چھپا دیا تو طلاق واقع نہیں ہو گی کیونکہ شرط معلق علیہ بیوی کو خط پہنچنا تھا وہ نہیں پائی گئی۔ (شامی)
- اگر کچھ دنوں کے بعد خط یا اس خط کے ٹکڑے جن کو ملا کر پڑھا جا سکتا ہے، بیوی کو مل گئے تو طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ خط مل گیا اور یہی شرط تھی۔

• اگر بیوی کو خط لکھا اور اس میں طلاق کو کسی شرط پر معلق نہیں کیا۔ مثلاً اسے لکھا تجھے طلاق ہے پھر اس کو مٹا دیا تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ (شامی)

طلاق کی شرط لکھنا اور پھر مٹا دینا اور ان شاء اللہ کہنے کا حکم:

• اگر بیوی کو کسی شرط پر طلاق معلق لکھی پھر شرط کو مٹا دیا مگر طلاق کو رہنے دیا تو قضاء طلاق واقع ہو جائے گی دیانۃ طلاق واقع نہیں ہو گی کیونکہ کتابت میں طلاق شرط کے ساتھ معلق تھی جب شرط پائی جائے گی تو دیانۃ بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔

• اگر طلاق سے متصل انشاءاللہ لکھ دیا تا کہ طلاق واقع نہ ہو پھر انشاءاللہ کا لفظ مٹا دیا تو قضاء طلاق واقع ہو جائے گی دیانۃ واقع نہیں ہو گی مگر ایسی صورت میں انشاءاللہ لکھنے پر گواہ بنالے اور گواہ قاضی کی عدالت میں اس پر گواہی دیں تو قضاء بھی طلاق واقع نہیں ہو گی۔ (شامی)

طلاق واقع نہ ہونے کا حیلہ:

• ایک شخص کی بیوی کا نام زینب ہو، شوہر نے دوسری بیوی بنام عائشہ کے ساتھ خفیہ نکاح کر لیا۔ پہلی بیوی زینب کو اس کا علم ہو گیا۔ شوہر نے خوف سے حیلہ سے کام لیا۔ زینب کو خط لکھا ''کل امرأة غيرك و غير عائشة طالق'' (تیرے اور عائشہ کے علاوہ ہر عورت کو میری طرف سے طلاق ہے۔) پھر خط سے غیر عائشۃ کو مٹا دیا اور خط زینب کو بھیج دیا اس میں صرف یہ لفظ تھے کہ تیرے علاوہ ہر عورت کو میری طرف سے طلاق ہے۔ زینب مطمئن ہو گئی مگر عائشہ کو دیانۃ طلاق نہیں ہوئی۔ شوہر کے لئے وہ حلال ہے البتہ قضاء میں عائشہ کو طلاق واقع ہو جائے گی۔ در مختار میں ہے ''هٰذه حيلة عجيبة'' یہ عجیب حیلہ ہے۔ اور شامی میں ہے ''وجهُ العجب نفع الكتابة بعد محوها'' عجیب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ محو اور ختم ہونے کے بعد کتابت نے فائدہ دیا۔ دوسری شادی کے

خواہشمند حضرات اگر اس حیلہ پر عمل کریں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

- آج کل موبائل فون اور کمپیوٹر کا دور ہے۔ جس طرح کاغذ پر کتابت ہو سکتی ہے اسی طرح کمپیوٹر اور موبائل فون کی اسکرین پر بھی کتابت ہو سکتی ہے۔ کتابت کے درجِ بالا جملہ احکام کمپیوٹر اور موبائل فون کی کتابت پر بھی جاری ہوں گے کیونکہ ان کی کتابت میں حروف موجود ہوتے ہیں۔

موبائل فون اور کمپیوٹر پر طلاق کمپوز کرنے کا حکم:

- اگر کسی شخص نے کمپوز (compose) کرتے ہوئے موبائل یا کمپیوٹر پر طلاق کو مطلق بغیر تعلیق کے بیوی کی طرف نسبت کرتے ہوئے لکھا تو فوراً طلاق واقع ہو جائے گی۔ کمپوز شدہ تحریر بیوی کو بھیجے یا نہ بھیجے اور اگر لکھ کر ڈیلیٹ کر دے تب بھی طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ غیر معلق طلاق لکھتے ہی واقع ہو جاتی ہے۔
- اگر طلاق معلق کمپوز کی اور اس میں شرط کا ذکر کیا۔ ذکر کردہ شرط جب پائی جائے گی تو اس پر معلق طلاق واقع ہو گی ورنہ طلاق واقع نہیں ہو گی۔
- اگر کمپوزنگ میں لکھا جب یہ میسج تجھے پہنچے تجھے طلاق ہو گی اور پھر میسج نہیں پہنچا اس نے خود مٹا دیا یا کسی خرابی کی وجہ سے نہیں پہنچا تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔

دوسرے آدمی سے طلاق لکھوانے کے احکام:

طلاق کے اقرار اور انشاء میں فرق:

- طلاق لکھوانا دو طریقوں پر ہوتا ہے کہ کاتب اقرار شدہ طلاق لکھ دے یا بطور انشاء طلاق لکھ دے۔ اگر شوہر اپنی طرف سے لکھوائے کہ میں فلاں ابن فلاں مسماۃ فلانہ کو طلاق دیتا ہوں یا میں نے طلاق دی ہے تو یہ انشاء طلاق ہے اس کے واقع ہونے میں کوئی شک نہیں ہے مگر یہ اس وقت ہے کہ شوہر کاتب کو خود املاء کرائے یا کاتب لکھ کر شوہر کو لکھا ہوا سنا دے۔ اور اگر شوہر کاتب سے کہے

میری بیوی کی طلاق لکھ دو تو یہ طلاق کا اقرار ہے اور طلاق کا اقرار اگر بغیر اکراہ اور ہزل کے ہو تو قضاء میں طلاق واقع ہو جاتی ہے اگرچہ نفس الامر میں شوہر نے طلاق نہ دی ہو اور اگر طلاق دے چکا ہے تو قضاء اور دیانۃ طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

طلاق کے اقرار کی صورت میں اگر کاتب طلاق نہ لکھے تب بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔ شامی میں ہے:

ولو قال للکاتب اکتب طلاق امرأتی کان اقرارًا بالطلاق وان لم یکتب ولو استکتب من آخر کتابا بطلاقھا وقرأہ علی الزوج فاخذہ الزوج وختمہ وعنونہ وبعث بہ الیھا فاتاھا وقع ان اقر الزوج انہ کتابہ۔۔۔۔الخ

ترجمہ: ''اور اگر شوہر نے کاتب سے کہا میری بیوی کی طلاق لکھ۔ یہ طلاق کا اقرار ہوگا اگرچہ وہ نہ لکھے اور اگر دوسرے آدمی کو اپنی بیوی کی طلاق کا خط لکھ دینے کو کہا اس نے خط لکھ دیا اور وہ شوہر کو پڑھ کر سنایا پس شوہر نے وہ خط لے لیا اور اس کو بند کیا اور اس پر ایڈریس لکھا اور بیوی کی طرف خط بھیج دیا پس اس کے پاس خط پہنچ گیا، طلاق واقع ہو جائے گی اگر وہ اقرار کرتا ہے کہ یہ میرا خط ہے۔

طلاق کے لیے وکیل بنانے کا حکم:

ایک طریقہ یہ ہے کہ شوہر کاتب کو اپنی بیوی کی طلاق کا وکیل بنائے۔ مثلاً اسے کہے میری بیوی کو طلاق لکھ دو یا دے دو۔ اس صورت میں اگر کاتب نے طلاق نہیں لکھی تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔ اس کی مثال جس طرح شوہر کسی آدمی کو کہے ''طلق امرأتی'' میری بیوی کو طلاق دو۔ اگر وہ شخص طلاق نہ دے تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔ یعنی ''میری بیوی کی طلاق لکھ'' اور ''میری بیوی کو طلاق لکھ'' میں فرق ہے۔ پہلے جملہ میں طلاق کا اقرار ہے توکیل نہیں ہے اور

دوسرے جملے میں میں توکیل ہے۔

لٰہذا علماء کو خط میں موجود الفاظ پر اور مسائل کے بیان پر غور کرنا چاہئے کہ یہ اقرار ہے یا توکیل ہے۔ دونوں میں فرق ہوتا ہے اور دونوں کے احکام مختلف ہوتے ہیں۔

طلاق کے وقوع کے لیے ثبوت ضروری ہے:

- اگر شوہر کی طرف سے بیوی کو طلاق نامہ موصول ہوا شوہر اقرار کرتا ہے کہ یہ طلاق نامہ میں نے لکھا یا گواہوں کی شہادت سے ثابت ہے، گواہ کہتے ہیں ہم نے اسے لکھتے ہوئے دیکھا ہے، طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر شوہر انکار کرتا ہے اور اس پر گواہ نہ ہونے کی وجہ سے حلف بھی اٹھالیتا ہے تو طلاق واقع نہیں ہو گی اگرچہ لکھائی خود شوہر کی محسوس ہوتی ہو کیونکہ ہمارے علماء لکھائی کا اعتبار نہیں کرتے۔ کہتے ہیں ''الخط یشبہ الخط'' ہر خط دوسرے کے مشابہ ہوتا ہے۔

طلاق کی کتابت پر جبر اور اکراہ سے طلاق واقع نہیں ہو گی:

نوٹ: طلاق اور نکاح کے اقرار کی کتابت پر جبر و اکراہ سے طلاق اور نکاح منعقد نہیں ہوتا مگر اکراہ اور جبر سے طلاق کہلوانے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے اسی طرح جبر و اکراہ کے ساتھ ایجاب و قبول کروانے سے نکاح بھی ہو جاتا ہے اور اسی طرح توکیل بالطلاق یا توکیل با لنکاح پر جبر و اکراہ ہو تو وکیل کی وکالت قائم ہو جاتی ہے اور وکیل کی طرف سے موکل کی بیوی کو طلاق نافذ ہو جائے گی اور وکیل کا کرایا گیا نکاح منعقد ہو جائے گا۔ لٰہذا اگر جبر و اکراہ کی وجہ سے شوہر نے کسی کو وکیل بنادیا کہ میری بیوی کو طلاق دے دو اور وکیل نے اس کی بیوی کو طلاق دے دی، طلاق واقع ہو جائے گی۔

اسی طرح اگر لڑکی پر جبر کیا گیا اور اس نے کسی کو نکاح کا وکیل بنادیا اور اس وکیل نے نکاح کرادیا تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔ شامی میں ہے:

''بل عباراتہم مطلقة فی ان نکاح المکرہ صحیح کطلاقه و عتقه مما یصح مع هزل و لفظ المکره شامل للرجل و المرأة۔'' (شامی، کتاب الطلاق، ص: ۸۷/۴، بکۃ دار الباز)

ترجمہ: ''بلکہ ان کی عبارتیں مطلق ہیں کہ مکرہ کا نکاح صحیح ہے جس طرح اس کی طلاق اور عتاق صحیح ہے۔ کیونکہ یہ ان چیزوں میں سے ہیں جو ہزل کے ساتھ صحیح ہوتی ہیں اور مکرہ کا لفظ رجل اور عورت دونوں کو شامل ہے۔''

اکراہ اور جبر میں طلاق کے احکام:

اکراہ اور جبر کی تفصیل یہ ہے:

اکراہ کا مفہوم:

اکراہ ایسے فعل کا نام ہے جو فعل جابر آدمی اپنے غیر کے ساتھ کرے اور جابر اس فعل سے غیر کی مطلوب امر (جو جابر کرانا چاہتا ہے) کے ساتھ رضا ختم کردے یا اس کے اختیار کو فاسد کردے مگر غیر کی اہلیت ختم نہ ہو۔ مثلاً جابر کسی غیر کو ضرب شدید سے یا ہلاک کرنے یا اس کے عضو کو تلف کردینے کی دھمکی دے اور مجبور اور مکرہ کی مطلوب فعل کے کرنے کے ساتھ رضا ختم ہو جائے یا اختیار فاسد ہو جائے مگر مکرَہ خطاب اور احکام کا اہل باقی رہے مجنوں نہ ہو جائے، اکراہ ہے۔ (فتح القدیر)

اکراہ کی شرائط:

۱۔ مکرِہ اور ظالم اس فعل کے کرنے پر قادر ہو جس فعل کرنے کی اس نے دھمکی دی ہے۔ مثلاً مجبور کرنے والا شخص وقت کا حاکم ہو یا طاقتور سرمایہ دار یا ڈاکو ہو اگر فقیر غیر حاکم اور غیر ڈاکو کسی آدمی کو ہلاک کرنے کی دھمکی دے تو یہ اکراہ نہیں ہوگا۔

۲۔ مظلوم اور مکرہ کا خوف صحیح ہو کہ اگر اس نے مطلوب فعل نہ کیا تو ظالم مظلوم کو ہلاک یا اس کے عضو کو تلف کردے گا۔ ہر شخص کا حال دوسرے سے مختلف ہوتا ہے اگر مجبور کو دھمکی سے لگتا ہے کہ یہ صرف دھمکی ہے ایسا ہوگا نہیں تو یہ اکراہ نہیں ہے۔

۳۔ اکراہ ہلاک کرنے یا عضو تلف کرنے یا ایسے فعل کے ساتھ ہو جس کی وجہ سے مظلوم کی طلب کردہ امر کے ساتھ رضا ختم ہو جائے یا اختیار فاسد ہو جائے۔ واضح ہے صحیح دھمکی سے رضا ختم ہو جاتی ہے۔

۴۔ حق شرع یا حق عبد کی وجہ سے مطلوب امر ممنوع ہو۔ جیسے کسی کو اپنے مال ہلاک کرنے یا دوسرے کے مال ہلاک کرنے پر مجبور کیا جائے۔

(شامی، باب الاکراہ)

اکیس مسائل میں جبر عدم جبر کے حکم میں ہوتا ہے:

- احناف کے نزدیک پچیس مسائل میں جبر عدم جبر کے حکم میں ہوتا ہے اور اختیار کی طرح اس میں احکام ثابت ہو جاتے ہیں ان میں سے ایک طلاق ہے۔ احناف کے نزدیک مجبور کی طلاق مختار کی طرح واقع ہو جاتی ہے اور بعض ائمہ کے نزدیک اکراہ اور جبر سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ احناف ذکر فرماتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

"فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ"

ترجمہ: اگر شوہر بیوی کو طلاق دے دے پس بیوی اس کے لئے اس کے بعد حلال نہیں رہتی حتی کہ وہ شوہر کے غیر کے ساتھ نکاح اور زوجیت کا عمل کرے۔

آیت کریمہ میں مکرہ اور مختار میں تفریق نہیں ہے لہٰذا دونوں کی طلاق واقع ہو جائے گی۔

- حضرت علیؓ سے روایت ہے:

"کُلُّ الطَّلَاقِ جَائِزٌ اِلَّا طَلَاقُ الْمَعْتُوْہِ وَ الصَّبِیِّ"

ترجمہ: سب طلاقیں نافذ ہیں مگر پاگل اور نابالغ بچے کی۔

لہٰذا اس حدیث سے معلوم ہوا مکرہ کی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

- حدیث شریف میں ہے:

"ثَلَاثٌ جِدُّھُنَّ جِدٌّ وَ ھَزْلُھُنَّ جِدٌّ اَلطَّلَاقُ وَ النِّکَاحُ وَ الرَّجْعَۃُ"

ترجمہ: تین چیزیں ان کا سچ بھی سچ ہے اور مذاق اور ہزل بھی سچ ہے طلاق اور نکاح اور رجوع اور مجبور اور مکرہ یا تو جادّ ہو گا یا ہازل لہٰذا اس کی طلاق واقع ہو جائے گی۔

صفوان ابن عمرو سے بیوی نے جبراً طلاق لی:

- حدیث شریف میں مروی ہے کہ صفوان بن عمرو اپنی بیوی کے ساتھ سو رہے تھے۔ بیوی اٹھی اور اس کے سینہ پر بیٹھ گئی اور شوہر کی گردن پر چھرا رکھ دیا اور شوہر سے کہا: اگر تو نے مجھے طلاق دے دی تو فبہا ورنہ تجھے قتل کر دوں گی۔ صفوان نے بیوی کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیا مگر بیوی نے انکار کر دیا۔ صفوان نے طلاق دے دی۔ پھر سرورِ دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور سارا قصہ عرض کیا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لَا اِقَالَۃَ فِیْ طَلَاقٍ" یعنی طلاق واقع ہو جاتی ہے اس کو واپس نہیں کیا جا سکتا۔ (حاشیہ شامی)

مجبور ہازل کی طرح ہوتا ہے:

- نیز ہم کہتے ہیں مجبور اور مکرہ ہازل کی طرح طلاق کے ساتھ اگرچہ راضی نہیں ہوتا مگر اس کا اختیار باقی ہوتا ہے جبر کی وجہ سے مجبور اور مکرہ دو شروں میں مبتلا ہوتا ہے: ایک طلاق واقع کرنا اور دوسرا عضو کے تلف ہونے یا اپنے ہلاک ہونے کو برداشت کرنا۔ مکرہ اور مجبور ان دو شروں سے اہون اور ایسر کو اختیار

کرلیتا ہے اور طلاق دے دیتا ہے مگراس کا اختیار باطل نہیں ہوتا لہٰذا مختار کی طرح اس کا تصرف نافذ ہوگا۔

حضرت حذیفہؓ سے جبراً حلف کا قصہ:

• چنانچہ حدیث شریف میں ہے، حضرت حذیفہ اور ان کے باپ کو مشرکین نے گرفتار کرلیا اور جبر و تشدد سے ان سے حلف اٹھوایا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''نَفِيْ لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ وَ نَسْتَعِيْنُ اللّٰهَ عَلَيْهِمْ''

ترجمہ: ان کے ساتھ حلف کے ساتھ کئے گئے عہد کو ہم پورا کریں گے اور ان کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد چاہیں گے۔

معلوم ہوا جبر اور ظلم سے اٹھوائی گئی قسم اور اختیار کے ساتھ بغیر جبر کے قسم برابر ہیں لہٰذا دونوں حالتوں کی طلاقیں بھی واقع ہونے میں برابر ہوں گی۔ (فتح القدیر) مزید تفصیل شامی اور فتح القدیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

• مگر مظلوم اور مکرہ کی طلاق کے واقع ہونے کا مسئلہ اجتہادی ہے۔ بعض ائمہ حق عدم وقوع کا قول کرتے ہیں لہٰذا گن پوائنٹ پر دی گئی طلاق میں اگر حنفی علماء مظلوم کی مدد کریں اور عدم وقوع طلاق کا فتویٰ دیں تو مواخذہ نہیں ہوگا کیونکہ بیچارے مجبور پر ظلم بھی ہو اور بیوی بھی اس کی بائن ہو جائے، مناسب نہیں لگتا۔ جب بعض ائمہ حق عدم وقوع طلاق کا قول کرتے ہیں تو ان کے قول پر فتوی دیا جاسکتا ہے۔ (رفیق حسنی)

مجبور پر جبر کی دو قسمیں:

• مجبور اور مکرہ پر دو قسم کا جبر ہو سکتا ہے:

(ا) یہ کہ مکرِہ اور جابر ظالم مکرَہ اور مظلوم کو جان سے مار دینے یا اس کے کسی عضو کے تلف کر دینے یا طویل حبس میں رکھنے یا سارے مال کے تباہ

کردینے یا گھر کو آگ لگادینے یا ضربِ شدید کی دھمکی دے۔ فقہاء ایسے اکراہ اور جبر کو اکراہ مُلجِئ کہتے ہیں۔ بعض علماء نے والدین کے ہلاک کرنے یا اولاد کو اغواء کر کے ہلاک کردینے کی دھمکی کو بھی اکراہ ملجئ میں شمار کیا ہے۔ احناف کے نزدیک اس اکراہ ملجی میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور طلاق سے مراد عام ہے رجعی ہو، بائن ہو، خفیف ہو یا غلیظ ہو اس اکراہ سے واقع ہو جائے گی مگر طلاق کے واقع ہونے میں ائمہ حق کا اختلاف ہے۔

(۲) دوم اکراہ یہ کہ مکرہ کو ضرب خفیف یا ایک دو دن کی حبس یا ایک دو چابک مارنے کی دھمکی ہو، ایسے اکراہ کو اکراہ غیر ملجئ کہا جاتا ہے۔ ایسے اکراہ اور جبر اور دباؤ میں بالاتفاق طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اکراہ غیر ملجئ میں ائمہ اربعہ کا طلاق کے وقوع پر اتفاق ہے۔ (شامی، باب الاکراہ)

- وہ امور جو اکراہ کے ساتھ بھی واقع ہو جاتے ہیں ان کی تعداد میں اختلاف ذکر کیا گیا ہے مگر اختلاف اجمال اور تفصیل کی وجہ سے ہے، در حقیقت اختلاف نہیں ہے۔ (شامی، باب الطلاق، ۳۴۰/۴، مکتبہ دار الباز)

۱۔ طلاق پر اکراہ ہو:

- اگر شوہر کو ہلاک کرنے یا اس کے کسی عضو کو تلف کرنے کی صحیح دھمکی ہو کہ کہا جائے طلاق دو ورنہ ایسا ہو جائے گا اور شوہر نے طلاق دے دی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

۲۔ توکیل بالطلاق پر جبر اور اکراہ ہو:

- یہ کہ شوہر کو کہا جائے فلاں آدمی کو طلاق کا وکیل بناؤ ورنہ تجھے قتل کر دیں گے۔ شوہر نے کسی کو طلاق دینے کا وکیل بنا دیا، وکیل نے شوہر کی بیوی کو طلاق دے دی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ شامی میں ہے

"اَیْ طَلَاقُ الْمُکْرَہِ وَ شَمَلَ مَا اِذَا اُکْرِہَ عَلَی التَّوْکِیْلِ بِالطلاق

فوکل فطلق الوکیل فانہ وقع" (ص:۴۳۹،ج:۴،دارالباز)

ترجمہ: مکرہ کی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور طلاق مکرہ کا لفظ اس صورت کو بھی شامل ہے جب شوہر کو طلاق کے ساتھ توکیل پر مجبور کیا گیا ہو پس شوہر نے وکیل بنادیا پس وکیل نے طلاق دے دی بے شک طلاق واقع ہو جائے گی۔

۳۔ نکاح پر اکراہ اور جبر ہو:

• لڑکی سے جبر اور اکراہ سے ایجاب یا قبول کرایا جائے یا لڑکے سے جبر اور اکراہ سے ایجاب یا قبول کرایا جائے تو نکاح ہو جائے گا۔

۴۔ توکیل بالنکاح پر اکراہ اور جبر ہو:

• یہ کہ لڑکی پر جبر اور ظلم کیا جائے کہ فلاں کو اپنے نکاح کا وکیل بنادو اس نے وکیل بنادیا اور اس وکیل نے نکاح کرادیا تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔ ہمارے ہاں بعض متنازع رشتوں میں لڑکی سے اکراہ اور جبر سے توکیل کرائی جاتی ہے۔ لڑکی کو والد یا بھائی شدید زدوکوب کرتے ہیں اور اسے جان سے مارنے یا ضرب شدید کی دھمکی دیتے ہیں، بیچاری مظلومہ لڑکی نہ چاہتے ہوئے بھی والد یا بھائی کو وکیل بنادیتی ہے اور وکیل نکاح کی مجلس میں جاکر نکاح کرادیتا ہے تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔(شامی)

اقرار پر جبر معتبر نہیں ہوگا:

فائدہ: اکراہ اور جبر سے طلاق اور نکاح اور عتاق کا اقرار یا طلاق سے رجوع کا اقرار معتبر نہیں ہوگا کیونکہ اقرار ماضی سے خبر ہوتا ہے اور خبر کاذب معتبر نہیں ہوتی لہٰذا جبری اقرار سے مذکورہ امور ثابت نہیں ہوں گے۔ نہ طلاق ہوگی اور نہ عتق اور نہ رجوع ہوگا مگر مختار غیر مجبور آدمی کا اقرار قضاء میں معتبر ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص بغیر جبر کے بیوی کو طلاق دے چکنے کا اقرار کرے کہ میں بیوی کو طلاق

دے چکا ہوں اور جھوٹ ہو تو بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔(شامی)

فائدہ: اگر بغیر جبر کے کوئی شخص جھوٹا اقرار کرتا ہے تو قضاء طلاق واقع ہو جائے گی دیانت میں واقع نہیں ہو گی۔ شامی میں ہے: ”و لو اقر بالطلاق کاذبا او ھاذلا وقع قضاء لا دیانة“ (بحر الرائق) اگر کسی نے طلاق کا جھوٹا اقرار کیا یا مذاق کیا تو قضاء میں طلاق واقع ہو جائے گی دیانۃ واقع نہیں ہو گی۔

کتابت پر اکراہ کا حکم:

فائدہ: اگر طلاق یا نکاح کی کتابت اور لکھنے پر جبر اور اکراہ ہو یہ کہ شوہر سے جبراً لکھوایا جائے کہ اس کی بیوی کو طلاق ہے، کاغذ پر لکھوایا جائے یا موبائل فون یا کمپیوٹر پر لکھوایا جائے اور شوہر زبان سے طلاق کے الفاظ ادا نہ کرے یا جبر اور اکراہ سے طلاق نامہ پر دستخط کرائے جائیں تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔ اسی طرح نکاح کا حکم ہے۔ شامی میں ہے:

”وَ فِي الْبَحْرِ اَنَّ الْمُرَادَ الْاِكْرَاهُ عَلَى التَّلَفُّظِ بِالطَّلَاقِ فَلَوْ اُكْرِهَ عَلٰی اَنْ یکتب طلاق امرأته فکتب لا تطلق لان الکتابة اقیمت مقام العبارة باعتبار الحاجة و لا حاجة ھنا“ کذا فی الخانیه (۴/۴۴۰، مکتبہ دار الباز)

ترجمہ: ”اور بحر الرائق میں مذکور ہے بے شک مراد تلفظ بالطلاق پر اکراہ ہے اگر شوہر کو مجبور کیا گیا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق لکھے پس اس نے لکھ دی طلاق واقع نہیں ہو گی کیونکہ کتابت کو عبارت کے قائم مقام حاجت کی وجہ سے کیا جاتا ہے اور اکراہ میں کتابت کو تلفظ کے قائم مقام کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ اسی طرح قاضی خان میں ہے۔“

ایلاء پر اکراہ:

۵۔ ایلاء۔ یہ کہ ایلاء پر اکراہ اور جبر ہو۔ شوہر سے قسم اٹھوائی جائے کہ وہ چار ماہ

تک اپنی بیوی کے قریب نہیں جائے گا مجبور ہو کر اس نے قسم اٹھالی اور چار ماہ تک بیوی کے ساتھ جماع نہیں کیا تو طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔

ظہار پر اکراہ کا حکم:

٦۔ ظہار۔ یہ کہ ظہار پر جبر اور اکراہ ہو۔ شوہر پر ظلم کر کے کہلوایا جائے کہ میری بیوی میرے لئے میری ماں کی طرح ہے تو ظہار منعقد ہو جائے گا جب تک مظاہر کفارہ ادا نہیں کرے گا اس کے لئے بیوی کے ساتھ جماع حرام ہو گا۔

رجعت پر اکراہ کا حکم:

٧۔ رجعت۔ یہ کہ طلاق سے رجوع کر لینے پر اکراہ اور جبر ہو، شوہر رجوع کر لے تو رجوع ثابت ہو جائے گا خواہ قولا رجوع کیا جائے یا وطی کے ساتھ۔

٨۔ استیلاد۔ یہ کہ ام ولد بنانے کے لئے مولی پر جبر کیا جائے کہ وہ اپنی کنیز کے ساتھ وطی کرے۔ اس نے وطی کر لی اور بچہ پیدا ہو گیا۔ مولی اس بچے کے نسب کی نفی نہیں کر سکتا اس کی لونڈی ام الولد ہو جائے گی اور مولی کی موت کے بعد آزاد ہو جائے گی۔ اسی صورت کی نظائر میں سے یہ ہے کہ کسی شوہر یا مولی کو دخول دار کے ساتھ طلاق یا عتاق کو معلق کرنے پر مجبور کیا جائے یا دخول دار کے علاوہ کسی شرط پر طلاق یا عتاق کو معلق کرنے پر جبر اور اکراہ ہو اور مجبور اور مکرہ معلق کر دے جب شرط پائی جائے گی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

قتلِ عمد پر اکراہ کا حکم:

٩۔ قتل عمد کے عفو پر جبر اور اکراہ ہو مقتول کے وارث جبر اور اکراہ کی وجہ سے قصاص معاف کر دیں تو قصاص معاف ہو جائے گا مگر قتلِ خطاء میں چونکہ مال واجب ہوتا ہے وہ اکراہ سے ساقط نہیں ہوتا۔ یہی حکم باقی مالی حقوق کا ہے۔ اگر کسی نے صاحب حق سے ظلم اور اکراہ سے مالی حق معاف کرانے کا قول کرا لیا تو مال معاف نہیں ہو گا۔ (شامی، ص: ۴۴۰، ج: ۴)

رضاع پر اکراہ کا حکم:

۱۰۔ رضاع۔ یہ کہ کسی دودھ والی عورت پر جبر کر کے کسی بچے کو دودھ پلوایا گیا تو رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ اس حکم کی نظائر سے ہے کہ اگر شوہر کو زوجہ کے ساتھ خلوت یا وطی پر مجبور کیا گیا، اس نے وطی یا خلوت کا ارتکاب کر لیا تو پورا مہر واجب ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی شخص پر جبر اور اکراہ کر کے بیوی کی ماں کے ساتھ یا بیوی کی بیٹی کے ساتھ زنا کرایا گیا تاکہ بیوی شوہر پر حرام ہو جائے تو بیوی حرام ہو جائے گی۔

یمین پر اکراہ کا حکم:

۱۱۔ یمین اور قسم۔ یہ کہ کسی شخص سے صدقہ کرنے یا حج ادا کرنے یا روزے رکھنے وغیرہا طاعات میں سے کسی طاعت پر جبر سے قسم اٹھوالی جائے یا معصیۃ پر قسم اٹھوالی جائے تو قسم منعقد ہو جائے گی۔ قسم پوری کرنا ہو گی یا پھر کفارہ ادا کرنا ہو گا۔

۱۲۔ نذر۔ یہ کہ کسی آدمی سے اکراہ کے ساتھ کسی چیز کی نذر کے الفاظ ادا کرائے گئے۔ مثلاً اگر میں نے یہ کام کیا تو میرے اوپر حج لازم ہو گا یا صدقہ لازم ہو گا تو مکرہ اور مجبور پر نذر لازم ہو گی۔

فیئ پر اکراہ کا حکم:

۱۳۔ فیئ۔ یہ کہ ایلاء میں قسم سے رجوع پر ایلاء کنندہ کو مجبور کیا جائے اور وہ کہے میں نے ایلاء سے رجوع کیا یا بیوی کے ساتھ ایلاء کی مدت میں قربت کر لے تو رجوع ہو جائے گا۔

ودیعۃ پر اکراہ کا حکم:

۱۴۔ ودیعۃ۔ یہ کہ کسی شخص کو ودیعۃ اور امانت قبول کرنے پر مجبور کیا جائے اور مکرہ ودیعۃ قبول کر لے اور پھر ودیعۃ ضائع ہو جائے تو مکرہ اور مجبور پر ضمان نہیں ہو گی۔

صلح پر اکراہ کا حکم:

۱۵۔ قتلِ عمد پر صلح۔ یہ کہ مقتول کے ولی کو اکراہ اور جبر سے مجبور کر دیا جائے کہ مال کے معاوضہ میں صلح کر لے اور اس نے صلح کر لی تو عہد پر عمل کرنا لازم ہو جائے گا۔

تعلیق پر اکراہ کا حکم:

۱۶۔ تعلیق۔ یہ کہ کسی آدمی پر اکراہ اور جبر کر کے طلاق یا عتاق کو کسی شرط پر معلق کرنے کا کہا جائے اور وہ طلاق کو معلق کر دے تو تعلیق نافذ ہو گی۔ مثلاً بیوی کے بھائیوں نے شوہر سے جبر اور اکراہ سے کہلوایا کہ اگر اس نے بیوی کو ماہانہ پانچ ہزار روپے نہ دیئے تو اس کی بیوی کو طلاق بائن ہو گی۔ اگر شوہر نے کسی ماہ پیسے نہ دیئے تو طلاق بائن واقع ہو جائے گی یا مجبور نے کہا اگر میں نے زید سے کلام کی تو میری بیوی کو طلاق ہو گی۔ زید کے ساتھ کلام کرنے سے طلاق واقع ہو جائے گی۔

عتق اور عتق کی تعلیق پر اکراہ کا حکم:

۱۷۔ عتق یہ کہ جبر کر کے مولی سے کہلوایا گیا میرا عبد آزاد ہے تو آزاد ہو جائے گا۔

۱۸۔ عتق کی تعلیق یہ کہ جبر اور اکراہ سے کہلوایا گیا اگر میں نے فلاں سے بات کی تو عبد آزاد ہو گا۔ بات کرنے پر عبد آزاد ہو جائے گا۔

اسلام یا کفر پر اکراہ کا حکم:

۱۹۔ اسلام۔ یہ کہ کسی کافر حربی یا ذمی کو اکراہ کے ساتھ اسلام قبول کرنے اور کلمہ شہادۃ پڑھنے پر مجبور کیا گیا اور اس نے اسلام قبول کر لیا، اس کا اسلام معتبر ہو گا۔ مگر کفر پر اکراہ سے مجبور مکرَہ کا کفر معتبر نہیں ہو گا۔ فرق اس لئے ہے کہ ''الاسلام یعلوا ولا یعلی'' اسلام غالب ہے، کفر مغلوب ہے۔

۲۰۔ تدبیر۔ یہ کہ مولیٰ کو اکراہ اور جبر سے اپنے عبد کو مدبر بنانے کا کہا گیا اور اس نے کہہ دیا میرے مرنے کے بعد میرا فلاں عبد آزاد ہو گا تو وہ عبد مدبر

ہو جائے گا۔

صدقہ پر اکراہ کا حکم:

۲۱۔ صدقہ کا ایجاب۔ یہ کہ کسی شخص کو اپنے اوپر صدقہ لازم کرنے کا کہلوایا جائے تو صدقہ واجب ہو جائے گا۔

خلع میں مالِ مہر اور فسخِ نکاح پر اکراہ کا حکم:

۲۲۔ مال پر خلع۔ یہ کہ شوہر کو مال معین پر خلع دینے کا پابند کیا جائے۔ مثلاً اکراہ اور جبر سے اسے ایک ہزار درہم پر خلع دینے کا قول کرایا جائے جبکہ اس کی بیوی کا مہر چار ہزار درہم تھا۔ شوہر نے حسبِ اکراہ خلع دے دیا تو خلع سے طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور بیوی اگر مدخولہ ہے تو اس کو ایک ہزار واپس کرنا ہوگا۔

۲۳۔ فسخ نکاح۔ یہ کہ بیوی لونڈی تھی اور اس کا شوہر حر اور آزاد تھا۔ مولی نے لونڈی کو آزاد کر دیا۔ لونڈی منکوحہ غیر مدخولہ تھی اسے مجبور کیا گیا کہ اسی مجلس میں آزاد ہونے کو اختیار کرلے۔ اس نے آزاد ہونا اختیار کرلیا اس کا نکاح فسخ ہو جائے گا اور مہر باطل ہو جائے گا اور اگر مدخولہ تھی تو پورا مہر لازم ہوگا اور لونڈی کے مولی کو دینا ہوگا۔ (شامی، باب الطلاق ۴/۴۴۲، مکتبہ دار الباز)

۲۴۔ تکفیر۔ یہ کہ حلف اٹھانے والے حانث پر جبر کیا جائے کہ کفارہ میں وہ فلاں عبد آزاد کرے اور مجبور نے عبد آزاد کر دیا تو عبد آزاد ہو جائے گا اور اکراہ کنندہ پر ضمان بھی نہیں ہے۔

شرط پر اکراہ کا حکم:

۲۵۔ معلق اور مشروط حکم کی شرط پر اکراہ اور جبر ہو۔ مثلاً کسی شخص نے اپنی بیوی کی طلاق دخول دار پر معلق کی تھی۔ جابر ظالم نے دخول دار کے لئے شوہر کو مجبور کیا اور ہلاک کرنے کی دھمکی دی اور وہ دار میں داخل ہو گیا تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

اکراہ غیر ملجی کا حکم:

تنبیہ: اکراہ ملجی سے مکرَہ اور مجبور کے بعض تصرفات جب صحیح اور نافذ ہوتے ہیں تو اکراہ غیر ملجی کے ساتھ تصرفات بطریق اولیٰ نافذ ہوں گے۔ کیونکہ اکراہ غیر ملجی میں آدمی بااختیار ہوتا ہے اور طلب کردہ فعل پر مجبور نہیں کیا جاتا۔ طلاق دہندگان عموماً بیان کرتے ہیں کہ ہم سے زبردستی طلاق لے لی گئی جب تفتیش کی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ معمولی دباؤ اور بار بار طلاق کے مطالبہ کو طلاق دہندہ زبردستی طلاق دلوانا سمجھ رہا ہے۔ زبردستی کا مفہوم وہ اکراہ اور جبر ہوتا ہے جو ہم نے اکراہ کی توضیح میں بیان کر دیا ہے اور جسے اکراہ ملجی کہا جاتا ہے معمولی دباؤ کو اکراہ نہیں کہا جاتا۔

- اگرچہ ہمیں اس کتاب میں مجبور اور مکرہ کی طلاق کا مسئلہ لکھنا تھا، مگر ہم نے اکراہ کی سب صورتیں ذکر کر دیں تاکہ قارئین مکمل استفادہ کر سکیں۔

سکران کی تعریف:

سکران صفت کا صیغہ ہے اور سکر سے ماخوذ ہے اور سکر کی ایک تعریف امام ابو حنیفہ نے فرمائی ہے اور ایک تعریف صاحبین نے بیان فرمائی ہے۔ امام صاحب کے نزدیک سکر ایک سرور اور کیفیت ہوتی ہے جو عقل کو زائل کر دیتی ہے۔ آدمی اس کی وجہ سے آسمان کو زمین سے اور عورت کو مرد سے ممتاز نہیں کر سکتا اور صاحبین کے نزدیک سکر ایسے سرور اور کیفیت کا نام ہے جس کی وجہ سے آدمی کے کلام میں سے ہذیان غالب ہوتا ہے یعنی اس کی عقل بالکل زائل نہیں ہوتی مگر اس کا کلام مربوط اور منظم نہیں ہوتا۔ کبھی صحیح کلام کرتا ہے اور کبھی غلط کلام کرتا ہے اور گالیاں دیتا ہے۔ اگرچہ آسمان و زمین اور عورت و مرد میں امتیاز کر سکتا ہے۔ محقق ابن ہمام نے ان تعریفات میں تطبیق دی ہے کہ امام صاحب کی تعریف اس سکر کی ہے جس پر حد قائم کی جائے یعنی اسی (۸۰)

کوڑے مارے جائیں اور اگر سکران مرد اور عورت کو امتیاز کر سکتا ہے تو اس کے سکر میں نقصان ہے اور یہ عدم سکر کا شبہ ہے جس کی وجہ سے حد ساقط ہو جائے گی اور صاحبین کی تعریف اس سکر کی ہے جس سے باقی تصرفات صحیح ہوں گے۔ واضح ہے جب امام صاحب کی تعریف حد قائم کرنے کا معیار ہے اور اس پر حد قائم ہو گی تو طلاق اور عتاق اور خلع بھی اس کے صحیح تسلیم کئے جائیں گے تا کہ زجر اور توبیخ قائم رہے اور صاحبین کی تعریف کے معیار پر آدمی پر حد تو قائم نہیں ہو گی مگر آدمی کی طلاق واقع ہو جائے گی۔ سکران کی تعریف میں اکثر مشائخ نے صاحبین کے قول کو اختیار کیا ہے اور ائمہ ثلثہ کا بھی سکر کی تعریف میں یہی قول ہے اور انہوں نے اسی کو فتوی کے لئے اختیار کیا ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں: ''و به ظهر ان المختار قولهما فی جميع الابواب فافهم'' اس کے ساتھ ظاہر ہوا کہ مختار صاحبین کا قول ہے جمیع ابواب میں۔ صاحبین کے قول کی بنیاد پر سکر کا حکم یہ ہو گا کہ اگر آدمی کا سکر حرام اشیاء اور اختیار کے ساتھ ہے تو اس کا مکلف ہونا باطل نہیں ہو گا اس پر سارے احکام لازم ہوں گے اور اس کی ساری عبارتیں صحیح ہوں گی طلاق اور عتاق اور بیع اور اقرار اور صغیر بچوں کا کفو میں نکاح اور قرض دینا اور قرض لینا کیونکہ اس سکران کا عقل قائم ہے معصیۃ کے ارتکاب کے سبب صرف خطاب کا فہم اس سے فوت ہو گیا ہے۔ مگر گناہ اور وجوب قضاء کے حق میں خطاب باقی اور معتبر ہو گا۔ مکرہ اور مجبور کی طرح اس کا اسلام معتبر ہو گا مگر اس کا مرتد ہونا معتبر نہیں ہو گا کیونکہ سکران سے کفر کا قصد نہیں ہوتا اور ہازل کا کفر اور ارتداد معتبر ہوتا ہے اگرچہ ہازل کے دل میں بھی کلمات کفر کے تلفظ کے وقت کفر کا ارادہ نہیں ہوتا مگر اس کا کفر استخفاف بالدین کی وجہ سے معتبر ہوتا ہے۔
(شامی، باب الطلاق، ص: ۴/۴۴۴ مکتبہ دارالباز)

- فتح القدیر کی عبارت سے معلوم ہوا امام اعظم نے جو سکر کی تعریف فرمائی

اس تعریف کے مصداق سکران کی طلاق میں اختلاف ہے۔ ہمارے احناف کے نزدیک طلاق واقع ہو جاتی ہے اور بعض دیگر ائمہ کے نزدیک طلاق واقع نہیں ہوتی مگر صاحبین کی تعریف کے مطابق سکران کی طلاق بالاتفاق واقع ہو جاتی ہے۔ فتح القدیر میں ہے ایسا سکران تو صاحی کی طرح ہے اس کے سارے تصرفات نافذ ہوں گے۔ (فتح)

سکران کی طلاق کے احکام:

سکران یعنی حرام چیز سے نشہ میں بے ہوش شخص اگر نشہ کی حالت میں طلاق دے دے تو جمہور احناف کے نزدیک طلاق واقع ہو جاتی ہے مگر دیگر بعض ائمہ اور احناف میں سے امام طحاوی اور امام کرخی اور محمد ابن مسلمۃ کے نزدیک سکران کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ فتح القدیر میں مکتوب ہے:

و فی المسئلة خلاف عال بین التابعین و من بعدهم فقال بوقوعه من التابعین سعید ابن المسیب و عطاءو الحسن البصری و ابراهیم النخعی و ابن سیرین و مجاهد و به قال مالك و الثوری و الاوزاعی و الشافعی فی الاصح و احمد فی روایة و قال بعدم وقوعه القاسم بن محمد و طاؤس و ربیعة ابن عبدالرحمٰن و اللیث و اسحاق ابن رهویه و ابو ثور و زفر و قد ذکرناه عن عثمان رضی الله تعالیٰ عنه و روی عن ابن عباس رضی الله عنه و هو مختار الکرخی و الطحاوی و محمد ابن مسلمة من مشائخنا ۔

ترجمہ: ”اس مسئلہ میں شروع سے تابعین اور ما بعد تابعین اختلاف آرہا ہے۔ سکران کی طلاق کے واقع ہو جانے کے قائلین تابعین میں سے یہ لوگ ہیں: حضرت سعید بن المسیب اور حضرت عطاءابن رباح اور

حضرت حسن بصری اور حضرت ابراہیم نخعی اور حضرت ابن سیرین اور حضرت مجاہد اور اسی طرح وقوع کا قول امام مالک کا ہے اور امام ثوری اور اوزاعی اور شافعی اصح روایت میں اور امام احمد ایک روایت میں وقوع کے قائل ہیں اور عدم وقوع کے قائلین سے حضرت قاسم ابن محمد اور حضرت طاؤس اور حضرت ربیعہ اور حضرت عبدالرحمٰن اور حضرت لیث اور حضرت اسحاق ابن راہویہ اور حضرت ابو ثور اور حضرت امام زفر کا نام ہے اور ہم نے یہی حکم حضرت عثمانؓ سے ذکر کیا اور حضرت عبداللہ ابن عباس سے یہی مروی ہے اور ہمارے احناف میں سے امام کرخی اور طحاوی اور محمد ابن مسلمۃ کا یہی مختار ہے۔ در مختار میں ہے: و اختاره الطحاوی و الکرخی فی التاترخانیة عن التفرید و الفتویٰ علیہ۔ ترجمہ: ”اور اس کو امام طحاوی اور امام کرخی نے اختیار کیا تاترخانیہ میں تفرید سے منقول ہے کہ فتوی اسی پر ہے مگر خود تاترخانیہ میں ہے: طلاق السکر واقع اذا سکر من الخمر و النبیذ و ھو مذھب اصحابنا۔ (۴۴۸/۴، مکتبہ دارالباز) نشہ والے کی طلاق واقع ہے جب اسے نشہ ہو خمر اور نبیذ کے ساتھ اور یہی ہمارے احناف کا مذہب ہے۔“

سکران کی طلاق تب ہوگی جب حرام چیز سے ہو:

- الحاصل! اگرچہ اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے مگر فتوی سکران کی طلاق کے واقع ہونے پر ہے مگر اس کے لئے ایک شرط یہ ہے کہ نشہ حرام چیز سے ہو کیونکہ سکران کی طلاق کے وقوع کا قول زجر اور توبیخ کی وجہ سے ہے اور زجر اور توبیخ معصیت پر ہوتی ہے اور معصیت حرام مشروب یا ماکول کے استعمال میں ہے لہٰذا حرام مشروب ہو جیسے خمر یا ماکول ہو جیسے افیون، ہیروئن اور چرس وغیرہا۔

دونوں صورتوں میں طلاق واقع ہو جائے گی اور حلال چیز سے نشہ میں طلاق واقع نہیں ہو گی۔

سکران کی طلاق تب واقع ہو گی جب اکراہ نہ ہو:

- دوسری شرط یہ ہے کہ نشہ آور حرام چیز پینے یا کھانے میں اکراہ کا دخل نہ ہو۔ مثلاً اگر جابر ظالم نے جبر سے یا دھوکہ سے کسی شخص کو نشہ آور چیز پلادی یا کھلادی اور اس نے طلاق دے دی تو طلاق واقع نہ ہو گی۔

نشہ آور چیز کھانے میں مجبور کی طلاق واقع نہیں ہو گی:

- تیسری شرط یہ ہے کہ سکران نشہ آور چیز پینے یا کھانے پر مضطر اور مجبور نہ ہو۔ مثلاً گلے میں نوالہ اٹک جائے اور حرام مشروب کے علاوہ کوئی مشروب موجود نہیں ہے، اسے حرام مشروب دیا گیا اور اسے نشہ چڑھ گیا اور اس نے طلاق دے دی تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ حرام چیز بطور دوا استعمال نہ ہو۔ اگر مسلم معالج حاذق نے کسی مرض کا علاج حرام چیز سے تجویز کیا اور مریض نے حرام چیز استعمال کر لی اور اسے نشہ ہو گیا اور اس نے طلاق دے دی تو طلاق واقع نہ ہو گی لہٰذا سکران اگر حرام چیز سے نشہ کی حالت میں بلا اکراہ اور بلا اضطرار اور بلا تداوی طلاق دے دے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ ورنہ احناف کے نزدیک بھی طلاق واقع نہیں ہو گی۔ طلاق کی طرح سکران کا خلع اور عتاق بھی واقع ہو جائے گا۔ سکران اگرچہ زوالِ عقل کی حالت میں طلاق دیتا ہے مگر زجر اور توبیخ کی وجہ سے تاکہ حرام نشہ آور اشیاء استعمال نہ ہوں، ہمارے علماء احناف نے اس کی طلاق کے واقع ہونے کا فتویٰ صادر فرمایا ہے۔

فتح القدیر میں ہے:

و الحاصل ان السکر بسبب مباح کمن اکرہ علیٰ شرب الخمر و الاشربہ الاربعۃ المحرمۃ او اضطر لا یقع طلاقہ و عتاقہ و

من سکر منها مختارا اعتبرت عباراتہ۔

(۳/۴۷۴، مکتبہ علمیہ بیروت)

ترجمہ: ”حاصل یہ ہے کہ نشہ اگر مباح سبب کی وجہ سے ہے جیسے وہ شخص جس کو مجبور کیا گیا خمر اور حرام مشروبات کے پینے پر یا وہ مضطر ہے اس کی طلاق اور عتاق واقع نہیں ہو گی اور وہ شخص جس نے اختیار کے ساتھ وہ مشروبات پیئے اس کی عبارتیں معتبر ہوں گی یعنی طلاق اور عتاق اور خلع واقع ہو جائے گا۔“

شامی میں افیون اور بھنگ کے متعلق فرمایا:

و فی تصحیح القدوری عن الجواهر و فی هٰذا الزمان اذا سکر من البنج و الافیون یقع زجرا و علیه الفتوی و تمامه فی النهر قوله زجراً۔ اشار به الی التفصیل المذکور فانه اذا کان للتداوی لا یزجر عنه لعدم قصد المعصیة۔

(۴/۴۴۶، مکتبہ دار الباز)

ترجمہ: ”جواہر سے تصحیح القدوری میں ہے اور اس زمانہ میں جب آدمی بھنگ اور افیون سے نشہ میں ہو، طلاق واقع ہو جائے گی زجر اور تنبیہ کے لئے اور اسی پر فتوی ہے اور اس کی پوری بحث نہر الفائق میں ہے۔ (مصنف کا قول زجراً) مصنف نے اس لفظ سے اشارہ فرمایا مذکور تفصیل کی طرف پس جب تداوی کے لئے افیون اور بھنگ کا استعمال ہو اس سے تنبیہ نہیں کی جائے گی (یعنی طلاق واقع نہیں ہو گی) کیونکہ اس وقت معصیۃ کا قصد نہیں ہے۔“

فتح القدیر اور شامی کی عبارتوں سے معلوم ہوا سکران کی طلاق تب واقع ہو گی کہ نشہ اور سکر حرام چیز کے ساتھ ہوا گر حلال چیز کھانے سے عقل زائل

ہو جائے اور سکران طلاق دے تو طلاق واقع نہیں ہو گی نیز وہ مختار ہو مجبور نہ ہو اور غیر مضطر ہو۔ مجبور اور مضطر سکران کی طلاق واقع نہیں ہو گی۔ نیز مسکر چیز کا استعمال بطور دوانہ ہو ورنہ طلاق واقع نہیں ہو گی۔ مختار اور مفتی بہ قول پر نشہ آور نبیذ اور چرس اور افیون اور بھنگ سب کا حکم وقوع طلاق ہے اور ہیر وئن اور چرس کا بھی یہی حکم ہے کہ ان سے نشہ کی حالت میں طلاق واقع ہو جائے گی۔

خواب آور ادویہ سے نشہ میں طلاق واقع نہیں ہو گی:

- ہمارے دور کا ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ آج کل عموماً لوگ خواب آور ٹیبلٹ یا انجکشن استعمال کر لیتے ہیں تاکہ نیند آ جائے مگر کبھی کبھی انہیں نشہ چڑھ جاتا ہے، جس کے سبب وہ بڑبڑانا شروع کر دیتے ہیں اور اسی حالت میں بیوی کو طلاق بھی دے دیتے ہیں۔ مذکورہ تحقیق کی روشنی میں ایسے افراد کے لئے حکم یہ ہے کہ ان کی طلاق واقع نہیں ہو گی کیونکہ بطور دوا چرس یا افیون بھی کھایا جائے تو طلاق واقع نہیں ہوتی جیسا کہ شامی کی عبارت آپ ملاحظہ کر چکے ہیں، لہٰذا خواب آور گولیوں کے کھانے یا انجکشن لگوانے سے نشہ کی حالت میں طلاق واقع نہیں ہو گی۔ اسی طرح بخار کی وجہ سے، سر کے درد سے زوالِ عقل کے وقت دی گئی طلاق بھی واقع نہیں ہو گی اگرچہ سر کا درد حرام مشروب کی وجہ سے ہو کیونکہ سر کا درد آدمی کے اختیار میں نہیں نیز آجکل بعض آپریشنوں میں نشہ اور بے ہوش ہونے کا انجکشن لگایا جاتا ہے۔ حالتِ نشہ میں اگر ایسا مریض طلاق دے دے تو بھی طلاق واقع نہیں ہو گی۔ مرگی اور دیگر بیماریوں میں اگر مریض بے ہوشی کی حالت میں طلاق دے دے تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔ اسی طرح دہشت کی حالت میں دی گئی طلاق واقع نہیں ہو گی۔ عنقریب مزید تفصیل آئے گی۔

(در مختار)

ہازل کی طلاق کا بیان:

ہزل اور مذاق سے بطور انشاء دی گئی طلاق سے طلاق واقع ہو جاتی ہے مگر بطور مذاق طلاق کے اقرار سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ علامہ شامی نے تلویح کی عبارت نقل فرمائی:

قال فی التلویح و لما انه یبطل الاقرار بالطلاق و العتاق مکرھا کذالك یبطل الاقرار بھما ھازلا لان الھزل دلیل الکذب کالاکراہ حتی لو اجاز ذالك لم یجز لان الاجازۃ انما تلحق سببا منعقدا یحتمل الصحۃ و البطلان و بالاجازۃ لا یصیر الکذب صدقا و ھذا بخلاف انشاء الطلاق و العتاق و نحوھما فما لا یحتمل الفسخ فانه لا اثر فیه للھزل۔اھ

(۴۴۳/۴، مکتبہ دار الباز)

ترجمہ: ”صاحبِ تلویح نے تلویح میں فرمایا اور جس طرح اکراہ کی وجہ سے طلاق اور عتاق کا اقرار باطل ہو جاتا ہے اسی طرح طلاق اور عتاق کا اقرار ہزل کی وجہ سے بھی باطل ہو جاتا ہے کیونکہ ہزل کذب کی دلیل ہے۔ جس طرح اکراہ کذب کی دلیل ہے حتی کہ اگر ہازل نے اس کی اجازت دی جائز نہیں ہو گا کیونکہ اجازت سبب کے منعقد ہونے کو اس وقت لاحق ہوتی ہے جب اس سبب میں صحۃ اور بطلان کا احتمال ہو اور اجازت کے ساتھ کذب صدق نہیں بن سکتا یہ بخلاف انشاء طلاق اور عتاق اور ان کے مماثل کے جو فسخ کا احتمال نہیں رکھتے کیونکہ ان میں ہزل کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔“

معلوم ہوا ہازل اور مذاق کنندہ کی طلاق بطور انشاء واقع ہو جائے گی مگر ہازل کا اقرار اور خبر معتبر نہیں ہو گی اور طلاق واقع نہیں ہو گی۔

اخرس (گونگے) کی طلاق کا بیان:

اگر گونگا آدمی پیدائشی گونگا ہے اور کتابت نہیں کر سکتا، اس کا اشارہ عبارت کی طرح ہوتا ہے اس کے معروف اشاروں کے ساتھ طلاق اور نکاح اور باقی تصرفات نافذ ہو جائیں گے اور اگر کتابت جانتا ہے تو طلاق اور عتاق صرف کتابت سے واقع ہوں گے۔ اب اشارہ عبارت کے قائم مقام نہیں ہوگا۔ (شامی)

اگر کوئی آدمی عارضی طور پر گونگا ہو گیا ہے اور اس کی زبان معقود ہو گئی ہے اگر موت تک اس کی زبان معقود رہی اس کی طلاق بھی اشاروں سے واقع ہو سکتی ہے۔ مگر موت تک موقوف رہے گی اور موت سے تھوڑا قبل واقع ہو گی کیونکہ ہر وقت صحت کا امکان ہے جب تک صحت کا امکان رہے گا اشارہ عبارت کے قائم مقام نہیں ہو سکے گا۔ اور اس کے باقی عقود بھی موقوف رہیں گے اور نکاح بھی موقوف ہوگا، موت سے پہلے نافذ ہوگا۔ زندگی بھر وہ منکوحہ کے ساتھ وطی نہیں کر سکے گا۔ ایسے آدمی کو مشقت سے بچانے کے لئے وکالت کے ذریعہ اس کا نکاح کیا جائے اور گونگے کے کسی عمل سے اجازت حاصل کی جائے یا پھر تمرتاشی سے منقول قول کہ ''ایک سال مدت مقرر کی جائے۔ ایک سال کے بعد عارضی گونگے کے تمام تصرفات نافذ ہونے چاہئیں'' پر عمل کیا جائے۔ (شامی)

متقدمین احناف صحت کے امکان کو حقیقی صحت کا حکم دے دیتے ہیں اسی ضابطہ کی وجہ سے حائض ممتدۃ الطہر کی عدت کے سلسلہ میں کہا جاتا ہے کہ اس کی عدت ایامِ ایاس تک ختم نہیں ہوتی۔ متاخرین احناف نے ایسے مسائل میں امام احمد یا امام مالک کے قول پر فتوی دینے اور عمل کرنے کو جائز لکھا ہے لہٰذا یہاں بھی تمرتاشی کا قول لے لیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ (رفیق حسنی)

در مختار میں ہے:

و لو طارئا ان دام للموت به يفتى فعليه فتصرفاته موقوفة و

استحسن الکمال اِشْتِرَاطَ کِتَابَتِہ۔۔الخ۔(ص: ۴/۴۴۸،دار الباز)

ترجمہ: ''اگر خرس طاری ہے اگر وہ موت تک دائمی ہے (تو اس کا اشارہ عبارت کے قائم مقام ہوگا)اسی کے ساتھ فتوی ہےاس قول پر اس عارضی گونگے کے سارے تصرفات موقوف ہوں گے اور کمال نے کتابت کی شرط کو مستحسن سمجھاہے''

اس پر بحر الرائق والے نے تفریع ذکر فرمائی کہ اگر کسی شخص کی زبان بند ہوگئی ہے اور اس نے طلاق دی تو طلاق نافذ نہیں ہوگی، موقوف رہے گی اگر موت تک یہ مرض باقی رہاتو نافذ ہوجائے گی اور اگر موت سے پہلے مرض زائل ہوگیا تو باطل ہوجائے گی، دوبارہ زبان سے طلاق دینا ہوگی۔ علامہ شامی نے فرمایا: اس قول (تصرفات کے موقوف رہنے) پر اگراس نے اشارہ کے ساتھ نکاح کیا تو موت کے آنے تک منکوحہ کے ساتھ اسے وطی کرنا بھی جائز نہیں ہوگا۔ قارئین خود اندازہ کریں کہ اس قول پر عمل کرنے میں کتنی مشقت ہے! عارضی گونگا نہ نکاح کرسکے اور نہ طلاق دے سکے تو وہ زندگی کس طرح گزارے گا؟ لہٰذا اس آدمی کے لئے تمرتاشی کے قول پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ علماء کو اس قول پر فتویٰ دینا چاہئے یا پھر اسے کتابت سکھائی جائے اور کتابت سے اس کے وہ تصرفات جن میں عبارت شرط ہے صحیح قرار دیئے جائیں۔

مخطی یعنی بلاارادہ طلاق کے الفاظ بولنے کا حکم:

احناف کے نزدیک بلاارادہ طلاق کے الفاظ بولنے سے طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ مثلاً ایک آدمی نے ارادہ کیا کہ میں ''سبحان اللہ'' کہوں اور اس کی زبان پر ''تجھے طلاق ہے'' جاری ہوگیا تو طلاق واقع ہوجائے گی۔ (شامی) مگر دیانۃ طلاق واقع نہیں ہوگی۔اسی طرح اگر کسی شخص کی دو بیویاں ہیں زینب اور عمرۃ اس نے ارادہ کیا کہ یہ کہے ''زینب کو طلاق ہے'' اور زبان پر جاری ہوا ''عمرۃ کو طلاق ہے'' تو قضا

میں عمرۃ کو طلاق واقع ہو جائے گی مگر عند اللہ کسی کو طلاق واقع نہیں ہو گی۔(فتح)

تنبیہ: دیانۃ بندے اور اس کے رب کے درمیان معاملہ کو کہا جاتا ہے اور قضاء لوگوں اور بندے کے درمیان معاملہ ہوتا ہے۔ اگر دیانت اور عند اللہ طلاق واقع نہ ہو تو شوہر اپنی بیوی کے ساتھ جنسی عمل جاری رکھ سکتا ہے اسے کوئی گناہ نہیں ہو گا۔

طلاق کا معنی نہ جاننے والے کی طلاق کا حکم:

- خطاء بولنے والے کے مفہوم میں طلاق کے الفاظ کا مفہوم نہ جاننے والا شخص اور غافل اور ساہی اور غلط الفاظ بولنے والا داخل ہے۔ در مختار میں ہے:

او تلفظ به غير عالم بمعناه او غافلا او ساهيا او بالفاظ مصحفة يقع قضاء بخلاف الهازل و اللاعب فانه يقع قضاء و ديانة لان الشارع جعل هزله به جدا۔ (فتح)

ترجمہ: ''یا آدمی نے طلاق کا تلفظ کیا اس کے معنی کو نہیں جانتا تھا یا غافل تھا یا ساہی اور سہواً تکلم کیا یا متغیر الفاظ کے ساتھ تلفظ کیا، ان صورتوں میں قضاء طلاق واقع ہو جائے گی بخلاف مذاقاً بولنے والے کے، اس کی طلاق قضاء اور دیانۃ دونوں میں واقع ہو جائے گی کیونکہ شارع علیہ السلام نے ہازل کے کلام کو جد اور حق قرار دیا۔''

یہاں علامہ شامی نے بعض تفریعات کا بھی ذکر فرمایا ہے: ''غير عالم بمعناه'' کی مثال یہ ہے کہ بیوی نے اپنے شوہر سے کہا: اس عبارت کی قرأت کرو ''اعتدي انت طالق ثلاثا'' (ترجمہ تو عدت شمار کر تجھے تین طلاقیں ہیں) شوہر نے یہ عبارت پڑھ لی مگر اسے عبارت کے معنی اور مفہوم کا علم نہیں تھا تو اس کی بیوی کو تین طلاقیں قضاء واقع ہو جائیں گی اور اگر شوہر کو اس عبارت کے معنی کا علم تھا کہ ان الفاظ سے طلاق دی جاتی ہے تو قضاء اور دیانۃ دونوں میں طلاق

واقع ہو جائے گی۔ سہو اور غفلت کی توضیح یہ ہے کہ غفلت عدم توجہ کو کہا جاتا ہے کہ کوئی چیز عدم توجہ کی وجہ سے یاد نہ ہو اور سہو کا مفہوم بھی یہی ہے اس کی مثال یہ ہے کہ کسی شخص نے بیوی کی طلاق کو دخول دار کے ساتھ معلق کیا تھا کہ اگر میں فلاں گھر داخل ہوا تو میری بیوی کو طلاق ہو گی پھر بھول گیا یا عدم توجہ سے دار میں داخل ہو گیا تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ اس تفسیر سے سہو اور غفلت کا مفہوم ایک ہی ہے۔ سہو اور نسیان میں بعض علماء نے فرق ذکر کیا۔ سہو یہ ہے کہ بھولی ہوئی چیز یاد کرنے سے یاد ہو جائے اور نسیان یہ ہے کہ یاد کرنے سے یاد نہ آئے دوبارہ یاد کرنا پڑ جائے۔

وہ لوگ جن کی طلاق واقع نہیں ہوتی:

لونڈی کو مولیٰ تفویض کی صورت میں طلاق دے سکتا ہے:

مولی اپنے عبد کی بیوی کو طلاق نہیں دے سکتا کیونکہ سرورِ دو عالم ﷺ نے فرمایا: ''الطلاق لمن اخذ بالساق'' (طلاق وہ دے سکتا ہے جو پنڈلی پکڑتا ہے) چونکہ مولی عبد کی منکوحہ کے ساتھ مباشرت نہیں کر سکتا اس لئے وہ طلاق بھی نہیں دے سکتا۔

اگر مولی چاہتا ہے کہ عبد کی بیوی کو میں طلاق دے سکوں تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ مولی عبد سے کہے ''زوجتها منك على ان امرها بيدى اطلقها لما شئت'' میں نے وہ لونڈی تیری زوجیت میں دے دی اس شرط پر کہ اس کا امر میرے ہاتھ میں ہو گا اس کو میں طلاق دے دوں گا جب چاہوں گا۔ اور عبد کہے مجھے قبول ہے تو نکاح ہو جائے گا اور مولی عبد کی بیوی کو طلاق دے سکے گا۔ یہ تفویض طلاق کا مسئلہ ہے اس تفویض میں ایک باریکی ہے جو ہم اپنی کتاب ''رفیق العروسین'' کے تفویض کے باب میں ذکر کر چکے ہیں۔ یہ کہ انعقاد نکاح کے بعد ہی تفویض معتبر ہوتی ہے یہاں جب عبد نے کہا میں نے قبول کیا تو

اس میں اس بات کا اعادہ ہو گا جس کا ذکر مولی نے کیا تھا۔ لہٰذا تفویض نکاح کے بعد ہوئی اور مولیٰ کو اختیار حاصل ہو گیا۔

جس طرح نکاح میں عورت ابتداء کرے اور کہے: میں نے تجھ سے نکاح کیا اس امر پر کہ میرا امر میرے ہاتھ ہو گا جب چاہوں گی طلاق دے سکوں گی۔ اور شوہر کہے مجھے قبول ہے۔ نکاح ہو جائے گا اور عورت کو طلاق دینے کا اختیار ہو گا کیونکہ تفویض نکاح کے منعقد ہو جانے کے بعد ہے اور اگر شوہر ابتداء کرے، کہے کہ: میں نے آپ کے ساتھ نکاح اس بات پر کیا کہ آپ کا امر آپ کے ہاتھ ہو گا۔ اور بیوی کہے: مجھے قبول ہے۔ تو نکاح منعقد ہو جائے گا اور تفویض قبل از نکاح ہونے کی وجہ سے باطل ہو جائے گی۔ عورت کو طلاق کا اختیار نہیں ہو گا۔ کیونکہ تفویض کے الفاظ کا اعادہ عورت کے جواب میں نہیں ہوتا وہ تو صرف نکاح قبول کر سکتی ہے تفویض شوہر کا حق ہے جب عورت کے قبول کرنے سے پہلے نکاح نہیں ہوا تھا اور تفویض کے الفاظ اس وقت کہے گئے تو وہ باطل ہو گئے اور اگر عورت ابتدا کرے اور شوہر قبول کرے تو شوہر کے جواب میں تفویض کے الفاظ کا اعادہ معتبر ہو گا کیونکہ تفویض شوہر کی جانب سے ہوتی ہے لہٰذا تفویض نکاح کی تکمیل کے بعد ہونے کی وجہ سے صحیح ہو گی۔

ردالمحتار میں ہے:

لان البداءۃ اذا كانت من الزوج كان الطلاق والتفويض قبل النكاح فلا يصح و اما اذا كانت من المرأة يصير التفويض بعد النكاح لان الزوج اذا قال بعد كلام المرأة قبلت و الجواب يتضمن اعادة ما فى السوال صار كانه قال قبلت على انك طالق او على ان يكون الامر بيدك فيصير مفوضا بعد النكاح۔ اھ۔

ترجمہ: ''اس لئے کہ ابتداء جب زوج کی طرف سے ہو تو طلاق اور تفویض نکاح سے پہلے ہو گی پس طلاق اور تفویض صحیح نہیں ہو گی لیکن جب ابتدا عورت کی طرف سے ہو تو تفویض نکاح کے بعد ہو گی کیونکہ جب زوج عورت کی کلام کے بعد ''قبلت'' کہے گا اور جواب سوال میں مذکور امور کے اعادے کو متضمن ہوتا ہے ایسے ہو جائے گا کہ شوہر کہے: میں نے قبول کیا اس شرط پر کہ تجھے طلاق ہو گی یا اس شرط پر تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہو گا تو تفویض نکاح کے بعد ہوئی لہٰذا تفویض صحیح ہوئی۔''

شامی کے الفاظ ''علی انك طالق'' کا تعلق اس صورت کے ساتھ ہے کہ شوہر بیوی سے نکاح کرنے کی شرط پر طلاق دینا چاہتا ہے جس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔

مجنوں کی طلاق کا حکم:

تلویح میں ہے جنوں امور حسنہ اور قبیحہ کے درمیان امتیاز کی قوۃ کے خراب ہو جانے کا نام ہے یا تو قوۃ ممیزہ کا اختلال نقصان خلقی کی وجہ سے ہو گا یا کسی آفۃ اور بیماری کی وجہ سے دماغ اعتدال سے خارج ہو جائے گا یا شیطان کے غلبہ اور فاسدہ خیالات کی تسلیط سے ہو گا کہ کبھی آدمی بلاوجہ خوش ہو جائے گا اور کبھی گھبرا جائے گا لہٰذا مجنوں اس پاگل کو کہا جاتا ہے جس کا عقل زائل ہو، اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ کتاب کے آخر میں مجنوں کی طلاق یا تفریق کے متعلق مستقل ایک باب مذکور ہے، وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

نابالغ بچے کی طلاق کا حکم:

نابالغ بچے کی طلاق واقع نہیں ہوتی اگرچہ مراہق بھی ہو مگر نابالغ لڑکا اگر ذکر بریدہ ہو اور تفریق کر دی جائے یا اس کی بیوی مسلمان ہو جائے اور لڑکا کافر رہے اور اسلام قبول کرنے سے انکار کر دے حالانکہ وہ عاقل ہے تو حکم کی تفریق

سے طلاق واقع ہو جائے گی۔

- امام احمد بن حنبل کے نزدیک نابالغ عاقل ممیز کی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

در مختار میں ہے ”وجوزه الامام الاحمد“ اور امام احمد نے اس کو جائز رکھا۔

معتوہ کی طلاق کا بیان:

معتوہ سے مراد وہ آدمی ہے جس کے عقل میں خلل ہے مگر جنون سے کم ہے۔ ”قلیل الفھم مختلط الکلام فاسد التدبیر“ ہے یعنی سمجھنے میں کمی ہے اس کی کلام نظم کے ساتھ نہیں ہوتی کبھی موقع اور محل کے مطابق ہوتی ہے اور کبھی موقع اور محل کے مطابق نہیں ہوتی اور اس کی سوچ اور فکر فاسد ہے مگر پاگل کی طرح گالی گلوچ اور مار پیٹ نہیں کرتا۔ ایسے آدمی کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

مبرسم کی طلاق کا بیان:

برسام ایک عارضی بیماری ہوتی ہے۔ ہماری زبان میں اسے ”سرسام“ کہتے ہیں۔ سر میں شدید درد کی وجہ سے عقل زائل ہو جاتی ہے ایسی حالت میں دی گئی طلاق واقع نہیں ہوتی کیونکہ یہ جنون کی ایک قسم ہے۔

مغمی علیہ کی طلاق کا بیان:

- مغمی علیہ اور بے ہوش آدمی کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اغماء ایک بیماری ہے دل یا دماغ میں پیدا ہوتی ہے ادراک کنندہ کے حواس اور قوی کو ادراک سے اور محرک قوی کو افعال سے روک دیتی ہے۔ عقل زائل نہیں ہوتا، مغلوب ہو جاتا ہے۔ اگر اغماء میں — عقل زائل ہو جاتا تو اغماء سے انبیاء معصوم ہوتے حالانکہ اغماء حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اور دیگر انبیاء پر طاری ہوتا رہا۔ اغماء نوم سے قوی اور فوق ہوتا ہے اس لئے نیند کے لوازم اغماء کے لوازم ہوتے ہیں مگر نماز کی تمام حالتوں میں اغماء سے آدمی بے وضو ہو جاتا ہے جبکہ نیند سے بعض حالات میں بے وضو نہیں ہوتا اور اغماء نماز میں بناء سے بھی مانع ہوتا ہے مگر حالۃ اضطجاع میں نیند

سے بے وضو ہونے کی صورت میں بنا ہو سکتی ہے۔ جب اغماء نوم سے فوق ہے تو جس طرح حالت نوم میں طلاق واقع نہیں ہوتی اسی طرح حالت اغماء میں دی گئی طلاق بھی واقع نہیں ہوتی۔ (ردالمحتار، ص: ۴/۲۵۴، دارالباز)

فشارِ خون (بلڈ پریشر) کا بیان:

خون کی حرکت تیز ہو جائے یا اعتدال سے کم ہو جائے تو اسے فشارِ خون اور بلڈ پریشر ہائی اور لو کہا جاتا ہے۔ بلڈ پریشر ہائی جب انتہائی زیادہ ہو جائے تو عقل کام کرنا چھوڑ دیتی ہے۔ اغماء کی طرح آدمی کو معلوم نہیں ہوتا کہ میں کیا بول رہا ہوں۔ ایسی حالت میں اگر کسی آدمی نے طلاق دے دی تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔ شوگر کے مریض بھی کبھی بے ہوش ہو جاتے ہیں لہٰذا بے ہوشی کی حالت میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔

اغماء طاری ہونے کی اپنی حکایت:

- ہر سال ۱۵ شعبان المعظم شبِ برأت کے موقع پر جامع مسجد رحمانیہ طارق روڈ میں دس پندرہ ہزار خواتین اور حضرات کا اجتماع ہوتا ہے۔ محفلِ نعت کے بعد تقریباً دو بجے رات آخر میں خطاب اور صلوٰۃ التسبیح کی نماز ادا کی جاتی ہے۔ ۱۹۹۲ء سے میں خطابت کر رہا ہوں اگر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب یا کوئی کراچی سے باہر کا خطیب اور مقرر آدمی نہ ہو تو آخر میں میری تقریر ہوتی ہے چنانچہ جب میں جمعہ کی رات شعبان ۱۴۲۵ھ بمطابق ۲۰۰۴ء میں تقریر کرنے کے لئے کرسی پر بیٹھا۔ خطبہ کے الفاظ ادا کرنے کے بعد میرے عقل نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ تقریر کا مضمون ذہن سے نکل گیا۔ میری حالت یہ تھی کہ میں لوگوں سے پوچھتا تھا: آج کونسی رات ہے؟ پھر خاموش ہو جاتا تھا۔ لوگ کہتے ہیں، آپ وقفہ وقفہ کے بعد کہتے تھے: درود شریف پڑھو مگر مجھے صرف لوگوں کے نعرہائے تکبیر اور رسالت کا ادراک ہوتا تھا اور میری بچیوں اور دیگر خواتین کی چیخنے اور رونے کی

آواز سنائی دیتی تھی، ارد گرد لوگوں کی پہچان بھی باقی تھی مگر باقی کچھ یاد نہ رہا۔ یہ کیفیت تقریباً بیس منٹ تک قائم رہی اور میں کرسی پر موجود رہا مگر افاقہ نہ ہوا۔ آخر مجھے پکڑ کر ڈاکٹر کے پاس لے جایا گیا۔ ڈاکٹر نے چیک کیا تو بلڈ پریشر فوقانی دو سو سے اوپر اور تحتانی ایک سو بیس کے قریب پہنچ چکا تھا۔ الحمد للہ! علاج سے طبیعت بحال ہو گئی۔ معلوم ہوا بلڈ پریشر نہایت ہائی ہونے کی حالت میں ادراک اور علم حاصل کرنے والے قوی اور عقل کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں لہٰذا اگر کوئی شخص ایسی حالت میں بیوی کو طلاق دے دے تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔

مدہوش کی طلاق کا بیان:

مدہوش آدمی کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ حیاء یا خوف میں دہشت سے جس آدمی کا عقل زائل ہو جائے اسے مدہوش کہا جاتا ہے۔ فتاوی خیریہ میں ہے کہ ان سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے قاضی کی عدالت میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں جب کہ وہ غصہ اور غیظ کی وجہ سے مدہوش تھا۔ انہوں نے جواب دیا: دہشت جنون کی ایک قسم ہے لہٰذا طلاق واقع نہیں ہو گی۔

دہشت کے ثبوت کا بیان:

اگر آدمی کا مدہوش ہونا پہلے کئی مرتبہ ہو چکا ہو اور وہ مشہور ہو گیا کہ فلاں آدمی غصہ سے مدہوش ہو جاتا ہے تو اس آدمی کے مدہوش ہونے پر اس آدمی کا قسم کے ساتھ قول معتبر ہو گا، گواہوں کی ضرورت نہیں ہو گی اور اگر مدہوش ہونا اس کی عادت معروفہ نہیں ہے تو دہشت کے ثبوت پر گواہ ہونا ضروری ہیں کیونکہ طلاق دہندہ ہر آدمی کہتا ہے کہ میں طلاق کے وقت مدہوش تھا حالانکہ وہ مدہوش نہیں ہوتا۔

غضبان کی طلاق کا حکم:

غضب اور شدید غصہ کا معیار دہشت تک پہنچ جائے تو غصہ میں دی گئی طلاق

واقع نہیں ہوتی۔ فتاویٰ خیریہ میں دہشت کو جنون کا ایک قسم قرار دیا گیا لہٰذا غصہ جب جنوں کی حد تک پہنچ جائے تو غصہ میں دی گئی طلاق واقع نہیں ہو گی ورنہ عموماً غصہ میں ہی طلاق دی جاتی ہے اور طلاق دہندگان شوہر طلاق کے انجام سے بچنے کے لئے کہتے ہیں کہ سخت غصہ میں طلاق دی گئی لہٰذا وہ غصہ جس میں طلاق واقع نہیں ہوتی، اس کے جاننے کے لئے غصہ کی تعریف اور اقسام کا جاننا ضروری ہے۔

غضب اور غصہ کی توضیح:

• علامہ شامی نے غضبان (غصہ والے) کی طلاق کے سلسلہ میں پہلے ابن القیم الحنبلی کی عبارت نقل فرمائی جس کا خلاصہ یہ ہے غضب اور غصہ کی تین قسمیں ہیں: اول یہ کہ غضبان کو غضب اور غصہ کے مبادی حاصل ہوں اس کے عقل میں کسی قسم کا تغیر نہ آئے جو کچھ اس نے کہا اور اس نے اپنے اقوال سے جس چیز کا ارادہ کیا اس کو جانتا اور سمجھتا ہے۔ واضح ہے اس غصہ میں طلاق واقع ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ دوم یہ کہ غصہ اور غضب اس درجہ کو پہنچ جائے کہ اسے اپنے افعال اور اقوال سے مقصود ارادوں کا علم نہ رہے۔ اس غصہ میں بلاریب طلاق واقع نہیں ہوتی۔ سوم یہ کہ غصہ کا معیار ان دونوں مرتبوں کے مابین ہو کہ وہ مجنوں کی طرح نہ ہو جائے اور نارمل بھی نہ ہو اس میں نظر و فکر کی ضرورت ہے۔ ابن قیم کہتے ہیں ادلہ سے معلوم ہوتا ہے ایسے آدمی کے تصرفات اور اقوال نافذ نہیں ہوں گے یعنی طلاق واقع نہیں ہو گی۔

مگر علامہ شامی فرماتے ہیں: خود ابن قیم کے قول کا ناقل حنبلی عالم الغایۃ کتاب کا مصنف کہتا ہے۔ ایسے غصہ کی حالت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ بخلاف ابن قیم کے یعنی درمیان میں مذکور غصہ کے حامل آدمی کی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں "وھٰذا موافق عندنا لما مر فی المدھوش" یہ ہمارے موافق ہے کیونکہ مدہوش کی بحث میں یہی ذکر کیا گیا ہے۔

الحاصل! علامہ شامی کی تحقیق یہ ہے کہ مدہوش اور غضبان (غصہ والے) جن کی دی گئی طلاق واقع نہیں ہوتی ان میں لازم نہیں کہ دہشت اور غصہ اس مرتبہ کو پہنچے کہ انہیں اقوال اور ارادوں کا علم نہ رہے بلکہ دہشت اور غصہ میں اتنا کافی ہے کہ ان کی کلام ہذیان فحش گوئی اور بلا مقصد کلام صحیح کلام سے زیادہ ہو اور جد ہزل کے ساتھ مختلط ہو یعنی ان کا کلام کسی نظم کے ساتھ نہ ہو اور زیادۃ گفتگو بلا مقصد ہو، یہی سکران کی تعریف میں مفتی بہ قول تھا۔ آپ فرماتے ہیں: ذہاب عقل ضروری نہیں مگر کسی نے ذہاب عقل سے دہشت کی تعریف کی ہے تو وہ اس تعریف کے منافی نہیں کیونکہ جنوں کے کئی فنون اور اقسام ہوتے ہیں۔

علامہ شامی اپنی تائید میں بحر الرائق سے جنون کی تعریف نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے جنوں کی تعریف عقل کے مختل ہونے کے ساتھ کی ہے اور معتوہ اور مبرسم اور مغمی علیہ اور مدہوش کو اسی تعریف میں داخل فرمایا ہے۔

علامہ شامی نے اپنے موقف کو متعدد دلائل سے ثابت کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ طلاق کے عدم وقوع کے لئے مفتی بہ قول پر غصہ اور دہشت میں زوال عقل ضروری نہیں بلکہ اختلالِ عقل ضروری ہے جس کی علامت یہ ہے کہ اس کے کلام میں ہذیان یعنی بلا مقصد کلام صحیح کلام سے زیادہ ہو اور ہزل اور جد کی آمیزش ہو اگر ایسی حالت میں غضبان اور مدہوش طلاق دیں تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔ اگر غصہ اس مرتبہ سے زائد ہو تو بطریق اولیٰ طلاق واقع نہیں ہو گی اور اگر غصہ اس مرتبہ سے کم ہو تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ چنانچہ شامی میں ہے:

فالذی ینبغی التعویل علیه فی المدهوش و نحوه اناطة الحکم بغلبة الخلل فی اقواله و افعاله الخارجة عن عادته و کذا یقال فیمن اختل عقله لکبر او لمرض او لمصیبة فأجاته فما دام فی حال غلبة الخلل فی الاقوال و الافعال لا تعتبر اقواله و ان

كان يعلمها و يريدها لان هذه المعرفة و الارادة غير معتبر لعدم حصولها عن ادراك صحيح كما لا تعتبر من الصبى العاقل۔(۴/۴۵۳، مکتبہ دار الباز)

ترجمہ: ’’پس وہ جس پر اعتماد کیا جانا چاہیئے مدہوش اور مدہوش جیسوں میں حکم کی مدار اقوال اور افعال عادیہ میں خلل کے غلبہ کی حالت پر ہو، اسی طرح کہا جائے گا اس آدمی کے متعلق بھی جس کا عقل مختل ہو جائے۔ بڑھاپے یا مرض یا اچانک مصیبت کے صدمہ کی وجہ سے جب آدمی اپنے اقوال اور افعال میں خلل کے غلبہ کے حال پر ہوگا۔ اس کے اقوال کا اعتبار نہیں ہوگا اگرچہ ان اقوال کو جانتا ہو اور ان کا قصد بھی کیا ہو کیونکہ یہ معرفت اور ارادہ معتبر نہیں ہے اس لئے کہ اس معرفت اور ارادہ کا حصول صحیح ادراک اور سمجھ سے نہیں ہوا۔ جس طرح عاقل نابالغ بچے کی معرفت اور ارادہ کا اعتبار نہیں ہوتا۔

- جب غصہ میں دی گئی طلاق کا حادثہ پیش ہو تو دیکھا جائے کہ اس کا غصہ کس درجے کا تھا؟ اگر اس کی کلام میں ہذیان اور بے مقصد لغو کلام صحیح کلام سے زیادہ ہے اور صحیح اور بامقصد کلام کا بے مقصد کلام کے ساتھ اختلاط ہے اور اسی حالت کے موجود ہوتے وقت اس نے طلاق دی ہے تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اگرچہ وہ طلاق کے الفاظ بیان کر سکتا ہے اور کہتا ہے میں نے ان الفاظ کو ارادہ سے بولا تھا اور اگر غصہ اس مرتبہ سے کم تھا تو طلاق واقع ہو جائے گی۔
- اگر طلاق دہندہ انتہائی غصہ میں طلاق دینے کا دعویٰ کرتا ہے تو غصہ کے ثبوت کے دو طریقے ہیں: اول یہ کہ کم از کم دو گواہ صادق گواہی دیں کہ شوہر نے غصہ میں طلاق دی ہے اور غصہ کے وقت اس کی حالت ہذیان بکنے اور خلط ملط کلام کرنے کی تھی۔ دوم یہ کہ طلاق دہندہ شوہر کا غصہ میں معروف اور مشہور ہو،

لوگ جانتے ہوں کہ جب موصوف کو غصہ آتا ہے اس کی حالت اختلالِ عقل کی ہو جاتی ہے ایسی صورت میں طلاق دہندہ کا حلف اور یمین کے ساتھ قول معتبر ہو گا۔

- عرصہ سے ارادہ تھا کہ سکر اور دہشت اور غصہ کی تعریفیں اور ان حالتوں میں طلاق کے واقع ہونے یا نہ ہونے کی تفصیل لکھوں گا۔ الحمد للہ! ارادہ معرض وجود میں آگیا۔ آج مؤرخہ ۲۰۰۸/۰۸/۰۴ بروز پیر ان کی تفصیل لکھنے سے فارغ ہوا۔ امید ہے علماء استفادہ فرمائیں گے۔

نائم کی طلاق کا حکم:

- نیند کی حالت میں طلاق کے الفاظ بکنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی کیونکہ قوی مدرکہ اور محرکہ خاموش ہوتے ہیں اور ارادہ معدوم ہوتا ہے، اسی وجہ سے نائم کی خبر کو صادق یا کاذب نہیں کہا جاسکتا اور نائم کے کلام کو خبر اور انشاء بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس کلام میں ارادہ نہیں ہوتا۔

نکاح کا فسخ طلاق شمار ہونے یا نہ ہونے کا بیان:

ایلاء میں اور شوہر کے ذکر بریدہ یا نامرد ہونے کی صورت میں فسخ اور تفریق طلاق شمار ہو گی کیونکہ یہ فسخ محض نہیں ہے تفصیل باب المہر اور باب العدت میں دیکھیں۔ اور ان کی عدت میں طلاق واقع ہو سکتی ہے اور لعان میں فرقت طلاق ہوتی ہے مگر لعان کی عدت میں طلاق واقع نہیں ہو سکتی کیونکہ لعان میں حرمت ابدی کی وجہ سے عورت محلِ طلاق نہیں رہتی۔

- اور اگر غیر مسلم زوجین میں سے شوہر مسلمان ہو جائے اور عورت اسلام سے انکار کر دے تو یہاں بھی فرقت فسخ ہو گی اور اس فسخ میں عورت عدت میں محلِ طلاق ہوتی ہے۔ اسی طرح زوجین میں سے (العیاذ باللہ) اگر کوئی مرتد ہو جائے یہ فرقت بھی فسخ ہو گی اور اس کی عدت میں طلاق واقع ہو سکتی ہے۔ فقہاء کرام کا بیان کردہ یہ ضابطہ کہ جو فرقت بھی طلاق شمار ہو گی اس کی عدت

میں طلاق واقع ہو سکتی ہے کلیہ نہیں ہے کیونکہ لعان طلاق ہے مگر اس کی عدت
میں طلاق واقع نہیں ہو سکتی اور یہ ضابطہ بھی کہ جو فرقت فسخ ہو گی اس کی عدت
میں طلاق واقع نہیں ہو گی کلیہ نہیں ہے کیونکہ ''اباءعن الاسلام اور ارتداد
احد الزوجین'' میں فرقت فسخ ہے مگر ان کی عدت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے
اور کافر زوجین میں سے اگر کوئی ایک دارالحرب سے دارالاسلام اسیر ہو کے
آجائے یا زوجین میں سے کوئی ایک مسلمان بن کر دارالحرب سے دار الاسلام
ہجرت کر کے آجائے یا زوجین دار السلام میں داخل ہوں اور انہی میں سے ایک
دار السلام میں مسلمان ہو جائے یا ذمی بن جائے تو ان صورتوں میں نکاح فسخ
ہو جائے گا لیکن ان فسوخ کی عدت میں طلاق واقع نہیں ہو گی۔ اسی طرح اگر
مسلم زوجین میں سے کوئی ایک مرتد ہو کر دارالحرب چلا جائے تو نکاح فسخ
ہو جائے گا اور عورت کی عدت میں طلاق واقع نہیں ہو گی کیونکہ یہ فسوخ محضہ
ہیں ان صورتوں میں فسخِ نکاح گویا نکاح کا نہ ہونا ہے اور طلاق نکاح کی فرع ہے
لہٰذا طلاق واقع نہیں ہو گی۔ اسی طرح خیارِ بلوغ اور خیارِ عتق کی وجہ سے فرقت
کی عدت میں اور حرمتِ مصاہرۃ سے فرقت کی وجہ سے عدت میں طلاق واقع
نہیں ہو گی۔ مثلاً بیوی زوج کے بیٹے کا شہوت کے ساتھ بوسہ لے لے یا زنا کرے
تو حرمت مصاہرہ کی وجہ سے نکاح فسخ ہو جائے گا اسی طرح فرقت بوجہ رضاع اور
فرقت بوجہ عدم کفو اور نقصان مہر میں نکاح فسخ ہو جاتا ہے مگر ان فرقتوں کی
عدت میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔ فرقت بالمصاہرۃ اور فرقت بالرضاع میں تو
حرمت ابدی کی وجہ سے معتدہ محلِ طلاق نہیں رہتی اور خیارِ بلوغ اور خیارِ عتق
اور عدم کفو اور نقصان مہر میں نکاح کے فسخ ہونے کی وجہ سے گویا نکاح تھا ہی
نہیں اس لئے ان کی عدت میں طلاق واقع نہیں ہو گی۔

تنبیہ: بعض فسخ جو طلاق تھے انہیں صاحب بحر کی طرف سے طلاق کی کردہ

تعریف میں داخل ہونا چاہئے تھا مگر لفظ مخصوص کی قید سے یہ فسخ اس تعریف سے خارج ہو رہے تھے لہٰذا ہم نے فسخ کے دونوں اقسام ذکر کردیئے تاکہ قارئین یہ امتیاز کر سکیں کہ کون سے فسخ طلاق ہیں اور کون سے فسخ طلاق نہیں۔ اور انہیں معلوم ہو جائے کہ یہ تعریف خاص طلاق کی ہے طلاق مطلق کی نہیں فسوخ کی۔ مزید تفصیل باب المہر میں ملاحظہ کیجئے۔

- اور طلاق کی تعریف میں مذکور لفظ سے مراد حقیقۃ لفظ ہو جیسے کلام یا حکماً لفظ ہو، جس طرح ایسی کتابت جس کو قرار ہو اور پڑھی جا سکے ایسی کتابت حکما لفظ ہے ایسی کتابت سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اور پانی اور ہوا میں کتابت سے طلاق واقع نہیں ہوتی کیونکہ ایسی کتابت کو پڑھا نہیں جا سکتا لہٰذا یہ کتابت حکماً بھی لفظ نہیں ہے۔ اور اصلی گونگے کا اشارہ بھی حکماً لفظ ہوتا ہے اس کے اشارہ سے طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور انگلیوں اور پتھروں کے ساتھ عدد کی طرف اشارہ بھی حکما لفظ ہوتا ہے عدد کے مطابق طلاق واقع ہو جائے گی لیکن جب انگلیوں اور پتھروں کے ساتھ اشارہ کے لئے مستعمل الفاظ سے اشارہ کیا جائے تو اشارہ حکماً لفظ ہوگا۔ مثلاً شوہر کہے ’’انت طالق ھٰکذا‘‘ اور انگلیوں سے یا پتھروں سے اشارہ کرے تو طلاق عدد کے مطابق واقع ہو جائے گی۔ اور اگر اشارہ کے ساتھ لفظ کا ذکر نہ ہو یعنی ’’ھٰکذا‘‘ کا ذکر نہ ہو تو انگلیوں اور پتھروں کے اشارہ سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔ مثلاً شوہر نے بیوی کے ساتھ تنازع میں بیوی کو تین پتھر دے دیئے اور ان پتھروں سے طلاق کے عدد کی نیت کی اور اشارہ اور طلاق کا لفظ نہ صراحۃً ذکر کیا اور نہ کنایۃً ذکر کیا تو طلاق واقع نہیں ہوگی اسی طرح دیہاتی لوگ جو طلاق کی نیت سے بیوی کو کہتے ہیں ’’سر منڈا لے‘‘ اس لفظ سے طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ یہاں طلاق کی طرف اشارہ کے لئے لفظ کا ذکر نہ صراحۃً ہے نہ کنایۃً۔ یہاں تک طلاق کی تعریف مکمل ہوگئی اب اقسام اور احکام کا ذکر ملاحظہ فرمائیں۔

طلاق کی اقسام

☆ صریح لفظ کی تعریف

☆ کنائی لفظ کی تعریف

☆ طلاق رجعی کے احکام

☆ الطلاق یلزمنی کا حکم

☆ کنایاتِ طلاق کا حکم

احکام کے لحاظ سے طلاق کی اقسام

احکام کے لحاظ سے طلاق کی تین اقسام ہیں:

۱۔ طلاق رجعی

۲۔ طلاق بائن غیر مغلظ

۳۔ طلاق بائن مغلظ

ان تینوں اقسام کی تفصیل سے پہلے طلاق کے لئے استعمال ہونے والے الفاظ کا سمجھنا ضروری ہے کہ طلاق کے لئے استعمال ہونے والے الفاظ دو قسم کے ہوتے ہیں: صریح اور کنائی۔ پھر صریح لفظ سے طلاق کے دو قسم ہو جاتے ہیں: صریح رجعی اور صریح بائن اور کنائی لفظ سے بھی طلاق کے دو قسم ہو جاتے ہیں: کنائی رجعی اور کنائی بائن۔

صریح لفظ کی تعریف:

طلاق میں صریح وہ لفظ ہے جس لفظ کو عرف میں بیوی کی طرف نسبت کر کے استعمال کیا جائے تو اس سے اکثر اطلاقات میں طلاق مراد لی جاتی ہو ایسے صریح الفاظ سے بغیر نیت طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

بیوی کی طرف نسبت کے تین طریقے:

بیوی کی طرف طلاق میں نسبت کرنے کی تین صورتیں ہوتی ہیں:

اول: خطاب کے ساتھ۔ مثلاً شوہر بیوی کو کہے: تجھے طلاق ہے۔

دوم: بیوی کا نام ذکر کیا جائے یا اس کی طرف اشارہ کیا جائے جیسے شوہر کہے۔ اس کو یا زینب کو طلاق اور زینب اس کی بیوی کا نام ہو۔

سوم: اضافت کے ساتھ جیسے شوہر کہے میری بیوی کو طلاق یا فلاں کی بیٹی یا بہن کو طلاق جبکہ فلاں کی بیٹی یا بہن اس کی بیوی ہو۔ اضافت کی مزید مثالیں بھی دی جاسکتی ہیں۔ طلاق کے واقع کرنے کی شرائط میں سے ہے کہ طلاق کی نسبت اور اضافت بیوی کی طرف ہو اگر طلاق کے الفاظ میں نسبت نہ ہو یا نسبت ہو مگر بیوی کی طرف نہ ہو تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔ مثلاً بطور تعداد یا گنتی طلاق طلاق کہا جائے تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔ اسی طرح اگر کہا جائے میں سیاست یا فلاں برائی کو طلاق دیتا ہوں تو طلاق واقع نہیں ہو گی کیونکہ پہلی صورت میں نسبت نہیں ہے اور دوسری صورت میں نسبت ہے مگر سیاست یا برائی کی طرف نسبت ہے۔

نسبت کا نیت میں ہونا ضروری ہے الفاظ میں ضروری نہیں:

توضیح: نسبت کے سلسلے میں یہ جاننا ضروری ہے کہ نسبت کا ذکر ضروری نہیں ہوتا، طلاق کے وقوع کے لئے نسبت کا نیت میں موجود ہونا ضروری ہوتا ہے۔ ذکر اور وجود دو الگ الگ امر ہیں۔ بحر الرائق میں ہے: شوہر نے کہا ''طالق'' یعنی شوہر نے نسبت کا ذکر نہیں کیا تھا مگر بعد میں کسی نے پوچھا: طالق سے تیری نیت کس کے لئے تھی؟ اس نے کہا: اپنی بیوی کے لئے تو طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ نسبت موجود تھی اگرچہ ذکر نہیں کی گئی تھی۔ آج کل شوہر بیوی سے تنازع کے وقت کہہ دیتے ہیں طلاق طلاق مگر پوچھنے پر کہتے ہیں ہماری نیت بیوی کو طلاق دینے کی نہیں تھی اور بعض علماء صراحت کے ساتھ نسبت نہ ہونے کی وجہ سے عدم وقوع طلاق کا فتوی دے دیتے ہیں مگر شوہر جھوٹ بولتے ہیں ان کی نیت میں نسبت ہوتی ہے لہٰذا طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ تنازع وجود نسبت کی دلیل ہے، طالق اور طلاق میں نسبت کا اگرچہ ذکر نہیں ہے مگر نیت میں وجود ہے لہٰذا طلاق واقع ہو جائے گی اور شرط نسبت کا نیت میں ہونا ہے اور وجود ہے، ذکر کرنا شرط نہیں ہے۔ (شامی / فتاوی رضویہ)

صریح لفظ کی مثالیں:

• طلاق میں صریح لفظ کی مثال لفظ طلاق ہے۔ طلاق کا لفظ اکثر بلکہ ہمارے عرف میں ہمیشہ بیوی کی طرف نسبت کے وقت طلاق میں ہی استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح اردو کا لفظ ''چھوڑنا'' اور ہزارہ والوں کی زبان میں ''فارخطی'' بھی صریح ہے کیونکہ ان الفاظ کی جب بیوی کی طرف اضافت ہو تو اکثر استعمالات میں طلاق ہی مراد ہوتی ہے اور یہی صریح کی علامت اور تعریف ہے۔

انگریزی زبان میں ڈیوورس صریح ہے۔ الحاصل ہر زبان میں اکثر بیوی کی طرف نسبت کے وقت طلاق میں استعمال ہونے والا لفظ صریح ہوگا۔ علامہ شامی نے ترکی کی زبان کے لفظ ''سن بوش'' کو صریح لکھا ہے اور جاہلانہ عرف میں طلاق کے لفظ میں تغیرات والے کلمات کا حکم بھی صریح لفظ کا ہے۔ مثلاً طلاغ، تلاغ، طلاک، تلاک، ط ل ق۔ بعض علماء نے تلاق بھی صریح لفظ میں لکھا ہے۔ لہٰذا ان الفاظ سے طلاق رجعی واقع ہوگی اور یہ الفاظ نیت کے محتاج نہیں ہوں گے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے قصداً غلط تلفظ کیا میری نیت طلاق کی نہیں تھی صرف ڈرانا مقصود تھا، اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی البتہ کوئی شخص مذکورہ الفاظ بولنے سے پہلے گواہ بنالے تو اس کی تصدیق کی جائے گی۔ (ردالمحتار)

فارغ کا لفظ کنایات سے ہے:

• بعض دیوبندی علماء اردو زبان کے عرف میں آزاد کے لفظ کو بھی صریح شمار کرتے ہیں جیسا کہ احسن الفتاوی میں مذکور ہے لیکن ہمارے علماء اہل سنت لفظ آزاد کو کنایات سے شمار کرتے ہیں۔ جیسا کہ فتاوی رضویہ میں مذکور ہے اور بعض سنی علماء لفظ فارغ کو صریح طلاق کہتے ہیں حالانکہ لفظ فارغ سے طلاق کا مفہوم قرائن کا محتاج ہوتا ہے۔ صریح وہ لفظ ہوتا ہے جو قرائن کا محتاج نہ ہو۔ ہمارے عرف میں کہا جاتا ہے میری بیوی آج فارغ بیٹھی ہے، کہا جاتا ہے فارغ ہو جا بازار

چلنا ہے۔اسی قسم کے بیسیوں اطلاقات میں فارغ کے لفظ سے طلاق مراد نہیں ہوتی جبکہ انہی جملوں میں لفظ طلاق کا استعمال نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا لفظ فارغ کنایات سے ہے۔(مفتی رفیق حسنی)

اور حرام کا لفظ اگرچہ صریح کی تعریف میں داخل ہے لیکن اپنے مفہوم حرمت کی وجہ سے کنایات میں سے ہے۔ صریح ہونے کی وجہ سے اس میں نیت کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن اس لفظ سے طلاق بائن واقع ہو گی۔

کنائی لفظ کی تعریف:

طلاق میں کنائی وہ لفظ ہے کہ بیوی کی طرف نسبت کے وقت اس لفظ کے استعمال میں متعدد مفہوم محتمل ہوں لیکن ان میں سے ایک مفہوم طلاق بھی ہو۔ جیسے کوئی کہے میری بیوی آزاد ہے یا بیوی مجھ سے بائن ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہاں لفظ آزاد اور بائن کنائی الفاظ ہیں۔ کنائی الفاظ سے طلاق کے وقوع کے لئے طلاق کی نیت یا نیت پر دلیل کا ہونا ضروری ہے۔

- جب طلاق میں صریح اور کنائی الفاظ کی تعریف سمجھ لی گئی اب طلاق رجعی اور بائن مغلظ اور غیر مغلظ کے احکام میں فرق سمجھیں۔

طلاق رجعی کا حکم:

طلاق رجعی کا حکم یہ ہے کہ عدت کے ختم ہونے سے پہلے شوہر کے رجوع کر لینے پر نکاح قائم رہتا ہے اور میاں بیوی کی مصالحت کے لئے جدید نکاح کی ضرورت نہیں ہوتی اور اگر شوہر نے طلاق رجعی کی عدت میں رجوع نہیں کیا تو عدت ختم ہوتے ہی بیوی نکاح سے خارج ہو جاتی ہے اور اس کے بعد بیوی کے ساتھ بغیر نکاح جدید صلح نہیں ہو سکتی۔ عدت کے بعد صرف جدید نکاح سے صلح ہو سکتی ہے اور عدت دو طرح کی ہوتی ہے: دخول اور وطی کی عدت جو کہ حقیقۃ عدت ہوتی ہے۔ دوم صرف خلوت صحیحہ کی عدت جو کہ احتیاطاً عدت ہوتی

ہے۔ مثلاً نکاح کے بعد زوجین خلوت میں رہے لیکن وظیفۂ زوجیت ادا نہیں کیا تھا اور طلاق واقع ہوگئی تو مطلقہ پر عدت لازم ہے مگر طلاق رجعی میں دخول کی عدت میں تو رجوع ہو سکتا ہے لیکن خلوت صحیحہ کی عدت میں رجوع نہیں ہو سکتا کیونکہ خلوت صحیحہ والی عورت کی عدت حقیقت میں عدت نہیں ہوتی جس طرح بغیر خلوت صحیحہ غیر مدخولہ کو طلاق دی جائے تو وہ طلاق بائن ہوتی ہے اور عدت نہیں ہوتی اسی طرح بغیر دخول صرف خلوت صحیحہ والی عورت کو طلاق دی جائے تو بھی رجوع کے حق میں طلاق بائن ہوتی ہے لیکن احتیاطاً عدت واجب ہوتی ہے چونکہ غیر مدخولہ بیوی پر خلوت صحیحہ کی وجہ سے عدت واجب ہوگئی ہے اس لئے طلاق بائن کے باوجود خلوت یافتہ عورت کو عدت میں طلاق دینے سے دوسری طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور اگر تیسری طلاق دے دی تو طلاق مغلظہ واقع ہو جائے گی۔ شامی کے باب الطلاق لغیر المدخولۃ بہا اور باب المہر میں صرف خلوت یافتہ مطلقہ کی دوسری بائن واقع ہو جانے کا ذکر موجود ہے لیکن تیسری کے واقع ہونے کا ذکر موجود نہیں ہے۔ ہم نے دوسری کے وقوع پر تیسری کے وقوع کو قیاس کر کے طلاق مغلظ کا ذکر کیا ہے۔ ظاہر ہے دوسری طلاق واقع ہو سکتی ہے تو تیسری طلاق بھی واقع ہو سکتی ہے اگرچہ غیر مدخولہ مگر خلوت صحیحہ یافتہ کا عدت تک طلاق کا محل ہونے پر دل مطمئن نہیں ہوتا کیونکہ یہ احتیاطی عدت ہے اور احتیاطی عدت میں مزید طلاقوں سے بیوی حرام مغلظ ہو جائے دل نہیں مانتا مگر ہمارے فقہاء نے خلوت کی عدت میں عورت کے محلِ طلاق ہونے کا ذکر فرمایا ہے اس لئے ہم تسلیم کرتے ہیں۔

غیر مدخولہ ایک طلاق سے بائن ہو جاتی ہے:

- یعنی احناف کے نزدیک غیر خلوت یافتہ مطلقہ صریح طلاق سے بائن ہو جاتی ہے اور اس کی عدت نہیں ہے اور رجوع ممکن نہیں ہے اور مزید طلاقوں کا محل

بھی نہیں ہوتی اور مدخولہ مطلقہ کے لئے عدت واجب ہوتی ہے اور مدخولہ عدت کے ایام تک دوسری طلاقوں کا محل رہتی ہے اور اسے دوسری اور تیسری طلاق سے مغلظ طلاق ہوسکتی ہے اور پہلی طلاق کے بعد عدت تک مدخولہ کو طلاق رجعی میں رجوع ہوسکتا ہے اور غیر مدخولہ مگر خلوت یافتہ کے لئے ایک صریح طلاق کے بعد عدت نہیں ہونی چاہئے تھی اور دوسری اور تیسری طلاق واقع نہیں ہونی چاہئے تھی مگر فقہاء نے فرمایا احتیاطاً اس کے لئے عدت ضروری ہے اور غیر مدخولہ غیر خلوت یافتہ کی طرح صرف خلوت یافتہ کی ایک صریح طلاق طلاق بائن ہوگی، عدت میں رجوع نہیں ہوسکے گا مگر مزید طلاقوں کے وقوع کے لئے صرف خلوت یافتہ مدخولہ بیوی کے حکم میں ہوگی اور عدت میں مزید طلاقیں واقع ہوسکتی ہیں۔ گویا صرف خلوت یافتہ رجوع کے سلسلہ میں تو غیر مدخولہ کی طرح ہے اور محلِ طلاق ہونے کے اعتبار سے مدخولہ کی طرح ہے۔ (رفیق حسنی)

مدخولہ بیوی کے لئے دونوں صورتوں میں یعنی شوہر رجوع کرلے یا نہ کرے، طلاق کے اعداد کم ہوجائیں گے آئندہ شوہر باقی رہ جانے والی طلاقوں کا مالک ہوگا۔

رجوع عمل اور قول دونوں کے ساتھ ہوسکتا ہے:

- قولاً اور عملاً دونوں طریقوں سے رجوع ہوسکتا ہے۔ قول کے ساتھ مثلاً شوہر صریح لفظوں میں کہہ دے میں نے طلاق سے رجوع کیا اور عمل کے ساتھ رجوع اس طرح کہ بیوی کے ساتھ ازدواجی عمل کرلے یا شہوت کے ساتھ بوس وکنار کرلے۔ بہتر ہے کہ شوہر قولی رجوع پر گواہ بنالے تاکہ بیوی کے انکار پر گواہ پیش کرسکے یا رجوع کے لئے کنائی لفظ استعمال کرے۔ مثلاً رجوع کی نیت سے بیوی کو کہے: تو اسی طرح میری بیوی ہے جس طرح پہلے تھی۔

رجوع بغیر نیت کے ہوسکتا ہے:

جس طرح طلاق صریح بغیر نیت کے ہر حالت میں واقع ہوجاتی ہے اسی

طرح رجوع بھی قول سے صریح ہو یا کنائی، عمل سے عمداً ہو یا خطاء ہو، جبر واکراہ کے ساتھ ہو یا اختیار کے ساتھ ہو، ہزل کی حالت میں ہو یا سنجیدگی کی حالت میں، عورت چاہے یا نہ چاہے، گواہ ہوں نہ ہوں رجوع واقع ہو جاتا ہے لیکن رجوع کے ثبوت کے لئے گواہوں کا ہونا لازم ہے تاکہ جس وقت بیوی رجوع کے ہو جانے سے انکار کر دے تو گواہوں کی شہادت سے رجوع ثابت کیا جاسکے۔

طلاق صریح کی دو قسمیں ہیں: صریح رجعی اور صریح بائن:

• طلاق صریح کے دو قسم ہیں: صریح رجعی اور صریح بائن۔ پھر بائن کے دو قسم ہیں: مغلظہ اور بائن غیر مغلظ۔ گویا صریح طلاق کے تین قسم ہوئے: صریح رجعی اور صریح بائن غیر مغلظ اور صریح بائن مغلظ۔ صریح رجعی یہ ہے کہ صریح طلاق کے حروف سے صراحت کے ساتھ ایک یا دو طلاقیں دی جائیں۔ اور یہ طلاق دخول حقیقی کے بعد ہو اور طلاق مال کے معاوضہ میں نہ ہو اور طلاق میں تین کے عدد کا نہ صراحۃً ذکر ہو نہ اشارۃً ذکر ہو اور طلاق کی ایسی صفت ذکر نہ کی جائے جو بغیر عطف کے بینونۃ پر دلالت کرے یا بینونۃ کی خبر دے اور طلاق کو عدد کے ساتھ تشبیہ نہ دی گئی ہو اور نہ کوئی ایسی صفت ہو جو عدد پر دلالت کرے۔ طلاق رجعی کی مثال، مثلاً شوہر اپنی مدخولہ بیوی سے صریح لفظ سے ایک مرتبہ کہے: تجھے طلاق ہے یا دو دفعہ کہے: تجھے طلاق ہے۔ یہ طلاق رجعی ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے: ''اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ'' یعنی طلاق دو مرتبہ ہے پھر معروف کے ساتھ روک لینا ہے یعنی رجوع کر لینا ہے یا احسان کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔

معلوم ہوا دو مرتبہ طلاق صریح بھی رجعی ہوتی ہے جس کی عدت میں رجوع ہو سکتا ہے۔ یہ جو مشہور ہے کہ ایک طلاق رجعی اور دو طلاق بائن ہوتی ہیں غلط ہے۔

رجعی طلاق کی قیود کے فوائد:

رجعی طلاق میں پہلی قید یہ تھی کہ طلاق صریح طلاق کے حروف کے ساتھ ہو لہٰذا اگر طلاق ابانۃ کے حروف کے ساتھ ہو تو یہ طلاق بائن ہو گی۔ مثلاً شوہر بیوی سے کہے: تو بائن ہے۔ یہ طلاق بائن ہو گی۔ دوسری قید یہ تھی کہ دخول کے بعد طلاق ہو۔ اگر دخول سے پہلے طلاق ہو مثلاً غیر مدخولہ منکوحہ کو کہا جائے تجھے طلاق ہے۔ تو یہ طلاق بائن ہو گی کیونکہ غیر مدخولہ کی عدت نہیں ہوتی اس لئے طلاق صریح سے غیر مدخولہ بائن ہو جائے گی۔ دخول کے ساتھ حقیقی کی قید مذکور تھی کہ اگر دخول حکمی یعنی خلوت صحیحہ کے بعد شوہر کہتا ہے میں نے جماع نہیں کیا تھا اور طلاق دے دیتا ہے تو صریح طلاق سے خلوت صحیحہ والی غیر مدخولہ بیوی کو بھی طلاق بائن ہو جائے گی ان دونوں صورتوں میں شوہر کو رجوع کا حق نہیں ہوگا مگر خلوت صحیحہ والی عورت پر عدت واجب ہو گی اور انقضاء عدت تک محلِ طلاق رہے گی۔ دوسری اور تیسری متفرق طلاقوں سے بائن مغلظ طلاق واقع ہو سکتی ہے۔ جیسے ہم شامی کے حوالہ سے ذکر کر چکے ہیں۔

- رجعی طلاق میں تیسری قید یہ تھی کہ طلاق مال کے معاوضہ میں نہ ہو اگر طلاق مال کے معاوضہ میں ہو تو طلاق بائن ہو گی۔ مثلاً شوہر مدخولہ بیوی سے کہے: میں نے تجھے ہزار روپے کے معاوضہ میں طلاق دی۔ بیوی کہے: میں نے قبول کیا تو طلاق بائن واقع ہو جائے گی کیونکہ شوہر جب مال کا مالک بن جاتا ہے تو بیوی مال دے کر اپنے نفس کی مالکہ ہو جاتی ہے اور یہ تب ہو سکتا ہے کہ مال کے معاوضہ میں دی گئی طلاق بائن ہو۔

- طلاق رجعی کی تعریف میں ہم نے کہا تھا، طلاق تین کے عدد کے ساتھ مقرون نہ ہو نہ صراحۃً اور نہ اشارۃً لہٰذا اگر تین کے عدد کے ساتھ صراحۃً مقرون ہو، جیسے شوہر کہے: تجھے تین طلاقیں ہیں۔ یا اشارۃً ہو جیسے تین انگلیوں کے اشارہ

کے ساتھ کہا: تجھے اتنی طلاقیں تو مدخولہ اور غیر مدخولہ دونوں کو ان الفاظ کے ساتھ طلاق بائن مغلظ واقع ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر طلاق کے لفظ کا مدخولہ بیوی کے لئے تین مرتبہ تکرار کرے تو بھی طلاق بائن مغلظ واقع ہو گی۔ مثلاً شوہر کہے: تجھے طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے: ''فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ'' (البقرۃ: ۳۲) ترجمہ: ''اگر شوہر نے بیوی کو تیسری طلاق دے دی پس وہ شوہر کے لئے حلال نہیں رہتی اس کے بعد حتی کہ دوسرے آدمی کے ساتھ نکاح کرے۔'' اور غیر مدخولہ تکرار کی صورت میں پہلی صریح طلاق سے بائن ہو جائے گی اور دوسری اور تیسری صریح اور کنائی طلاق واقع نہیں ہو گی کیونکہ غیر مدخولہ کی عدت نہیں ہوتی اور اگر مدخولہ بیوی کی طلاق دو کے عدد کے ساتھ مقرون ہو تو دو واقع ہوں گی اور یہ مدخولہ کے حق میں طلاق رجعی ہو گی اور غیر مدخولہ کے حق میں بائن غیر مغلظ ہو گی۔

- اگر طلاق کے ساتھ ایسی صفت کا ذکر ہو جو بینونۃ پر دلالت کرتی ہو یا بینونۃ کی خبر دیتی ہو تو طلاق بائن ہو گی۔ جیسے ''انت طالق بائن'' یا ''انت طالق حرام'' یا ''انت طالق شدیدۃ'' یا ''طویلۃ'' میں طلاق بائن ہو گی اور اگر ان الفاظ سے طلاق دہندہ تین طلاقوں کی نیت کرے گا تو تین واقع ہو جائیں گی مگر ان الفاظ میں دو کی نیت آزاد بیوی کے حق میں معتبر نہیں ہو گی۔ اور اگر لفظ طلاق کی صفت میں دوسرا لفظ طلاق کے کنایات سے ہے اور طلاق دہندہ دوسرے لفظ سے دوسری طلاق کی نیت کرتا ہے تو دو بائن طلاقیں واقع ہو جائیں گی رجعی کے بعد بائن واقع ہونے سے رجعی بھی بائن کے حکم میں ہو جاتی ہے کیونکہ رجوع نہیں ہو سکتا۔ مثلاً شوہر کہے: ''انت طالق بائن'' اور ہماری زبان میں شوہر نے بیوی سے کہا ''تجھے طلاق بائن ہے'' اس صورت میں ایک بائن واقع ہو گی اور اگر تین کی نیت ہو تو تین واقع ہوں گی اور بائن کے لفظ سے دوسری طلاق کی

نیت ہو تو دوسری بائن واقع ہو جائے گی اور ''انت طالق شدیدۃ'' یا ''طویلۃ'' میں ایک بائن واقع ہو گی۔ اگر تین کی نیت ہو تو تین واقع ہوں گی اور طویلۃ یاشدیدۃ سے دوسری طلاق کی نیت ہو تو دوسری واقع نہیں ہو گی کیونکہ شدیدۃ یاطویلۃ کنایات طلاق سے نہیں ہے۔

مذکورہ تفصیل اس وقت ہے جب طلاق کی صفت بغیر عطف کے ہو، پہلی مثال ''انت طالق بائن'' یا ''حرام'' اس صفت کی ہے جو بینونۃ پر دلالت کرتی یہ اور دوسری مثال ''طویلۃ'' یا ''شدیدۃ'' بینونۃ سے خبر دینے والی صفت کی ہے۔

اور اگر طلاق کی مذکورہ صفات حرف عطف کے ساتھ مذکور ہوں جیسے تجھے طلاق ہے اور بائن ہے۔ یا تجھے طلاق ہے اور طویلۃ ہے۔ تو ان صورتوں میں دوسرا لفظ اگر کنایاتِ طلاق سے نہیں ہے تو طلاق رجعی ہو گی جیسے شدیدۃ اور طویلۃ میں ہے اور اگر دوسرا لفظ کنایاتِ طلاق سے ہے جیسے بائن تو اگر اس لفظ سے طلاق کی نیت کی گئی ہے تو دو طلاق بائن ہوں گی اور اگر طلاق کی نیت نہیں کی گئی تو مختار مذہب پر دوسرے لفظ سے بغیر نیت بھی طلاق بائن واقع ہو گی کیونکہ ''انت طالق'' میں مذاکرہ طلاق ہے اور مذاکرہ طلاق کے وقت نیت کا اعتبار نہیں ہوتا۔

طلاق رجعی کے لیے عدد کے ساتھ تشبیہ نہ ہو:

- طلاق رجعی کی تعریف میں مذکور تھا کہ طلاق کو عدد کے ساتھ تشبیہ نہ دی گئی ہو۔ اگر عدد کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہو۔ مثلاً شوہر بیوی سے کہے ''انت طالق کعدد الالف'' یایوں کہے: ''انت طالق کعدد الثلاث'' یعنی عدد کا لفظ مذکور ہو ان دونوں صورتوں میں بغیر نیت کے تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر شوہر یوں کہے: ''انت طالق کالف'' یا ''مثل الف'' یا ''مثل ثلاث'' یعنی عدد کے لفظ کا ذکر نہ ہو مگر عدد کے ساتھ تشبیہ کا ذکر ہو، اس میں متکلم کی

نیت کا اعتبار ہو گا۔ اگر عدد میں تشبیہ مقصود ہے تو تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر قوۃ میں تشبیہ کی نیت کی گئی ہے تو ایک بائن ہو گی اور اگر کہے: ''انت طالق واحد کالف'' تو ایک بائن واقع ہو گی۔

- طلاق رجعی کی تعریف میں مذکور تھا کہ طلاق کے ساتھ ایسی صفت نہ ہو جو عدد پر دلالت کرے۔ اگر ایسی صفت ہو جو عدد پر دلالت کرے، جیسے ''انت طالق کعدد الرمل'' یا ''کعدد شعر الرأس'' یعنی تجھے ریت یا سر کے بالوں کے عدد کے مثل طلاق ہے تو تین طلاقیں واقع ہوں گی اور اگر عدد میں ایسی چیز سے تشبیہ دی گئی ہو جس کا عدد نہیں ہوتا جیسے: ''انت طالق کعدد التراب'' یا ''کعدد القمر'' تو ایک طلاق بائن ہو گی۔ اور اگر تشبیہ ایسی چیز میں ہو جس کا عدد مجہول ہو یا معلوم الانتفاء ہو اور اس کا علم نہ ہو سکے یا علم ہو سکے لیکن معلوم نہ ہو۔ جیسے ''انت طالق کعدد شعر ابلیس'' اور ''انت طالق کعدد شعر بطن کفی'' اور ''انت طالق کعدد السمك فی الحوض'' ان صورتوں میں ایک طلاق بائن واقع ہو گی۔ (شامی)

لیکن امام ابو یوسف کے نزدیک ان صورتوں میں طلاق رجعی ہو گی اور اگر تشبیہ ایسی چیز کے عدد میں ہو کہ وہ چیز موجود ہو سکتی ہے لیکن کبھی موجود ہوتی ہے اور کبھی موجود نہیں ہوتی، جیسے ''انت طالق کعدد شعر ظہر کفی'' یا ساقی یا ''فرجك'' ترجمہ: ''تجھے میری ہتھیلی کی پیٹھ پر بالوں کے عدد کی مثل طلاق ہے یا میری پنڈلی یا تیری شرمگاہ پر بالوں کے عدد کی مثل طلاق ہے۔'' تو ان صورتوں میں اگر بال موجود ہیں تو تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر بال صاف ہیں تو کوئی طلاق واقع نہیں ہو گی کیونکہ طلاق بالوں کے وجود کے ساتھ مشروط تھی اور وہ نہیں ہیں۔ (ردالمحتار، باب الطلاق)

- یہاں تک طلاق صریح رجعی کی تعریف مکمل ہو گئی ہے اور طلاق صریح

جن صورتوں میں بائن ہوتی ہے ان کا ذکر بھی اجمالاً ہو گیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ طلاق صریح رجعی جس کے بعد عدت میں رجوع ہو سکتا ہے اور طلاق کی نیت ہو یا نہ ہو، واقع ہو جاتی ہے، وہ یہ ہے کہ ایسے لفظ سے طلاق دی جائے جو طلاق میں صریح ہو۔ جیسے عربی اور اردو اور اکثر زبانوں میں ''طلاق'' کا لفظ ہے یا اردو میں ''چھوڑنے'' کا لفظ ہے اور ترکی میں ''سن بوش'' کا لفظ ہے اور انگریزی میں ''ڈیوورس'' کا لفظ ہے۔ اگر ایسے لفظ سے ایک دفعہ یا دو دفعہ طلاق دی جائے اور مطلقہ مدخولہ ہو اور طلاق دینے میں مال معاوضہ نہ ہو اور تین مرتبہ یا تین طلاق نہ ہوں اور نہ تین کے عدد کے ساتھ تشبیہ ہو اور نہ ایسی صفت مذکور ہو جس سے بائن ہونا مفہوم ہوتا ہو یا تین کا عدد مفہوم ہوتا ہو۔ ان تمام قیود کے وجود کے وقت طلاق رجعی ہو گی اور ان قیود میں سے کسی ایک کی نفی سے طلاق رجعی نہیں ہو گی بلکہ بائن خفیف ہو گی جس کے بعد صرف جدید نکاح سے زوجین دوبارہ زندگی کا سفر جاری رکھ سکتے ہیں یا بائن مغلظ ہو گی جس کے بعد بغیر حلالہ شرعیہ نکاح جدید بھی نہیں ہو سکتا۔

طلاق رجعی اور بائن کی بعض جزئیات کا ذکر:

- طلاق صریح رجعی اور بائن کی بعض جزئیات جن کا عام لوگ استعمال کرتے ہیں، ان میں سے ''لست لك بزوج'' یعنی میں تیرا شوہر نہیں۔ یا ''لست لی بامرأة'' یعنی تو میری عورت نہیں۔ یا بیوی کہے: ''لست لی بزوج'' یعنی تو میرا شوہر نہیں۔ شوہر نے کہا: تو سچ کہتی ہے۔

یہ تینوں صورتیں قسم اور سوال کے الفاظ سے خالی ہیں، اس لئے ان صورتوں میں طلاق کی نیت کے وقت ایک طلاق رجعی واقع ہو گی حالانکہ یہ جملے کنایات میں سے ہیں۔ ان صورتوں میں انشاء اور اخبار دونوں کا احتمال ہے اس لئے اگر ان لفظوں میں انشاء طلاق کی نیت ہو یا انشاء کا عُرف ہو تو طلاق واقع ہو گی اور

اگر طلاق کی نیت نہ ہو اور مطلقاً نکاح کی نفی کی خبر دینا مقصود ہو تو طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ اس وقت جھوٹی خبر ہوگی اور جھوٹی خبر سے طلاق واقع نہیں ہوتی اور ان صورتوں میں مذاکرۃ طلاق یا غصہ نیت کے قائم مقام نہیں ہوگا۔ کیونکہ بظاہر یہ جملے خبر بنتے ہیں لہٰذا صرف مذاکرۃ طلاق یا غصہ ہونے سے ان صورتوں میں طلاق واقع نہیں ہوگی بلکہ نیت کا ہونا ضروری ہے۔ مذاکرۃ طلاق یا غصہ نیت کے قائم مقام وہاں ہوتا ہے جہاں طلاق کے الفاظ میں طلاق کی طلب کا جواب بننے کی صلاحیت ہو اور ان صورتوں میں یہ صلاحیت نہیں ہے نیز ان صورتوں میں نیت کے وقت طلاق کا واقع ہونا بھی امام اعظم کا مذہب ہے۔ صاحبین ان لفظوں کو خبر بناتے ہیں لہٰذا ان کے نزدیک نیت کے باوجود طلاق واقع نہیں ہوگی مگر فتویٰ امام صاحب کے قول پر ہے۔

"تو میری بیوی نہیں"، "میں نے نکاح نہیں کیا" وغیرہ کا حکم:

اگر انہی الفاظ میں قسم کے ساتھ تاکید کا ذکر ہو۔ مثلاً "واللہ لست لك بزوج" یا "واللہ لست لی بامرأۃ" وغیرہ یا سوال کیا گیا کہ کیا یہ تیری بیوی ہے؟ شوہر نے کہا: نہیں۔ تو اس وقت طلاق کی نیت ہو یا نہ ہو بالاتفاق طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر شوہر بیوی کو کہتا ہے: "لم اتزوجك" یعنی میں نے تجھ سے نکاح نہیں کیا تھا۔ یا کہتا ہے کہ ہمارے درمیان نکاح نہیں تھا یعنی "لم یکن بیننا نکاح" یا "لا حاجۃ لی فیك" کہتا ہے یعنی مجھے تیری حاجت نہیں ہے۔ ان سب صورتوں میں نکاح کی ماضی اور حال میں مطلقاً نفی مقصود ہے اور قسم اور سوال اس پر قرینہ ہیں کیونکہ قسم جملہ خبریہ کی تاکید کے لئے ہوتی ہے۔ لہٰذا جواب قسم خبر ہی ہوگا۔ اسی طرح سوال کا جواب خبر ہی ہوتا ہے اور طلاق جملہ خبریہ سے واقع نہیں ہوتی بلکہ انشاء سے واقع ہوتی ہے۔ ان جملوں میں انشاء اور اخبار کا احتمال نہیں بلکہ صرف اخبار ہی اخبار ہے۔

• مگر محیط میں مذکور ہے، اگر سوال کے جواب میں ''لا نکاح بیننا'' کہا گیا یعنی ہمارے درمیان نکاح نہیں ہے، کے جملے سے طلاق کی نیت کے وقت طلاق واقع ہو جائے گی۔ ضابطہ یہ ہے کہ اگر کسی جملہ میں نکاح کی بالکل نفی کی گئی ہے طلاق نہیں ہو گی اور اگر حال میں نکاح ہونے کی نفی ہے تو طلاق کی نیت کے وقت طلاق واقع ہو جائے گی اور ''لا نکاح بیننا'' میں حال کی نفی ہے اس لئے طلاق واقع ہو جائے گی۔ اس تحقیق سے معلوم ہوا ''میں تیرا شوہر نہیں'' اور ''اللہ کی قسم میں تیرا شوہر نہیں'' کے جملوں میں فرق ہے۔ قسم سے خالی صورت میں انشاء کا احتمال ہے اس لئے طلاق کی نیت کے وقت طلاقِ رجعی واقع ہو گی اور قسم والی صورت میں نیت کے باوجود طلاق واقع نہیں ہو گی کیونکہ اس میں انشاء کا احتمال نہیں اور یہی فرق سوال اور عدم سوال والی صورتوں کا ہو گا۔

(شامی، باب الطلاق)

فتاوی رضویہ کے فتاوی میں تصحیح کی تجویز:

فتاوی رضویہ جلد بارہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے ص: ۵۷۶ پر مسئلہ ۲۸۲ اور ص: ۶۰۳ پر مسئلہ ۲۹۶ اور ص: ۶۱۶ پر مسئلہ ۳۰۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ ''تو میری بیوی نہیں'' یا ''وہ تیری بیوی نہیں'' کے الفاظ سے بالاتفاق ائمہ ثلثہ طلاق واقع نہیں ہوتی اگرچہ شوہر طلاق کی نیت سے کہے حالانکہ کتبِ فقہ میں اس طرح مذکور نہیں ہے بلکہ تفصیل مذکور ہے کہ اگر ان الفاظ سے طلاق کی نیت ہو تو امام اعظم کے نزدیک طلاق صریح واقع ہو جاتی ہے اور طلاق کی نیت نہ ہو تو بالاتفاق طلاق واقع نہیں ہوتی اور اگر انہی الفاظ کو قسم کے ساتھ موکد کر لیا جائے یا ''الکِ امرأۃ'' کے جواب میں ''لا'' کہہ دیا جائے، طلاق کی نیت کے باوجود بالاتفاق طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ان میں فرق کی وجہ وہی ہے جس کا ہم نے ذکر کر دیا ہے۔

بعض جملے جن کے ساتھ قسم مذکور ہو تو خبر ہونے میں طلاق واقع نہیں ہوتی:

درمختار کی عبارت ملاحظہ ہو:

لست لك بزوج او لست لی بامرأة او قالت له لست لی بزوج فقال صدقت طلاق ان نواه خلافا لهما و لو آکد بالقسم او سئل "الك امرأة" فقال "لا" لا تطلق و ان نوی لان الیمین و السوال قرینتا ارادة النفی فیهما۔(۵۰۷،۵۰۸)

ترجمہ: "میں تیرا شوہر نہیں ہوں یا تو میری عورت نہیں ہے یا بیوی نے شوہر کو کہا: تو میرے لئے شوہر نہیں ہے؟ شوہر نے کہا: تو سچ کہتی ہے۔ ان صورتوں میں اگر شوہر نے طلاق کی نیت کی ہے تو طلاق واقع ہو گی مگر صاحبین اس کے خلاف ہیں اور اگر انہی جملوں کو شوہر نے قسم کے ساتھ مؤکد ذکر کیا یا اس سے پوچھا گیا: کیا تیری بیوی ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ تو طلاق نہیں ہو گی اگرچہ نیت بھی کرے کیونکہ یمین اور سوال نفی کی خبر دینے کے لئے قرینہ اور دلیل ہیں۔"

علامہ شامی فرماتے ہیں:

(قوله ان نواه) لان الجملة تصلح لانشاء الطلاق کما تصلح لانکاره و قید بالنیة لانه لا یقع بدونها اتفاقا لکونه من الکنایات و اشار الی انه لا یقوم مقامها دلالة الحال لان ذالك فیما یصلح جوابا فقط و هو الفاظ لیس هذا منه و اشار بقوله طلاق الی ان الواقع بهذه الکنایة رجعی کذا فی البحر من باب الکنایات۔

ترجمہ: "(مصنف کا قول "ان نواہ") اس لئے کہ یہ جملہ انشاء طلاق

کی صلاحیت رکھتا ہے جیسا کہ اخبار اور انکار طلاق کی صلاحیت رکھتا ہے (لہٰذا نیت کے ساتھ پہلا (انشاء ہونا) متعین ہو جائے گا) اور مصنف نے نیت کے ساتھ مقید کیا کیونکہ بغیر نیت کے بالاتفاق طلاق واقع نہیں ہوتی کیونکہ یہ جملے کنایات سے ہیں اور مصنف نے اشارہ کیا نیت کے قائم مقام دلالۃ حالی اور مذاکرۃ طلاق نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ ان الفاظ میں ہوتا ہے جو فقط جواب ہونے کی صلاحیت رکھیں اور یہ ان سے نہیں ہے اور مصنف نے اشارہ کیا اپنے قول طلاق کے ساتھ کہ اس کنایہ کے ساتھ طلاق رجعی واقع ہو گی، اسی طرح بحر الرائق میں باب کنایات میں ہے۔''

علامہ شامی نے فرمایا:

(قوله قرينتا ارادة النفي فيهما) و ذالك ان اليمين لتا كيد مضمون الجملة الخبرية فلا يكون جوابه الا خبراً و كذا جواب السوال و الطلاق لا يكون الا انشآءً فوجب صرفه الى الاخبار عن نفي النكاح كاذبا۔ (ص:۵۰۸، شامی)

ترجمہ: ''(مصنف کا قول ''قرينتا ارادة النفي فيهما'') اور یہ اس لئے کہ یمین جملہ خبریہ کے مضمون کی تاکید کے لئے ہوتی ہے لہٰذا اس کا جواب نہیں ہو گا مگر خبر اور اسی طرح سوال کا جواب اور طلاق نہیں ہوتی مگر انشاء۔ پس اس کو نکاح کی نفی کی جھوٹی خبر کی طرف پھیرنا واجب ہے۔''

یعنی نفی نکاح کی جھوٹی خبر سے قضاء بھی طلاق واقع نہیں ہوتی بخلاف ایقاع طلاق کی جھوٹی خبر کہ اس میں سے قضاء طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ نکاح کی نفی کی جھوٹی خبر اور ایقاع طلاق کی جھوٹی خبر میں فرق ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں مؤکد بالقسم اور غیر مؤکد بالقسم کا حکم ایک ذکر کرنا صحیح نہیں:

فتاویٰ رضویہ میں ''موکد بالقسم'' اور ''غیر موکد بالقسم'' الفاظ کا ایک ہی حکم ذکر کیا گیا ہے کہ دونوں صورتوں میں نیت کے باوجود طلاق واقع نہیں ہوتی اور حوالہ عالمگیری کا دیا گیا ہے حالانکہ عالمگیری میں اس طرح مذکور ہے:

و لو قال لامرأته لست لی بامرأة او قال لها ما انا بزوجك او سئل فقيل له هل لك امرأة؟ فقال: لا۔ فان قال اردت به الكذب يصدق فی الرضاءو الغضب جميعا و لا يقع الطلاق و ان قال نويت الطلاق يقع الطلاق فی قول ابی حنيفة۔

(ص: ۳۷۵، مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

ترجمہ: ''اگر شوہر نے اپنی بیوی کے لئے کہا: تو میرے لئے بیوی نہیں ہے۔ یا شوہر نے کہا: میں تیرا شوہر نہیں ہوں۔ یا شوہر سے سوال کیا گیا پس اسے کہا گیا: کیا تیری بیوی ہے؟ شوہر نے کہا: نہیں۔ پس اگر اس نے کہا میں نے جھوٹ کا ارادہ کیا تھا اس کی رضا اور غضب دونوں میں تصدیق کی جائے گی اور طلاق واقع نہیں ہو گی۔ اگر اس نے کہا: میں نے طلاق کی نیت کی تھی تو امام ابی حنیفہ کے قول پر طلاق واقع ہو جائے گی۔''

- مجھے تعجب ہے کہ فتاوی رضویہ کے تصحیح کنندگان نے الٹا قوسین میں لکھ دیا انشاء کی صورت میں بھی طلاق نہیں ہو گی۔ امید ہے فتاوی شائع کرنے والے احباب اس کی توضیح دوسرے ایڈیشن میں فرمادیں گے۔

''الطلاق یلزمنی'' اور ''علیّ الطلاق'' کا حکم:

- آجکل ہمارے عرف میں حلف اور تعلیق میں درج ذیل الفاظ کثرت سے

مستعمل ہوتے ہیں: ''الطلاق یلزمنی'' اور ''علیّ الاطلاق'' اور بعض لوگ ''الحرام یلزمنی'' اور ''علی الحرام'' بھی استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص کہتاہے: اگر میں نے یہ کام کیا تو مجھ پر طلاق یا مجھے طلاق لازم ہے۔ ان دونوں صورتوں میں طلاق رجعی بغیر نیت کے بھی واقع ہو جائے گی کیونکہ صریح طلاق میں نیت کی ضرورت نہیں ہوتی اور اگر شوہر نے کہا: میں نے یہ کام کیا تو حرام مجھے لازم ہے۔ یا میرے اوپر حرام ہے۔ ان دونوں صورتوں میں بغیر نیت کے بھی طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔ کیونکہ حرام کا لفظ طلاق میں صریح ہے لہٰذا بغیر نیت کے طلاق واقع ہو جائے گی اور حرام ہونے کا مقتضیٰ یہ ہے کہ طلاق بائن واقع ہو اس لئے یہ صریح بائن طلاق ہو گی۔ اگر کوئی شخص مذکورہ صورتوں میں تین طلاقوں کی نیت کرلے تو تین واقع ہو جائیں گی کیونکہ حرۃ کے حق میں تین فردِ حکمی ہے اس کی نیت مصادر میں جائز ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مذکورہ صورتوں میں بیوی کی طرف طلاق کی اضافت نہیں ہے لہٰذا طلاق واقع نہیں ہو گی تو ہم کہیں گے یہاں اضافت مذکور نہیں ہے لیکن نیت میں موجود ہے کیونکہ جب متکلم طلاق کے الفاظ سے بیوی کی طلاق کا ارادہ کرتا ہے تو اسی ارادہ سے اضافت کا وجود متحقق ہو جاتا ہے اور وقوع طلاق کے لئے نیت میں اضافت اور نسبت کا ہونا ضروری ہوتا ہے اور اضافت کی ذکر میں صراحت ضروری نہیں ہوتی جیسا کہ اس کا ذکر گزر چکا ہے لہٰذا ان صورتوں میں نسبت اور اضافت موجود ہے اور طلاق واقع ہو جائے گی۔ اسی طرح ''طلاق علیّ لازم'' کے جملہ میں مختار یہ ہے کہ طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ اس قسم کی صورتوں میں عرف کا اعتبار ہوتا ہے اور عرف میں طلاق سے بیوی کی طلاق مراد ہوتی ہے۔ (شامی باب الطلاق)

کنایات طلاق کے احکام:

جیسا کہ گزر چکا ہے الفاظ کے لحاظ سے طلاق کے دو قسم ہیں ایک صریح دوم

کنائی پھر صریح دو قسم ہے: صریح رجعی اور صریح بائن اور کنائی بھی دو قسم ہے: کنائی رجعی اور کنائی بائن۔ کل چار قسم ہیں پھر بائن صریح الفاظ کی وجہ سے ہو یا کنایات کی وجہ سے دو قسم ہے: بائن خفیف اور بائن غلیظ۔ ہر ایک کی توضیح گزر چکی ہے۔

کنایات طلاق وہ الفاظ ہوتے ہیں جن کی وضع صرف طلاق کے لئے نہیں ہوتی بلکہ طلاق اور غیر طلاق دونوں کا احتمال رکھتے ہیں اور کنایات کے ساتھ طلاق رجعی واقع ہو یا بائن بغیر نیت کے یا بغیر دلیل اور قرینہ کے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ طلاق کی دلیل اور قرینہ غصہ اور مذاکرۃ طلاق ہے۔ غصہ تو واضح ہے۔ مذاکرۃ طلاق سے مراد یہ ہے کہ بیوی یا اجنبی یا بیوی کا ولی شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے یا الفاظ کے سیاق وسباق سے کنایات میں طلاق کا مراد ہونا سمجھا جا رہا ہو۔ اگر غصہ یا مذاکرۃ طلاق کے باوجود کنایات کے لفظوں میں طلاق دہندہ کہتا ہے میں نے طلاق کی نیت نہیں کی تھی تو اس کی بات کا اعتبار نہیں ہو گا کیونکہ دلیل ظاہر ہے اور نیت باطن ہے اور ظاہر باطن سے یعنی دلیل نیت سے اقوی ہے لہٰذا اقوی کا اعتبار ہو گا۔

کنایات کے ساتھ طلاق دیتے وقت تین حالتیں ہوسکتی ہیں:

- کنایات کے ساتھ طلاق دیتے وقت آدمی کی تین حالتوں میں سے ایک حالت ہوسکتی ہے: رضا اور نارمل حالت جو عام حالات میں ہوتی ہے۔ یا غصہ کی حالت یا مذاکرۃ طلاق اور کنایات بھی تین قسم کے ہوتے ہیں کہ طلاق واقع کرنے اور طلاق کے مطالبہ کو رد کرنے دونوں کا احتمال رکھتے ہوں گے یا طلاق اور بیوی کو گالی دینے کا احتمال رکھتے ہوں گے یا طلاق اور دیگر معانی کا احتمال رکھیں گے یعنی ان کنایات میں طلاق کی نفی اور رد کرنے یا گالی دینے کا احتمال نہیں ہو گا مگر دوسرے معانی کا احتمال ہو گا۔

اول: مثلاً شوہر بیوی سے کہتا ہے: ’’نکل جا‘‘ یا ’’چلی جا‘‘ ’’کھڑی ہو جا‘‘ ان الفاظ میں اور اس قسم کے دوسرے کنایات میں طلاق کا احتمال بھی ہوتا ہے یعنی تو چلی جا کیونکہ تجھے طلاق ہے۔ یہ سوال کا جواب ہے اور اس کا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ: میں طلاق نہیں دیتا لہٰذا چلی جا، نکل جا، کھڑی ہو جا وغیرہ۔ ان الفاظ میں جواب اور رد دونوں کا احتمال ہے۔

دوم: خلیۃ یا بریۃ یا حرام ان کنایات اور ان جیسے کنایات میں طلاق اور سب اور گالی دونوں کا احتمال ہے۔ کیونکہ خلیۃ اور بریۃ کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے تو نکاح سے خالی اور بری ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے تو خیر اور اچھائی سے خالی ہے۔ اب یہ گالی ہو جائے گی۔ اسی طرح حرام کے بھی دو معنی ہو سکتے ہیں کہ تو طلاق کی وجہ سے مجھ پر حرام ہے یا تو غلط اور خبث والی اور نجس ہے۔ دوسری صورت میں گالی ہے لیکن ہمارے عرف میں حرام ان کنایات میں سے ہے جو صریح کے حکم میں ہیں اور ان میں نیت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ علامہ شامی کی تحقیق یہ ہے کہ حرمت کا مقتضی ہے کہ اس سے صریح طلاق بائن واقع ہو۔ جیسے پہلے ہم لکھ چکے ہیں لہٰذا لفظ حرام سے بغیر نیت بھی طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔

سوم: وہ کنایات جن میں طلاق دینے یا دیگر معانی کی صلاحیت ہوتی ہے۔ طلاق رد کرنے یا گالی دینے کا احتمال نہیں ہوتا جیسے ’’اعتدی‘‘ عدت شمار کر۔ ’’استبرئی رحمك‘‘ اپنا رحم خالی ہونا طلب کر۔ ’’انت واحدۃ‘‘ تو اکیلی ہے۔ ’’انت حرۃ‘‘ تو آزاد ہے۔ ’’اختیاری‘‘ تجھے اختیار ہے۔ ’’امرك بیدك‘‘ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے۔ ’’سرحتك‘‘ میں نے تجھے چھوڑ دیا۔ ’’فارقتك‘‘ تجھے میں نے فراق دیا۔ ’’انت مطَلقَة‘‘ (بغیر تشدید کے) تو رہائی والی ہے۔ اور ’’انت ط ل ق‘‘ اور ’’الطلاق علیك‘‘ تیرے اوپر طلاق ہے۔ ’’وھبت طلاقك‘‘ تجھے میں نے طلاق تحفہ دی۔ ’’خذی طلاقك‘‘

اپنی طلاق پکڑ لے۔ ''اقرضت طلاقك'' تجھے طلاق قرضے میں دیتا ہوں۔ ''قد شاءالله طلاقك'' اللہ نے تیری طلاق کا ارادہ کیا ہے۔ اور ''الطلاق لك'' اور ''عليك'' طلاق تیرے لئے یا تیرے اوپر ہے۔اور ''انت طال'' تو طال ہے۔ ''لست لی بامرأة'' تو میری عورت نہیں۔ ''و ما انا لك بزوج'' میں تیرے لئے زوج نہیں۔اور ''اعرتك طلاقك'' تجھے میں نے طلاق عاریۃ دی۔اور ''انت بثلاث'' تجھے تین ہیں۔وغیرہ۔

یہ ایسے کنایات ہیں جن میں رد اور گالی کا احتمال نہیں ہے بلکہ طلاق کا احتمال ہے یا دیگر معانی کا احتمال ہے۔

- اول قسم کے وہ کنایات جو طلاق واقع کرنے اور طلاق کے رد کرنے کا احتمال رکھتے ہیں۔ ان میں طلاق کے ایقاع کے لئے نیت کا ہونا ضروری ہے۔ چاہے حالت رضا ہو یا غصہ کی حالت ہو یا مذاکرۃ طلاق ہو۔ مثلاً شوہر نے غصہ میں یا طلاق طلب کرنے پر بیوی سے کہا: ''نکل جا'' شوہر سے پوچھا جائے گا اگر اس نے حلف کے ساتھ کہہ دیا کہ میری نیت طلاق دینا نہیں تھا بلکہ طلاق کو رد کرنا تھا تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔

اور کنایات کی دوسری قسم جن میں طلاق اور گالی کا احتمال ہوتا ہے ان میں غصہ اور رضا کی حالت میں تو طلاق کا وقوع نیت پر موقوف ہو گا لیکن مذاکرۃ طلاق کے وقت نیت کا اعتبار نہیں ہو گا۔ مثلاً شوہر نے بیوی سے کہا: ''تو خالی ہے'' اگر حالتِ رضا یا غصہ میں کہا اور کہتا ہے میری نیت میں خیر یا حسن خلق سے خالی ہونا تھا، میں نے طلاق کی نیت نہیں کی تھی اور یہ بات حلف اٹھا کر کہتا ہے تو طلاق واقع نہیں ہو گی اور مذاکرۃ طلاق کے بعد کہنے پر وہ حلفیہ کہتا ہے: میری نیت طلاق دینے کی نہیں تھی تو اس کی نیت کا اعتبار نہیں ہو گا اور طلاق واقع ہو جائے گی۔

اور کنایات کی تیسری قسم جن میں صرف طلاق یا دوسرے احتمالات تو ہوتے ہیں لیکن طلاق کے رد کرنے یا گالی دینے کا احتمال نہیں ہوتا ان میں حالت رضا میں تو نیت کا اعتبار ہوگا لیکن غصہ اور مذاکرۃ طلاق کی صورت میں نیت کا اعتبار نہیں ہوگا۔ مثلاً ''اعتدی'' یا ''استبرئی رحمك'' یعنی تو اپنی عدت شمار کر یا تو اپنی بچہ دانی کا خالی ہونا طلب کر۔ یہ الفاظ عربوں کے عرف میں استعمال ہوتے ہیں لہٰذا غصہ یا مذاکرۃ طلاق کے بعد کہے جائیں تو ان سے طلاق مراد ہوگی اور رضا کی حالت میں نیت کا اعتبار ہوگا۔ ہمارے عرف میں ان کنایات کی مثال ''انت حرۃ'' ہے یعنی تو آزاد ہے۔ اگر مذاکرۃ طلاق اور غصہ میں شوہر بیوی کو کہے تو طلاق مراد ہوگی اگر شوہر کہتا ہے میری نیت کام سے آزاد کرنے کی تھی تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور اگر رضا کی حالت میں کہتا ہے تو اس کی نیت کا اعتبار ہوگا۔

کنایات کی تیسری قسم ''سرحتك'' وغیرہا:

کنایات کی تیسری قسم کی مثالوں میں ''انت حرۃ'' اور ''سرحتك'' اور ''فارقتك'' کے الفاظ سے طلاق بائن واقع ہوگی اور ''امرك بیدك'' یا ''اختیاری'' میں تفویض طلاق کی وجہ سے مجلس میں بیوی کو اپنے آپ کو طلاق بائن دینے اور اختیار حاصل کرنے کا حق ہوگا لیکن طلاق اس وقت واقع ہوگی جب بیوی اپنے نفس کو طلاق دے گی۔ اور ''انت بثلاث'' میں تین طلاقیں ہوں گی۔ اور باقی مثالوں میں ایک طلاق رجعی واقع ہوگی کیونکہ ان میں طلاق کے صریح لفظوں کا ذکر ہے۔ اور اگر کنایات میں کنائی طلاق کے لفظوں کا تکرار نہ ہو اور تین کا عدد نہ صراحۃ مذکور ہو نہ اشارۃ بلکہ ایک مرتبہ بولے جائیں تو بائن طلاق ہوگی اور اگر کنائی الفاظ سے تین طلاقوں کی نیت کرلی گئی ہو تو تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی اور طلاق کے کنائی الفاظ میں آزاد بیوی کو دو طلاق کی

نیت سے طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ دو عدد ہے اور عدد کی نیت کا اعتبار نہیں ہوتا اور تین کی نیت اس لئے معتبر ہوتی ہے کہ وہ حکماً ایک فرد ہوتا ہے اس فرق کی مزید تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

- مذکورہ تفصیل اور کنایات کے الفاظ عربی لغت اور عرف کے مطابق لکھے گئے ہیں لہٰذا مفتی اور قاضی پر لازم ہے کہ عربوں کے عرف کی روشنی میں اپنے عرف میں مستعمل الفاظ کا حکم ذکر کرے۔ (رفیق حسنی)

مطلقہ اختتام عدت تک طلاق کا محل رہتی ہے:

یہ تو واضح ہے کہ طلاق کے بعد عدت شروع ہو جاتی ہے مگر درج ذیل مذکور عدتوں میں دوسری اور تیسری طلاق واقع ہو سکتی ہے: طلاق رجعی کی عدت ہو یا طلاق بائن غیر مغلظ یا نکاح کے اس فسخ کی عدت ہو جو فسخ طلاق کے حکم ہے، منکوحہ مدخولہ کی عدت ہو یا منکوحہ غیر مدخولہ جس کے ساتھ خلوت صحیحہ ہو چکی ہو۔ ان سب عدتوں میں مطلقہ طلاق کا اس وقت تک محل رہتی ہے جب تک عدت ختم نہیں ہو جاتی لہٰذا اگر عدت میں دوسری یا تیسری طلاق دی جائے گی تو طلاق واقع ہو جائے گی اور عدت میں تین طلاق مکمل ہو جانے پر مطلقہ طلاق مغلظ کے ساتھ بائن ہو جائے گی اس سلسلہ میں ہمارا مفصل مقالہ ہماری کتاب ''رفیق الفقہاء'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

طلٰقات کے لحوق کے احکامات:

عدت میں طلاق کے وقوع کے سلسلہ میں فقہائے کرام نے چار جملے ذکر فرمائے ہیں:

۱۔ صریح طلاق صریح کو لاحق ہوتی ہے۔

۲۔ صریح طلاق بائن کو بھی لاحق ہوتی ہے۔

۳۔ بائن صریح طلاق کو لاحق ہوتی ہے۔

۴۔ بائن بائن کو لاحق نہیں ہوتی۔

مگر جب بائن لاحق کا بائن سابق کے لئے خبر ہونا ممکن نہ ہو اس وقت بائن بھی بائن کو لاحق ہوگی۔ ان جملوں کی تفصیل جاننے کے لئے آپ کو طلاق کے جملہ اقسام کو یاد رکھنا لازم ہے۔

۱۔ صریح طلاق صریح کو لاحق ہوتی ہے:

پہلا جملہ کہ ''صریح صریح کو لاحق ہوتی ہے'' کی تفصیل یہ ہے کہ طلاق ثانی جو صریح ہے اور نیت کی محتاج نہیں اس سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہو یا بائن پہلے واقع ہونے والی صریح طلاق کے بعد تکرار سے دوسری شمار کی جائے گی اور اگر تیسری مرتبہ صریح طلاق کا تکرار ہوا تو تیسری شمار کی جائے گی اور عورت طلاق مغلظ سے ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی اس کی چار صورتیں ہیں:

پہلی صورت یہ کہ پہلی صریح رجعی ہو اور دوسری بھی رجعی جیسے مدخولہ سے کہا جائے: تجھے طلاق ہے تجھے طلاق ہے۔

۲۔ صریح طلاق بائن کو بھی لاحق ہوتی ہے:

دوسری صورت پہلی صریح بائن ہو اور دوسری صریح بھی بائن ہو جیسے کہا جائے تجھے ہزار روپے کے معاوضے میں طلاق ہے اور عورت قبول کرلے۔ یہ طلاق مال کے معاوضہ کی وجہ سے بائن صریح ہے پھر کہے تجھے شدید طلاق ہے یہ بھی صریح بائن ہے۔

۳۔ بائن صریح طلاق کو لاحق ہوتی ہے:

تیسری صورت کہ پہلے صریح رجعی اور اور دوسری صریح بائن ہو۔ جیسے کہا جائے تجھے طلاق ہے اور پھر مال کے معاوضہ میں طلاق دی جائے۔ پہلی رجعی اور دوسری بائن۔

۴۔ بائن بائن کو لاحق نہیں ہوتی:

چوتھی صورت پہلی صریح بائن اور دوسری صریح رجعی ہو۔ اس کی مثال متصور نہیں ہوسکتی کیونکہ صریح بائن کے بعد والی صریح بھی بائن بن جاتی ہے۔ دوسری کے بعد رجوع نہیں ہوسکتا۔ جیسے کہا جائے: تجھے پہاڑ کے برابر طلاق ہے۔ یہ صریح بائن ہے اور پھر کہا جائے: تجھے طلاق ہے۔ یہ صریح بظاہر رجعی ہے لیکن حقیقت میں بائن ہے۔ ان چار صورتوں میں دو طلاق شمار ہوں گی۔ سابق اور لاحق الگ الگ طلاق متصور ہوگی یہی حال تیسری مرتبہ تکرار کا ہوگا۔ اگر تیسری مرتبہ طلاق کے لفظ کا تکرار ہو تو تیسری واقع ہو جائے گی۔

تنبیہ: وہ کنایات جن سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے وہ طلاق صریح رجعی کے حکم میں ہیں لہٰذا صریح طلاق کو کنایات رجعیہ بھی لاحق ہوں گے اور بالعکس بھی۔ مثلاً بیوی کو شوہر کہے: تجھے طلاق ہے۔ پھر کہے: ''اعتدی'' یعنی عدت شمار کر۔ یا پہلے کہے ''عدت شمار کر'' اور پھر کہے ''تجھے طلاق ہے'' تو دو طلاق شمار ہوں گی۔

صریح بائن کو لاحق ہوتی ہے:

• دوسرا جملہ صریح بائن کو لاحق ہوتی ہے یعنی پہلی طلاق بائن ہو اور دوسری صریح ہو تو دو طلاق شمار ہوں گی۔ اس جملہ میں صریح سے مراد صریح کے دونوں قسم ہیں: صریح رجعی اور صریح بائن۔ اور بائن سے مراد بائن کنائی ہے کیونکہ بائن صریح کا حکم پہلی صورت میں موجود ہے لہٰذا اس جملہ کا مفہوم یہ ہوگا کہ پہلی طلاق بائن کنائی ہو اور دوسری صریح رجعی ہو یا بائن ہو اور بائن خفیف یا غلیظ ہو۔ ایسی صورت میں دوسری پہلی کو لاحق ہوگی۔ اس کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں:

پہلی صورت یہ کہ پہلی طلاق کنائی اور دوسری صریح رجعی لیکن یہ صورت

واقعی اور عملی نہیں ہوسکتی صرف عقلی احتمال ہے کیونکہ پہلی کنائی بائن سے طلاق بائن واقع ہوگی اور پھر صریح طلاق سے بھی بائن واقع ہوگی۔ اس کی مثال جیسے شوہر بیوی سے کہے "تجھے آزاد کرتا ہوں" یہ کنائی بائن ہے پھر کہتا ہے "تجھے طلاق ہے" تو یہ دو طلاق شمار ہوں گی۔

دوسری صورت کہ پہلی کنائی بائن ہو اور دوسری صریح بائن ہو۔ جیسے شوہر بیوی سے کہے "تو آزاد ہے" پھر کہے "تجھے طویل طلاق ہے" پہلی کنائی بائن اور دوسری صریح بائن ہے۔ دو طلاقیں شمار ہوں گی۔

تیسری صورت یہ کہ پہلی کنائی بائن ہو اور دوسری صریح بائن مغلظ ہو۔ جیسے بیوی سے شوہر کہے "تو بائن ہے" اور پھر عدت میں کہے "تجھے تین طلاقیں ہیں" پہلی اور دوسری صورت میں دو طلاقیں واقع ہوں گی اور تیسری صورت میں بیوی کو تین کے ساتھ طلاق مغلظ اور ایک زائد اور لغو ہوگی۔

- ہم نے دوسرے جملہ میں بائن سے مراد بائن کنائی لی ہے اس لئے کہ بائن صریح یہ کہ پہلی طلاق بھی بائن صریح ہو اس میں پہلا جملہ مشتمل ہے اور اس کا حکم معلوم ہو چکا ہے۔
- تیسرا جملہ کہ بائن صریح کو لاحق ہوتی ہے۔ اس جملہ میں بائن سے مراد بائن کنائی ہے کیونکہ بائن صریح کا حکم گزر چکا ہے اور صریح سے مراد صریح کی ایک قسم صریح رجعی ہے کیونکہ بائن کنائی صریح رجعی کو تو لاحق ہوتی ہے لیکن صریح بائن کو لاحق نہیں ہوتی۔ اس لئے اس جملہ کا مفہوم یہ ہوگا کہ پہلی طلاق صریح رجعی ہو اور دوسری طلاق بائن کنائی ہو تو ان کو دو طلاق تصور کیا جائے گا اور اگر پہلی طلاق صریح بائن اور دوسری طلاق بائن کنائی ہو تو دوسری لاحق نہیں ہوگی ایک طلاق شمار ہوگی۔ پہلی مثال جیسے شوہر بیوی سے کہے "تجھے طلاق ہے" اور پھر کہے "تو آزاد ہے" تو دو طلاقیں ہوں گی۔

دوسری مثال جیسے شوہر بیوی سے کہے ''تجھے مال پر طلاق ہے'' اور وہ قبول کرلے تو یہ طلاق بائن صریح ہے اور پھر کہے ''تو آزاد ہے'' تو یہ طلاق بائن کنائی ہے۔ دوسری طلاق طلاق شمار نہیں ہوگی بلکہ دونوں ایک بائن شمار ہوگی کیونکہ بائن کنائی بائن صریح کی خبر ہونے کے امکان کی وجہ سے دوسری طلاق شمار نہیں کی جاتی جس طرح چوتھے جملہ کی وضاحت میں ذکر ہوگا۔

- چوتھا جملہ کہ ''بائن طلاق بائن کو لاحق نہیں ہوتی مگر جب دوسری طلاق کا پہلی طلاق کے لئے خبر ہونا ممکن نہ ہو تو بائن طلاق بائن کو لاحق ہوتی ہے'' اس جملہ میں بائن لاحق سے مراد بائن کنائی ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

المراد بائن الذی لا یلحق ھو ما کان بلفظ الکنایۃ لانہ ھو الذی لیس ظاھرا فی انشاء الطلاق کذا فی الفتح۔

یعنی: ''وہ بائن جو پہلی بائن کو لاحق نہیں ہوتی سے مراد وہ بائن ہے جو لفظ کنایہ کے ساتھ ہو اور پہلی بائن سے مراد عام بائن ہے صریح ہو یا بائن کنائی۔''

علامہ شامی فرماتے ہیں:

و قید بقولہ الذی لا یلحق اشارۃ الی ان البائن الموقع اوّلاً اعم من کونہ بلفظ الکنایۃ او بلفظ الصریح المفید للبینونۃ کالطلاق علی مال۔

ترجمہ: ''صاحب فتح نے ''الذی لا یلحق'' کی قید اس لئے ذکر فرمائی تاکہ یہ اشارہ ہو کہ پہلی طلاق سے مراد عام ہے کہ لفظ کنایۃ کے ساتھ ہو یا صریح بائن کے ساتھ ہو جیسے مال پر طلاق دینا۔''

لفظ "آزاد" کنایات سے ہے:

واضح ہوا مذکورہ جملہ میں لاحق اور ثانی طلاق سے مراد کنائی ہے اور پہلی بائن سے مراد عام ہے، کنائی بائن ہو یا صریح بائن، دونوں صورتوں میں بائن بائن کو لاحق نہیں ہو گی۔ مثلاً شوہر نے بیوی کو مال پر طلاق دی اور دوسری طلاق کے وقت کہا "تو آزاد ہے" پہلی صریح بائن ہے اور دوسری کنائی بائن ہے لہٰذا پہلی کو دوسری لاحق نہیں ہو گی اور یہ ایک بائن شمار کی جائے گی کیونکہ دوسری بائن کنائی کا پہلی کے لئے خبر ہونا ممکن ہے۔ دوسری مثال جیسے بیوی سے کہا "تو آزاد ہے تو آزاد ہے" یا مختلف الفاظ سے طلاق بائن دی کہ تو بائن ہے پھر کہا "تو آزاد ہے" ان صورتوں میں صرف ایک طلاق واقع ہو گی اور اگر دوسری طلاق صریح بائن ہو مغلظ ہو یا مخفف ہو پہلی بائن صریح ہو یا کنائی تو دوسری صریح پہلی کو لاحق ہو جائے گی۔ جس طرح مذکور ہو چکا ہے۔ لہٰذا "انت بائن بائن بائن" میں ایک طلاق بائن واقع ہو گی تین مرتبہ بائن کے تکرار سے طلاق مغلظ واقع نہیں ہو گی۔ یہی بقیہ بائن کنائی طلاقوں کا حکم ہے۔

- اگر دوسری بائن کنائی کا پہلی بائن صریح یا کنائی کے لئے خبر ہو سکنا ممکن نہ ہو تو دوسری بائن کنائی کو علیحدہ شمار کیا جائے گا۔ مثلاً شوہر نے بائن کنائی کو کسی شرط کے ساتھ معلق کیا پھر بغیر تعلیق کنائی لفظ سے طلاق دے دی۔ مثلاً پہلے کہا "اگر تو فلاں گھر داخل ہوئی تو بائن ہو گی" پھر بغیر تعلیق اچانک اسے طلاق کی نیت سے کہا "تو بائن ہے" پھر عدت کے اختتام سے پہلے عورت مذکورہ گھر داخل ہو گئی تو دوسری طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ معلق بائن کا منجز سے پہلے ذکر کیا گیا تھا لہٰذا وہ منجز بائن کی خبر بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی کیونکہ خبر مقدم نہیں ہوتی۔
- اور بائن کنائی مضاف کا حکم بھی یہی ہو گا۔ مثلاً شوہر نے بیوی سے کہا "تو کل

بائن ہو گی'' پھر کل آنے سے پہلے کہا'' بائن ہے'' جب کل ہو گی تو دوسری طلاق واقع ہو جائے گی۔ تعلیق اور اضافت کی صورت میں پہلی بائن کنائی اور دوسری بائن کنائی دونوں کا اعتبار ہو گا۔ کیونکہ دوسری کا پہلی کے لئے خبر بننا ممکن نہیں ہوتا۔

- اگر بیوی سے کہا'' انت بائن'' یعنی تجھے طلاق بائن ہے۔ پھر کہا'' میں تجھے دوسری بائن کے ساتھ بائن کرتا ہوں'' دوسری پہلی کی خبر نہیں بن سکتی لٰہذا یہ دو شمار ہوں گی۔ اسی طرح اگر بیوی سے کہا'' تو بائن ہے'' پھر عدت میں کہا '' تجھے طلاق بائن ہے'' تو دو طلاقیں شمار ہوں گی کیونکہ طلاق کے ساتھ بائن کا لفظ لغو ہے کیونکہ بائن کے بعد طلاق کے لفظ سے بھی طلاق بائن مراد ہوتی ہے اور یہ طلاق صریح بائن ہے پہلی کی خبر نہیں ہو سکتی۔ لٰہذا دو طلاقیں واقع ہوں گی۔ اسی طرح اگر بیوی سے کہا'' انت بائن بائن'' اور کہتا ہے دوسرے لفظ بائن سے میری نیت میں بینونۃ مغلظہ ہے تو دوسرے لفظ کو پہلے لفظ کی خبر بنانا ممکن نہیں کیونکہ پہلے بائن سے بینونۃ خفیفۃ مراد ہے لٰہذا غلیظہ پر دال لفظ خفیہ پر دال کی خبر نہیں بن سکتا۔

دو ضروری مسائل کی وضاحت:

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ '' انت بائن بائن'' میں ایک طلاق بائن ہونے کی وجہ فقہاء کرام کا اجماع ہے کیونکہ فقہاء کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ بائن کنائی بائن کو لاحق نہیں ہوتی اگرچہ دوسرے لفظ سے دوسری طلاق واقع کرنے کی نیت بھی کرلی جائے مگر دوسری بائن سے اگر بینونۃ غلیظۃ (تین طلاقوں) کی نیت ہو تو اس نیت کا اعتبار ہو گا چونکہ اس وقت دوسرے لفظ کا پہلے لفظ کی خبر بننا ممکن نہیں اس لئے طلاقِ مغلظ واقع ہو جائے گی۔ معلوم ہوا جب ثانی بائن کنائی کے لفظ سے صرف نیت سے تین طلاق واقع ہو جاتی ہیں اور یہی مفتی بہ اور معتمد قول

ہے تو اگر بائن طلاق کی عدت میں صریح تین طلاقیں دے دی جائیں تو بطریق اولیٰ واقع ہو جائیں گی۔

اسی مقام پر شامی میں ہے:

قال فی الدرر اقول و هذا یدل قطعا علیٰ انه اذا بانها ثم قال فی العدة انت طالق ثلاثا یقع الثلاث لان الحرمة الغلیظة اذا ثبت بمجرد النیة بلا ذکر الثلاث لعدم ثبوتها (وجودها) فی المحل فلان تثبت اذا صرح بالثلاث اولیٰ و تمامه فیه و نحوه فی الیعقوبیة۔ (باب الکنایات، ص: ۵۴۶، مکتبہ دار الباز، مکہ مکرمہ)

ترجمہ: ''درر میں ہے، میں کہتا ہوں اور یہ قطعی طور پر دلالۃ کرتا ہے کہ جب شوہر بیوی کو طلاق بائن دے پھر عدت میں کہے تجھے تین طلاق ہیں تو تین واقع ہو جائیں گی کیونکہ حرمت غلیظہ جب تین طلاقوں کے عدد کے ذکر کے بغیر فقط لفظ (بائن ثانی) میں نیت کر لینے سے ثابت ہو جاتی ہے کیونکہ پہلے سے تین طلاق اور حرمت غلیظہ محل یعنی (زوجہ) میں ثابت اور موجود نہیں ہے تاکہ دوسرے لفظ کو حرمتِ غلیظۃ پر دال لفظ کی خبر بنایا جائے (یعنی حرمت غلیظہ پر دال لفظ بائن ثانی کا حرمت خفیفہ پر دال لفظ بائن اول کے لئے جب خبر بننا ممکن نہیں تو دوسرے لفظ سے انشاء طلاق کی نیت معتبر ہو گی اگرچہ بینونۃ غلیظہ کا صراحت کے ساتھ ذکر نہیں) تو پھر جب تین طلاق کا صراحت کے ساتھ ذکر ہو تو بطریق اولیٰ طلاق مغلظ ثابت اور واقع ہو جائے گی۔ جیسے ''انت بائن'' کے بعد عدت میں ''انت طالق بثلاث'' کہا جائے۔ پوری بحث درر میں ہے اور اسی طرح یعقوبیہ میں ہے۔''

بھکر میں طلاقِ معلق کا واقعہ اور تنازعہ:

- ہمارے ضلع بھکر میں اسی قسم کا ایک واقعہ پیش آیا۔ وہاں کے ایک شیخ الحدیث صاحب زید مجدہ اور ان کے رفقاء علماء نے فتویٰ دیا کہ طلاق بائن کی عدت میں صریح معلق تین طلاقیں واقع نہیں ہوتیں۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) آج تک مطلقہ بغیر تحلیل شرعی کے شوہر کے استعمال میں ہے اور شوہر کی حرام کاری میں موصوف اور دیگر شرکاء کا برابر کا حصہ ہے اور تازندگی انہیں حصہ ملتا رہے گا۔ ہماری کتاب ''رفیق الفقہاء'' میں اس مسئلہ پر کہ طلاق بائن کی عدت میں مطلقہ محل طلاق ہوتی ہے، ہمارا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ''انت بائن بائن'' میں سے دوسرے بائن سے اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ میں نے دوسری طلاق کی نیت کی تھی، اس کی نیت کا اعتبار نہیں ہوگا اس پر فقہاء کا اجماع ہے کیونکہ دوسرے لفظ بائن کا پہلے لفظ کے لئے خبر ہونا ممکن ہے۔ لہٰذا اجماع کی وجہ سے صرف ایک طلاق بائن واقع ہونے کا حکم کرنا لازم ہے۔

اسی مقام پر بحر الرائق میں بطور بحث ذکر کیا گیا ہے کہ اگر دوسرے لفظ سے دوسری طلاق کی نیت کی گئی ہو تو دوسری طلاق واقع ہونی چاہئے۔

''انت بائن بائن'' میں دوسری طلاق کی نیت معتبر نہیں:

اس بحث کا امام شامی نے جواب دیا۔ فرماتے ہیں:

اقول و یدفع البحث من اصله تعبیرهم بالامکان و بانه لا حاجة الی جعله انشاء متی امکن جعله خبرا عن الاول لانه صادق بقوله انت بائن علی ان البائن لا یقع الا بالنیة فقولهم البائن لا یلحق البائن لا شك ان المراد به البائن المنوی و غیر المنوی لا یقع به شیء اصلا و لم یشترطوا ان

ینوی به الطلاق الاول فعلم ان قولھم اذا امکن احتراز عما اذالم یمکن جعله خبرا کما فی ابنتك باخری لا عما اذا نوی به طلاقا آخر فتدبر۔ (باب الکنایات)

یعنی: ''بحر الرائق کی مذکورہ بحث کو فقہاء کرام کا دوسرے لفظ کی خبر بننے کو امکان سے تعبیر کرنا رد کرتا ہے اور جب دوسرے لفظ کو پہلے لفظ کی خبر بنانا ممکن ہے تو اس دوسرے لفظ کے انشاء بنانے کی حاجت نہیں ہے کیونکہ وہ شخص انت بائن کی خبر میں صادق ہے۔ پہلے بائن کر چکا ہے علاوہ ازیں بائن کے لفظ سے طلاق طلاق ہی کی نیت سے واقع ہوتی ہے اس لئے فقہاء کا یہ قول کہ بائن بائن کو لاحق نہیں ہوتی میں دوسری بائن سے مراد وہ بائن ہے جس میں طلاق کی نیت ہوتی ہے کیونکہ غیر منوی سے تو طلاق ہی واقع نہیں ہوتی اور فقہاء نے اس جملہ میں عدم وقوع ثانی کے لئے یہ شرط نہیں کی کہ دوسرے لفظ سے پہلی طلاق کی نیت ہو تو واقع نہیں ہوگی۔ پس معلوم ہوا فقہاء کے قول ''اذا امکن'' سے ان صورتوں سے احتراز مقصود ہے جن کا خبر بنانا ممکن نہیں۔ جیسے ''ابنتك باخری'' میں ہے اور اس صورت میں احتراز مقصود نہیں جس میں دوسرے لفظ سے دوسری طلاق کی نیت ہو۔ اسی مقام پر منحۃ الخالق میں علامہ شامی بحر الرائق کی بحث کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

و لیس المراد ان ینوی الطلاق الاول بخصوصه والا کان علیھم ان یقولوا اذا نوی به الاول فعدولھم عن التعبیر بھذا الی التعبیر بالامکان المذکور دلیل واضح علی انه متی امکن جعل الثانی خبرا لا یقع و ان نوی به طلقة اخری۔

(۳۰۸،۲۷۰، بحر الرائق، ایچ ایم سعید کمپنی)

ترجمہ: ''اور یہ مراد نہیں کہ بائن کنائی کے دوسرے لفظ سے پہلی طلاق کی نیت کرے خصوصی طور پر (تب ایک ہوگی) اگر یہ ضروری ہوتا تو فقہاء پر واجب تھا وہ کہتے ثانی پہلی کو تب لاحق نہیں ہوتی جب ثانی سے بھی پہلی طلاق کی نیت ہو۔ پس فقہاء کرام کا اس تعبیر سے امکان مذکور کی طرف عدول واضح دلیل ہے کہ جب ثانی کا اول کے لئے خبر بننا ممکن ہو، ثانی واقع نہیں ہوگی اگرچہ وہ دوسری طلاق کی نیت سے کہے۔''

ہم نے علامہ شامی کی عبارت اس لئے نقل کی کہ دار العلوم امجدیہ کے ایک مفتی صاحب کو بحر الرائق کی مذکورہ عبارت سے غلط فہمی ہوئی، انہوں نے مذکورہ صورت (کہ ثانی سے دوسری طلاق کی نیت ہو) میں دوسری طلاق کے واقع ہونے کا فتویٰ دے دیا تھا۔ جس کا علامہ شامی کی مذکورہ تحقیق سے ہم نے رد ذکر کر دیا ہے۔ مفتی منیب الرحمٰن صاحب نے بھی اپنی کتاب ''تفہیم المسائل'' میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔

حاصل کلام:

طلاق کے تین اقسام ہیں: رجعی اور بائن خفیف اور بائن مغلظ۔ طلاق رجعی میں چار احکام ثابت ہوتے ہیں: اول یہ کہ عدت میں رجوع کر لینے سے نکاح سابق باقی رہتا ہے، تجدید نکاح کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اگر طلاق ایک مرتبہ ہے تو آئندہ شوہر دو طلاقوں کا مالک ہوگا اور اگر رجعی دو طلاقوں کی وجہ سے ہے تو آئندہ صرف ایک طلاق سے بیوی کو طلاق مغلظ ہو جائے گی اور اگر عدت میں رجوع نہیں ہو سکا اور شوہر بیوی کو رکھنا چاہتا ہے تو اس کے لئے عدت کے بعد بیوی سے دوبارہ نکاح کرنا ضروری ہے۔ پہلا نکاح ختم ہو گیا۔ اگر دوبارہ نکاح کر لیا تو آئندہ باقی ماندہ طلاقوں کا مالک ہوگا۔ مطلقہ کے نکاح جدید سے پہلی دی گئی

طلاقیں گنتی میں ساقط نہیں ہوں گی۔ پہلے شوہر کے ساتھ دوبارہ نکاح جدید سابق طلاقوں کو ساقط نہیں کرتا ہاں! زوج ثانی کے ساتھ نکاح پہلے شوہر کی طلاقوں کو ساقط کرتا ہے اس لئے اگر بیوی نے طلاق رجعی کی عدت کے بعد دوسری جگہ نکاح کر لیا اور دخول بھی ہو گیا پھر دوسرے شوہر نے طلاق دے دی اب اگر پہلا شوہر دوسرے شوہر کی طلاق کی عدت کے بعد سابقہ بیوی سے دوبارہ نکاح کر لیتا ہے تو اس نکاح ثانی کے بعد شوہر جدید تین طلاقوں کا مالک ہو جائے گا اور شوہر ثانی کا نکاح اور دخول جس طرح تین طلاقوں کے لئے ہادم ہوتا ہے اسی طرح مادون الثلاث (ایک اور دو) کے لئے بھی ہادم ہوتا ہے اور پہلی طلاقیں ساقط ہو جاتی ہیں۔ علامہ مرحوم شوق صاحب نور اللہ مرقدہ کو یہاں غلطی ہوئی تھی کہ انہوں نے مطلق نکاح جدید کو خواہ پہلے شوہر کے ساتھ ہو یا کسی دوسرے کے ساتھ ہو ہادم مادون الثلاث سمجھ کر طلاق رجعی کی عدت میں دوبارہ نکاح کا فتویٰ دے دیا اور پھر اس شوہر کے ساتھ نکاح کو ہادم طلقات کا فتویٰ جاری فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ طلاق رجعی کی عدت میں پہلے شوہر کا رجوع کافی ہوتا ہے دوسرے نکاح کی ضرورت نہیں ہوتی اور عدت بلا رجوع کے بعد پہلے شوہر کے ساتھ دوبارہ نکاحِ ثانی سابق طلاقوں ایک یا دو کے لئے ہادم نہیں ہوتا مگر مولانا مرحوم نے یہاں دو غلطیاں فرمائیں اور اس پر قائم رہے: ایک یہ کہ طلاق رجعی کی عدت میں نکاح اور دوم پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح ہادم مادون الثلاث ہوتا ہے۔ بروایت مولانا محمد عمر صاحب (ڈیرہ اسماعیل خان) طلاق رجعی کا دوسرا حکم یہ کہ طلاق رجعی میں اگر ایک مرتبہ لفظ صریح ہو تو ایک طلاق واقع ہوتی ہے اور اگر دو مرتبہ ہو تو دو طلاقیں واقع ہوتی ہیں۔ ایک صریح طلاق ہو یا دو صریح طلاقیں ہوں، دونوں صورتوں میں طلاق رجعی ہوتی ہے جیسے شوہر بیوی سے کہے تجھے طلاق ہے طلاق ہے۔

تیسرا حکم یہ کہ طلاق رجعی صریح میں نیت کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ غصہ اور مذاکرۃ کے قرینہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ صریح ہر صورت میں واقع ہو جاتی ہے۔ چوتھا حکم طلاق رجعی کی عدت میں بیوی مزید طلاقوں کا محل رہتی ہے اور عدت تک نکاح باقی رہتا ہے۔

۲۔ طلاق بائن خفیف میں نکاح ختم ہو جاتا ہے بغیر حلالہ کے عدت میں اور عدت کے بعد تجدید نکاح سے شوہر کے ساتھ صلح ہو سکتی ہے اور طلاق بائن سے بھی آئندہ طلاق کا عدد کم ہو جاتا ہے لہٰذا ایک بائن کی صورت میں آئندہ دو طلاقوں سے بیوی بائن مغلظ ہو جائے گی اور دو بائن کے بعد آئندہ شوہر ایک طلاق کا مالک ہو گا۔ بائن کی عدت میں بھی بیوی محل طلاق رہتی ہے اس پر علماء کا اجماع ہے۔ (شامی)

۳۔ سوم طلاق بائن مغلظ سے بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے۔ بہتر ہے کہ زوجین طلاق مغلظ کی عدت کے بعد اپنے لئے دوسرا رفیق سفر تلاش کریں۔ اگر کسی وجہ سے (ضرورت ہو تو) حلالہ شرعیہ ضروری ہے کیونکہ بغیر حلالہ شرعیہ نکاح جدید بھی نہیں ہو سکتا لہٰذا حلالہ شرعیہ کرالیں یہ کہ عدت کے بعد بیوی دوسرے آدمی کے ساتھ گواہوں کی موجودگی میں نکاح کرے اور دوسرا شوہر وظیفۂ زوجیت ادا کرے پھر وہ طلاق دے دے، دوسری عدت کے بعد پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح کرلیا جائے۔ اسی کو حلالہ شرعیہ یا تحلیل شرعی کہا جاتا ہے۔

طلاقِ ثلثہ کا بیان

- ☆ تین طلاقوں کے واقع ہونے کا ضابطہ
- ☆ طلاق ثلثہ کا حکم
- ☆ اہل حدیثوں کا استدلال
- ☆ غیر مقلدین کا فریب
- ☆ حضرت طاؤس کی حدیث کے جوابات

طلاق ثلثہ کا بیان

تین طلاقوں کے واقع ہونے کا ضابطہ:

• تین طلاقوں کے وقوع کے لئے اس ضابطہ کو یاد رکھیں کہ طلاق بائن کنائی غیر معلق طلاق بائن کو صریح ہو یا کنائی ہو، کولاحق نہیں ہوتی اس کے علاوہ سب صورتوں میں دوسری طلاق پہلی طلاق کو لاحق ہو جاتی ہے اور اس کو شمار کیا جائے گا۔ مثلاً کسی شخص نے بیوی سے کہا ''تو آزاد ہے آزاد ہے آزاد ہے'' اس سے صرف ایک طلاق واقع ہو گی اور اگر کسی نے بیوی سے کہا ''تو آزاد ہے تجھے طلاق ہے تو آزاد ہے'' اس صورت میں دو طلاقیں واقع ہوں گی پہلی کنائی کے بعد صریح واقع ہو جائے گی کیونکہ صریح بائن کو لاحق ہوتی ہے اور یہ صریح بائن کے بعد ہونے کی وجہ سے بائن ہو گی مگر اس کو تیسری کنائی کہ ''تو آزاد ہے تجھے طلاق'' کے بعد واقع نہیں ہو گی۔ علی ہذا القیاس جزئیات کے احکام کا استخراج ہو سکتا ہے۔

تین ضروری مسائل کا ذکر:

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ ائمہ اربعہ اور علماء حق کے نزدیک تین طلاقیں ایک مجلس میں دی گئی ہوں یا متعدد مجالس میں، حالت حیض میں ہوں یا حالت طہر میں، حمل کی حالت میں ہوں یا غیر حمل میں سب حالتوں میں تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور اس سے بیوی حرام مغلظ ہو جاتی ہے۔ مگر سنا ہے اہلِ تشیع کے نزدیک ایک مجلس میں تین طلاقیں دی جائیں یا حالت حیض میں طلاقیں دی

جائیں، ایک بھی واقع نہیں ہوتی اور اہل حدیث کے نزدیک ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے سے ایک طلاق واقع ہوتی ہے تین واقع نہیں ہوتیں۔

طلقات ثلثہ کا حکم:

اہل حق کے نزدیک اہل تشیع اور اہل حدیث کا مذہب مردود ہے ان کی تردید میں ائمہ اربعہ کے علماء نے مستقل کتب کے ابواب یا رسائل میں رد فرمایا ہے۔

• قرآن میں ہے: ''الطلاق مرّتٰن فامساك بمعروف او تسريح باحسان'' یعنی طلاق دو مرتبہ ہے اس کے بعد بیوی کو معروف طریق کے ساتھ روک لینا ہے (یعنی رجوع کرلینا ہے) یا اس کو احسان کے ساتھ چھوڑ دینا ہے اور چھوڑنے کی دو صورتیں ہیں: پہلی یہ کہ بغیر رجوع کے عدت ختم ہو جائے دوم یہ کہ تیسری طلاق دے دی جائے۔ پھر فرمایا ''فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره'' (سورۃ نساء) پس اگر شوہر نے بیوی کو (تیسری) طلاق دے دی پس اس کے لئے بیوی حلال نہیں ہوگی اس کے بعد جب تک پہلے شوہر کے غیر کے ساتھ نکاح نہ کرے۔ ان آیات کریمہ میں تین طلاقوں کے واقع ہونے کے لئے مجالس کو مطلق رکھا گیا ہے۔ مثلاً ''فان طلقها في مجالس متعددة'' نہیں کہا گیا۔ جس سے معلوم ہوا ایک مجلس کی تین ہوں یا متعدد مجالس کی تین ہوں، واقع ہو جائیں گی مگر بیک وقت تین طلاق دے دینا معصیت ہے مگر نافذ ہو جائیں گی۔

ا۔ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ اور دار قطنی میں عبداللہ بن عمر سے مروی ہے:

انه طلق امرأته و هي حائض ثم اراد ان يتبعها بطلقتين اخريين عند القرئتين فبلغ ذالك رسول الله ﷺ فقال يا ابن عمر ما هكذا امرك الله قد اخطأت السنة السنة ان تستقبل

الطهر فتطلق لكل قرء فامرني فراجعتها فقال اذا هي طهرت فتطلق عند ذالك او امسك فقلت يا رسول الله! اَرَأيتَ لو طلقتها ثلاثا ا كان يحل لي ان اراجعها؟ فقال لا كانت تبين منك و كانت معصية۔

ترجمہ: ''حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دے دی پھر ارادہ کیا مزید دو طلاقیں دو حیضوں کے وقت دوں گا۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابن عمر! اللہ تعالیٰ نے اس طرح طلاق دینے کا امر نہیں فرمایا تو نے سنت طریقہ سے خطا کی ہے۔ سنت طریقہ یہ ہے کہ طہر کا انتظار کر پھر ہر طہر میں طلاق دے۔ آپ نے رجوع کرنے کا حکم دیا۔ میں نے رجوع کر لیا۔ ارشاد فرمایا: بیوی طہر کی حالت میں ہو تو اس کو طلاق دو یا روک لو۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ یہ خبر دیں کہ اگر میں بیوی کو تین طلاق دے چکا ہوتا تو کیا میرے لئے رجوع کرنا جائز ہوتا؟ آپ نے فرمایا: نہیں تجھ سے تیری بیوی بائن ہو جاتی اور یہ معصیت ہوتی۔''

اس حدیث میں اہل حدیث کا رد ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں ایک ہوتی ہے اور اہل تشیع کا بھی رد ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حیض میں طلاق واقع نہیں ہوتی اور تین طلاق بیک وقت دینے سے ایک بھی واقع نہیں ہوتی۔

۲۔ حدیث۔ سنن ابی داؤد میں مجاہد روایت کرتے ہیں:

قال كنت عند ابن عباس جاء رجل فقال انه طلق امرأته ثلاثا۔ قال فسكت حتى ظننت انه رادها اليه ثم قال اَيطلق احدكم فيركب الحموقة ثم يقول يا بن عباس يا بن عباس

فان اللہ عز و جل قال و من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا عصیت ربك و بانت منك امرأتك۔

ترجمہ: ”مجاہد کہتے ہیں میں ابن عباس کے پاس بیٹھا ہوا تھا ایک آدمی آیا اس نے کہا: میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں: آپ خاموش رہے حتی کہ میں نے سمجھا کہ آپ اس کی طلاقوں کو رد کر دیں گے پھر فرمایا: کیا ایک تمہارا طلاق دے دیتا ہے پس حماقت پر سوار ہوتا ہے پھر کہتا ہے اے ابن عباس اے ابن عباس بے شک اللہ عز و جل فرماتا ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے راستہ نکال دیتا ہے، تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تجھ سے تیری بیوی بائن ہو گئی۔

۳۔ حدیث۔ موطا امام مالک میں ہے کہ ان کو یہ بات پہنچی:

ان رجلا قال لعبد اللہ بن عباس انی طلقت امرأتی ماتة تطلیقة فماذا تریٰ علی؟ فقال ابن عباس: طلقت منك ثلاثا و سبع و تسعون اتخذت بها آیات اللہ هزوا۔

یعنی: ایک آدمی نے حضرت عبد اللہ ابن عباس سے کہا: میں نے اپنی بیوی کو ایک سو طلاق دی ہے۔ آپ میرے اوپر کیا دیکھتے ہیں؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا: تین سے تیری بیوی کو طلاق ہو گئی اور بقیہ ستانوے طلاقوں سے تو نے اللہ تعالیٰ کی آیات سے استہزاء کیا ہے۔“

۴۔ حدیث۔ مؤطا امام مالک میں ہے کہ ان کو یہ بات پہنچی:

ان رجلا جاء الی ابن مسعود فقال انی طلقت امرأتی ثمانی تطلیقات فقال ما قیل لك فقال قیل لی بانت منك قال صدقوا هو مثل ما یقولون۔

ترجمہ: ’’ایک آدمی حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس حاضر ہوا اور کہا میں نے اپنی بیوی کو آٹھ طلاقیں دے دی ہیں۔ آپ نے فرمایا: تجھے کیا کہا گیا؟ اس نے کہا: مجھے یہ کہا گیا کہ تیری بیوی تجھ سے بائن ہو گئی۔ آپ نے فرمایا: انہوں نے سچ کہا اسی طرح ہے جیسے انہوں نے کہا۔‘‘

اس حدیث سے ظاہر یہ ہوتا ہے اس پر صحابہ کرام کا اجماع تھا۔

۵۔ سنن ابی داؤد اور مؤطا امام مالک میں محمد بن ایاس بن بکیر سے مروی ہے کہ:

قال طلق رجل امرأته ثلاثا قبل ان يدخل بها ثم بدا له ان ينكحها فجاء يستفتي فذهبت معه فسأل عبدالله بن عباس و ابا هريرة عن ذالك فقالا لا نرى ان تنكحها حتى تنكح زوجا غيرك۔ قال فانما كان طلاقي اياها واحدة۔ فقال ابن عباس: انك ارسلت من يدك ما كان لك من فضل۔

ترجمہ: ’’محمد ابن ایاس نے کہا: ایک مرد نے اپنی منکوحہ کو دخول سے پہلے تین طلاق دے دی تھیں پھر اس سے دوبارہ نکاح کرنا چاہتا تھا وہ مسئلہ پوچھنے آیا میں اس کے ساتھ ہو گیا۔ عبداللہ بن عباس اور ابوہریرہ سے مسئلہ پوچھا انہوں نے فرمایا: جب تک تیری بیوی دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح نہ کرے تو اس کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتا اس نے کہا: ایک لفظ سے میں نے تین طلاقیں دی تھیں۔ عبداللہ بن عباس نے فرمایا: جو تیرے ہاتھ میں فضل تھا تو نے وہ چھوڑ دیا یعنی اپنے ملک سے جملہ طلاقوں کا حق تو نے خارج کر دیا۔‘‘

اس حدیث سے معلوم ہوا غیر مدخولہ کو بھی ایک لفظ سے تین طلاقیں دینے سے تین واقع ہو جاتی ہیں۔ مثلاً غیر مدخولہ کو کہا جائے ’’تجھے تین طلاقیں ہیں‘‘ یہی حنفی مذہب ہے۔ (فتح)

۶۔ حدیث۔ عطاء بن یسار سے بیہقی نے روایت کیا کہ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے پوچھا کہ ایک آدمی غیر مدخولہ کو تین طلاقیں دے تو کیا حکم ہے؟ عطاء کہتے ہیں: میں نے اس کو جواب دیا کہ باکرہ کو ایک طلاق واقع ہوتی ہے۔ مجھے عبداللہ بن عمرو نے کہا: تو قصہ خوان ہے ایک طلاق غیر مدخولہ کو بائن کر دیتی ہے اور تین طلاق اس کو حرام کر دیتی ہیں حتی کہ دوسرے شوہر سے نکاح کرے۔ (حاشیہ فتح القدیر)

۷۔ حدیث۔ عبدالرزاق نے اپنی سند سے حضرت علقمہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی ابن مسعود کے پاس آیا اس نے کہا: میں نے اپنی بیوی کو ننانوے طلاقیں دی ہیں۔ اس کو ابن مسعود نے فرمایا: تین سے وہ بائن ہوگئی اور باقی عدد عدوان اور ظلم ہے۔

۸۔ حدیث۔ وکیع نے اعمش سے اور اعمش نے حبیب بن ثابت سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی حضرت علیؓ کے پاس آیا اور کہا: میں نے بیوی کو ایک ہزار طلاق دی ہے۔ اس کو حضرت علیؓ نے فرمایا: تین طلاقوں سے وہ بائن ہوگئی اور باقی طلاقیں دوسری بیویوں پر تقسیم کرلو۔

۹۔ حدیث۔ وکیع نے معاویہ بن ابی یحیی سے روایت کیا کہ ایک آدمی حضرت عثمان کے پاس آیا اور کہا: میں نے بیوی کو ہزار طلاق دی ہیں۔ آپ نے فرمایا: تجھ سے تیری بیوی تین طلاقوں سے بائن ہوگئی ہے۔

۱۰۔ حدیث۔ حضرت عبادۃ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ ان کے باپ نے بیوی کو ایک ہزار طلاق دے دی اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تیری بیوی تین طلاقوں سے تجھ سے اللہ تعالیٰ کی معصیت میں بائن ہوگئی ہے اور باقی نو سو ستانوے عدوان اور ظلم ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو عذاب فرمائے اگر چاہے مغفرت فرمادے۔

۱۱۔ طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ مالک بن حارث سے روایت کیا کہ ایک آدمی ابن عباس کے پاس آیا اور کہا کہ میرے چچا نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا: تیرے چچا نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے پس گنہگار ہوا اور اس نے شیطان کی اطاعت کی پس شیطان نے اس کے لئے کوئی راستہ نہیں چھوڑا۔

۱۲۔ نسائی نے محمود بن لبید سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک آدمی نے خبر دی کہ اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو آپ ﷺ غصہ کی حالت میں اٹھ گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میری موجودگی میں اللہ تعالیٰ کی کتاب سے کھیلا جا رہا ہے! دوسرا آدمی کھڑا ہو کر عرض کرتا ہے: یارسول اللہ! کیا میں اس کو قتل نہ کردوں؟ اس حدیث سے معلوم ہوا تین طلاقیں ایک طلاق نہیں ہوتیں ورنہ حضور ﷺ کے ناراض ہونے کا کوئی مطلب نہیں ہو سکتا۔

مذکورہ بالا احادیث علامہ ابن ہمام نے فتح القدیر میں ذکر فرمائی ہیں اور مخرجین کی تخریج حاشیہ پر ذکر کردی گئی ہے۔ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کا تین ہونے پر صحابہ کرام کا اجماع تھا۔

اہلِ حدیثوں کا استدلال:

اہل حدیث اپنے مذہب کے استدلال میں حضرت رکانہ کی حدیث نقل کرتے ہیں جس کو امام احمد نے اپنی مسند میں ذکر کیا ہے:

عن ابن عباس قال طلق رکانة ابن عبد یزید زوجته ثلاثا فی مجلس واحد فحزن علیها حزنا شدیدا فسأله النبی ﷺ کیف طلقها؟ قال طلقتها ثلاثا فی مجلس واحد۔ قال انما تلك طلقة واحدة فارتجعها۔

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ رکانہ بن عبد یزید

نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں اس پر وہ سخت غمگین ہوا، نبی کریم ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کس طرح تو نے طلاق دی؟ اس نے کہا: میں نے ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ایک طلاق ہے، رجوع کر لو۔''

اس حدیث سے استدلال کا جواب یہ ہے کہ امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت رکانہ کی حدیث دوسرے الفاظ سے روایت کرتے ہیں کہ رکانہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: تو نے طلاق البتہ سے کیا مراد لیا تھا؟ حضرت رکانہ کہتے ہیں: میں نے کہا: ایک طلاق۔ آپ ﷺ نے کہا: قسم بخدا؟ میں نے کہا: قسم بخدا۔ آپ نے فرمایا: پس یہ وہی طلاق ہے جس کا تو نے ارادہ کیا ہے۔

- رکانہ کی اس حدیث کو ابوداؤد نے تین اسانید کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس سے اس پر استدلال مقصود ہے کہ مجلس واحد میں لفظ واحد سے تین طلاقوں کا ارادہ کر لیا جائے تو تین طلاق واقع ہو جاتی ہیں ورنہ رسول اللہ ﷺ حلفا رکانہ سے نیت نہ پوچھتے۔ رسول اللہ ﷺ کا حضرت رکانہ سے طلاق کی تعداد کا دریافت کرنا اس پر واضح دلیل ہے کہ مجلس واحد میں واحد لفظ سے تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ یہی ائمہ اربعہ اور فقہاء کرام کا نظریہ ہے۔

اور مسند امام احمد کی روایت کے متعلق علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں: وہ منکر ہے اور قابل استدلال نہیں ہے۔ بعض لوگوں نے کہا: مسند احمد کی اس روایت میں محمد بن عبید اللہ راوی ہے اس کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ: امام بخاری فرماتے ہیں کہ یہ شخص منکر الحدیث ہے۔ ابن عدی نے کہا: یہ شیعہ ہے۔ ابن معین نے کہا: یہ لیس بشیء ہے۔ لہٰذا اس کی روایات استدلال کے

قابل نہیں ہیں۔

غیر مقلدین کا فریب:

عام طور پر غیر مقلدین ایسے آدمی کو جس نے ایک مجلس میں تین طلاقیں دی ہوں، تین کو ایک طلاق قرار دے کر فتوی جاری کرتے ہیں، مسلم شریف میں مروی طاؤس کی روایت لکھ کر دے دیتے ہیں اور عام لوگوں کے ذہن میں شکوک وشبہات ڈال دیتے ہیں۔ وہ روایت یہ ہے:

عن طاؤس عن ابن عباس قال کان الطلاق علی عهد رسول الله ﷺ و ابی بکر و سنتین من خلافة عمر رضی الله عنهما طلاق الثلاث واحدة فقال عمر بن الخطاب ان الناس استعجلوا فی امر کانت لهم فیه اناة فلو امضیناه علیهم فامضاه علیهم۔ (مسلم)

ترجمہ: ’’حضرت طاؤس سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اور حضرت ابو بکرؓ کے دورِ خلافت میں اور حضرت عمرؓ کے دور خلافت کے دو سال تک تین طلاق ایک شمار ہوتی تھیں پھر حضرت عمر بن خطابؓ نے کہا: بیشک لوگوں نے اس کام میں جلدی شروع کر دی ہے جس میں ان کے لئے مہلت تھی اگر ہم بیک وقت تین طلاقوں کو ان پر نافذ کر دیں تو بہتر ہو گا۔ پھر انہوں نے تین طلاقوں کو نافذ کر دیا۔‘‘

اس حدیث سے اہل حدیث استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین قرار دینا یہ عمر کا حکم ہے جس کو ہم نہیں مانتے اہل حدیثوں سے کوئی پوچھے کہ تمہاری کیا حیثیت اور اوقات ہے کہ اس حکم کو حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ سے لے کر ایک لاکھ کے قریب صحابہ کرامؓ تک سب نے تسلیم

کر لیا تھا اور اس کے مطابق فیصلے کرتے تھے مگر تمہیں عمر کا فیصلہ منظور نہیں ہے۔ کیا جملہ صحابہ کرامؓ غلطی پر تھے اور تم صحیح کہتے ہو؟ حالانکہ صحابہ کرامؓ کا سکوت اور حضرت عمرؓ کے فیصلے کو تسلیم کرنا گویا صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہوتی ہیں۔ اگر عمر فاروقؓ کا حکم شریعت اور قرآن کے خلاف ہوتا تو صحابہ کرامؓ انکار کر دیتے۔ جب ایسا نہیں کیا تو اہل حدیث لوگوں کا اس حدیث کے ساتھ استدلال صحیح نہیں ہے مگر اپنے زعم میں اہل حدیث اس حدیث کو صحابہ کرامؓ سے زیادہ سمجھتے ہیں اور اپنے علم کو صحابہ کرامؓ کے علم سے زیادہ جانتے ہیں اس لئے عمر فاروقؓ کے حکم کو نہیں مانتے۔ (اللہ تعالیٰ انہیں عقل عطا فرمائے)

حضرت طاؤس کی حدیث کے جوابات:

- پہلا جواب تو یہ ہے کہ یہ حدیث غیر صحیح اور مردود ہے کیونکہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ اور اقوال تابعین سے ثابت ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہوتی ہیں اور صحیح مسلم کی مذکورہ حدیث اس کے خلاف ہے لہٰذا مردود ہے اور قابل استدلال نہیں ہے۔
- ثانیاً خود عبداللہ ابن عباسؓ کا فتویٰ یہ تھا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین واقع ہوتی ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ سے متصور نہیں ہو سکتا کہ وہ ایک چیز روایت کریں اور فتویٰ اس کے خلاف دیں لہٰذا یہ روایت مردود ہے اور غیر صحیح ہے۔
- ثالثاً بالفرض یہ حدیث قابل استدلال ہو تو اس کی تاویل کریں گے وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے دو سال تک لوگ جب تکرار کے ساتھ ایک مجلس میں تین طلاق دیتے تھے۔ مثلاً کہتے تھے: ”انت طالق طالق طالق“ اور ایک طلاق کی نیت کرتے تھے، ان کو صادق تسلیم

کر لیا جاتا تھا لیکن حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں نور بصیرت سے محسوس کیا کہ لوگ سچ نہیں کہتے۔ آپ نے حکم فرمایا کہ آئندہ قضاء اور حکم میں تین مرتبہ دی گئی طلاقیں تین شمار ہوں گی۔ اس فیصلہ کو لاکھوں مسلمان صحابہ کرام نے تسلیم کر لیا اور اس پر اجماع ہو گیا لیکن شیعہ اور اہل حدیث نے جو صدیوں بعد ظاہر ہوئے، حضرت عمرؓ سے بغض رکھنے کی وجہ سے اپنی چودھراہٹ قائم رکھنے کے لئے مذکورہ منکر اور مردود روایات کی بنیاد پر فتاویٰ جاری کرنا شروع کر دیئے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں چونکہ ان کے ہاں طلاقات ثلثہ کے بعد رجوع کر لینے پر نکاح باقی رہتا ہے حالانکہ عند اللہ اور عند الرسول ان کے لئے بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہو چکی ہوتی ہے اس لئے ان کے ازدواجی تعلقات جمہور صحابہ کرام اور علماء کے نزدیک زنا کے زمرہ میں شمار ہوں گے اور ان کی اولادیں بھی ناجائز ہوں گی شاید یہی وجہ ہے کہ ایک گروہ صحابہ کرام کا گستاخ ہے اور دوسرا خود سرورِ دو عالم ﷺ کا گستاخ ہے لہٰذا اے مسلمانو! صحیح راستہ اختیار کرو، بیوی کی وجہ سے اپنا مسلک نہ چھوڑو ورنہ گمراہی اور جہنم ہے۔ اس مسئلہ کی مزید تفصیل حضرت علامہ غلام رسول سعیدی شیخ الحدیث والتفسیر دارالعلوم نعیمیہ کراچی کی شرح مسلم کتاب الطلاق میں ملاحظہ فرمائیں۔ سُنا ہے آپ نے اس مسئلہ میں نہایت مدلل بحث ذکر فرمائی ہے۔

تفویضِ طلاق کا بیان

☆ تفویضِ طلاق کے مسائل

☆ تفویض کی اقسام

☆ نکاح خواں حضرات کے لیے خصوصی ہدایت

☆ تفویض کے ضروری مسائل

تفویض طلاق کا بیان

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَھَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلاً O وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰہَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا O (احزاب ۳۳/ ۲۸،۲۹)

ترجمہ :اے نبی اپنی ازواج سے فرما دو اگر تم دنیا کی زندگی اور دنیا کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مال دوں اور تمہیں اچھی طرح چھوڑ دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آخرت کا گھر چاہتی ہو پس بے شک اللہ تعالیٰ نے تم سے احسان کرنے والیوں کے لئے اجر عظیم تیار کیا ہے۔

حدیث: صحیح مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اے عائشہ! میں تجھ پر ایک بات پیش کرتا ہوں اس میں جلدی نہ کرنا اور جب تک اپنے والدین سے مشورہ نہ کر لینا جواب نہ دینا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا بات ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ احزاب کی مذکورہ آیات کی تلاوت فرمائی تو سیدۃ عائشہ نے عرض

کیا یارسول اللہ کیا آپ کے بارے میں والدین سے مشورہ کروں مجھے مشورہ کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو اختیار کرتی ہوں۔ یارسول اللہ میں چاہتی ہوں دیگر ازواج مطہرات کو آپ میرے جواب کی خبر نہ دیں آپ نے ارشاد فرمایا جو مجھ سے پوچھے گی کہ عائشہ نے کیا جواب دیا ہے میں اُسے ضرور خبر دوں گا اللہ تعالیٰ نے مجھے مشقت میں ڈالنے والا اور مشقت میں پڑنے والا بنا کر نہیں بھیجا اس نے مجھے معلم اور آسانی کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔

صحیح بخاری میں سیدہ حضرت عائشہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اختیار دیا ہم نے اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کیا اور اس کو طلاق شمار نہیں کیا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوی کو طلاق کا اختیار دینا قرآنِ مجید سے ثابت اور جائز ہے اور اگر بیوی طلاق اختیار کر لے تو طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔

تفویض طلاق کے مسائل اور احکام:

شوہر کا اپنی بیوی کو طلاق دینے کا اختیار دینا یا کسی دوسرے آدمی کے ذریعہ طلاق دلوانے اور کسی دوسرے کو اپنی بیوی کی طلاق کا حق دینے کے تین طریقے ہوتے ہیں تفویض اور توکیل اور ترسیل ان تینوں میں فرق ہوتا ہے اور ان کے احکام مختلف ہوتے ہیں۔ تفویض تملیک کے معنی میں ہے تفویض سے شوہر دوسرے آدمی کو طلاق کا مالک بنا دیتا ہے اور مالک کی تعریف یہ ہے کہ وہ اپنے ملک میں حسب خواہش تصرف کر سکتا ہے اس لئے جس آدمی کو طلاق تفویض کی گئی ہے وہ مالکانہ حقوق کے ساتھ طلاق کے تصرفات کا حق دار ہو جاتا ہے۔

- اور توکیل میں مؤکل وکیل کو اپنی بیوی کی طلاق کا مالک تو نہیں بناتا لیکن طلاق میں تصرف کا حق سپرد کر دیتا ہے اور وکیل صرف طلاق میں بقدر وکالت

تصرف کا مالک ہو جاتا ہے اصل طلاق کا مالک نہیں ہوتا۔

- ترسیل میں شوہر کی جانب سے پیغام رساں اور رسول نہ طلاق کا مالک ہوتا ہے اور نہ طلاق میں تصرف کا مالک ہوتا ہے بلکہ شوہر کی جانب سے دی گئی طلاق کی خبر پہنچاتا ہے۔ تفصیل انشاءاللہ آئندہ ذکر کی جائے گی۔ پاکستان میں چونکہ نکاح ناموں کے کالم نمبر ۱۸ میں تفویض طلاق کا ذکر ہے اس لئے ہم تفویض کے مسائل پہلے ذکر کرتے ہیں۔

- شریعت مطہرہ میں نکاح منعقد ہو جانے کے بعد شوہر اپنی منکوحہ کو آزاد کرنے کے حوالہ سے تین مرتبہ طلاق دینے کا اس طرح مالک ہو جاتا ہے جس طرح کوئی شخص خریدی گئی چیز کا مالک ہو جاتا ہے لہٰذا جس طرح مال کا مالک اپنے مال کا دوسرے آدمی کو مالک بنا سکتا ہے اسی طرح شوہر بھی طلاق کا کسی دوسرے آدمی کو مالک بنا سکتا ہے اور شوہر کا کسی کو اپنی بیوی کی طلاق کے مالک بنانے کا نام تفویض طلاق ہے۔ لیکن طلاق کی تملیک اور دوسری تملیکات میں متعدد وجوہ سے فرق ہے اوّل طلاق کی تملیک میں دوسرے آدمی کا قبول کرنا شرط نہیں ہوتا دوسرا آدمی قبول کرے یا نہ کرے مالک ہو جاتا ہے۔ بخلاف بیع و شرأ کے وہاں تملیک کے لئے مشتری کا قبول کرنا شرط ہوتا ہے۔ دوم مال کی تملیک میں مال مالک کے ملک سے نکل جاتا ہے دوبارہ اصل مالک اس مال میں تصرف کرنے کا مجاز نہیں رہتا لیکن طلاق کی تملیک میں شوہر بھی طلاق کا حسب سابق مالک رہتا ہے دوسرے آدمی کو اپنی بیوی کی طلاق کا مالک بنا دینے سے شوہر کے ملک سے طلاق کا ملک خارج نہیں ہوتا اور شوہر تفویض کے بعد بھی طلاق دینے کے حق سے محروم نہیں ہوتا۔ سوم مال کی تملیک اگر بلا معاوضہ ہو یعنی ہبہ اور گفٹ ہو تو مالک رجوع کر کے مال واپس لے سکتا ہے لیکن طلاق کی تملیک اور تفویض میں شوہر رجوع نہیں کر سکتا جس آدمی کو شوہر نے طلاق کا مالک بنا دیا وہ مالک ہو گیا

اب اگر شوہر نادم ہو کر کہتا ہے میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں یا طلاق کا حق واپس لیتا ہوں وہ ایسا نہیں کر سکتا۔

- زمانہ قدیم کے عربی عرف میں بیوی کو طلاق تفویض اور تملیک کرنے کے لئے عموماً تین لفظ استعمال ہوتے تھے "طلقی" اور "اختاری" اور "امرك بیدك" مثلاً شوہر نے بیوی کو اگر طلاق تفویض کرنا ہوتی تو شوہر کہتا تھا "طلقی نفسك" یعنی تو اپنے نفس کو مالکانہ حقوق کے ساتھ طلاق دیدے یا شوہر کہتا تھا اختاری یعنی تو طلاق لینے میں مختار ہے یا شوہر کہتا تھا "امرك بیدك" یعنی تیرا امر تیرے ہاتھ ہے ان تینوں الفاظ سے شوہر اپنی بیوی کو طلاق تفویض کرتا تھا اور بیوی کو طلاق کا مالک بنا دیتا تھا لیکن ان تینوں الفاظ کے ساتھ تفویض طلاق کے احکام مختلف ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ اختاری اور امرک بیدک میں بیوی کو طلاق بائن کا مالک بنایا جاتا ہے جب بیوی "اخترت نفسی" یا "طلقت نفسی" وغیرھا الفاظ کہے گی تو بیوی طلاق بائن سے آزاد ہو جائے گی لیکن طلقی نفسک میں بیوی کو طلاق رجعی کا مالک بنایا جاتا ہے اس لئے بیوی طلاق رجعی کی مالک ہو گی۔ اور طلاق واقع کرنے سے طلاق رجعی واقع ہو گی اس فرق کی وجہ ظاہر ہے کہ اختاری اور امرک بیدک کنایات تفویض سے ہیں اور کنایات سے طلاق بائن کا اختیار دیا جاتا ہے اور طلقی نفسک میں صریح طلاق کی تفویض ہے اس میں طلاق رجعی تفویض کی گئی ہے۔ دوم یہ کہ اختاری اور امرک بیدک میں تفویض تب ہو گی جب شوہر طلاق کے تفویض کی نیت کرے گا اور اگر شوہر حالت رضا میں اور خوشی میں یہ الفاظ کہتا ہے اور حلف کے ساتھ تفویض کی نیت سے انکار کرتا ہے تو اس کی قسم کا اعتبار ہو گا بیوی کو طلاق کا اختیار نہیں ہو گا مگر شوہر غصہ یا مذاکرۃ اور مطالبہ طلاق کی حالت میں اگر یہی الفاظ کہے گا تو شوہر کا طلاق تفویض کرنے کی نیت کا انکار معتبر نہیں ہو گا۔ اور طلقی نفسک میں طلاق کی تفویض کے

لئے نیت کرنا شرط نہیں ہے کیونکہ یہ صریح تفویض ہے اور صریح خود نیت کے قائم مقام ہوتا ہے لہٰذا طلقی میں شوہر کا کہنا کہ میری نیت تفویض طلاق کی نہیں تھی معتبر نہیں ہوگا۔ یہاں طلقی میں حالت رضا اور غصہ اور مذاکرہ اور مطالبہ طلاق کی حالت سب برابر ہوں گی۔

تفویض کی اقسام:

- تفویض کی دو قسمیں ہیں تفویض مطلق اور تفویض معلق یعنی تفویض غیر مشروط اور تفویض مشروط پھر ان میں سے ہر ایک کے دو دو قسم ہیں۔ (۱) تفویض غیر مشروط موقت (۲) اور تفویض غیر مشروط غیر مؤقت (۳) اور تفویض مشروط مؤقت (۴) اور تفویض مشروط غیر مؤقت پھر تفویض مؤقت مشروط ہو یا غیر مشروط ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں۔(۵) مؤقت بالوقت المحدود (۶) اور مؤقت بالوقت الغیر المحدود۔ پہلی قسم تفویض غیر مشروط سے مراد یہ ہے کہ تفویض کے الفاظ میں شرط کا ذکر نہ ہو اور دوسری قسم تفویض مشروط سے مراد یہ ہے کہ اس میں شرط کا ذکر ہو۔ پہلی کی مثال ”طلقی نفسك“ اور دوسری کی مثال ”اذا جاءزید طلقی نفسکیه“ دونوں مشروط اور غیر مشروط تفویض غیر مؤقت ہیں یعنی ان میں وقت کا ذکر نہیں اور تفویض غیر مشروط مؤقت اور تفویض مشروط مؤقت سے مراد وہ تفویض ہے جن میں وقت کا ذکر ہو مثلاً ”طلقی نفسك الی ثلثة ایام“ اور ”اذا جاءزید فطلقی نفسك الی ثلثه ایام“ پہلی مثال غیر مشروط مؤقت کی ہے کیونکہ اس کا ترجمہ ہے تو تین دن تک اپنے نفس کو طلاق دے دے اور دوسری مثال مشروط مؤقت کی ہے کیونکہ اس میں وقت کے ذکر کے ساتھ زید کے آنے کی شرط کا ذکر بھی ہے۔ لیکن یہ دونوں مثالیں مؤقت بالوقت المحدود کی ہیں اور تفویض مشروط یا غیر مشروط بالوقت الغیر المحدود کی مثال ”طلقی نفسك اذا ما شئت“ ترجمہ

جب تو چاہے طلاق دے دے اور ''اذا جاء زید طلقی نفسك اذا ما شئت''
ترجمہ: جب زید آجائے تو جب چاہے طلاق لے لے پہلی مثال میں شرط کا ذکر نہیں اور دوسری میں شرط کا ذکر ہے لیکن دونوں میں زمانہ کی تحدید اور تعیین نہیں ہے بلکہ دائمی اور کل وقت مراد ہے۔

- تفویض مشروط موٗقت اور غیر مشروط موٗقت میں زمانہ کا ذکر ہوتا ہے اور زمانہ اور وقت کے ذکر کے مختلف استعمالات کی وجہ سے احکام بھی مختلف ہوتے ہیں۔ جیسے عنقریب ذکر ہوگا لیکن مکمل بحث کتب فقہ کے باب اضافۃ الطلاق میں ہے۔

تفویض غیر موٗقت میں صرف پہلی مجلس میں اختیار ہوتا ہے:

- طلاق کی تفویض کے الفاظ میں اگر زمانہ کا ذکر نہ ہو اور تفویض غیر مشروط ہو تو بیوی کو تفویض کا علم ہو جانے کی پہلی مجلس میں اپنے نفس پر طلاق واقع کرنے کا اختیار ہوگا مجلس کے ختم ہونے کے بعد بیوی کو طلاق لینے کا اختیار نہیں رہے گا مثلاً شوہر نے کہا ''طلقی نفسك'' (تو اپنے نفس کو طلاق دے دے) یا ''اختاری'' (تجھے طلاق لینے کا اختیار ہے) یا ''امرك بیدك'' (تیرا امر تیرے اختیار میں ہے) ان تینوں صورتوں میں بیوی کو تفویض کا علم جس مجلس میں ہوگا کہ مجھے طلاق تفویض کی گئی ہے اسی مجلس تک اس کو طلاق حاصل کرنے کا اختیار ہوگا اگر مجلس نکاح اور مجلس علم دونوں ایک ہی ہیں تو مجلس نکاح کے ختم ہونے پر اختیار ختم ہو جائے گا۔
- اگر تفویض مشروط ہو جب شرط پائے جائے گی وجود شرط کی پہلی مجلس علم میں بیوی کو طلاق لینے کا اختیار ہوگا مثلاً شوہر نے بیوی سے کہا ''اذا جاء زید طلقی نفسك'' جب زید آجائے تو اپنے اوپر طلاق واقع کرلو۔ جس دن زید آگیا اور بیوی کو پہلے تفویض مشروط کا علم تھا تو زید کے آنے کی پہلی مجلس میں بیوی

طلاق لے سکتی ہے اگر اس مجلس علم میں طلاق نہیں لی تو بعد میں اُسے طلاق لینے کا حق نہیں ہو گا۔

- مشروط یا مطلق تفویض جس میں زمانے کا ذکر نہ ہو میں فسخ کی پہلی مجلس تک اختیار کے محدود ہونے سے عام آدمی یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ آخر ایسا کیوں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ علم کی پہلی مجلس تک اختیار کے محدود ہونے پر اور مجلس کے بدلنے سے اختیار ختم ہونے پر فقہاء کا اجماع بھی ہے اور عقلی دلائل بھی مذکور ہیں جس کے لئے فقہ کی کتب دیکھی جاسکتی ہیں۔

فائدہ: مجلس نہ بدلنے کا مفہوم یہ ہے کہ مخیرۃ (اختیار دی گئی) اس تفویض کی مجلس میں ایسا کام نہ کرے جو طلاق لینے کے انکار پر دلالت کرتا ہو۔ اگر ایسا عمل کرے گی تو مجلس بدل جائے گی اور اس کے ہاتھ سے طلاق کا اختیار نکل جائے گا مثلاً مجلس میں مخیرۃ بیٹھی تھی اور اختیار کا علم ہو جانے کے بعد کھڑی ہو گئی تو مجلس بدل گئی اختیار ختم ہو گیا۔

- ہمارے زمانہ کے نکاح خواں بے چاروں کی اکثریت جاہل ہوتی ہے یا پھر تفویض طلاق کے مسائل کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ نکاح فارم کے کالم نمبر ۱۸ کے جواب میں ''ہاں دیا'' کی عبارت لکھ دیتے ہیں حالانکہ اس عبارت سے بیچاری بیوی کو یا تو طلاق کا حق ہی نہیں ملتا یا پھر وہ حق صرف مجلس نکاح تک ہوتا ہے کیونکہ بالفرض تفویض کی عبارت نکاح کے لئے ایجاب و قبول سے پہلے لکھ دی گئی اور شوہر نے ایجاب و قبول کے بعد اس کا اعادہ نہیں کیا تو بیوی کو طلاق کا حق نہیں ملا اور اگر نکاح کی مجلس میں ایجاب و قبول کے بعد تفویض کی عبارت لکھی گئی اور شوہر نے وہ عبارت خود لکھی یا پڑھی اور بیوی کو اسی مجلس میں تفویض کا علم بھی ہو گیا تو بیوی کو صرف اسی مجلس نکاح میں طلاق لینے کا اختیار ہو گا بعد میں ختم ہو جائے گا اور اگر بعد میں علم ہوا تو علم کی پہلی مجلس میں اختیار ہو گا بعد

میں ختم ہو جائے گا۔

• تفصیل یہ ہے کہ نکاح فارم کے کالم نمبر ۱۸ کی عبارت دو لائنوں میں ہے۔

پہلی لائن: آیا شوہر نے طلاق کا حق بیوی کو تفویض کر دیا ہے...............

دوسری لائن: اگر کر دیا ہے تو کونسی شرائط کے تحت.....................

ہمارے زمانے کے نکاح فارم اور المیہ — اکثر علماء تفویض کا مسئلہ نہیں جانتے:

• عام طور پر اکثر مولوی ایجاب و قبول کرانے سے پہلے پہلی لائن کے جواب میں لکھ دیتے ہیں ہاں کر دیا ہے۔ اور دوسری لائن کے جواب میں لکھ دیتے ہیں بغیر کسی شرط کے حالانکہ مسئلہ یہ ہے کہ نکاح کے انعقاد سے پہلے تفویض طلاق لغو ہوتی ہے الا یہ کہ تفویض طلاق نکاح یا ملک نکاح کی شرط کے ساتھ معلق ہو چونکہ نکاح ایجاب و قبول سے ہی منعقد ہوتا ہے نکاح فارم فل کرنے سے اور دستخط کرا لینے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا کیونکہ نکاح فارم تو معلوماتی فارم ہیں ان میں ایجاب و قبول کا ذکر نہیں ہے اس لئے نکاح فارموں پر دستخط کرا لینے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا اور اگر بالفرض نکاح فارموں میں ایجاب و قبول کے الفاظ بھی تحریر ہوتے تب بھی دستخطوں سے نکاح نہ ہوتا۔ کیونکہ ہم شرائط نکاح میں ذکر کر چکے ہیں کہ نکاح کے لئے ایجاب و قبول کے الفاظ کا تلفظ شرط ہوتا ہے۔ عاقدین کی طرف سے ایجاب و قبول کی صرف کتابت سے یا دستخطوں سے نکاح منعقد نہیں ہوتا لہٰذا صرف فارموں پر دستخط کرنے سے نکاح منعقد نہیں ہو گا لہٰذا ایجاب اور قبول سے پہلے جب نکاح ہی نہیں ہے تو کسی دوسرے کو تفویض طلاق اور فسخ نکاح کا اختیار دینا لغو ہے۔

• اور اگر ایجاب و قبول کے بعد تفویض طلاق کے کالم فل کئے گئے مگر شوہر کو علم ہی نہیں کہ مولوی صاحب نے کیا لکھا ہے یا علم کے باوجود اس نے تفویض

کے الفاظ نہ دہرائے اور نہ ہی تفویض کے تحریر شدہ الفاظ پر دستخط کئے تو بھی تفویض لغو ہے کیونکہ طلاق کی تفویض اور تملیک شوہر کی جانب سے ہوتی ہے اور جب شوہر کو اس کا علم ہی نہیں ہے تو تفویض کیسے ہو گی اور اگر اس کو علم تو ہو گیا تھا کہ تفویض کی عبارت کالم نمبر ۱۸ کے جواب میں لکھ دی گئی ہے لیکن اس نے اس پر دستخط نہیں کئے اور تفویض کے الفاظ بھی نہیں ادا کئے تو تفویض کیسے ہو گی؟

تفویض کتابت سے بھی جاری ہو سکتی ہے:

• اور اگر بالفرض کالم نمبر ۱۸ کی سوالیہ عبارت پڑھی گئی اور ''شوہر نے ہاں کر دیا ہے'' کے لفظ بول دیئے یا تحریر شدہ لفظوں پر دستخط کر دیئے تو تفویض صحیح ہے کیونکہ طلاق اور تفویض طلاق کے لئے تلفظ شرط نہیں ہوتا، کتابت سے بھی طلاق اور تفویض طلاق نافذ ہو جاتی ہے تلفظ صرف نکاح کے انعقاد کے لئے شرط ہے لیکن ان الفاظ سے بیوی کو صرف ایک طلاق رجعی کا حق حاصل ہو گا اور وہ بھی الفاظ کے تلفظ یاد ستخطوں کے بعد اسی وقت اختیار ختم ہو جائے گا جس وقت بیوی کی مجلس بدل گئی کیونکہ تفویض غیر مؤقت میں اختیار علم کی پہلی مجلس تک ہوتا ہے۔ فرض کریں مجلس نکاح تک عورت کی مجلس نہیں بدلی تو مجلس نکاح تک اختیار رہا جب بے چاری شوہر کے گھر کے لئے روانہ ہوئی وہ اختیار ختم ہو گیا۔ بے چاری بیوی جو تحفظات چاہتی تھی وہ تحفظ کہاں؟ کیونکہ دلہن اور اس کے ولی تفویض طلاق کا مطالبہ اس لئے کر رہے تھے کہ جب حالات اس نہج کو پہنچ جائیں گے کہ بیوی کے لئے آزاد ہونا ضروری ہو گا اس وقت بیوی آزاد ہو سکے لیکن مذکورہ صورت میں یہ نہیں ہو سکے گا۔

مشروط تفویض کا ذکر:

• لہٰذا تفویض طلاق کا صحیح اور مفید طریقہ یہ ہے کہ نکاح خواں حضرات پہلے کالم کے جواب میں شوہر سے درج ذیل الفاظ ایجاب و قبول کے بعد لکھوائیں یا

کہلوائیں ”میں نے اپنی بیوی کو ہمیشہ کے لئے طلاق بائن کا حق تفویض کر دیا ہے میری بیوی جب چاہے طلاق بائن حاصل کر کے آزاد ہو جائے۔“ اور اگر تفویض مشروط ہو تو شرط کے ذکر کے بعد مذکورہ الفاظ لکھیں مثلاً اگر میں نے بیوی کو نفقہ نہ دیا تو میری بیوی کو ہمیشہ طلاق بائن الخ۔

اب مذکورہ الفاظ کی صورت میں بیوی کو یہ حق حاصل ہو گا کہ جب حالات خراب ہوں گے وہ طلاق بائن غیر مغلظ لے کر آزاد ہو جائے۔

صرف نکاح فارموں پر دستخطوں سے نکاح نہیں ہوتا:

تنبیہ: شوہر کو چاہئے کہ بیوی کو تین طلاق کا حق تفویض نہ کرے اور بیوی کے لئے بھی مناسب ہے کہ وہ تین طلاق کا حق نہ مانگے کیونکہ تین طلاق کے واقع کرنے سے بیوی کو طلاق بائن مغلظ ہو جائے گی اور مصالحت کا امکان باقی نہیں رہے گا اور طلاق بائن غیر مغلظ میں تجدید نکاح سے مصالحت کا امکان باقی رہتا ہے اور تین طلاقوں کے بعد مصالحت کا امکان بغیر تحلیل شرعی کے نہیں رہتا۔ یاد رکھیں ایجاب و قبول کے بولنے اور تلفظ کے بغیر ان لوگوں کا نکاح منعقد نہیں ہوتا جو تلفظ کر سکتے ہیں اور گونگے نہیں ہیں یعنی صرف ایجاب اور قبول دونوں کی کتابت یاد ستخطوں سے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ لہٰذا مروجہ نکاح فارموں کے کالم فل کر کے صرف دستخطوں سے شرعاً نکاح منعقد نہیں ہو گا۔ ایجاب و قبول کے الفاظ کا تلفظ نکاح کے انعقاد کے لئے ضروری ہے اور تفویض طلاق انعقاد نکاح کے بعد ہو سکتی ہے باقی رہا نکاح بالخط کا مسئلہ تو ہم اس کا طریقہ پہلے ذکر چکے ہیں۔ خط کے ذریعہ نکاح اس قبیل سے نہیں ہے، وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ اس مسئلہ کی باریکی کو واضح کرنے کے لئے در مختار اور بحر الرائق میں مذکور دو فرضی مسائل کا ذکر ضروری ہے تاکہ آپ کے لئے درج بالا تفصیل واضح ہو جائے۔

- پہلا مسئلہ یہ ہے کہ زوج نے ہونے والی بیوی سے نکاح سے پہلے کہا میں تجھ

سے نکاح کرتا ہوں اس شرط پر کہ تجھے اپنے نفس کو طلاق بائن دینے کا اختیار ہوگا جب چاہے طلاق حاصل کر لینا۔ بیوی نے کہا مجھے قبول ہے تو بیوی کو اپنی ذات کو طلاق دے کر آزاد کرنے کا حق حاصل نہیں ہوگا۔

بیوی اور شوہر کے الفاظ کی ابتداء کے مختلف احکام:

- دوسرا مسئلہ یہ کہ عورت نے یہی الفاظ کہے مثلاً عورت نے مرد سے کہا میں نے تجھ سے نکاح کیا اس شرط پر کہ مجھے طلاق بائن دینے کا اختیار ہوگا جب چاہوں طلاق دے سکوں۔ شوہر نے کہا مجھے قبول ہے تو عورت کو اپنی ذات کو طلاق بائن دینے کا حق حاصل ہو جائے گا۔ دونوں مسائل میں عبارتیں ایک جیسی ہیں۔ لیکن پہلی عبارت میں شوہر کی جانب سے ایجاب ہے اور دوسری عبارت میں بیوی کی جانب سے ایجاب ہے۔

وجہ فرق یہ ہے کہ پہلے مسئلہ میں شوہر کی طرف سے ایجاب کے ساتھ تفویض طلاق کا بھی ذکر ہے جبکہ ابھی تک نکاح منعقد نہیں ہوا کیونکہ نکاح کا دوسرا رکن قبول ابھی تک نہیں پایا گیا۔ لہٰذا شوہر کی جانب سے انعقاد نکاح سے پہلے تفویض طلاق کا ذکر لغو ہے جب عورت نے کہا مجھے قبول ہے تو نکاح تو منعقد ہو جائے گا لیکن تفویض طلاق نہیں ہوگی۔ اگرچہ عورت کے جواب میں تفویض کے الفاظ کا اعادہ قبول کے بعد ہوگا کیونکہ جو عبارت سوال میں ہوتی ہے جواب میں اس کا اعادہ ہوتا ہے لیکن بیوی کی طرف سے تفویض کے الفاظ لغو ہوتے ہیں وہ تفویض کا حق نہیں رکھتی لہٰذا اس کی جانب سے تفویض کے الفاظ معتبر نہیں ہوں گے اور دوسرے مسئلہ میں ایجاب کے الفاظ عورت کی طرف سے ہیں اور ساتھ ہی تفویض کے الفاظ کا ذکر ہے جب شوہر نے کہا مجھے قبول ہے تو نکاح منعقد ہو گیا اور شوہر کے جواب میں تفویض کے الفاظ کا اعادہ بھی ہو گیا۔ اگرچہ تفویض کے الفاظ کا ذکر عورت کی جانب سے ایجاب کی عبارت میں تھا۔

کیونکہ ایجاب کے جواب میں قبول اسی عبارت پر شامل ہوتا ہے جس کا ذکر ایجاب میں ہو، گویا قبول کے بعد شوہر نے تفویض کے وہی لفظ دہرائے جو عورت نے ذکر کئے تھے تفویض کے الفاظ شوہر کی جانب سے نکاح کے انعقاد بعد ہونے کی وجہ سے معتبر ہوں گے اور بیوی کو طلاق کا حق حاصل ہو جائیگا۔ان دو مسئلوں سے واضح ہو گیا کہ تفویض کے الفاظ کا اعتبار اس وقت ہو گا جب ایجاب اور قبول سے نکاح منعقد ہو چکا ہو گا۔

تفویض مؤقت نہ ہو تو اختیار صرف علم کی مجلس تک محدود ہوتا ہے:

• دوبارہ گزارش ہے ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ اگر تفویض کے الفاظ میں وقت کا ذکر نہ ہو تو تفویض سے بیوی کو تفویض کا علم ہو جانے کی مجلس قائم رہنے تک طلاق کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔اگر مجلس علم میں عورت نے طلاق کا حق استعمال نہیں کیا مثلاً علم ہونے کے بعد عورت نے مجلس بدل لی مثلاً بیٹھی تھی اور کھڑی ہو گئی یا چلی گئی یا علم ہو جانے کی مجلس میں بیٹھنے کی حالت میں عورت نے ایسا کام یا کلام شروع کر دیا جس سے طلاق اختیار کرنے سے اعراض کا پتہ چلتا ہے تو اب عورت کو طلاق کا اختیار نہیں رہے گا۔اگر مجلس علم اور مجلس تفویض دونوں ایک ہوں جس طرح اکثر ہوتا رہتا ہے تو صرف مجلس تفویض میں بے چاری عورت کو اختیار حاصل ہو گا اور اگر نکاح پہلے کسی مجلس میں ہو چکا ہو اور تفویض طلاق کا علم ہونے کی مجلس بعد میں ہو یا تفویض ہی کسی بعد کی مجلس میں ہو تو اسی مجلس میں موصوفہ کو اختیار رہے گا جس میں موصوفہ کو طلاق کا حق ملنے کا علم حاصل ہوا۔انتہائے مجلس کے بعد اختیار نہیں رہے گا۔

اگر تفویض میں ”جب تو چاہے“ کی طرح کے الفاظ ہوں تو ہمیشہ اختیار رہتا ہے:

• عام طور پر اہل علم حضرات بھی تفویض غیر مؤقت جس میں وقت کا ذکر نہ

ہو کو تفویض عمری کہ (جب چاہے عورت طلاق دے سکے) سمجھتے ہیں اور ہمارے معاصر بعض علماء کو غلط فہمی اس لئے ہوئی کہ چونکہ فریقین کے درمیان تفویض کا معاملہ اس لئے ہوتا ہے کہ عورت اپنی مرضی سے جب چاہے آزاد ہو سکے۔ شوہر اور بیوی اور ان کے اقرباء بھی یہی سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ تفویض مطلق جس میں وقت کا ذکر نہیں ہے، میں عورت کو ہمیشہ کے لئے طلاق کا حق حاصل ہو جاتا ہے اس لئے علماء نے سمجھا تفویض غیر مؤقت میں دائمی اختیار حاصل ہو جاتا ہے۔ حالانکہ کتب فقہ میں مذکور ہے کہ ایک تو فقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ تفویض غیر مؤقت میں مخیرہ کو صرف مجلس علم میں اختیار ہوتا ہے۔ دوم یہ کہ تفویض میں طلاق کی تملیک ہوتی ہے اور تملیکات میں مجلس کے اندر جواب دینا ضروری ہوتا ہے جب مجلس ختم ہو جائے یا بدل جائے اور اس کا جواب پہلی مجلس میں نہ دیا جائے تو تملیک باطل ہو جاتی ہے اور تملیک کی مجلس کے بعد جواب دینا لغو ہو جاتا ہے۔ مثلاً بائع نے کہا بِعۡتُ یعنی میں نے فلاں چیز کو فروخت کیا اگر مشتری نے اس مجلس میں جواب نہیں دیا اور مجلس چھوڑ کر چلا گیا تو بائع کا بِعۡتُ (میں نے فروخت کیا) کہنا باطل ہو گیا۔ مجلس کے بعد اگر مشتری واپس آ کر کہے میں نے خرید کر لیا تو بیع منعقد نہیں ہو گی اسی طرح تملیک طلاق بھی مجلس علم میں جواب نہ ہونے سے باطل ہو جاتی ہے۔ اور بعض علماء کو غلط فہمی یہ ہوتی ہے کہ چونکہ کسی خاص وقت کا غیر مؤقت تفویض میں ذکر نہیں ہوتا اس لئے کل وقت اور دائمی وقت مراد ہے حالانکہ کل وقت اور دائمی وقت کیلئے تفویض تب ہوتی ہے جب تفویض میں صراحت کے ساتھ ایسے الفاظ مذکور ہوں جن کی وقت کے عموم پر دلالت ہو جیسے مَتٰی شِئۡتِ وغیرہ میں ہے۔

تفویض مطلق میں دوام کی نیت کا اعتبار نہیں:

- تفویض مطلق کے مسئلہ میں بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے اگرچہ دائمی

وقت کے الفاظ ذکر نہیں کئے لیکن ہماری نیت یہی تھی کہ ہمیشہ کے لئے موصوفہ کو اختیار ہو گا بلکہ شوہر بھی کہتا ہے میری نیت ہمیشہ کے لئے اختیار دینا تھا اُن سے گزارش ہے کہ صرف نیت کر لینے سے دائمی وقت کے لئے تفویض کا مراد ہونا شرعاً باطل اور غیر معتبر ہے۔ نیز یہ بھی غلط فہمی ہوتی ہے کہ تفویض طلاق میں یہ سمجھ لیا جائے کہ فارم کے کالم نمبر ۱۸ کے جواب میں صرف ''ہاں دیا'' لکھ دینے سے عورت کو طلاق بائن کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے حالانکہ بائن طلاق کا اختیار اس وقت ہوتا ہے جب تفویض بھی طلاق بائن کی ہو یا کنائی طلاق کی ہو ورنہ صریح طلاق کے ساتھ تفویض سے عورت کو صرف طلاق رجعی کا حق حاصل ہوتا ہے۔ طلاق بائن یا طلاق مغلظہ کا عورت کو اس وقت حق حاصل ہو گا جب صراحت کے ساتھ طلاق بائن یا کنائی الفاظ یا طلاق مغلظہ ثلاثہ کا تفویض کے الفاظ میں ذکر موجود ہو۔ کیونکہ فارم کے کالم نمبر ۸۱ کی سوالیہ عبارت میں طلاق صریح کا ذکر ہے لہٰذا ''ہاں دیا'' لکھنے یا کہنے سے طلاق رجعی کا اختیار ہو گا۔

نکاح خواں حضرات کے لئے خصوصی ہدایت۔ تفویض کی صحیح عبارت:

- مروج نکاح فارموں کے کالم نمبر ۱۸ کی سوالیہ عبارت کے جواب میں (ایجاب اور قبول سے نکاح منعقد ہو جانے کے بعد) اگر تفویض طلاق میں شوہر دلہن کا مطالبہ تسلیم کرتا ہے تو شوہر سے درج ذیل عبارت لکھوائیں یا دستخط کروائیں۔ ''ہاں! شوہر اپنی منکوحہ فلانہ بنت فلاں کو طلاق بائن کا حق تفویض کرتا ہے منکوحہ جب چاہے طلاق بائن لے سکتی ہے۔'' اور اگر تفویض مشروط ہو تو یوں عبارت ہونی چاہئے مثلاً ''ہاں! نان و نفقہ نہ دینے یا مار پٹائی کی حالت کے بعد شوہر اپنی منکوحہ فلانہ بنت فلاں کو طلاق بائن کا حق تفویض کرتا ہے منکوحہ عدم ادائیگی نان و نفقہ یا مار پٹائی کی حالت کے بعد جب چاہئے طلاق بائن حاصل کر سکتی ہے۔''

ایک طلاق یا تین طلاق کی تفویض نہیں ہونی چاہیے:

- ہم نے طلاق کی تفویض کے وقت بائن طلاق کے لکھنے کا مشورہ دیا ہے اور رجعی اور مغلظ تین طلاق کے لکھنے کا مشورہ نہیں دیا کیونکہ بائن طلاق سے نکاح ختم ہو جاتا ہے اس سے بیوی کو فائدہ ہوگا کہ وہ آزاد ہو جائے گی اور پھر صلح ہو سکے گی۔ اور رجعی طلاق سے یعنی ایک یا دو صریح طلاق سے عدت تک نکاح ختم نہیں ہوگا اگر شوہر عدت میں رجوع کرلے تو نکاح باقی رہے گا اس میں بیوی کو کوئی فائدہ نہیں وہ آزاد نہیں ہو سکے گی اور طلاق مغلظہ یعنی تین طلاق سے تجدید نکاح بغیر تحلیل شرعی بھی نہیں ہو سکتا اس سے دوبارہ مصالحت کا امکان مشکل ہو جاتا ہے اس لئے درمیانہ راستہ اختیار کیا جائے کہ ایسی تفویض ہونی چاہئے جس میں نکاح ختم ہو سکے اور تجدید نکاح سے دوبارہ صلح بھی ہو سکے۔ اور یہ تب ہوگا کہ طلاق بائن کی تفویض ہو اگر طلاق رجعی کی تفویض ہوگی تو بیوی کے طلاق اختیار کر لینے کے بعد عدت میں شوہر رجوع کرلے گا بیوی کا مقصد شوہر سے آزاد ہونا تھا وہ حاصل نہیں ہوگا اور اگر طلاق مغلظہ کی تفویض ہوگی تو اگر بیوی تین طلاق حسب تفویض اپنے اوپر واقع کرلے تو آئندہ بغیر تحلیل شرعی دوبارہ نکاح بھی نہیں ہو سکے گا۔ حالانکہ بعض حالات میں زوجین دوبارہ صلح کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اس لئے نکاح خواں حضرات کیلئے ہمارا مشورہ یہ ہے کہ نکاح فارم کے کالم نمبر ۱۸ کے جواب میں شوہر سے طلاق بائن کی تفویض لکھوائیں اور ساتھ ہی ”بیوی جب چاہے طلاق واقع کرلے“ جیسی عبارت ضرور لکھوائیں کیونکہ بیوی کو ”جب چاہے“ کی عبارت کے بغیر طلاق کا اختیار صرف تفویض طلاق کے علم ہو جانے کی پہلی مجلس میں ہوگا بعد میں اختیار نہیں رہے گا۔ حالانکہ دلہن اور اس کے وارث تفویض کا مطالبہ اسلئے کر رہے تھے کہ نامساعد حالات میں بیوی کی گلو خلاصی ہو سکے لیکن جب چاہئے جیسے لفظوں کے نہ ہونے سے وہ گلو خلاصی

حاصل نہیں کرسکے گی۔

کالم نمبر ۱۸ کا جواب ایجاب اور قبول کے بعد ہونا ضروری ہے:

- لہٰذا نکاح خواں حضرات کے لئے مناسب ہے کہ وہ شوہر سے نکاح فارم کے کالم نمبر ۱۸ کے جواب میں خطبہ اور ایجاب و قبول ہو جانے کے بعد درج ذیل عبارت یا اس جیسی کوئی عبارت لکھوائیں یا کہلوائیں کہ میں فلاں ابن فلاں نے اپنی بیوی مسماۃ فلانہ بنت فلاں کو ہمیشہ کے لئے طلاق بائن کا مالک بنادیا ہے میری بیوی جب چاہے طلاق بائن اختیار کر کے آزاد ہو جائے۔ تفویض اگر مذکورہ الفاظ کے ساتھ ہو گی تو بیوی نامساعد حالات میں جب چاہے گی طلاق بائن اختیار کر کے شوہر سے آزاد ہو جائے گی اور اگر دوبارہ ازدواجی زندگی گزارنے کے لئے مصالحت ہو گئی ہے تو بغیر تحلیل شرعی عدت میں یا عدت کے بعد سابق شوہر سے کم از کم دو مرد گواہوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی موجودگی میں ایجاب و قبول سے نکاح کر لینے کے بعد فریقین میاں اور بیوی کی حیثیت سے زندگی کا سفر جاری رکھ سکیں گے۔
- اگر طلاق کی تفویض مشروط اور معلق بالشرط کرانا مقصود ہو تو شرط کے ذکر کے ساتھ طلاق بائن کا ذکر ہونا چاہئے اور دائمی وقت کا مذکور ہونا یا ملفوظ ہونا ضروری ہے مثلاً لکھا جائے اگر میں فلاں ابن فلاں نے اپنی مسماۃ فلانہ بنت فلانہ کو زدوکوب کیا تو میری بیوی کو ہمیشہ کے لئے طلاق بائن لینے کا حق ہو گا۔
- مسئلہ: تفویض غیر مشروط مطلق / غیر مؤقت میں اگر بیوی اسی تفویض کی مجلس میں شوہر کو اختیار کر کے طلاق کا حاصل شدہ حق رد کر دے تو دوبارہ اسی مجلس میں بھی اس کو طلاق کا حق نہیں رہے گا۔

تفویض مشروط یا معلق بالشرط کا مفہوم اور حکم:

- تفویض مشروط یا معلق بالشرط غیر مؤقت سے مراد یہ ہے کہ تفویض کے

الفاظ میں تفویض کو کسی شرط کے ساتھ معلق کیا گیا ہو اور اس تفویض میں زمانے کا ذکر نہ ہو مثلاً شوہر بیوی سے کہتا ہے اگر میں نے تجھے مارا تو تجھے طلاق بائن کا اختیار ہو گا یا اس طرح کہتا ہے کہ اگر میں نے تیرے بعد دوسرا نکاح کیا تو تجھے طلاق بائن کا اختیار ہو گا۔

• تفویض مشروط یا معلق بالشرط غیر مؤقت کا حکم یہ ہے کہ شرط کے پائے جانے کے وقت کی مجلس میں بیوی کو طلاق حاصل کر کے آزاد ہونے کا اختیار ہو گا۔ مجلس کے بدل جانے یا ختم ہونے کے بعد اختیار نہیں ہو گا۔ کیونکہ تفویض مشروط جس میں وقت کا ذکر نہ ہو شرط کے پائے جانے کے وقت مرسل اور غیر مشروط تفویض کے حکم میں ہوتی ہے۔

مثلاً مذکورہ مثالوں سے پہلی مثال میں شوہر کے مارنے کی مجلس میں عورت کو طلاق لے کر آزاد ہونے کا اختیار حاصل ہو گا۔ اگر مضروب ہونے کی مجلس میں بیوی نے طلاق نہیں لی تو اس کا اختیار ختم ہو گیا۔ اسے دوسری مجلس میں طلاق لینے کا اختیار نہیں ہو گا۔ دوسری مثال میں دوسرا نکاح کرنے کے وقت کی مجلس میں یا دوسرے نکاح کا علم ہو جانے کی مجلس میں پہلی بیوی کو آزاد ہونے کا اختیار حاصل ہو گا اس مجلس کے بعد اختیار ختم ہو جائے گا۔ کیونکہ مشروط تفویض میں جب وقت کا ذکر نہ ہو تو وجود شرط کے وقت ہی تملیک اور تفویض ہوتی ہے لہٰذا وجود شرط کی مجلس کا اعتبار ہوتا ہے۔ اور بیوی کو وجود شرط کی مجلس میں تفویض کا علم ہو جائے یا شرط کے موجود ہونے کے بعد کسی دوسری مجلس میں بیوی کو مشروط تفویض اور شرط کے موجود ہونے کا علم ہو جائے تو علم ہو جانے کی مجلس میں بیوی کو طلاق کا اختیار ہو گا۔

• تفویض مشروط یا معلق بالشرط مؤقت سے مراد یہ ہے کہ تفویض کے الفاظ میں تفویض کو کسی شرط کے ساتھ مقید کیا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ کسی

وقت معین یا دائمی کا بھی ذکر ہو، وقت معین کی مثال جیسے شوہر بیوی سے کہتا ہے اگر میری طرف سے تجھے تکلیف پہنچی تو تجھے ایک ماہ تک طلاق بائن کا اختیار ہو گا اور وقت غیر معین دائمی کی مثال جیسے کوئی شخص بیوی سے کہتا ہے اگر میں نے تیرے علاوہ دوسری بیوی رکھی تو جب چاہے طلاق بائن لے لینا۔ وقت معین اور غیر معین کی تقسیم کی وجہ سے تفویض معلق بالشرط مؤقت کے دو قسم ہو گئے تفویض معلق مؤقت بالوقت المعین اور بالوقت الغیر المعین جس کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے۔

فائدہ: تفویض مؤقت جس میں وقت کا ذکر ہو مطلق ہو یعنی جس میں وقت کے سوا کسی دوسری شرط کا ذکر نہ ہو یا معلق بالشرط ہو دونوں صورتوں میں بیوی کو ذکر شدہ وقت میں آزاد ہونے کا اختیار ہو گا اگر دائمی وقت مذکور ہو گا تو انتہائے وقت تک اختیار رہے گا اور اگر دائمی وقت مذکور نہیں ہو گا تو وقت کے شروع ہونے کے پہلے حصہ میں اختیار ہو گا بعد میں اختیار ختم ہو جائیگا۔

مثلاً کسی نے کہا تجھے طلاق کا اس دن میں اختیار ہو گا جس دن زید گھر آئے گا یہاں دن سے مراد مطلق وقت دن اور رات کو شامل ہے لٰہذا جس دن یا رات زید واپس آیا اس وقت کی پہلی جزء میں عورت کو طلاق کا اختیار ہو گا بعد میں اختیار نہیں رہے گا کیونکہ دن سے مراد استیعاب اور پورا وقت مراد نہیں ہے۔ (عالمگیری)

لفظ ''فی'' کے مدخول کی بحث:

- لغت عرب کے عرف کے مطابق اگر زمانہ اور وقت حرف ''فی'' کا مدخول ہو اور فعل کے حق میں وقت متجزی ہو سکتا ہو تو زمانہ اور وقت سے وقت کا ایک مبہم غیر معین جزء مراد ہوتا ہے۔ استیعاب اور کل وقت مراد نہیں ہوتا اور اگر زمانہ اور وقت کا استعمال حرف ''فی'' کے بغیر ہو تو وقت سے کل وقت اور استیعاب مراد ہوتا ہے۔ مثلاً ''واللہ لا صوم من عمری'' (ترجمہ) اللہ کی قسم عمر

بھر روزہ رکھوں گا۔ اور ''واللہ لاصومن فی عمری'' (ترجمہ) اللہ کی قسم اپنی عمر میں روزہ رکھوں گا۔ اور ''ان صمت شھرا فَعَبْدِیْ حر'' (ترجمہ) اگر میں نے پورا مہینہ روزہ رکھا میرا عبد آزاد ہوگا۔ اور ''ان صمت فی ھذا الشھر فعبدی حر'' (ترجمہ) اگر میں نے اس مہینہ میں روزہ رکھا تو میرا عبد آزاد ہوگا۔ میں ہے یعنی ''واللہ لاصومن عمری'' سے کل عمر مراد ہے کیونکہ حرف فی مذکور نہیں ہے۔ اگر ساری عمر روزے نہیں رکھے گا تو حانث ہو جائے گا اور فی عمری میں حرف فی مذکور ہے اس لئے عمر کے کسی حصہ میں روزہ رکھنے سے حالف قسم سے بری ہو جائے گا اسی طرح ''ان صمت شھرا'' میں پورا مہینہ مراد ہے اور ''ان صمت فی ھذا الشھر'' میں ایک دن روزہ رکھنے سے عبد آزاد ہو جائے گا۔ اسی طرح ''سرت فرسخا'' (ترجمہ) ایک فرسخ چلا اور ''سرت فی فرسخ'' (ترجمہ) میں ایک فرسخ میں چلا میں فرق ہے پہلی صورت میں استیعاب اور کل فرسخ مراد ہے کیونکہ حرف فی مذکور نہیں ہے اور دوسری صورت میں فرسخ کا کوئی ایک جزء مراد ہے کیونکہ اس میں حرف فی مذکور ہے۔ چونکہ طلاق اور تفویض طلاق کے حق میں زمانہ متجزی ہوتا ہے اس لئے طلاق اور تفویض طلاق میں اگر وقت کا ذکر حرف فی کے بغیر ہے تو کل زمانہ بالاستیعاب مراد ہوگا اور اگر حرف فی کا مدخول ہے تو وقت کی کوئی ایک جزء مراد ہوگی اسی ضابطہ کی بنیاد پر عالمگیری کی عبارت ملاحظہ ہو:

ان کان امرك بیدك یوماً او شھراً او سنة او قال الیوم او الشھر او السنة او قال ھذا الیوم او ھذا الشھر او ھذا السنة لا یتقید بالمجلس ولھا الامر فی الوقت کله۔

(عالمگیری مکتبہ ماجدیہ، ۳۹۲/۱)

ترجمہ: اگر شوہر نے بیوی سے کہا تیرا امر تیرے ہاتھ ہے ایک

دن یا ایک ماہ یا ایک سال یا یوں کہا اس دن یا اس ماہ یا اس سال تو یہ تفویض مجلس کے ساتھ مقید نہیں ہو گی اور بیوی کے لئے سارے وقت میں اختیار ہے مذکورۃ عبارت میں دن یا مہینہ یا سال کے ذکر میں حرف فی کا واسطہ نہیں ہے۔ اس لئے کل وقت مراد ہے۔

پھر فرمایا:

ولو قال امرك بيدك في هذا اليوم فهو على مجلسها وهو صحيح موافق لقوله انت طالق غدا او انت طالق في الغد كذا في محيط السرخسي۔ (ص۱/۲۹۳)

ترجمہ: اور اگر شوہر نے بیوی سے کہا تیرا امر اس دن میں تیرے ہاتھ ہے پس یہ عورت کی مجلس پر منحصر ہو گا اور یہی صحیح اور موافق ہے اس کے قول "انت طالق غداً" اور "انت طالق فی الغد" کے اسی طرح امام سرخسی کی محیط ہیں۔

کل یا زمانہ کے ذکر کے وقت پہلی جزء مراد ہو گی:

- چونکہ مذکورہ عبارت میں زمانے کا استعمال فی کے واسطہ سے ہے اسلئے یہاں کل وقت مراد نہیں ہو گا بلکہ دن کا کوئی ایک حصہ مراد ہو گا اور تفویض کیلئے علم کی پہلی مجلس ہی معین ہو گی اور طلاق حاصل کرنے کا اختیار اسی مجلس علم تک ہو گا۔
- اگر بالفرض تفویض میں شرط کے طور پر زمانہ ذکر کیا جائے مثلاً کہا جائے:

اذا جاء الغد فامرك بيدك يا اذا جاء شعبان فامرك بيدك۔

ترجمہ: جب کل ہو گی تیرا امر تیرے ہاتھ ہو گا یا جب شعبان آئے گا تیرا امر تیرے ہاتھ ہو گا۔

ایسی تفویض کو بھی معلق بالشرط اور مؤقت کہہ سکتے ہیں یہاں بھی مفتی بہ قول

کے مطابق غد اور شعبان کی پہلی جزء میں خیار ہو گا غد کی آخری جزء اور شعبان کی آخر جزء تک اختیار باقی نہیں رہے گا اگر مخیرۃ نے ذکر شدہ زمانہ کی پہلی جزء میں طلاق واقع کر لی تو طلاق واقع ہو جائے گی بعد میں واقع نہیں ہو گی اسی طرح ''انت طالق غدا'' میں صبح ہوتے ہی پہلی جزء میں طلاق واقع ہو جائے گی یہی قول مختار ہے۔

- اگر بالفرض تفویض میں زمانے کی انتہاء کا ذکر ہو تفویض مشروط ہو یا غیر مشروط ہو زمانے کی انتہاء تک مخیرۃ کو طلاق حاصل کرنے کا حق ہو گا مثلاً شوہر کہتا ہے ''امرك بيدك الى ثلثة ايام۔'' (ترجمہ) تیرا امر تیرے ہاتھ تین دن تک ہے تو بیوی کو تین دن تک طلاق حاصل کرنے کا اختیار ہو گا۔

تنبیہ: حرف الی کا مدخول کبھی خارج ہوتا ہے اور کبھی داخل اس لئے ہر زبان میں اسی زبان کا عرف مراد ہو گا مثلاً اگر کوئی شخص بیوی سے کہتا ہے تجھے طلاق کا اختیار دیتا ہوں آج رات تک تو رات خارج ہو گی اختیار صرف دن میں ہو گا اگر کوئی شخص رمضان میں کہتا ہے تجھے طلاق کا اختیار ہے عید تک۔ تو عید کا دن خارج ہو گا عید کے دن سے پہلے ایام میں اختیار ہو گا اگر عرف اسی طرح ہے۔ اگر عرف بالعکس تو حکم بالعکس ہو گا۔

تفویض مؤقت کی مختلف صورتوں کا بیان:

- اگر تفویض مشروط یا غیر مشروط میں کل وقت اور دائمی تفویض کا ذکر ہو جس کو ہم نے تفویض مؤقت عام کا نام دیا ہے ایسی صورت میں مخیرۃ کو ہمیشہ طلاق حاصل کرنے کا اختیار ہو گا مشروط تفویض میں وجود شرط کے وقت دائمی اختیار ہو گا اور غیر مشروط میں ہر وقت دائمی اختیار ہو گا مثلاً تفویض مشروط میں شوہر کہتا ہے ''اذا مرض زيد فامرك بيدك متى شئت'' (ترجمہ) جب زید مریض ہو گا تیرا امر تیرے ہاتھ ہو گا جب تو چاہے یہاں حالت مرض کے جمیع

اوقات میں مخیرہ کو اختیار حاصل ہو گا اور تفویض غیر مشروط میں اگر شوہر کہتا ہے ''امرك بيدك متى شئتِ'' تو اس میں ہمیشہ موصوفہ کو اختیار حاصل رہے گا۔

طلاق کا اختیار رد کرنے کا حکم:

فائدہ: تفویض مؤقت میں اگر پورا وقت مراد ہو اور عورت حاصل کردہ اختیار کو وقت ختم ہونے سے پہلے رد کر دے یہ کہ شوہر کو اختیار کر لے اور طلاق کو رد کر دے تو پھر انتہاء وقت تک دوبارہ بیوی کو طلاق حاصل کرنے کا اختیار نہیں رہے گا۔ (عالمگیری)

مثلاً شوہر نے ایک ماہ تک بیوی کو طلاق سے آزاد ہونے کا حق تفویض کیا تھا لیکن دوسرے تیسرے دن بیوی کہتی ہے میں طلاق کے اختیار کو رد کرتی ہوں اور شوہر کو اختیار کرتی ہوں تو طلاق کا اختیار مردود اور ختم ہو جائے گا مسماۃ کو دوبارہ ایک ماہ کے اندر طلاق لینے کا حق باقی نہیں رہے گا اور اسی طرح اگر تفویض میں وقت کا ذکر نہیں تھا یا وقت سے مراد پورا وقت مراد نہیں تھا اور عورت نے مجلس اختیار میں اختیار کو رد کر دیا اور کہہ دیا میں طلاق کا حق واپس کرتی ہوں اور شوہر کو اختیار کرتی ہوں تو بیوی کو دوبارہ طلاق کا حق نہیں رہے گا۔ (شامی)

تفویض کے ضروری مسائل:

مسئلہ: ایک شخص نے بیوی سے کہا اگر میں نے تیرا نفقہ تجھے اس ماہ نہ بھیجا تو تجھے طلاق بائن کا اختیار ہو گا۔ شوہر نے اسی ماہ کسی آدمی کے ہاتھ بیوی کو نفقہ بھیجا لیکن نفقہ پہنچنے سے پہلے لے کر جانے والے آدمی کے ہاتھ سے وہ نفقہ ضائع ہو گیا تو بیوی کو طلاق کا اختیار حاصل نہیں ہو گا کیونکہ شوہر نے حسب وعدہ نفقہ بھیج دیا تھا۔

مسئلہ: اگر بیوی کو خوف ہے کہ میرا شوہر نکاح ہو جانے کے بعد طلاق کا اختیار نہیں دے گا تو بیوی ایجاب کے لفظوں سے اس طرح ابتداء کرے کہ میں نے بمعاوضہ مہر مبلغ اتنا اتنا تجھ سے نکاح کیا اس شرط کے ساتھ کہ مجھے اپنے نفس کو طلاق بائن دینے کا حق ہوگا جب میں چاہوں گی اپنے نفس کو طلاق بائن دے کر آزاد ہو جاؤں گی۔ شوہر کہے میں نے یہ نکاح بمع شرائط قبول کیا۔ اگر لڑکی کے نکاح کا وکیل ایجاب کے لفظ کہہ رہا ہے تو وکیل کہے میں نے اپنی موکلہ فلانہ بنت فلاں کا نکاح بمعاوضہ مہر مبلغ اتنا اتنا تجھ سے کر دیا اس شرط کے ساتھ کے میری موکلہ کو اپنے نفس کو جب چاہے طلاق بائن دینے کا حق ہوگا۔ شوہر کہے میں نے یہ نکاح بمع شرائط قبول کیا۔ درج بالا الفاظ کے ساتھ ایجاب و قبول کرنے سے بیوی کو ہمیشہ کے لئے آزاد ہونے کا حق حاصل ہو جائے گا۔ اگر انہی الفاظ سے شوہر ایجاب کی ابتداء کرے اور بیوی قبول کرے تو بیوی کو طلاق کا اختیار حاصل نہ ہوگا۔ اس کی وجہ ہم بیان کر چکے ہیں۔

تحلیل شرعی عورت کے آزاد ہونے کا ذکر:

فائدہ: تحلیل شرعی میں مبتلی خاتون ذکر کردہ طریقہ سے زوج ثانی کے ساتھ نکاح کر لینے کے بعد محلل (زوج ثانی) سے اس کی رضا کے بغیر آزاد ہو سکتی ہے۔ یعنی مذکورہ شرط کیساتھ ایجاب کی ابتداء اگر لڑکی کی جانب سے ہو۔

تفویض اور دوسری تملیکات میں فرق:

مسئلہ: تفویض طلاق میں شوہر کی جانب سے طلاق کی تملیک ہوتی ہے لیکن یہ تملیک دیگر تملیکات سے بعض وجوہ سے مختلف ہے۔ اول یہ کہ اگر بیوی مجلس تفویض سے غائب ہو تو مجلس کے ختم ہونے سے تملیک ختم نہیں ہوتی بلکہ بیوی کو جس مجلس میں تفویض کا علم حاصل ہوگا اس مجلس میں بیوی کو طلاق کا اختیار ہوگا۔ لیکن بیع و شرائط کی وجہ سے تملیک اور دیگر تملیکات میں مجلس ختم ہوتے

ہی تملیک منسوخ اور ختم ہو جاتی ہیں۔ مثلاًا گر خریدار نے مجلس ختم ہونے کے بعد قبول کیا تو بیع منعقد نہیں ہو گی۔ دوم طلاق کی تملیک میں بیوی کی جانب سے قبول کرنا شرط نہیں ہے بلکہ شوہر کی تفویض سے تملیک مکمل ہو جائے گی طَلِّقِیْ نَفْسَکِ کے جواب میں بیوی کا قَبِلْتُ کہنا ضروری نہیں ہے۔ جبکہ دیگر تملیکات میں ایسا نہیں ہوتا، دوسرے فریق کا قبول کرنا شرط ہوتا ہے۔

تفویض میں تملیک مکمل ہو جاتی ہے خواہ عورت قبول نہ کرے:

مسئلہ: تفویض میں شوہر کی جانب سے تملیک مکمل ہو جاتی ہے فریق ثانی یا بیوی قبول کرے یا نہ کرے اور معنی اور مفہوم کے اعتبار سے تفویض میں تملیک کے علاوہ شرط کے ساتھ تعلیق بھی ہوتی ہے کہ اگر تو چاہے تو طلاق کو اختیار کر لے۔ گویا تفویض کی عبارت میں تملیک اور تعلیق دونوں موجود ہوتی ہیں۔ اس لئے تملیک کے اعتبار سے تفویض مجلس تفویض یا مجلس علم تک محدود ہو گی اور تعلیق کے اعتبار سے تملیک سے رجوع نہیں ہو سکے گا کیونکہ تعلیقات میں رجوع نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا وہ تفویض طلاق جس میں وقت کا ذکر نہ ہو اس میں مجلس تک عورت کو اختیار ہو گا اور شوہر تفویض سے رجوع نہیں کر سکے گا یعنی الفاظ واپس لینے سے تفویض باطل نہیں ہو گی۔ بلکہ تفویض قائم اور باقی رہے گی۔

مسئلہ: اگر تفویض کے الفاظ مثلاً تو اپنے نفس کو طلاق دے کی عبارت مشیت اور ارادہ اور محبت اور رضا جیسے الفاظ کے ساتھ 'اذا' یا 'اذا ما' یا 'مَتٰی شِئْتِ' وغیرہا کا ذکر ہو تو ان میں دوام اور عموم وقت مراد ہوتا ہے مثلاً جب تو چاہے، جب تیرا ارادہ ہو طلاق لینے کا تجھے اختیار ہو گا۔ جب تو پسند کرے، جب تیری رضا ہو کے الفاظ میں بیوی کو ہمیشہ کے لئے طلاق لینے کا اختیار حاصل ہو جائے گا۔
(بحر الرائق)

تملیک اور توکیل میں فرق:

مسئلہ: تملیک اور توکیل میں ایک فرق یہ ہوتا ہے کہ اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق تفویض کرے تو یہ ہمیشہ تملیک ہو گی توکیل نہیں ہو گی۔ کیونکہ تفویض کے بعد بیوی اپنے لئے طلاق میں تصرف کی مالکہ ہو جاتی ہے اپنے لئے وکیل نہیں بن سکتی، وکیل وہ ہوتا ہے جو دوسرے کے لئے دوسرے کی اجازت سے تصرف کرے، اپنے لئے عمل نہ کرے اور اگر شوہر بیوی کے علاوہ کسی دوسرے آدمی کو اپنی بیوی کی طلاق کا حق تفویض کرتا ہے اور تفویض کی عبارت میں جب تو چاہے جیسی عموم پر دلالت کرنے والی عبارت ذکر نہیں کرتا تو یہ توکیل ہو گی کیونکہ وکیل وہ شخص ہوتا ہے جو دوسرے کے لئے دوسرے کی اجازت سے کام کرے اپنے لئے نہ کرے۔ ایسا اجنبی آدمی ہی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اجنبی آدمی وکیل ہو سکتا ہے اور بیوی اپنی طلاق کی تفویض میں وکیل نہیں ہو سکتی۔ (بحر)

توکیل اور تملیک میں چار وجوہات سے فرق:

مسئلہ: تملیک یعنی تفویض اور توکیل میں چار وجہ سے فرق کیا جاتا ہے اول تملیک اور تفویض جس میں وقت کا ذکر نہ ہو تفویض کی مجلس کے ساتھ مقید ہوتی ہے اور توکیل وکیل بنانے کی مجلس کے ساتھ مقید نہیں ہوتی۔ دوم تملیک سے رجوع نہیں ہو سکتا اور توکیل میں رجوع ہو سکتا ہے سوم تملیک میں مالک بنانے والا عزل کا حق نہیں رکھتا اور توکیل میں مؤکل وکیل کو معزول کر سکتا ہے، چہارم تملیک شوہر کے جنون سے باطل نہیں ہوتی اور توکیل مؤکل کے جنون سے باطل ہو جاتی ہے۔

مسئلہ: اگر شوہر کسی آدمی کو کہتا ہے میری بیوی کو طلاق دے دے تو یہ توکیل ہے اور شوہر اس میں رجوع کر سکتا ہے مثلاً وکیل کی جانب طلاق دینے سے پہلے مؤکل اور شوہر کہہ دے میں نے وکیل سے طلاق کی وکالت واپس لے لی۔ تو

وکالت منسوخ ہو جائے گی۔ لیکن تفویض میں رجوع کر کے تفویض شدہ حق طلاق کو منسوخ نہیں کیا جا سکتا اور توکیل مجلس کے ساتھ مقید نہیں ہو گی۔ وکیل بنانے کی مجلس کے بعد بھی وکیل طلاق دے سکے گا۔ لیکن اگر تو چاہے کی عبارت طلاق کے ساتھ لگا کر شوہر اجنبی آدمی کو یوں کہتا ہے کہ میری بیوی کو طلاق دے دے اگر تو چاہے تو یہ تملیک ہو جائے گی اب شوہر رجوع نہیں کر سکتا۔ اور تفویض کی مجلس کے ساتھ یہ تملیک مقید ہو گی کیونکہ وکیل کو اپنی مشیت اور ارادہ سے کسی چیز میں تصرف کرنے کا حق دینا تملیک کہلاتا ہے۔ لہٰذا اجنبی بھی طلاق کا مالک ہو جائے گا۔ (بحر) گویا شوہر کی جانب سے اجنبی طلاق دینے کا مالک بھی ہو سکتا ہے اور وکیل بھی ہو سکتا ہے لیکن بیوی صرف اپنی طلاق کی مالکہ بن سکتی ہے وکیل نہیں بن سکتی۔

مسئلہ: اگر شوہر نے بیوی کو طلاق بائن تفویض کی لیکن بیوی نے طلاق رجعی لے لی تو طلاق بائن واقع ہو گی اور اگر شوہر نے طلاق رجعی تفویض کی لیکن بیوی نے بائن لے لی تو طلاق رجعی واقع ہو گی کیونکہ شوہر جس طلاق کا بیوی کو مالک بنا رہا ہے وہی واقع ہو گی اگرچہ بیوی نے اس کا عکس کیا۔ (بحر)

تملیک میں مامور آمر کے خلاف کرے تو مامور کا عمل معتبر نہیں ہو گا:

مسئلہ: اگر بیوی سے کہا تجھے ایک طلاق کا اختیار ہے بیوی نے تین طلاق لے لیں یا بیوی سے کہا تجھے تین طلاق کا اختیار ہے بیوی کہتی ہے میں نے ایک ہزار طلاق لے لی تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔ کیونکہ تملیک کا ضابطہ یہ ہے کہ اگر مامور آمر کے اصل حکم میں سے اختلاف کرے تو مامور کا تصرف نافذ نہیں ہوتا اور اگر وصف میں اختلاف کرے تو تصرف نافذ ہو جاتا ہے اور وصف لغو ہو جاتی ہے۔ (بحر) پہلے مسئلہ طلاق رجعی اور بائن میں وصف کا اختلاف تھا اور دوسرے مسئلہ میں آمر اور مامور کا اصل حکم میں اختلاف ہے۔

مسئلہ: اگر شوہر بیوی سے کہے تجھے طلاق کا اختیار ہے جتنی مرتبہ چاہے تو خود کو طلاق دے سکے گی تو بیوی تین مجالس میں تین مرتبہ تین طلاق الگ الگ کر کے لے سکتی ہے اور اگر شوہر کہے تجھے طلاق کا اختیار ہے جب چاہے تو طلاق لے سکتی ہے تو صرف ایک طلاق لے سکے گی۔ (بحر)

جبر سے کتابت کرانے پر تفویض نہیں ہوتی:

مسئلہ: اگر شوہر سے بندوق کی نوق پر جبراً لکھوایا گیا کہ اس کی بیوی کو طلاق ہے یا اس کی بیوی کو طلاق کا اختیار ہے، شوہر نے مجبور ہو کر لکھ دیا یا دستخط کر دیئے لیکن زبان سے نہیں کہا اور طلاق اور تفویض کی نیت نہیں کی تو بیوی کو طلاق واقع نہیں ہو گی اور نہ ہی اس کو طلاق کا اختیار ہو گا کیونکہ جبری طلاق اور تفویض کی کتابت سے طلاق اور تفویض واقع اور نافذ نہیں ہوتیں۔

اجنبیہ کی تفویض کا مسئلہ:

مسئلہ: نکاح ہونے سے پہلے ایک عورت سے کہا اگر میں تجھ سے نکاح کروں یا تیرا مالک بنوں تو تجھے طلاق کا اختیار ہو گا پھر نکاح کر لیا تو عورت کو نکاح ہو جانے کے بعد طلاق کا اختیار ہو گا کیونکہ طلاق یا تفویض کی اضافت نکاح یا ملک کی طرف ہو تو تعلیق معتبر ہوتی ہے۔

مسئلہ: اجنبیہ سے کہا اگر میں نے کسی دوسری عورت سے نکاح کیا تو تجھے طلاق کا اختیار ہو گا تو یہ تفویض نہیں ہوئی کیونکہ یہاں تفویض کی نسبت نکاح یا ملک نکاح کی طرف نہیں۔ (بہارِ شریعت)

تفویض کا صحیح طریقہ:

الحاصل: تفویض طلاق کا صحیح طریقہ جو کہ عورت کے لئے مفید ثابت ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ ایجاب و قبول شرعی سے نکاح منعقد ہو جانے کے بعد طلاق بائن غیر مغلظہ کی تفویض کا شوہر انشاء کرے اور تفویض کے الفاظ میں عموم وقت پر

دلالت کرنے والے الفاظ کا ذکر بھی ہو۔ مثلاً تفویض کے الفاظ کے بعد ''میری بیوی جب چاہے خود کو طلاق دے دے'' وغیرھا۔ الفاظ کا اضافہ کرے مثلاً نکاح ہو جانے کے بعد شوہر کہے میں نے اپنی بیوی فلانہ بنت فلاں کو طلاق بائن کا حق تفویض کیا وہ جب چاہے خود کو طلاق دے دے۔ اور اگر شوہر مشروط تفویض کا حق دینا چاہتا ہے تو اس شرط کا ذکر کیا جائے جو مطلوب ہے۔ مثلاً شوہر نکاح ہو جانے کے بعد کہے اگر میں نے اپنی بیوی فلانہ بنت فلاں کو مارا تو اس کو طلاق بائن کا اختیار ہو گا جب چاہے خود کو طلاق دے کر آزاد ہو جائے۔

مسئلہ: طلاق مشروط میں اگر وقت کا ذکر نہ ہو تو شرط کے پائے جانے کی صرف پہلی مجلس میں بیوی کو طلاق کا اختیار ہو گا۔ مجلس کے ختم ہونے کے بعد اختیار ختم ہو جائے گا مثلاً شوہر نے کہا اگر میں نے بیوی کو مارا تو بیوی کو طلاق کا اختیار ہو گا پھر ایک دن بیوی کو مارا تو بیوی کو اُسی مجلس ضرب کی انتہاء تک طلاق کا اختیار ہو گا جب وہ مجلس ختم ہوئی اختیار باقی نہیں رہے گا۔ دوبارہ مارنے کے وقت بھی اختیار نہیں ہو گا اس لئے دائمی اختیار کے لئے مشروط تفویض ہو یا غیر مشروط جب چاہے یا ہمیشہ یا تازندگی جیسے الفاظ کا ذکر ہونا چاہئے۔ (عالمگیری)

نکاح خوان کی جانب سے شوہر کو مذکورہ الفاظ کہلوانے اور اقرار کرانے کے بعد نکاح فارم کے کالم نمبر ۱۸ کے جواب میں کہلوائے گئے الفاظ لکھ دیئے جائیں اور بہتر یہ ہے کہ ان کے ساتھ دستخط بھی کرا دیئے جائیں تاکہ انکار کی گنجائش نہ رہے۔

اختیار واپس لینے کا طریقہ:

مسئلہ: بالفرض شوہر بیوی کو دیئے گئے دائمی یا مؤقت اختیار کو ختم کرانا چاہتا ہے تو اُسے چاہئے بیوی سے ایک مرتبہ کہلوائے کہ میں شوہر کو اختیار کرتی ہوں طلاق نہیں چاہتی تو اس کے بعد بیوی کو اپنے نفس کو طلاق دینے کا اختیار نہیں رہے گا۔

یہی طرفین کا قول ہے اور علامہ شامی نے اسی کو صحیح کہا ہے۔
بدائع الصنائع میں ہے:

ولو قالت اخترت زوجي او قالت لا اختار الطلاق ذكر في بعض المواضع ان على قول ابي حنيفة ومحمد يخرج الامر من يدها في جميع الوقت حتى لا تملك ان تختار نفسها بعد ذالك و ان بقي الوقت الخ (بدائع ۴/۲۵۲، مکتبہ عباس احمد باز مکہ مکرمہ)

ترجمہ: اگر بیوی نے کہا میں نے اپنے زوج کو اختیار کیا یا اس نے کہا میں طلاق اختیار نہیں کرتی (تو کتب فقہ میں) بعض جگہوں میں یہ مذکور ہے کہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے قول پر سارے وقتوں میں طلاق کا امر بیوی کے ہاتھ سے نکل جائے گا حتی کہ اس کے بعد اپنے نفس کو اختیار کرنے کی مالکہ نہیں رہے گی اگرچہ وقت باقی ہو۔

تفویض مؤقت کے دو قسم تھے مؤقت بوقت خاص اور مؤقت بوقت مطلق پہلے کی مثال جیسے ''امرك بيدك الى الشهر'' یعنی تیرا امر تیرے ہاتھ ہے ایک ماہ تک اور دوسرے کی مثال جیسے ''امرك بيدك متى شئتِ'' یعنی تیرا امر تیرے ہاتھ ہے جب تو چاہے ان دونوں صورتوں میں طرفین کا قول یہ ہے کہ اگر بیوی اوقات مذکورہ میں طلاق اختیار کرنے سے پہلے ایک مرتبہ کہتی ہے میں شوہر کو اختیار کرتی ہوں یا میں طلاق نہیں چاہتی تو اسے دوبارہ کسی وقت اپنے نفس کو اختیار کرنے کا حق نہیں رہے گا۔

بدائع میں تفویض کی تقسیم اور اقسام کا ذکر:

بدائع میں تفویض کی تقسیم اس طرح کی گئی ہے یہ کہ تفویض منجز ہوگی یا معلق بالشرط ہوگی یا مضاف الی الوقت ہوگی۔ پھر تفویض منجز مطلق ہوگی یا مؤقت ہوگی پھر مؤقت دو قسم ہوگی۔ مؤقت بوقت خاص اور مؤقت بوقت

عام/ یا مؤقت بوقت مطلق اور تفویض معلق بالشرط کے تین قسم ہوں گے معلق بالشرط غیر مؤقت/یعنی معلق بالشرط مطلق یا معلق بالشرط مؤقت بوقت خاص اور مؤقت بوقت عام اور تفویض مضاف کی ایک ایک قسم ہے تفویض مضاف کی مثال جیسے ''امرك بیدك غدا''یعنی تیرا امر تیرے ہاتھ ہوگا کل کے دن اس کا حکم یہ ہے غد اور کل کے دن میں صرف پہلی مجلس میں بیوی کو اختیار ہوگا سارا دن اختیار نہیں ہوگا۔ اور مؤقت بوقت عام کی مثال ''امرك بیدك متی شئت''۔یعنی تیرا امر تیرے ہاتھ ہے جب تو چاہے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

حلالہ کا بیان

- ☆ حلالہ کے احکام
- ☆ کیا حلالہ عورت کے لیے سزا ہے؟
- ☆ حلالہ میں خود بخود وقوعِ طلاق کا حیلہ
- ☆ لعنت شخصی کا حکم
- ☆ تحلیل شرعی کا آسان طریقہ

حلالہ کا بیان

تحلیل شرعی/حلالہ کے احکام:

تین طلاق واقع ہونے پر زوجین کے لئے بہتر تو یہ ہے ہر ایک اپنے لئے دوسرے ساتھی کا انتظام کرے۔ اللہ تعالیٰ شوہر کو اچھی بیوی اور بیوی کو اچھا شوہر عطا فرمائے گا۔ اگر زوجین دوبارہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونا چاہتے ہیں تو اس کے لئے ضروری ہے کہ مطلقہ عدت کے بعد دوسرے آدمی کے ساتھ نکاح کرے اور وظیفہ زوجیت اور جنسی عمل ادا کیا جائے۔ وظیفۂ زوجیت اور جنسی عمل سے مراد دخول ہے اور یہ حلت کے لئے شرط ہے۔ بعض مرتبہ دوسرے نکاح کے بعد صرف خلوت پر اکتفا کر لیا جاتا ہے اور طلاق دے دی جاتی ہے اس سے مطلقہ پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوتی کیونکہ جنسی عمل اور دخول کے شرط ہونے پر اجماع ہے مگر انزال شرط نہیں۔

- حلالہ کے معاملہ کو خفیہ رکھنے کے لئے صرف دو گواہوں کی موجودگی میں دونوں مطلقہ خاتون اور دوسرا آدمی ایجاب و قبول کر لیں تو نکاح ہو جائے گا بلکہ اگر خاتون دوسرے شوہر کو اپنے ساتھ نکاح کر لینے کا وکیل بنا دے اور موجودہ گواہ وکالت کے گواہ بھی ہو جائیں تا کہ بوقت ضرورت وکالت ثابت کی جا سکے پھر بے شک عورت مجلس نکاح میں نہ آئے اور دوسرا شوہر دو گواہوں کی موجودگی میں کہہ دے کہ میں نے مؤکلہ جس نے مجھے اپنے ساتھ نکاح کر لینے کا وکیل بنایا ہے فلانہ بنت فلانہ کا اپنے ساتھ نکاح کیا تو نکاح ہو جائے گا۔ نکاح کے

بعد دونوں میاں بیوی وظیفۂ زوجیت ادا کرلیں اور دوسرا شوہر بیوی کو طلاق بائن دے دے۔ دوسری طلاق کی عدت کے بعد پہلا شوہر صرف دو گواہوں کے سامنے مطلقہ کے ساتھ ایجاب وقبول کے ساتھ نکاح کرلے۔

• دوسرے آدمی کے نکاح کے وقت خود پہلا شوہر یا اس کے بیٹے یا بھائی بھی گواہ ہوسکتے ہیں اور دوبارہ نکاح کرتے وقت دوسرا شوہر بھی گواہ ہوسکتا ہے۔

کیا حلالہ عورت کے لیے سزا ہے؟

• خواتین یہ بھی سوال کرتی ہیں کہ تین طلاقیں دے کر جرم تو شوہر نے کیا مگر تحلیل شرعی اور دوسرے آدمی کے ساتھ نکاح کرنے کی سزا ہمیں کیوں دی جاتی ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سزا شوہر کو دی جارہی ہے کیونکہ آدمی کی فطرت اور مزاج ہے کہ وہ اپنی بہن اور بیٹی حتی کہ بیوہ ماں کا دوسرے آدمی کے ساتھ نکاح کردیتا ہے اور برداشت کرتا ہے بلکہ اسے خوشی ہوتی ہے اور اسے معاشرے میں شرم اور عار محسوس نہیں ہوتی مگر آدمی اپنی بیوی کا دوسرے آدمی کے ساتھ نکاح برداشت نہیں کرسکتا اور اسے انتہائی ندامت اور شرمندگی اور عار محسوس ہوتی ہے لٰہذا جب شوہر نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور تین طلاقیں آخری حد کراس کرگیا تو اللہ تعالیٰ نے بطور سزا اس کے لئے مطلقہ بیوی ہمیشہ کے لئے حرام فرمادی اب اگر حالات کا دباؤ نہ ہو تو عورت نئے مہر کے ساتھ دوسرے آدمی کے ساتھ نکاح کرلے اور پہلے شوہر کو بھول جائے پہلے شوہر سے بھی مہر لیا تھا اور اب دوسرے شوہر سے بھی مہر لے کر اللہ تعالیٰ کے بنائے گئے قانون نکاح کے ساتھ ایجاب و قبول کرلے تو کونسی بری بات ہے اب دوسرے شوہر کے لئے دائمی بیوی بن جائے اور اگر حالات کا دباؤ ہو یا پہلے شوہر سے موجود بچوں کی زندگی اور تربیت کا خیال ہو تو دوسرے آدمی سے طلاق لے کر پہلے شوہر کے ساتھ تیسرے

مہر کے معاوضہ میں نکاح کر لے۔ بالفرض یہ عورت مہر ایک لاکھ روپے ہر نکاح میں لیتی رہے تو تین لاکھ روپے اس کی ملکیت میں جمع ہو جائیں گے۔ عادۃ عورتوں کو دوسرے یا تیسرے نکاح میں اتنی عار اور شرم محسوس نہیں ہوتی جتنی طلاق دہندہ شوہر کو زندگی بھر شرم محسوس ہوتی رہتی ہے اس لئے یہ سزا اگر ہے تو شوہر کے لئے ہے بیوی کے لئے نہیں ہے۔

حلالہ میں خود بخود وقوع طلاق کا حیلہ:

• اگر عورت کو خوف ہو کہ دوسرا شوہر مباشرت کے بعد طلاق نہیں دے گا تو مندرجہ ذیل الفاظ سے ایجاب و قبول کرنے سے دخول کے بعد فوراً عورت کو خود طلاق ہو جائے گی۔ مثلاً ایجاب کے وقت شوہر کہے اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا اور جنسی عمل کیا تو تجھے بائن طلاق ہو گی پھر گواہوں کی موجودگی میں کہے میں نے تجھ سے نکاح کیا اور عورت کہے میں نے قبول کیا۔ اب جس وقت جماع اور جنسی عمل شروع کرے گا طلاق خود بخود واقع ہو جائے گی فوراً مباشرت بند کر دے ورنہ زنا ہو گا کیونکہ طلاق جنسی عمل پر معلق تھی لہٰذا واقع ہو جائے گی۔ اگر شوہر کہے: اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا اور تجھے تین دن سے زائد روکا تو تجھے بائن طلاق ہو گی۔ اس کے بعد کہے میں نے تجھ سے نکاح کیا اور عورت قبول کر لے نکاح ہو جائے گا اور تین دن کے بعد طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔ تین دن تک بے شک مباشرت کرتا رہے۔

• تیسری صورت یہ ہے کہ عورت کی طرف سے ایجاب ہو اور عورت شوہر سے کہے میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا اس شرط پر کہ طلاق بائن کا اختیار مجھے ہو گا جب چاہوں طلاق بائن لے لوں اور شوہر کہے میں نے قبول کیا تو نکاح ہو جائے گا اور بیوی کو طلاق بائن کا اختیار حاصل ہو گا جب چاہے خود کو طلاق بائن دے سکتی ہے کیونکہ شوہر کے قبول سے نکاح مکمل ہو جائے گا۔ تکمیل نکاح کے ساتھ ہی

تفویض طلاق مکمل ہو جائے گی اور اگر شوہر ابتداء کرے اور کہے میں نے تجھ سے نکاح کیا اس شرط پر کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہو گا اور بیوی قبول کرے تو بیوی کو طلاق دینے کا اختیار نہیں آئے گا کیونکہ تفویض کا عمل نکاح کی تکمیل سے پہلے ہو گیا ہے۔ تفویض شوہر کی جانب سے ہوتی ہے۔ عورت اگر قبول کرے تو تفویض کے الفاظ کا اعادہ معتبر نہیں ہو گا۔ بخلاف اس کے کہ شوہر قبول کرے اور عورت ابتداء کرے تو تفویض کے الفاظ کا اعادہ معتبر ہو گا۔ اس لئے دونوں صورتوں میں فرق ہے۔ مذکورہ ایجاب و قبول اور تفویض کے الفاظ غائب یا غائبہ عورت کی جانب سے وکیل کے ذریعے بھی ہو سکتے ہیں جب غائب یا غائبہ کا نکاح وکیل کے ذریعہ ایجاب و قبول سے ہو لہٰذا اگر بیوی کو خطرہ ہو کہ شاید دوسرا آدمی طلاق نہ دے تو بیوی دوسرے ہونے والے شوہر کو مذکورہ تین صورتوں میں سے کسی ایک پر راضی کرلے اور نکاح کرے ورنہ حلالہ نہ کرے۔ تفویض طلاق کی تفصیل تفویض کے باب میں ملاحظہ کریں۔

حلالہ کا عمل مکروہ ہے؟

دوسرے شوہر اور پہلے شوہر اور بیوی تینوں کے لئے حلالہ کا عمل مکروہ تحریمی ہے بشرطیکہ دوسرے نکاح کے ایجاب و قبول میں تحلیل کو بطور شرط ذکر کیا جائے۔ مثلاً شوہر کہے میں نے تجھ سے نکاح اس شرط کے ساتھ کیا کہ تجھے فلاں کے لئے حلال کروں۔ علماء فرماتے ہیں حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محلل اور محلل لہ پر لعنت ہے۔ اس حدیث شریف میں لعنت کا حکم مشتق (محلل) پر ہے اور یہ ضابطہ ہے جب مشتق پر حکم ہو تو مبدء اشتقاق حکم کی علت ہوتا ہے جس طرح ''کل مسکر حرام'' میں سکر حکم کی علت ہے لہٰذا اس حدیث میں بھی تحلیل کی شرط کرنا لعنت کے لئے علت اور باعث ہو گی۔ اور اگر ایجاب اور قبول کے وقت تحلیل کا ذکر نہیں ہے تو لعنت نہیں ہے لہٰذا کراہت

اس وقت ہو گی جب تحلیل ایجاب اور قبول میں مذکور اور مشروط ہو مگر کراہیۃ کے باوجود عورت پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جائے گی اور حدیث شریف کا مفہوم یا تو یہی ہے کہ تحلیل کو بطور شرط ذکر کیا جائے تو لعنت ہے یا یہ کہ حلالہ کے عمل پر اجرت ادا کی جائے تو لعنت ہے جیسے تیس مستعار کے لئے اجرت مقرر ہوتی ہے اور اگر اجرت کے بغیر دل میں محلل کا یہ خیال ہو کہ میری وجہ سے زوجین کی اصلاح ہو جائے ایک فیملی اور خاندان اور بچے تباہی سے بچ جائیں تو محلل کو اجر ملے گا۔

در مختار میں ہے: ''اذا اضمر ذالك لا يكره و كان الرجل ماجورا لقصد الاصلاح'' یعنی اگر شوہر یہ بات دل میں رکھے تو یہ یہ عمل مکروہ نہیں ہے اور محلل کو اجر ملے گا کیونکہ اس کا ارادہ اصلاح کا ہے۔

لعنت شخصی کا حکم:

اسی مقام پر علامہ شامی نے لعنت شخصی کی بحث ذکر فرمائی ہے اور فرماتے ہیں۔ لعنت حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہونے کا نام ہے اور اس معنی میں لعنت صرف کافر کے لئے خاص ہے اسی لئے ایسے مسلمان شخص پر لعنت کرنا جائز نہیں جس کی موت کا کفر پر ہونا دلیل قطعی سے معلوم نہ ہوا گرچہ وہ فاسق متہور اور جری ہو اسی لئے معتمد مذہب پر یزید پر لعنت جائز نہیں کیونکہ یزید کی موت کا کفر پر ہونا دلیل قطعی سے معلوم نہیں۔ لیکن ابلیس اور ابی لہب اور ابو جہل کے لئے لعنت کا استعمال جائز ہے کیونکہ ان کی موت کا کفر پر ہونا نصوصِ قرآنیہ سے ثابت ہے اور محلل اور محلل لہ کے لئے لعنت اور مصورین کے لئے اور وہ امام جس کو لوگ ناپسند کرتے ہیں اور وہ شخص جو راستہ پر پیشاب کرتا ہے اور وہ عورت جو سلتا (یعنی ہاتھوں پر مہندی نہیں لگاتی اور مرھاء یعنی وہ عورت جو سرمہ نہیں لگاتی اور وہ عورت جو شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر جاتی ہے اور

ناکح الید اور بلا حجاب قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں اور حلقہ کے درمیان بیٹھنے والے آدمی کے لئے احادیث میں وارد لعن کا مفہوم رحمت سے بالکل دور ہونا نہیں ہے بلکہ قربِ رحمت سے دور ہونا ہے۔ یعنی ابرار کے درجہ سے اسقاط لعنت کا مفہوم ہے جس سے مقصد مذکورہ صفات جو حرام ہیں یا مکروہ ہیں، سے نفرت دلانا ہے۔ (شامی)

محققین علماء کے نزدیک کسی شخص معین پر لعنت کرنے یا اس کو کافر کہنے میں تفصیل ہے وہ یہ کہ اگر آدمی زندہ ہے اور کفر پر قائم ہے، اس کو کافر اعتقاد کرنا اور سمجھنا فرض ہے مگر کافر کہنا جائز تو ہے مگر فرض نہیں البتہ بوقت ضرورت اس کو کافر کہنا بھی فرض ہو جاتا ہے اور اگر وہ کافر فوت ہو جائے اور اس کی موت کا کفر پر ہونا دلیل قطعی سے معلوم ہو، اس کو کافر کہنا جائز ہے اور اس کے کافر ہونے کا اعتقاد رکھنا فرض ہے کیونکہ کفر اور اسلام میں فرق کرنا ضروریات دین سے ہے جیسے ابلیس اور ابو لہب وغیرہما کا کفر نص قرآنی سے ثابت ہے اور اگر کوئی آدمی اصلی اور شروع سے کافر ہو اور فوت ہو جائے اور اس کی موت کا کفر پر ہونا دلیل سے معلوم نہ ہو، بعض علماء کفر سے توبہ کی دلیل نہ ہونے کی وجہ سے اس کافر کو مرنے کے بعد کافر کہنے اور اس پر لعنت کرنے کو جائز سمجھتے ہیں اور جمہور علماء اس کافر کو کافر کہنے اور اس پر لعنت کرنے کو جائز نہیں سمجھتے کیونکہ اس کافر کی موت کا کفر پر ہونا دلیل قطعی سے ثابت نہیں ہے۔ لیکن یہ تفصیل ان کافروں کے متعلق ہے جو شروع سے اصلی کافر ہیں۔ مثلاً یہودی، عیسائی اور مرزائی وغیرہم۔

روح المعانی میں مذکور ہے:

فالجمهور على انه لا يجوز لعن المعين فاسقا كان او ذميا حيا كان او ميتا ولم يعلم موته على الكفر لاحتمال ان يختم له او

ختم له بالاسلام بخلاف من علم موته علی الکفر کابی جهل۔(ص:۲۷، پارہ:۲۶)

ترجمہ: ''پس جمہور علماء فرماتے ہیں معین شخص پر لعنت جائز نہیں فاسق ہو یا کافر ذمی زندہ ہو یا میت اور اس کی موت کا کفر پر ہونا معلوم نہ ہو کیونکہ احتمال ہے کہ اس کا اسلام پر خاتمہ ہو جائے یا ہو چکا ہو بخلاف اس شخص کے جس کی موت کا کفر پر ہونا معلوم ہے جیسے ابو جہل لعنہ اللہ۔''

- استصحاب حال کی وجہ سے ایسے لوگوں کا کفر کی موت پر مرنا ظاہر ہے اس لئے راجح قول یہ ہونا چاہئے کہ اصلی کافر کی جب تک کفر سے توبہ کرنا معلوم نہ ہو اسے موت کے بعد کافر کہنا اور ان پر لعنت کرنا جائز ہے۔
- اور اگر کافر اصلی کافر نہ ہو اس کا کفر طاری ہو یعنی شروع سے کوئی شخص مسلمان تھا پھر اسلام کو ترک کر کے اس نے کفر اختیار کر لیا اور ہمیشہ کے لئے مرتد ہو گیا، ایسے کافر کا حکم بھی اصلی کافروں کی طرح ہو گا اور اگر کسی مسلم صادق سے کفر کا کلمہ صادر ہو جائے اور التزامِ کفر کی وجہ سے وہ کافر قرار دیا جائے لیکن اس کے شب و روز مسلمانوں کی طرح گزریں نماز و روزہ و حج وغیرہ اعمالِ صالحہ کرتا ہے اور اس کی توبہ کا علم نہ ہو اور وہ فوت ہو جائے بعض علماء کے نزدیک اس شخص کو موت کے بعد کافر سمجھنا اور کہنا اور اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ایسے آدمی کی موت کا کفر پر ہونے کی کوئی قطعی دلیل نہیں ہے اس کی مثال یزید کی دی جا سکتی ہے۔

مثلاً شامی میں ہے:

حقیقة اللعن المشهورة هی الطرد عن الرحمة و هی لا تکون الا لکافر و لذالم یجز علی معین لم یعلم موته علی الکفر

بدلیل و ان کان مشهورا کیزید علی المعتمد بخلاف نحو ابلیس و ابی لھب و ابی جھل یجوز۔

ترجمہ: ''لعنت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہو اور یہ صرف کافر کے لئے ہوتی ہے اسی وجہ سے کسی ایسے شخص معین پر لعنت جائز نہیں جس کی موت کا کفر پر ہونا دلیل سے معلوم نہ ہوا گرچہ وہ نہایت جری فاسق ہو جس طرح معتمد قول پر یزید کی موت کا کفر پر ہونا دلیل سے معلوم نہیں بخلاف ابلیس اور ابی لہب اور ابی جہل کے کہ ان پر لعنت جائز ہے۔''

مذکورہ تفصیل متعدد کتب سے استفادہ کے بعد میری سمجھ کا نتیجہ ہے۔ شامی بحر، تبیین وغیرہا کا مطالعہ کرنے سے مجھے یہی سمجھ آیا اگر کسی مسئلہ میں خطا ہو تو قارئین مطلع فرمائیں۔ (محمد رفیق حسنی)

تحلیل شرعی کا آسان طریقہ:

- نکاح کے انعقاد کے لئے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے ایجاب و قبول کافی ہوتا ہے۔ مجمع لگانے اور طویل خطبوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ صرف چار آدمیوں سے کام چل سکتا ہے۔ ناکح اور منکوحہ اور دو گواہ بلکہ تین آدمی بھی کافی ہو سکتے ہیں کہ عورت اپنے نکاح کا ہونے والے شوہر کو اپنے ساتھ نکاح کر لینے کا وکیل بنالے اور خود مجلس نکاح میں نہ آئے اور عورت کا وکیل دو گواہوں کے سامنے کہہ دے کہ میں فلانہ بنت فلاں موکلہ کے ساتھ اپنا نکاح کرتا ہوں تو نکاح ہو جائے گا۔ وکیل کا قول ایجاب اور قبول دونوں کے لئے متضمن اور کافی ہے۔ تحلیل شرعی کے نکاح کے بعد وظیفۂ زوجیت ادا کرنا تحلیل شرعی کے لئے شرط ہے۔ نکاح کے بعد صرف خلوت صحیحہ سے حلالہ نہیں ہو گا۔
- تین طلاق معتبرۃ واقع کرنے کے بعد بیوی شوہر کے لئے حرام ہو جاتی ہے

اور صلح کرنے کے لئے حلالہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ تین طلاق ایک مجلس میں ہوں یا متعدد مجالس میں ہوں، ہر صورت میں تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ منکوحہ مدخولہ کو اگر تین کے عدد کے ساتھ طلاق دی جائے یا الگ الگ تین لفظوں سے طلاق دی جائے، مدخولہ کو طلاق مغلظ ہو جائے گی اور یہی حال اس منکوحہ کا ہے جس کے ساتھ خلوت صحیحہ ہوئی ہے مگر دخول نہیں ہوا اور غیر مدخولہ غیر خلوت یافتہ منکوحہ کو بیک وقت تین کے عدد کے ساتھ طلاق دی جائے تو اس پر تینوں واقع ہو جائیں گی اور بغیر حلالہ شرعیہ مطلقہ کے ساتھ طلاق دہندہ کا نکاح نہیں ہو سکے گا۔ جیسے منکوحہ کو "انت طلاق ثلاثا" کہا جائے یعنی تجھے تین طلاقیں ہیں اور اگر ترتیب کے ساتھ الگ الگ طلاق کے الفاظ کا تکرار کیا جائے تو صرف پہلی طلاق واقع ہو گی اور اس سے غیر خلوت یافتہ منکوحہ بائن ہو جائے گی چونکہ غیر مدخولہ غیر خلوت یافتہ کی عدت نہیں ہوتی اس لئے دوسری اور تیسری طلاق واقع نہیں ہوں گی لہٰذا ایک صریح طلاق یا بائن خفیف طلاق کے ساتھ غیر مدخولہ غیر خلوت یافتہ حرام ہو جائے گی اور اس سے دوبارہ نکاح بغیر حلالہ کے ہو سکتا ہے۔

ایلاء کا بیان

- ☆ ایلاء کا مفہوم
- ☆ ایلاء کے احکام
- ☆ ایلاء سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے
- ☆ ایلاء مؤقت اور مؤبد میں فرق
- ☆ تبلیغ پر جانے والے کا ایلاء

ایلاء کا بیان

ایلاء کا مفہوم:

ایلاء کا مفہوم لغت میں یمین اور قسم ہے اور اصطلاح میں چار ماہ یا چار ماہ سے زائد مدت کے لئے ترکِ جماع پر قسم اٹھالینا ایلاء ہے۔ بغیر قسم ترکِ جماع ایلاء نہیں ہے اگرچہ چار ماہ سے زائد عرصہ گزر جائے بلکہ دس برس گزر جائیں اور شوہر بغیر یمین بیوی سے ہمبستری اور جماع نہ کرے یہ ایلاء نہیں ہے۔ اسی طرح چار ماہ سے کم مدت پر ترکِ جماع کی قسم بھی ایلاء نہیں ہے۔

ایلاء کے احکام:

آیت: لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآءِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ فَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔(البقرۃ:۲۲۶-۲۲۷)

ترجمہ: ”ان لوگوں کے لئے جو قسم اٹھاتے ہیں اپنی عورتوں سے (ترکِ قربت کی) چار ماہ انتظار کرنا ہے پس اگر ان چار ماہ میں رجوع کرلیں اور بیویوں کے ساتھ ہمبستری کرلیں پس اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے پس اگر انہوں نے طلاق کا عزم کرلیا ہے اور رجوع نہیں کیا بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔“

ایلاء سے طلاقِ بائن واقع ہوتی ہے:

- طلاق بائن جس طرح دیگر کنایات سے واقع ہوتی ہے اسی طرح ایلاء یعنی

ترکِ جماع پر قسم اٹھا لینے سے بھی واقع ہو جاتی ہے۔ جس کی تفصیل آئندہ صفحات پر ذکر کی جائے گی۔ ایلاء کو اللہ تعالیٰ نے طلاق بائن قرار دیا ہے تاکہ بیوی کو ناجائز ایذاء سے تحفظ دیا جاسکے کیونکہ بیوی چار ماہ سے زائد شوہر کی طرف سے زوجیت کا عمل نہ ہونے کو برداشت نہیں کر سکتی۔

حضرت عمرؓ کا اپنی بیٹی سیّدہ حفصہؓ سے مشورہ:

• روایت ہے کہ جب حضرت عمر بن خطابؓ نے باقاعدہ اسلامی فوج سرحدوں پر متعین فرمائی، حضرت عمرؓ نے اپنی بیٹی حضرت حفصہؓ سے دریافت فرمایا کہ عورت کتنی مدت تک عملِ زوجیت نہ ہونا برداشت کر سکتی ہے؟ ام المؤمنین سیدہ حفصہؓ نے عرض کیا: چار ماہ۔ پھر آپ نے دیگر خواتین سے استفسار فرمایا انہوں نے کہا دو ماہ تک بیوی صبر کر سکتی ہے، دو ماہ کے بعد اس کا صبر قلیل ہو جاتا ہے اور چار ماہ تک صبر مفقود ہو جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے خواتین کی مشاورت سے عاملین اور اعلیٰ عہدیداروں کو حکم جاری فرمایا کہ حکومت کے ملازمین اور مجاہدین جو دور دراز سرحدوں پر متعین ہیں ان کو چار ماہ کے بعد گھر آنے کی اجازت دے دیا کریں۔

سالہا سال تبلیغ پر جانے کا حکم:

• اس واقعہ میں موجودہ دور کے سالہا سال کے لئے تبلیغ پر جانے والوں اور دوسرے ممالک میں بغیر فیملی ملازمت یا کاروبار کرنے والوں کے لئے درس ہے کہ وہ اپنی تبلیغ اور ملازمت کو چار ماہ سے زائد طول نہ دیں ورنہ بیویوں کے ایذارسانی کی وجہ سے سخت گنہگار ہوں گے۔

ایلاء میں الفاظ صریح یا کنایات ہو سکتے ہیں:

اول یہ کہ اللہ تعالیٰ یا اس کی کسی صفت کے ساتھ ترکِ جماع کی قسم اٹھائی جائے۔ مثلاً بیوی کو شوہر کہے: اللہ تعالیٰ کی قسم میں چار ماہ تک تیرے ساتھ

ہمبستری نہیں کروں گا۔ ترکِ جماع پر دال لفظ اگر صریح ہوں تو نیت کی ضرورت بھی نہیں ہوگی جیسے کہا جائے ’’میں جنسی عمل اور جماع نہیں کروں گا‘‘ اور اگر ترکِ جماع پر دال لفظ کنایات سے ہوں تو نیت کی ضرورت ہوگی کہ نیت میں حقیقی جنسی عمل مراد ہو یعنی شرمگاہ میں دخول مراد ہو۔ مثلاً کہا جائے ’’تیرے ساتھ نہیں سوؤں گا‘‘ ’’تجھے چار ماہ تک ہاتھ نہیں لگاؤں گا‘‘ وغیرہ وغیرہ اور اگر ان کلمات سے حقیقی جماع مراد نہ ہو بلکہ بوس و کنار کے ترک پر حلف ہو تو ایلاء نہ ہوگا۔

ایلاء تعلیق کی صورت میں یمین بھی ہو سکتی ہے:

دوم یہ کہ تعلیق کی صورت میں ترکِ جماع کی قسم اٹھالی جائے کیونکہ تعلیق بھی یمین کا ایک قسم ہے۔ مثلاً شوہر کہے ’’اگر میں نے تجھ سے چار ماہ کے اندر جنسی عمل یا جماع کیا تو میرے اوپر حج واجب‘‘ یا ’’سارے مال کا صدقہ واجب‘‘ یا ’’عمرہ واجب‘‘ وغیرہا یعنی تعلیق اس وقت ایلاء بنے گی جب شرط کو ایسے حکم کے لئے شرط بنایا جائے جس حکم پر عمل کرنا شاق ہو جیسے حج وغیرہ اور اگر شاق نہ ہو ایسی تعلیق ایلاء نہیں ہوگی جیسے دو رکعت نفل وغیرہ۔ شوہر کہے ’’اگر میں نے تجھ سے چار ماہ کے اندر جماع کر لیا تو دو نفل پڑھوں گا‘‘ یہ ایلاء نہیں ہے کیونکہ مشقت والے عمل کو شرط پر معلق کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ شرط کا وجود نہ ہو پائے اور عمل شاق اس سے رکاوٹ بن جائے۔

ایلاء میں چار ماہ یا اطلاق یا تابید معتبر ہوگی:

- ایلاء میں چار ماہ یا زائد کا ذکر ہو یا مطلق ترکِ جماع پر حلف ہو یا ہمیشہ ترکِ جماع پر قسم ہو تینوں صورتوں میں ایلاء ہوتا ہے۔ مثلاً بیوی سے کہے ’’اللہ کی قسم میں چار ماہ تک تیرے قریب نہیں آؤں گا‘‘ یا مطلق کہے کہ ’’اللہ کی قسم میں تیرے قریب نہیں آؤں گا‘‘ یا کہے ’’ہمیشہ تیرے قریب نہیں آؤں گا‘‘ تعلیق

یعنی شرط اور جزاء کی صورت میں بھی ایلاء کی مذکورۃ تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔

ایلاء میں اطلاق یا تابید کی صورت میں رجوع پر کفارہ دینا ہوگا:

- وہ صورت جس میں ایلاء ہے اس میں اگر شوہر اللہ تعالیٰ یا اس کی صفات کے ساتھ حلف اٹھا چکا تھا اور چار ماہ سے پہلے اس نے قسم کو توڑ دیا یعنی اس نے بیوی سے حقیقی عمل زوجیت کر لیا تو ایلاء ختم ہو گیا اور حانث ہونے کی وجہ سے یمین اور قسم کا کفارہ ادا کرنا ہوگا اور اگر چار ماہ تک قسم پر قائم رہا اور قسم کو نہیں توڑا تو اس کی بیوی کو چار ماہ مکمل ہونے پر طلاق واقع ہو جائے گی۔ مطلق ہونے اور تابید کی صورت میں حلف اٹھانے پر اگر شوہر ایلاء کی عدت میں یا عدت کے بعد اسی بیوی سے دوبارہ نکاح کر لیتا ہے اور اس سے جماع کرتا ہے تو قسم کا کفارہ ادا کرنا ہوگا اور ایلاء کی چار ماہ والی صورت میں ایلاء کی عدت میں دوبارہ نکاح کر کے جماع کرنے پر کفارہ واجب نہیں ہوگا کیونکہ قسم پوری کر لی گئی ہے۔

اور اگر ایلاء تعلیق کی صورت میں موکد تھا اور چار ماہ سے پہلے زوجیت کے عمل کے ساتھ رجوع کر لیا، ایلاء ختم ہو جائے گا یعنی طلاق بائن واقع نہیں ہو گی اور جزاء واجب ہو جائے گی۔ مثلاً شوہر نے بیوی سے کہا تھا ''اگر میں تیرے ساتھ چار ماہ کے اندر جماع کروں تو مجھ پر عمرہ واجب ہوگا'' اور چار ماہ گزرنے سے پہلے جماع کر لیا تو عمرہ ادا کرنا واجب ہوگا یا پھر قسم کا کفارہ ادا کرے کیونکہ تعلیق بھی بعض صورتوں میں یمین ہوتی ہے اور یہاں یمیں ہی ہے۔

تعلیق بعض صورتوں میں یمین ہوتی ہے:

- در مختار کے کتاب الایمان میں مذکور ہے اگر حلف اٹھانے والا شخص امور شاقہ کو ایسی شرط کے ساتھ معلق کرتا ہے جس کے موجود ہونے کو چاہتا ہے تو اس میں وجودِ شرط کے وقت صرف وفا واجب ہے۔ یعنی ایسی تعلیق یمین نہیں ہو گی اور کفارہ واجب نہیں ہوگا۔ جیسے کہا جاتا ہے اگر میرا مریض شفایاب ہو گیا یا

غائب واپس آگیا تو حج کروں گا۔ اس صورت میں حج کرنا ہی واجب ہوگا اور اگر امور شاقہ کو ایسی شرط کے ساتھ معلق کرتا ہے جس کے وجود کو نہیں چاہتا تو وجود شرط کے وقت حالف کو اختیار ہوگا کہ وہ عمل شاق ادا کرے یا پھر قسم کا کفارہ ادا کرے کیونکہ ایسی تعلیق بظاہر نذر ہے اور معنًی یمین ہے۔ جیسے کوئی شخص کہتا ہے ''اگر میں نے فلانہ کے ساتھ زنا کیا تو میں سارے مال کا صدقہ کروں گا'' ایسا شخص سارے مال کا صدقہ تب کرے جب اس نے شرط پر عمل کیا۔ اگر مال صدقہ نہ کرے تو قسم کا کفارہ ادا کرے کیونکہ یہ تعلق معنًی یمین ہی ہے۔

ایلاء میں یمین اور نذر کی نیت ہو سکتی ہے:

- اگر ایلاء کی نیت سے بیوی کو شوہر کہتا ہے ''اگر میں چار ماہ کے اندر تیرے قریب ہوا تو سارے مال کا صدقہ کروں گا'' ایسی تعلیقات میں دو لحاظ ہوتے ہیں: ایک نذر کا ہوتا ہے اور ایک یمین کا ہوتا ہے۔ وجود شرط کے وقت نذر کا اعتبار کرتے ہوئے سارا مال صدقہ کرنے سے نذر پوری ہو جائے گی اور یمین کا اعتبار کرتے ہوئے حانث ہونے کی صورت میں کفارہ واجب ہوگا۔ حانث ہونے سے پہلے کفارہ ادا کرنے کا اعتبار نہیں ہوگا جب کفارہ دے دیا تو نذر کا اعتبار ختم ہو جائے گا اور جزاء پر عمل کرنے کا وجوب بھی ختم ہو جائے گا۔

معصیت پر تعلیق کا حکم:

یہی حکم اس شرط کا ہوگا جو نفس الامر میں معصیۃ ہو۔ مثلاً کوئی کہے ''اگر میں نے فلانہ سے زنا کیا تو حج کروں گا'' تو ایسی صورت میں زنا کے موجود ہونے پر موصوف پر حج واجب ہو جائے گا۔ اگر حج نہیں کیا تو قسم کا کفارہ ادا کرنا ہوگا۔

(در مختار، کتاب الایمان)

- علامہ شامی فرماتے ہیں: اگر معصیت پر معلق امر عبادت مقصودہ ہو تو نذر منعقد ہو جائے گی۔

لہٰذا ایلاء معلق کی صورتوں میں حانث ہونے کے وقت جزاء پر عمل کرنا یا کفارہ ادا کرنے میں حانث کو اختیار ہوگا۔ جزاء پر عمل کرے یا یمین کا کفارہ ادا کرے۔ بیوی سے کہا ''میں نے تجھ سے جماع کیا تو ماں سے زنا کیا''، رجوع کی صورت میں یمین اور عدم رجوع کی صورت میں طلاق بائن ہے۔ اگر شوہر بیوی سے کہے ''میں نے تجھ سے جماع کیا تو اپنی ماں سے زنا کیا'' یہ بھی ایلاء معلق ہے اس میں حانث ہونے کی صورت میں یمین کا کفارہ لازم ہوگا اور عدم رجوع کی صورت میں چار ماہ گزرنے پر طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔

ایلاء سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے:

ایلاء سے چونکہ طلاق بائن واقع ہوتی ہے اس لئے تجدید نکاح سے دوبارہ رشتۂ ازدواج قائم کیا جا سکتا ہے اور ایلاء طلاق بائن معلق کی طرح ہوتا ہے اس لئے اگر مدت ایلاء ختم ہونے سے پہلے طلاق منجز دی جائے اور عدت میں ایلاء کی مدت ختم ہو تو دوسری طلاق واقع ہو جائے گی۔ اگر طلاق منجز ایک تھی تو یہ دوسری طلاق ہوگی اور دو تھیں تو یہ تیری طلاق ہوگی اور اگر ایلاء کی مدت پوری ہونے سے پہلے تین منجز دی گئیں تو ایلاء سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ بیوی طلاق کی محل نہیں رہی۔

ایلاء کی عدت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے:

- اگر ایلاء کی عدت میں مزید دو طلاقیں دی گئی تو بیوی کو طلاق مغلظ ہو جائے گی چونکہ ایلاء طلاق بائن کنائی معلق کے حکم میں ہوتا ہے اس لئے ایلاء سے واقع ہونے والی طلاق بائن پہلے واقع ہونے والی طلاق صریح اور کنائی دونوں کو لاحق ہوگی لیکن ایلاء سے بائن طلاق کی عدت میں غیر معلق کنائی بائن ایلاء والی بائن کو لاحق نہیں ہوگی اور طلاق معلق بائن یا رجعی کی شرط اگر ایلاء سے واقع ہونے والی بائن کی عدت میں پائی گئی تو معلق واقع ہو جائے گی اگر تعلیق ایلاء کی مدت

ختم ہونے سے پہلے تھی کیونکہ بائن معلق دوسری بائن کو لاحق ہوتی ہے جیسے لحوق کی بحث میں گزر چکا ہے۔ مذکورہ صورتوں کی مثالوں کا استخراج آسان تھا، لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

ایلاء مؤقت اور مؤبد میں فرق:

اگر ایلاء مؤقت ہو تو چار ماہ بغیر رجوع کے اختتام پر طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور ایلاء ختم ہو جائے گا۔ دوبارہ نکاح کے بعد سابق ایلاء سے طلاق واقع نہیں ہو گی اور ایلاء مطلق اور مؤبد میں رجوع نہ ہونے پر دوبارہ طلاق ہو جاتی ہے۔ اگر ایلاء موبد یا مطلق ہو اور چار ماہ بغیر رجوع کے ختم ہو گئے، طلاق بائن واقع ہو گئی اب دوبارہ نکاح کرنے کے بعد اگر پہلے ایلاء سے رجوع نہیں کیا گیا اور دوسرے نکاح کے بعد چار ماہ بغیر رجوع گزر گئے تو دوسری بائن واقع ہو جائے گی اگر پھر نکاح کر لیا اور چار ماہ بغیر رجوع کے گزر گئے تو تیسری بائن واقع ہو جائے گی۔ تین طلاق مکمل ہونے پر بیوی کو طلاق بائن مغلظ واقع ہو جائے گی۔

اگر شوہر جنسی عمل نہ کر سکے:

اگر ایلاء کرنے والا رجوع کرنا چاہتا ہے تا کہ ایلاء سے طلاق بائن واقع نہ ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں: پہلی یہ کہ ایلاء کی مدت چار ماہ ختم ہونے سے پہلے حقیقی جماع کر لے کیونکہ بوس و کنار یا دبر اور فخذین میں انزال اور ادخال سے رجوع نہیں ہوتا بلکہ فرج میں وطی کرنے سے رجوع ہوتا ہے۔ حیض اور حالتِ احرام میں بھی حقیقی وطی سے رجوع متحقق ہو جاتا ہے لیکن معصیت کے ساتھ رجوع ہو گا۔ اور اگر شوہر وطی کرنے سے عاجز ہے۔ مثلاً زوجین میں کوئی ایک یا دونوں ایسی مرض میں مبتلا ہیں کہ وطی کرنا ممکن نہیں رہا یا زوجہ صغیرۃ یا رتقاء ہے یعنی عورت کے فرج کا سوراخ بند ہے وطی نہیں ہو سکتی یا مرد کا ذکر کٹ گیا ہے یا مرد نامرد ہو گیا ہے یا مرد جیل میں محبوس ہے یا عورت جیل میں محبوس ہے اور ایک

دوسرے تک جیل میں جاکر ملاقات کرنا اور وطی کرنا ممکن نہ ہو یا میاں بیوی کے درمیان اتنی مسافت ہو کہ مدت ایلاء چار ماہ تک پہنچنا اور اکٹھے ہونا ممکن نہ ہو یا عورت مرد کو وطی کرنے کی قدرت نہ دے یا ایسی جگہ ہو کہ شوہر اس کو نہ پہچان سکے۔ ان تمام صورتوں میں عجز حقیقی ہے۔ اس عجز کا مدتِ ایلاء چار ماہ تک قائم رہنا شرط ہے۔ ان صورتوں میں اگر نکاح قائم اور باقی ہے تو قول سے رجوع کرلینا جائز ہے، شوہر زبان سے کہہ دے کہ میں نے بیوی کی طرف رجوع کیا یا ایلاء کو میں نے باطل کردیا یا جو کچھ میں نے کہا تھا میں اس سے رجوع کرتا ہوں تو ایلاء طلاق کے حق میں باطل ہوجائے گا اور ایلاء سے طلاق واقع نہیں ہوگی لیکن یمین کے طور پر ایلاء باقی رہے گا۔ اگر زبان سے رجوع کرلینے کے بعد ایلاء کی مدت میں وطی کرلی تو حانث ہونے کی وجہ سے کفارہ دینا ہوگا اگر حاکم یا دشمن کے حائل ہونے کی وجہ سے یا شرعی عذر احرام یا حیض کی وجہ سے حالف کے لئے وطی کرنا مشکل ہے تو اس کو عجز اعتبار نہیں کیا جائے گا لہٰذا رجوع لسانی معتبر نہیں ہوگا بلکہ جماع کرنے سے ہی رجوع ہوگا اور اگر ایلاء کی مدت کے اندر عجز حقیقی رجوع لسانی کے بعد ختم ہوگیا تو رجوع کے لئے جماع ضروری ہے ورنہ ایلاء سے طلاق بائن واقع ہوجائے گی۔ (شامی باب الایلاء)

تبلیغ پر جانے والا کا ایلاء:

- مذکورہ جزئیات سے معلوم ہوا اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ میں بیوی کے قریب نہیں جاؤں گا پھر وہ دوسرے ملک چلا گیا یا نوکری پر کسی کمپنی یا ادارہ میں تقرر کی وجہ سے ایلاء کی مدت میں بیوی سے ملاقات نہیں کرسکا، اس کی بیوی کو طلاق بائن واقع ہوجائے گی کیونکہ چھٹی نہ ملنا یا ویزہ نہ لگنا حکام کے روکنے کے معنی میں ہے اس لئے اس کو عجز حقیقی نہیں کہا جاسکتا اگر مدتِ ایلاء میں ایسا شخص زبانی رجوع کرلے تو بھی طلاق بائن کے وقوع سے نہیں بچ سکتا۔ یہی حال تبلیغ

اور تجارت کی غرض سے اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک سفر کرنے والوں کا ہے کیونکہ سفری مواصلاتی ذرائع موجود ہونے کی وجہ سے مسافت کا بعد عجز کا باعث نہیں ہو سکتا۔ چار ماہ کے عرصہ میں آدمی دنیا کے ہر کونے سے واپس آکر جماع کے ساتھ رجوع کر سکتا ہے۔ لہٰذا ایلاء کے بعد چار ماہ تک حقیقی جماع سے رجوع نہ کرنے والے شخص کی بیوی کو طلاق بائن ہو جائے گی۔

ہمارے ہاں ایسی صورتیں واقع ہوتی رہتی ہیں کہ بعض لوگ بیوی سے ناراض ہو کر قسم اٹھالیتے ہیں کہ بیوی سے مقاربت نہیں کریں گے اور پھر تبلیغ کے لئے چار ماہ بلکہ اس سے زیادہ عرصہ واپس نہیں آتے، اگر ایسا ہو تو ان لوگوں کی بیویوں کو طلاق واقع ہو جائے گی اور ان کا رجوع بھی کام نہیں آئے گا البتہ بغیر قسم ترکِ جماع سے طلاق واقع نہیں ہوتی اگرچہ دس ماہ تک بھی واپس نہ آئیں اور تبلیغ کرتے رہیں یا ملازمت کرتے رہیں۔

خلع کا بیان

☆ خلع کے احکام

☆ عدالتوں کی خلع کا ذکر

☆ خلع طلاق ہی ہے

☆ خلع عقد معاوضہ ہے

☆ خلع میں مال لینا جائز ہے

خلع کا بیان

خلع کے احکام:

آیت: وَ لَا یحلُّ لَکُمۡ اَنۡ تَأۡخُذُوۡا مِمَّاۤ اٰتَیۡتُمُوۡھُنَّ شَیۡئًا اِلَّاۤ اَنۡ یَّخَافَاۤ اَلَّا یقیۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰہِ فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَنۡ لَّا یقیۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰہِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡہِمَا فِیۡمَا افۡتَدَتۡ بِہٖ تِلۡکَ حُدُوۡدُ اللّٰہِ فَلَا تَعۡتَدُوۡھَا وَ مَنۡ یتعَدَّ حُدُوۡدَ اللّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوۡنَ۔

ترجمہ: ”اور نہیں حلال تمہارے لئے یہ کہ واپس لو اس مال سے جو تم نے اپنی بیویوں کو دیا تھا کوئی چیز مگر یہ کہ دونوں میاں بیوی کو خوف ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے پس اگر تمہیں خوف ہو کہ زوجین اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے پس دونوں پر اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جس کے ساتھ بیوی فدیہ دے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرے پس وہ لوگ ظالم ہیں۔“

ہمارے عرف میں خلع سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے:

ہمارے عرف میں خلع طلاق کے لئے ہی استعمال ہوتا ہے اس لئے اگر کوئی شخص بیوی کو خلع دے تو بغیر نیت کے طلاق واقع ہو جائے گی۔ جس طرح لفظ حرام کنایات سے ہونے کے باوجود طلاق میں صریح ہے اور بغیر نیت اس لفظ سے طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے اسی طرح لفظ خلع بھی کنایات طلاق سے ہونے کے باوجود طلاق میں صریح ہے اور محتاج نیت نہیں رہا اس سے بھی طلاق بائن

واقع ہو جائے گی۔ پاکستانی عرف میں خلع کے لئے معاوضہ بھی مشروط نہیں رہا اور خلع اور مخالعت کے صیغوں کا امتیاز بھی نہیں رہا بلکہ مخالعت کا صیغہ استعمال ہی نہیں ہوتا صرف خلع کا لفظ استعمال ہوتا ہے اس لئے کتب فقہ میں مذکور مختلف صیغوں کے حوالہ سے علمی دقائق کا ذکر مناسب نہیں۔

اگر خلع میں مال کا ذکر ہو قبول کرنا لازم ہے:

- خلع سے طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے اگر خلع میں مال کا ذکر ہو اور بیوی قبول کرلے تو بیوی پر مال لازم ہو گا اور اگر مال کے ذکر کے بغیر شوہر بیوی کو کہہ دے کہ میں نے تجھے خلع دیا یا کہے میں نے اپنی بیوی کو خلع دے دیا، قبول کرے یا نہ کرے طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور بیوی کو کچھ نہیں دینا ہو گا کیونکہ پاکستانی عرف میں خلع طلاق کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔
- اگر خلع میں مال کا ذکر بطور شرط ہو، شوہر کہے میں نے بیوی کو پانچ ہزار کے معاوضہ میں خلع دیا یا بیوی شوہر سے کہے مجھے پانچ ہزار کے معاوضہ میں خلع دیں اور شوہر کہے میں نے خلع دے دیا۔ پہلی صورت میں اگر بیوی کہے مجھے قبول ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی اور پانچ ہزار لازمی ہو گا اگر قبول نہ کرے تو طلاق واقع نہیں ہو گی اور بیوی پر پانچ ہزار لازم نہیں ہو گا کیونکہ طلاق واقع نہیں ہوئی اور دوسری صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی اور پانچ ہزار بیوی پر لازم ہو گا۔

خلع مہر یا نان اور نفقہ کے معاوضہ میں ہو:

- اور اگر خلع مہر یا نان و نفقہ کے معاوضہ میں ہو۔ مثلاً شوہر کہے میں نے بیوی کو مہر کے بدلے خلع دیا یا کہے نان و نفقہ کے بدلے خلع دیا اور عورت کہے مجھے قبول ہے شوہر نے مہر نہیں دیا تھا یا طے شدہ نان و نفقہ مرد کے ذمہ تھا اور نہیں دیا تھا تو بیوی کا مہر اور نان و نفقہ ساقط ہو جائے گا اور طلاق واقع ہو جائے گی لیکن عدت کا نان و نفقہ ساقط نہیں ہو گا جب تک اس کی تصریح نہ ہو۔ اور عدت میں

سکنٰی باوجود صریح اسقاط کے بھی ساقط نہیں ہوگا کیونکہ عدت میں شوہر کے گھر رہنا حق شریعت کی وجہ سے ہے اور آدمی اپنا حق ساقط کر سکتا ہے شریعت کا حق ساقط نہیں کر سکتا اور اگر خلع نفقہ یا مہر کے معاوضہ میں تھا اور نفقہ یا مہر عورت نے لے لیا تھا تو واپس کرنا ہوگا۔

طلاق علی المال کا حکم:

- یہی حکم طلاق بالمال کا ہے۔ یعنی اگر شوہر نے مال کے بدلے طلاق دی ہے تو عورت کا قبول کرنا وقوع طلاق کے لئے شرط ہے اگر عورت نے قبول کر لیا تو طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور عورت کو ذکر کردہ مال ادا کرنا لازم ہوگا۔ خلع اور طلاق علی المال میں فرق یہ ہے کہ خلع کنایات سے ہے اور طلاق صریح ہے۔ اگرچہ دونوں سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے مگر دیگر احکام اور تفریعات میں فرق ہے۔ مثلاً کنائی بائن غیر معلق خلع کو لاحق نہیں ہوتی اور طلاق علی المال کو لاحق ہوتی ہے۔

ہماری عدالتوں کے خلع کا ذکر:

- ہمارے ہاں عدالتوں میں اکثر جج علمِ دین سے جاہل ہوتے ہیں اور آئے دن سینکڑوں خلع کے فیصلے کرتے رہتے ہیں۔ تقریباً ان کے اکثر فیصلے شریعت کے مطابق نہیں ہوتے۔ مثلاً جج یک طرفہ خلع کا فیصلہ دے دیتا ہے حالانکہ یک طرفہ خلع سے طلاق واقع نہیں ہوتی یعنی نہ شوہر خلع کا لفظ بولتا ہے نہ مال کا ذکر ہوتا ہے نہ بیوی کے قبول کرنے کی شرط پوری ہوتی ہے۔ جاہل جج فیصلہ کرتے ہوئے لکھتا ہے فلانہ بنت فلانہ کو میں نے خلع دے دیا کیونکہ شوہر بیوی کو گالیاں دیتا تھا یا ظلم کرتا تھا وغیرہ وغیرہ۔ بے چارے شوہر کو فیصلے کا علم بھی نہیں ہوتا یا ہوتا ہے لیکن وہ خلع دینے سے مسلسل انکار کرتا رہتا ہے مگر جج صاحب اس کی بیوی کو طلاق دے دیتا ہے۔ اس طرح طلاق واقع نہیں ہوتی۔

عدالتوں میں فسخِ نکاح اور طلاق میں فرق نہیں کیا جاتا:

• پھر عدالتوں میں تنسیخ نکاح یا فسخِ نکاح یا طلاق علی المال یا خلع میں فرق سمجھنے والا کوئی نہیں ہوتا خود جج اور طرفین کے وکیل ان کے مختلف احکام سے باخبر نہیں ہوتے۔ سب کو خلع کا نام دے دیتے ہیں۔ جج خود شوہر کے اختیارات استعمال کرتے رہتے ہیں حالانکہ جج حضرات کو کسی مسلمان کی بیوی کے نکاح کے فسخ کرنے یا خلع دینے کے اختیارات اس طرح نہیں ہیں کہ ایک دو نوٹس دے دینے کے بعد یک طرفہ تنسیخ نکاح کا فیصلہ سنادیں اور طلاق واقع ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے۔

خلع طلاق ہی ہے —خلع کی شرائط:

خلع چونکہ طلاق ہی ہے اس لئے طلاق کی سب شرطیں خلع کی بھی شرطیں ہوں گی۔ مثلاً شوہر مکلف ہو اور عورت طلاق کا محل ہو اگر خلع بالعوض ہو تو اس کا رکن ایجاب اور قبول ہے یعنی شوہر خلع دے اور عورت قبول کرے ورنہ خلع نہیں ہوگا اور اگر خلع بغیر معاوضہ کے ہو تو عورت کا قبول کرنا شرط نہیں ہے۔ شوہر اگر کہے میں نے تجھے خلع دیا تو طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور مال واجب نہیں ہوگا۔

مالی خلع میں رجوع نہیں ہو سکتا:

• مالی خلع چونکہ شوہر کی جانب سے تعلیق اور یمین ہوتی ہے گویا شوہر نے بیوی سے کہا اگر تو مال دینا قبول کرلے تو تجھے طلاق ہے۔ اس لئے شوہر خلع سے رجوع نہیں کرسکتا اور نہ اس کو فسخ کرسکتا ہے اور نہ عورت کو قبول کرنے سے منع کرسکتا ہے جس طرح دوسری تعلیقات میں ہوتا ہے اسی طرح خلع کی تعلیق میں ہوگا۔ شوہر کو شرطِ خیار بھی نہیں ہوسکتا اور مجلس پر اقتصار بھی نہیں ہوگا کہ اگر عورت کے قبول کرنے سے پہلے شوہر مجلس سے کھڑا ہو جائے اور مجلس بدل

دے تو خلع منسوخ ہو جائے، ایسا نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح شوہر کسی بھی شرط یا وقت کے ساتھ خلع کو معلق بھی کر سکتا ہے۔ مثلاً شوہر کہے جب فلاں آیا تو تجھے ہزار روپے پر خلع ہو گا۔ جب فلاں آگیا اور عورت نے قبول کر لیا تو طلاق واقع ہو جائے گی اور مال لازم ہو گا۔ اس طرح جب شوہر کہے جب رمضان کا مہینہ آئے گا تو تجھے ہزار روپیہ پر خلع ہو گا۔ جب رمضان آگیا اور عورت نے قبول کر لیا تو طلاق واقع ہو جائے گی لیکن فلاں اور رمضان کے آنے سے پہلے خلع کا قبول لغو اور طلاق واقع نہیں ہو گی۔

خلع عقد معاوضہ ہے:

اور چونکہ مالی خلع عورت کی جانب سے مالی عقد معاوضہ ہے اور شوہر کی جانب سے تعلیق ہوتا ہے اس لئے بیوی شوہر کے قبول کرنے سے پہلے رجوع کر سکتی ہے اور شوہر خلع سے رجوع نہیں کر سکتا۔ عورت خلع سے رجوع کر سکتی ہے اور مجلس بدلنے سے خلع کا اختیار نہیں رہتا۔ مثلاً بیوی شوہر سے کہے مجھے ہزار روپے پر خلع چاہئے پھر شوہر کے قبول کرنے سے پہلے رجوع کر لے تو طلاق واقع نہیں ہو گی اور عورت کی مجلس بدلنے سے بھی خلع منسوخ ہو جاتا ہے۔ مثلاً مذکورہ صورت میں شوہر کے قبول کرنے سے پہلے عورت کھڑی ہو گئی تو خلع باطل ہو جائے گا کیونکہ عورت کی جانب سے خلع مانگنے کا مجلس پر انحصار ہوتا ہے اور شوہر کی جانب سے خلع دینے کا مجلس پر انحصار نہیں ہوتا۔ اگر عورت نے خلع مانگا اور اس وقت شوہر نے خلع نہیں دیا یا غائب تھا، عورت کی مجلس بدل گئی اور شوہر نے واپس آکر خلع قبول کر لیا تو طلاق واقع نہیں ہو گی اور عورت قبول کرنے کو یا خلع مانگنے کو کسی شرط پر یا وقت پر معلق نہیں کر سکتی ورنہ خلع باطل ہو جائے گا اور عورت کو شرط خیار بھی حاصل ہوتا ہے۔ مثلاً شوہر کہے تجھے میں نے خلع اتنی رقم پر دیا اس شرط پر کہ تجھے تین دن کا اختیار ہے اور اس نے قبول کر لیا تو تین دن تک

قبول کرنے اور رد کرنے کا عورت کو اختیار ہو گا۔ خلع مالی میں ہر وہ مال جو مہر مقرر ہو سکتا ہے وہ بدل خلع بھی ہو سکتا ہے اور مقدار میں بدل خلع مہر سے کم بھی ہو سکتا ہے۔ مثلاً تین درہم بھی بدل ہو سکتا ہے۔

خلع میں جہل سے مال لازم نہیں ہوتا:

- خلع مالی میں بیوی کو خلع بمعنی طلاق کا علم ہونا شرط ہے کیونکہ اس میں مالی معاوضہ ہوتا ہے بغیر علم مال واجب نہیں ہو سکتا مگر طلاق ہو جائے گی صریح یا کنائی طلاق اور عتاق اور خلع غیر مالی کے وقت عورت کو علم ہونا شرط نہیں ہے۔

مثلاً اگر شوہر نے بیوی کو عربی میں پڑھایا اور کہلوایا ''اختلعت منك بالمهر و نفقة العدة'' پھر خود کہا ''قبلت'' یعنی عورت نے کہا میں نے تجھ سے خلع عدت کے نفقہ اور مہر کے معاوضہ میں لیا اور مرد نے کہا مجھے قبول ہے حالانکہ عورت عربی کلام نہیں سمجھتی، طلاق واقع ہو جائے گی لیکن مہر اور نفقہ ساقط نہیں ہو گا کیونکہ جہل عورت کا حق ساقط کرنے میں عذر شمار کیا جاتا ہے لیکن وقوع طلاق کے حق میں عذر شمار نہیں کیا جاتا لہٰذا طلاق واقع ہو جائے گی اور مہر اور نفقہ ساقط نہیں ہو گا۔

خلع میں مال لینا جائز ہے:

خلع اگر شوہر کی ضرورت ہو تو مال نہ لیا جائے:

مالی خلع میں اگر شوہر کی جانب سے نشوز اور نفرت ہے اور خلع شوہر کی ضرورت ہے بیوی کی ضرورت نہیں تو شوہر کے لئے مال لے کر خلع دینا جائز نہیں ہے بلکہ شوہر مال کے بغیر طلاق دے دے اور اگر بیوی کی جانب سے نشوز اور نفرت ہے اور بیوی کی ضرورت ہے تو شوہر کو بقدر مہر مال پر خلع دینا جائز ہے۔ شوہر کا بیوی سے مہر سے زیادہ مال لینا مکروہ ہے۔

- عربی عرف میں خلع بیع اور شراء کے لفظوں سے بھی ہو جاتا ہے مگر ہمارے

عرف میں ان الفاظ سے خلع نہیں ہوتا البتہ ہمارے عرف میں عربی عرف کی طرح طلاق بالمال کا راوج ہے اور مبارات اور بری ہونے کے لفظ سے بھی خلع واقع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اگر عورت کہے میں نکاح کی وجہ سے آپ پر واجبات سے آپ کو طلاق دینے کی شرط پر بری کرتی ہوں اور شوہر نے کہا مجھے قبول ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

لفظ برأۃ سے بھی خلع واقع ہو جاتا ہے:

- برأۃ اور خلع کے الفاظ سے طلاق ہونے پر زوجین کے ایک دوسرے پر مالی حقوق ساقط ہو جاتے ہیں حتی کہ اہلِ تحقیق علماء کے نزدیک اس کا علم ہونا بھی شرط نہیں ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں ہمارے زمانہ کی عورتیں نہیں جانتیں کہ خلع حقوق کے لئے مسقط ہوتا ہے حالانکہ خلع حقوق کے لئے مسقط ہوتا ہے۔ مثلاً عورت شوہر سے کہتی ہے مجھے خلع دے دو۔ شوہر کہتا ہے خلع دے دیا۔ طلاق واقع ہو جائے گی اور مہر بھی ساقط ہو جائے گا اگرچہ وہ نہیں جانتی کہ خلع سے مہر ساقط ہو جاتا ہے۔ مگر عربی عرف میں یہ ہے کہ خلع میں مال کا ذکر نہ ہو تو بھی مہر ساقط ہو جاتا ہے، ہمارے عرف میں ایسا نہیں ہے۔ (شامی)

ظہار کا بیان

☆ ظہار کے احکام

☆ ظہار مؤقت کے مسائل

☆ ظہار کی اقسام

☆ ظہار کے کفارہ کے احکام

☆ اطعام میں عدد اور مقدار شرط ہے

ظہار کا بیان

ظہار کی تعریف:

- ظہار یہ ہے کہ مسلمان اپنی بیوی یا بیوی کے اعضاء میں سے ایسے عضو کو جس سے آدمی کو تعبیر کیا جاسکتا ہے جیسے راس اور رقبہ یعنی سر اور گردن یا بیوی کے اجزاء شائعہ جیسا کہ نصف اور ثلث وغیرہا کو ابدی حرام اور محرم عورت کے ساتھ یا اس کے ایسے عضو کے ساتھ تشبیہ دے جس کی طرف تشبیہ والے شخص کو دیکھنا حرام ہو، ظہار ہے۔ جیسے شوہر بیوی کو کہے "تو میرے اوپر میری مای کی پشت کی طرح ہے" یا "تو میرے اوپر اپنی ماں کی پشت کی طرح ہے" یا میرے اوپر نہ کہے میرے لئے، میرے ساتھ، میرے نزدیک یا مجھ سے کہہ کر تشبیہ دے تو ظہار کہیں گے۔ پہلی مثال میں مظاہر کی اپنی ماں حقیقی یا رضاعی کی پشت کے ساتھ تشبیہ ہے اور دوسری صورت میں بیوی کی ماں نسبی یا رضاعی یعنی مظاہر کی ساس کی پشت کے ساتھ تشبیہ ہے۔ دونوں مظاہر کی اپنی ماں اور مدخولہ بیوی کی ماں نسبی ہوں یا رضاعی مرد کے لئے ہمیشہ کے لئے حرام ہوتی ہیں اور ان کی پشت کو دیکھنا محرم کے لئے بھی بیٹے کے لئے یا داماد کے لئے جائز نہیں ہوتا۔ اسی طرح ماں کے پیٹ یا ران یا فرج جن کا دیکھنا محرم آدمی کے لئے حرام ہے، سے تشبیہ بھی ظہار ہو گی۔ اور دیگر ابدی محرمات عورتوں میں بہن اور خالہ، پھوپھی اور بھتیجی اور بھانجی کے ساتھ تشبیہ کا بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر شوہر نے بیوی کو اپنی ماں کے سر یا گردن یا سینہ یا بازو یا پنڈلیوں کے ساتھ تشبیہ دی جن

کی طرف محرم آدمی کا دیکھنا جائز ہے یا دیگر محرم عورتوں کے مذکورہ اعضاء کے ساتھ تشبیہ دی تو ظہار نہیں ہوگا۔ ظہار میں زوجہ کے اعضاء میں سے عضو سے مراد عام ہے کہ اس کو دیکھنا جائز ہو یا نہ ہو لیکن مشبہ بہ محرم عورت کے اعضاء سے مراد وہ اعضاء ہیں جن کو دیکھنا جائز نہیں ہے۔

ذمی کی تشبیہ سے ظہار نہیں ہوگا:

- ظہار کی تعریف سے معلوم ہوا غیر مسلم ذمی آدمی اگر اپنی بیوی کو اپنی کسی محرم عورت کے ساتھ تشبیہ دے تو ظہار نہیں ہوگا اور یہ بھی معلوم ہوا مظاہر کی زوجہ کتابیہ ہو یا صغیرہ یا مجنونہ کی تشبیہ بھی ظہار ہوگی اور ظہار میں حرمت ابدی کی شرط سے معلوم ہوا بیوی کی بہن اور دیگر وہ عورتیں جن کا بیوی کے ساتھ نکاح میں صرف جمع ہونا جائز نہیں لیکن ہمیشہ کے لئے حرام نہیں ہیں، سے تشبیہ ظہار نہیں ہوگا۔ مثلاً شوہر بیوی سے کہے تو میرے اوپر اپنی بہن کی پشت کی طرح ہے تو یہ تشبیہ ظہار نہیں ہوگی۔ اور تین طلاق سے حرام اور لعان سے حرام شدہ بیوی کی حرمت بھی عارضی ہوتی ہے، ابدی نہیں ہوتی۔ کیونکہ حلالہ کے بعد تین طلاق والی کی حرمت ختم ہو جاتی ہے اور لعان کی اہلیت ختم ہونے یا شوہر کی طرف سے اپنی تکذیب یا بیوی کی طرف سے شوہر کی تصدیق سے لعان کی وجہ سے حرمت ابدی ختم ہو جاتی ہے۔ شوہر دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔ اس لئے طلاقاتِ ثلثہ والی بیوی اور لعان والی بیوی کے ساتھ تشبیہ بھی ظہار نہیں ہوگا اور مجوسیۃ اور مشرکۃ عورتیں اگرچہ کفر کی وجہ سے ہمیشہ حرام ہوتی ہیں لیکن اسلام لانے پر ان کی حرمت ختم ہو جاتی ہے اس لئے مشرکۃ اور مجوسیۃ عورتوں کے ساتھ بیوی کو تشبیہ دینا ظہار نہیں ہوگا۔

بیوی کی تشبیہ سے ظہار نہیں ہوگا:

- ظہار کی تعریف میں تشبیہ المسلم کے لفظ سے معلوم ہوا اگر بیوی ظہار

کرے۔ مثلاً شوہر سے کہے تو میرے اوپر ماں کی پشت کی طرح ہے تو ظہار نہیں ہو گا۔ اور مسلم سے مراد عاقل بالغ ہے اس لئے مجنوں اور صبی اور معتوہ اور مدہوش اور اغمام ءاور نوم کی حالت میں تشبیہ ظہار نہیں ہو گا اور تشبیہ سے مراد عام ہے، صراحت کے ساتھ ہو یا ضمناً ہو۔ ضمنی کی مثال جیسے کسی دوسرے شخص نے اپنی بیوی سے ظہار کیا تھا، شوہر اپنی بیوی سے کہتا ہے تو میرے اوپر فلانہ کی مثل ہے اور فلانہ سے مراد دوسرے آدمی کی بیوی ہو اور مظاہر کی محرم عورت ہو تو یہ ظہار ضمنی ہو گا۔اسی تشبیہ سے مراد عام ہے۔ مطلق ہو یا کسی شرط یا وقت کے ساتھ مقید ہو، دونوں صورتوں میں ظہار ہو گا۔اور ظہار میں جس کے ساتھ تشبیہ دی جائے اس کا عورت ہونا شرط ہے لہٰذا بیوی کو مرد کے ستر غلیظ سے تشبیہ، ظہار نہیں ہو گا۔(کتب فقہ)

ظہار میں تشبیہ کے کلمات کا صراحۃً ذکر ضروری ہے:

- ظہار میں تشبیہ کے کلمات کا ذکر صراحت سے ہونا شرط ہے۔ جیسے عربی میں مثل یا کاف تشبیہ کا کلمہ ہے۔ جیسے ''انت علی کظھر امی'' یا''انت علی مثل ظھر امی'' اور اردو میں مثل اور ''کی طرح'' کا لفظ ہے۔ ہر زبان میں تشبیہ کے لفظ مختلف ہوتے ہیں۔

بیوی کو ماں بہن کہنا نہ ظہار ہے نہ طلاق:

- اگر تشبیہ کا کلمہ مذکور نہ ہو تو ظہار نہیں ہو گا۔ جیسے کہا جائے:''انت امی'' یا''انت اختی'' وغیرہ۔یہ کہ شوہر بیوی سے کہے ''تو میری ماں ہے'' یا''بہن ہے'' تو ظہار نہیں ہو گا۔ اور ان کلمات سے قدیم فقہاء کے نزدیک طلاق بھی نہیں ہو گی۔ بلکہ یہ جملے لغو اور معصیت ہوں گے۔ اگرچہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ ان صورتوں میں ظہار یا طلاق ہونی چاہئے۔ بعض لوگ غصہ میں طلاق کی نیت سے بیوی کو کہتے ہیں ''تو میری ماں ہے'' یا ''تو میری بہن ہے'' اور تشبیہ کے

کلمات کا ذکر نہیں کرتے۔ عام لوگ اس کو طلاق تصور کرتے ہیں لیکن فقہاء کے نزدیک ان صورتوں میں نہ طلاق ہوتی ہے اور نہ ظہار۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے: ایک آدمی سے حضور ﷺ نے سنا، اس نے بیوی سے کہا ''یا اخیتة'' (اے میری چھوٹی بہن) تو آپ نے اس کو ناپسند فرمایا اور منع فرمایا۔ ہمارے فقہاء فرماتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا یہ کلمات لغو ہیں نہ ان سے ظہار ہوتا ہے اور نہ طلاق ورنہ حضور ﷺ بیان فرمادیتے کہ یہ ظہار ہے یا طلاق ہے۔ گویا قیاس حدیث کی وجہ سے متروک ہے۔ مگر بیوی کو ماں یا بہن کہنا مکروہ ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا موجودہ دور کے بعض دیوبندی مفتیوں کا یہ فتویٰ کہ طلاق کی نیت سے ان کلمات سے طلاق بائن ہو جاتی ہے، صحیح نہیں ہے کیونکہ حدیث شریف کے خلاف ہے۔

ظہار کے احکام:

ہر قوم میں بعض مرتبہ غصہ کی حالت مس شوہر اپنی بیوی کو اپنی ماں یا بہن سے تشبیہ دے کر اس سے اجتناب کرنا چاہتا ہے۔ اس قسم کی تشبیہ کو ظہار کہا جاتا ہے اور اس تشبیہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی لیکن کفارہ واجب ہو جاتا ہے اور ادائے کفارہ سے پہلے بیوی کے ساتھ وطی اس طرح حرام ہو جاتی ہے جیسے حالتِ حیض میں وطی حرام ہوتی ہے۔ اس تشبیہ کو کفر اور جہالت کے دور میں طلاق سمجھا جاتا تھا لیکن اسلام نے جاہلانہ حکم کو ختم کر دیا۔

- قرآن مجید کی سورۃ مجادلہ میں ہے:

اَلَّذِیۡنَ یُظٰہِرُوۡنَ مِنۡکُمۡ مِّنۡ نِّسَآئِہِمۡ مَّا ہُنَّ اُمَّہٰتِہِمۡ ؕ اِنۡ اُمَّہٰتُہُمۡ اِلَّا الّٰٓیِٴۡ وَلَدۡنَہُمۡ ؕ وَ اِنَّہُمۡ لَیَقُوۡلُوۡنَ مُنۡکَرًا مِّنَ الۡقَوۡلِ وَ زُوۡرًا ؕ وَ اِنَّ اللّٰہَ لَعَفُوٌّ غَفُوۡرٌ۔ (آیت: ۲، مجادلہ)

ترجمہ: ''جو لوگ تم سے ظہار کرتے ہیں اپنی بیویوں سے وہ ان کی مائیں

نہیں ہیں، ان کی مائیں نہیں مگر وہ جنہوں نے ان کو جنا ہے اور بے شک
وہ لوگ بہت بری بات اور جھوٹ کہتے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ بہت
معاف کرنے والا مغفرت فرمانے والا ہے۔"

ظہار کا قصہ:

- سورۃ مجادلہ کی پہلی آیات کے سلسلہ میں مفسرین نے بیان کیا ہے کہ اسلام سے پہلے عرب میں یہ رواج تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہتا تو مجھ پر اس طرح جس طرح میری ماں کی پشت۔ تو اس قول سے طلاق واقع ہونا سمجھی جاتی اور بیوی شوہر پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی۔ رجوع کا دروازہ بند ہو جاتا۔ اس کو اہلِ عرب ظہار کہتے تھے۔ اسلام میں سب سے پہلے جو واقعہ پیش آیا وہ یہ ہے کہ ایک روز حضرت عبادہ کے بھائی اوس ابن صامت اپنی بیوی حضرت خولہ بنت ثعلبہ پر کسی وجہ سے ناراض ہو گئے۔ بڑھاپے کی وجہ سے ان کا مزاج زیادہ چڑ چڑا ہو گیا تھا۔ غصے سے کہہ دیا "انت علی کظھر امی" کہ تو میرے اوپر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے۔ زبان سے تو یہ کہہ بیٹھے لیکن پچھتانے لگے۔ خولہ کو پاس بلانے کی کوشش کی۔ اس نیک بندی نے جواب دیا: اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں خولہ کی جان ہے! جب تک اللہ اور اس کا رسول ہمارے بارے میں فیصلہ نہ فرمائیں تم میرے نزدیک نہیں آسکتے۔ خولہ اٹھیں اور حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے پیارے رسول! اوس نے جب میرے ساتھ شادی کی تھی اس وقت میں جوان تھی، صاحبِ مال تھی، میرے گھر والے بھی موجود تھے۔ اب میرا شباب رخصت ہو گیا، میں بوڑھی ہو گئی، میرے گھر والے بھی نہ رہے، مال بھی خرچ ہو گیا اب اوس نے مجھ سے یہ الفاظ کہے، حضور! کیا اب ہمارے لئے کوئی گنجائش ہے کہ اب ہم ایک ساتھ رہ سکیں؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا: "تیرے بارے میں مجھے ابھی کوئی حکم

نہیں ملا'' اس نے پھر عرض کیا: ''یارسول اللہ! اس نے طلاق کا لفظ تو نہیں کہا'' وہ بار بار یہی کہتی رہی اور حضور ﷺ یہی جواب دیتے رہے ساتھ ہی وہ اللہ کے جناب میں بھی فریاد کرتی رہی الٰہی میں اپنی تنہائی اور اپنے خاوند سے جدائی کا شکوہ تجھ سے کرتی ہوں۔ ایک روایت میں ان کے یہ الفاظ درج ہیں ''اپنے فاقہ اور خستہ حالی کا شکوہ میں اللہ تعالیٰ سے کرتی ہوں، میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اگر میں انہیں ان کے باپ کے سپرد کرتی ہوں تو وہ ضائع ہو جائیں گے اور ان کو اپنے پاس رکھتی ہوں تو وہ بھوکے مریں گے'' بار بار وہ آسمان کی طرف منہ اٹھاتی اور فریاد کرتی۔ بحث و تکرار کا یہ سلسلہ ابھی جاری تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فریاد سن لی اور جبریل امین یہ آیات لے کر نازل ہوئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''یاخولہ! اَبْشِرِیْ'' اے خولہ مبارک ہو اللہ نے تیرے بارے میں حکم نازل فرمایا، جاؤ اپنے خاوند کو بلا لاؤ۔ اوس حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: غلام آزاد کرو۔ عرض کیا: میرے پاس تو کوئی غلام نہیں۔ فرمایا: پھر دو ماہ متواتر روزے رکھو۔ عرض کیا: یارسول اللہ! اگر میں دن میں تین مرتبہ نہ کھاؤں تو میری بینائی جواب دینے لگتی ہے میں اتنی مدت کیسے روزے رکھ سکتا ہوں۔ ارشاد ہوا: پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ عرض کرنے لگے: آقا! میں بہت غریب ہوں، حضور! میری مدد فرمائیں تو میں کھانا کھلا سکتا ہوں۔ اس غریب پرور آقا نے انہیں پندرہ صاع اپنے پاس سے ادا فرمائے، انہوں نے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلایا۔ اس طرح حضرت خولہ پھر اپنے گھر میں آباد ہو گئیں۔ ''قد سمع اللہ'' کی آیت انہی کے بارے میں نازل ہوئی۔

حضرت خولہؓ کا حضرت عمرؓ نے احترام کیا:

اس خصوصیت کی وجہ سے صحابہ کرام حضرت خولہؓ کا بہت زیادہ احترام کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عمر فاروق اعظمؓ اپنے عہدِ خلافت میں حضرت

خولہ کے پاس سے گزرے۔ آپ دراز گوش پر سوار تھے۔ لوگوں کا ایک ہجوم ساتھ تھا۔ حضرت خولہ نے ان کو روک لیا اور نصیحت کرنے لگیں اور کہا: اے عمر! وہ دن تجھے یاد ہیں جب تمہیں عمیر کہا جاتا تھا پھر تمہیں عمر کہا جانے لگا اور اب تمہیں لوگ امیر المؤمنین کہنے لگے ہیں۔ پس اے عمر! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو جو شخص موت پر یقین رکھتا ہے اسے اندیشہ رہتا ہے کہ کوئی ضروری چیز رہ نہ جائے جسے حساب کا یقین ہوتا ہے وہ عذاب سے ڈرتا رہتا ہے۔ آپ بڑے صبر و تحمل سے کھڑے رہے، آپ نے فرمایا: ''بخدا! اگر یہ مجھے صبح سے شام تک بھی روکے رکھے تو میں کھڑا رہوں گا صرف نماز کے اوقات میں رخصت لوں گا کیا تم نہیں جانتے یہ بڑھیا کون ہے؟ یہ خولہ بنت ثعلبہ ہے جس کی فریاد کو اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سنا کیا یہ ہو سکتا ہے کہ رب العالمین تو اس کی بات سنے اور عمر نہ سنے؟''

ظہار مؤقت کے مسائل:

اگر ظہار میں وقت کے ساتھ تشبیہ کو مقید کیا جائے تو وقت کے اندر وطی کرنے سے کفارہ واجب ہو گا اور وقت گزر جانے کے بعد ظہار ختم ہو جائے گا۔

مثلاً بیوی سے شوہر کہتا ہے کہ تو میرے لئے اپنی ماں کی پشت کی طرح ہے آج کے دن تک۔ آج کا دن جب گزر جائے گا تو ظہار ختم ہو جائے گا اور اگر مذکورہ دن میں وطی کرے گا تو کفارہ لازم ہو گا اور اگر چار ماہ یا اکثر کا ظہار میں ذکر ہو۔ مثلاً یوں کہا جائے چار ماہ تک تو میرے لئے ماں کی طرح ہے اور چار ماہ بغیر وطی کے گزر گئے تو ایلاء نہیں ہو گا ظہار ہی رہے گا لہٰذا طلاق واقع نہیں ہو گی اور چار ماہ کے بعد ظہار ختم ہو جائے گا۔ اگر آدمی اجنبیہ سے کہتا ہے اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا تو میرے اوپر تو میری ماں کی پشت کی طرح ہو گی تو یہ ظہار ہو گا۔ اس صورت میں ملک کے سبب کی طرف نسبت ہے اور اگر یوں کہے اگر تو میری بیوی

ہوئی تو میری ماں کی پشت کی طرح ہوگی، یہ بھی ظہار ہوگا۔ اور اس صورت میں نسبت ملک کی طرف ہے۔ اگر شوہر بیوی سے کہتا ہے اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا میرے اوپر تو ماں کی پشت کی طرح ایک سو مرتبہ ہوگی۔ اس صورت میں ایک سو ظہار ہو جائیں گے۔ جب بھی ایک سو مرتبہ تک بیوی سے ہمبستری کرے گا اس پر ظہار کا کفارہ واجب ہو جائے گا۔ ایک سو وطی پر ایک سو کفارہ لازم ہوں گے۔

ظہار کی اقسام:

ظہار کی دو اقسام ہیں: ایک صریح اور دوسری کنائی۔ اگر تشبیہ سے مشبہ بہ کے اعضاء کا ذکر ہو تو یہ ظہار صریح ہے بغیر نیت کے ظہار ہو جائے گا۔ جیسے شوہر کہے تو میری ماں کی پشت یا پیٹ کی طرح ہے۔ شامی میں ہے "اشار الی ان صریحة لا بد فیه من ذکر العضو" اور اگر اعضاء کا ذکر نہ ہو تو ظہار کنائی ہو گا۔

"تو میری ماں کی مثل ہے" سے طلاق ہو سکتی ہے:

جیسے شوہر بیوی سے کہے "تو میرے لئے ماں کی مثل ہے" یا صرف یہ کہے "تو میری ماں کی مثل ہے" اس قول میں اگر بیوی کی عظمتِ شان کی نیت کی جائے کہ تو میری مای کی طرح عظیم ہے تو یہ بھی جائز ہے اور اگر اس لفظ سے ظہار کی نیت ہو تو ظہار ہو گا اور اگر طلاق کی نیت ہو تو طلاق ہو گی۔ کیونکہ مذکورہ الفاظ کنایات ظہار اور طلاق سے ہیں لہٰذا جھگڑے اور غصہ کے وقت یا مذاکرہ طلاق کے وقت بغیر نیت طلاق مراد ہو گی اور بائن طلاق ہو جائے گی۔

ظہار کا حکم:

ظہار کے بعد شوہر پر بیوی کے ساتھ وطی اور دواعی وطی حرام ہو جاتے ہیں جب تک شوہر کفارہ ادا نہ کرے۔ اگر شوہر کفارہ ادا کرنے سے پہلے وطی کر لے تو

سخت گنہگار ہوگا۔ استغفار کرے اور کفارہ ادا کرنے سے پہلے دوبارہ وطی نہ کرے حتی کہ اگر بیوی کو طلاق دے دی اور بیوی دوسرے شوہر سے طلاق لے کر دوبارہ موصوف کی بیوی ہوگئی تب بھی ظہار باقی ہوگا۔ وطی سے پہلے کفارہ ادا کرے یہی حکم لعان کا ہے کہ جب عورت دوسرے شوہر سے طلاق لے لے تو بھی پہلے شوہر کے لئے حرام ہوتی ہے۔

- ظہار کی صورت میں بیوی مرد سے وطی کا مطالبہ کر سکتی ہے لیکن کفارہ سے پہلے شوہر کو وطی کرنے کی قدرت دینا بھی جائز نہیں ہے اور قاضی پر لازم ہے کہ مظاہر کو کفارہ ادا کرنے پر جیل کی سزا یا ضرب سے مجبور کرے کہ وہ کفارہ دے کر بیوی کو ضرر سے بچائے ورنہ طلاق پر اس کو راضی کیا جائے تاکہ اس کی بیوی کو ایذاء نہ پہنچے اور بیوی جنسی جذبات کسی دوسرے کے ساتھ نکاح کر کے حاصل نہ کرلے۔

ظہار کے کفارہ کے احکام:

کفارہ ادا کرنے سے ظہار کی وجہ سے حرمت تو ختم ہو جاتی ہے۔ بعض علماء نے کہا ترکِ وطی کا گناہ بھی بغیر توبہ کے معاف ہو جاتا ہے اور بعض علماء نے کہا کفارہ اور توبہ دونوں ہوں تو گناہ معاف ہوتا ہے۔ صرف کفارہ کافی نہیں ہے یعنی کفارہ کے بعد توبہ بھی کی جائے۔ ظہار کا کفارہ تین چیزوں سے ادا ہوتا ہے: غلام آزاد کرنے یا ساٹھ روزے رکھنے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے سے۔ لیکن ان میں ترتیب فرض ہے۔ پہلے کفارہ کی نیت سے غلام آزاد کرنا ضروری ہے۔ غلام سے مراد عبد اور لونڈی دونوں ہیں۔ اگر غلام آزاد کرنے پر قدرت نہ ہو تو ساٹھ روزے رکھے جائیں۔ اگر مرض یا بڑھاپے کی وجہ سے روزے رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے۔ غلام آزاد کرنے کی قدرت کے ہوتے ہوئے روزوں سے کفارہ ادا نہیں ہوگا اور روزے رکھنے کی طاقت کے

ہوتے ہوئے کھانا کھلانے سے کفارہ ادا نہیں ہو گا۔

عبد کے احکام:

غلام سے مراد ہر قسم کا عبد اور کنیز ہے۔ صغیر، کافر، آبق، بہرہ، خصی، ذکر کٹا ہوا، بھینگا، یکم چشم اور ایک کان سے محروم یا ایک ہاتھ والا اور ایک پیر سے محروم اور مکاتب جس نے بدل کتابت ادا نہیں کیا تھا۔ ان میں سے کسی ایک کے آزاد کرنے سے ظہار کا کفارہ ادا ہو جائے گا اور اگر عبد مکمل جنس منفعت سے محروم ہو۔ جیسے دونوں آنکھوں سے یا دونوں کانوں سے محروم اور مجنوں عقل سے محروم اور لا علاج مریض اور دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں سے محروم۔ ایسے عبد کو آزاد کرنے سے کفارہ ادا نہیں ہو گا۔

روزوں کے احکام:

اگر عبد آزاد کرنے کی قدرت نہ ہو یہ کہ مظاہر فقیر ہو یا عبد کی مارکیٹ ختم ہو چکی ہو جیسے موجودہ دور میں پاکستان بلکہ دنیا کے سب اسلامی ملکوں میں حقیقی عبد یا لونڈی کا ملنا میسر نہیں تو مظاہر پر فرض ہے کہ مسلسل بغیر انقطاع کے ساٹھ روزے رکھے۔

روزوں سے کفارہ کی تفصیل:

اگر مظاہر رویت ہلال یعنی مہینہ کے شروع سے روزے شروع کرے تو دو ماہ رویت ہلال کے حساب سے پورے کرے۔ اگر دونوں ماہ ۲۹، ۲۹ دنوں کے ہوں تو ۵۸ روزوں سے کفارہ ادا ہو جائے گا۔ اگر چاند کی رویت کے بغیر روزے رکھے پھر ساٹھ روزے مکمل کرے اور اگر مہینے کے وسط سے روزے شروع کرے تو ساٹھ دن پورے کرے۔ ظہار اور قتلِ خطاء اور رمضان کا روزہ توڑنے اور یمین اور قسم کے کفارہ کے روزوں کے ختم ہونے تک یہ حالت باقی رہے حتی کہ اگر دو ماہ سے ایک دن پہلے یا قسم کے کفارہ میں تین دنوں سے آخری دن بھی

عبد آزاد کرنے کی قدرت حاصل ہو گئی تو سابقہ روزے کفارہ میں شمار نہیں ہوں گے، روزے نفل شمار ہوں گے اور کفارہ کے لئے عبد آزاد کرنا لازم ہو جائے گا اور دوسری شرط یہ ہے کہ قتل اور ظہار اور یمین کے کفارہ کے روزوں میں تتابع اور تسلسل ہو حتیٰ کہ ان ساٹھ روزوں کے درمیان رمضان المبارک اور ایام منہیہ یعنی عیدین اور ایام تشریق کے روزوں کا وقفہ نہ ہو البتہ مسافر رمضان المبارک میں بھی کفارہ کے روزے رکھ سکتا ہے کیونکہ رمضان المبارک کے روزے مسافر کے لئے مؤخر کرنا جائز ہے۔

روزوں سے کفارہ ادا کرنے والا رات کو بھی جنسی عمل نہیں کر سکتا:

• اور تیسری شرط یہ ہے کہ ظہار کے ساٹھ روزے وطی اور دواعی وطی سے پہلے ادا ہو جائیں۔ اگر ساٹھ روزوں کے دنوں میں یا راتوں میں قصداً یا نسیان کی حالت میں وطی کر لے تو مظاہر دوبارہ روزے شروع کرے کیونکہ قرآن مجید کی نص اور آیت ''مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّتَمَآسَّا'' یعنی میاں بیوی آپس میں ملنے سے پہلے کفارہ ادا کریں گے، کی وجہ سے شرط ہے کہ کفارہ وطی اور دواعی وطی سے پہلے ادا کیا جائے۔ لیکن کفارہ قتل اور روزہ توڑنے کے کفارہ میں رات کی وطی اور نسیان کی حالت میں وطی سے تسلسل میں کوئی فرق نہیں آتا نیز ظہار میں وطی اور دواعی وطی سے مراد اس عورت سے وطی اور دواعی مراد ہیں جس سے ظہار کیا گیا ہے اور اگر دوسری بیوی کے ساتھ کفارہ کے روزوں کے درمیان رات کو یا نسیان کی حالت میں وطی کی گئی تو دوبارہ روزوں کی ابتداء کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر ظہار اور قتل اور روزہ توڑنے کے روزوں کے کفارہ کے درمیان سفر شروع کرنے کی وجہ سے روزہ نہیں رکھا تو سابقہ روزے نفلی ہو جائیں گے، دوبارہ کفارہ کے روزے شروع کئے جائیں۔ اگر عورت افسادِ روزہ یا قتل کے کفارہ کے روزے رکھ رہی ہو اور درمیان میں نفاس والی ہو گئی تو روزے دوبارہ شروع

کرنے ہوں گے کیونکہ نفاس کی وجہ سے وقفہ سے روزہ میں تسلسل ختم ہو جاتا ہے لیکن حیض کی وجہ سے روزوں کے تسلسل میں فرق نہیں آتا لہٰذا عورت ایامِ حیض کے بعد کفارہ کے روزے دوبارہ شروع کردے۔ اگر ایامِ حیض کے بعد ایک دن روزہ نہیں رکھا تو پھر شروع سے روزے رکھنے ہوں گے۔ یمین کے تین روزوں میں بھی تتابع شرط ہے۔ یمین کے کفارہ میں نفاس اور حیض دونوں سے تتابع ختم ہو جاتا ہے دوبارہ روزے رکھنے ہوں گے۔

آئسہ کا حکم:

- اگر عورت آئسہ ہے یعنی اس کو حیض نہیں آتا تھا۔ اس کو ایک ماہ کے روزے رکھنے کے بعد بالفرض حیض آگیا اس نے حیض کے ایام کے روزے ترک کردیئے، اس کے لئے واجب ہے کہ کفارہ کے روزے دوبارہ رکھے کیونکہ اس کے حق میں حیض عذر نہیں ہے۔ اگر کفارہ کے روزوں میں سے کسی ایک کو قصداً کھانے یا پینے سے فاسد کردیا تو روزے دوبارہ شروع کرنا واجب ہے اور اگر کھانے یا پینے کا عمل نسیان سے تھا تو روزہ فاسد نہیں ہوگا لہٰذا دوبارہ روزوں کی ابتداء کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن وطی نسیاناً ہو روزہ تو فاسد نہیں ہوگا مگر ظہار میں روزے دوبارہ رکھنے ہوں گے۔ جیسے ظہار کے روزوں میں رات کی وطی سے روزے دوبارہ شروع کرنے ضروری ہوتے ہیں اور ظہار کے علاوہ دوسرے کفاروں مثلاً قتل یا رمضان کے روزہ توڑنے کے کفاروں میں یا قسم کے کفارہ میں رات کو وطی اور دواعی جائز ہیں لہٰذا دن میں نسیان کی وجہ سے کھانے اور پینے یا وطی کرنے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا اور روزے دوبارہ شروع کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (شامی / فتح القدیر)

اطعام کے احکام:

ایسا مرض جس سے شفاء کی امید نہیں ہے یا بڑھاپے کی وجہ سے ظہار اور

قتل اور افسادِ روزہ کا کفارہ روزے رکھنا ممکن نہیں ہے یعنی عجز حقیقی ہے۔

اطعام میں کفارہ کی شرائط:

کفارہ ادا کرنے کے لئے ساٹھ مسکینوں کو صبح اور شام کا پیٹ بھر کر کھانا کھلایا جائے یا ساٹھ مسکینوں میں سے ہر ایک مسکین کو فطرہ کی مقدار گندم دو کلو ایک سو پچاس گرام آٹا یا کھجور یا کشمش یا جوء میں کسی ایک سے چار کلو تین سو گرام کا ہر ایک مسکین کو مالک بنادیا جائے یا مذکورہ مقدار کی قیمت کا ہر مسکین کو مالک بنادیا جائے اور یمین کے کفارہ میں دس مسکینوں کے لئے مذکورہ قیمت یا مقدار سے ہر ایک مسکین کو مالک بنادیا جائے یا صبح اور شام کا کھانا کھلادیا جائے تو کفارہ ادا ہو جائے گا۔

اطعام سے کفارہ کی شرط روزوں سے عجز حقیقی ہے:

- کفارہ کی تیسری قسم اطعام سے کفارہ تب ادا ہو گا کہ کفارہ ادا کرنے والا روزے رکھنے سے دائمی عاجز ہو۔ اگر روزے رکھنے سے دائمی عاجز نہیں ہے تو اس کو روزے ہی رکھنا ہوں گے۔ اگر کفارہ کے روزے نہیں رکھ سکا آخر عمر میں بیمار ہو گیا یا بڑھاپے کی وجہ سے کمزور ہو گیا تو اب اطعام سے کفارہ ادا کرنا فرض ہے اور اگر وصیت نہیں کی تھی اور کسی وارث یا دوست نے کفارہ ادا نہیں کیا، یہ نہایت عظیم گناہ ہے مگر اللہ تعالیٰ سے عفو کی امید ہے۔ ہمارے دور میں بلا ارادہ اور قتلِ خطاء کے کفارہ ادا کرنے کا تو رواج نہیں رہا بلکہ دنیا میں روزانہ ہزاروں ایسے قتل خطاء ہوتے ہیں جن کی دیت اور کفارے واجب ہوتے ہیں مگر ان کا کفارہ ادا نہیں کیا جاتا البتہ بعض ملکوں میں دیت کا حکم تو ہے لیکن کفارہ ادا کرنے کا حکم وہاں بھی نہیں ہے بلکہ کسی کو علم ہی نہیں کہ بلا ارادہ قتل کا کفارہ بھی ہوتا ہے۔ اور ظہار کے واقعات بہت کم ہوتے ہیں مگر قصداً رمضان مبارک کے روزہ توڑنے کے واقعات کثرت سے ہوتے ہیں۔

کفارہ ادا کرنے کا غلط طریقہ:

اچھے خاصے نوجوان صحت مند مرد اور عورتیں روزہ توڑنے کا کفارہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا سمجھتے ہیں۔ ایک دن قصداً روزہ توڑتے ہیں اور دوسرے دن اک سو انیتس کلو گرام آٹے کی قیمت کسی مدرسہ میں بطور کفارہ ادا کر دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ کفارہ ادا ہو گیا۔ حالانکہ کفارہ ادا نہیں ہوتا کیونکہ صحت مند نوجوانوں کے لئے روزے رکھنے ہوتے ہیں جب تک روزے رکھ سکنے کی طاقت ہو مندرجہ بالا شرائط کے ساتھ روزے رکھنے ضروری ہیں ورنہ کفارہ ادا نہیں ہو گا۔ علماء کرام بھی توجہ نہیں فرماتے، مدرسہ کے لئے کفاروں کی رقم لینے کی فکر میں رہتے ہیں۔ اس لئے کفارہ دینے والوں کو صحیح حکم بیان نہیں فرماتے یا پھر آجکل کے علماء کرام کو بھی اس مسئلہ کا علم نہیں ہوتا۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ)

کفارہ کے دو طریقے:

اطعام سے کفارہ ادا کرنے کے دو طریقے ہیں: اباحت یعنی کھانا پکا کر ساٹھ مسکینوں کو صبح اور شام دو کھانے کھلائے جائیں یا تملیک کہ ایک فطرہ کی مقدار گندم یا اس کا آٹا یا جو اور کھجور اور کشمش یا ان کی قیمت ساٹھ مسکینوں میں سے ہر ایک کو اس کا مالک بنا دیا جائے۔

اباحت اور تملیک سے کفارہ ادا ہو جاتا ہے:

اباحت اور تملیک میں فرق یہ ہوتا ہے کہ اباحت میں مساکین بقدر حاجت کھانا کھا لیتے ہیں اس کے مالک نہیں ہوتے اس لئے کھانے کو فروخت نہیں کر سکتے بخلاف تملیک کے۔ اس میں مساکین فطرہ کی مقدار کے مالک ہو جاتے ہیں اس مقدار کو فروخت بھی کر سکتے ہیں۔ زمانہ قدیم میں کھانا کھلانے کے وقت گندم کی روٹیاں بغیر سالن کے کھالی جاتی تھیں لیکن جو کی روٹی بغیر سالن کے نہیں کھائی جا سکتی تھی اس لئے قدیم علماء نے گندم کی روٹیوں کے کھانے کے

ساتھ سالن کو غیر ضروری قرار دیا تھااور جو کی روٹیوں کے ساتھ سالن ضروری قرار دیا تھا۔ لیکن موجودہ دور میں سالن گندم کی روٹی کے ساتھ بھی ضروری ہے جس طرح دیگر اجناس کی روٹیوں کے ساتھ سالن ضروری ہے۔ لہٰذا اباحت کی صورت میں کھانا کھلانے کے وقت گندم یاجو کے مقدار کا اعتبار نہیں ہو گا بلکہ ساٹھ مسکینوں کو صبح اور شام کا پیٹ بھر کر کھانا کھلانا ہو گا۔ قرونِ اولیٰ میں شاید ایک وقت میں ایک کلو گندم کی روٹیاں ایک شخص ایک وقت کے کھانے میں کھالیتا تھااس لئے دو کھانوں کے لئے دو کلو گندم رکھی گئی لیکن موجودہ دور میں دو یا تین روٹی ہی کافی ہو جاتی ہیں بلکہ بعض لوگ صرف ایک روٹی کھاتے ہیں اس لئے آٹے کی مقدار کا اعتبار نہیں ہو گا۔ اگر چاولوں کی بریانی یا پلاؤ پکا کر ساٹھ مساکین کو بلا کر صبح اور شام کا کھانا کھلا دیا جائے تو بھی کفارہ ادا ہو جائے گا۔ بریانی تو گوشت کے ساتھ ہوتی ہے مگر مسور یا چنوں کے ساتھ چاول پکا کر کھلائے جائیں تو بھی کفارہ ادا ہو جائے گا۔ لہٰذا فقیر آدمی سب سے سستا کفارہ ادا کر سکتا ہے۔

- ظہار کے کفارہ کھانے کھلانے میں روزوں کے کفارہ کی طرح یہ شرط نہیں ہے کہ وطی اور دواعی وطی سے پہلے کھانا کھلانا ضروری ہے بلکہ کھانا کھلانے کے درمیان بھی وطی جائز ہے۔ مثلاً تیس مساکین کو کھانا کھلانے کے بعد اگر ظہار والا وطی کر لے تو بقیہ تیس کو بعد میں کھانا کھلانے سے کفارہ ادا ہو جائے گا کیونکہ آیت کریمہ میں ''اطعام من قبل ان یتماسا'' کا لفظ نہیں ہے۔

اطعام میں عدد اور مقدار شرط ہے:

کفارہ کے کھانے میں ساٹھ کے عدد کا حقیقتاً یا حکماً ہونا شرط ہے۔ حقیقت جیسے ساٹھ مسکین اور حکماً جیسے ایک مسکین کو صبح اور شام کا ساٹھ دن تک کھانا کھلایا جائے اور تملیک میں ساٹھ مسکینوں میں سے ہر ایک کو فطرہ کی مقدار یا اس کی قیمت کا مالک بنایا جائے یا ایک مسکین کو ساٹھ دن تک روزانہ فطرہ کی مقدار یا

اس کی قیمت کا مالک بنادیا جاتا رہے۔ یا مثلاً دس دس مسکینوں کو چھ دن تک صبح اور شام کا کھانا کھلا دیا جائے یا چھ دن تک دس مسکینوں سے ہر ایک مسکین کو فطرہ کی مقدار یا اس کی قیمت کا مالک بنادیا جائے تو کفارہ ادا ہو جائے گا

ایک مسکین کو بیک وقت کفارہ کی رقم دینے سے کفارہ ادا نہیں ہوگا:

اور اگر ایک مسکین کو ایک ہی دن پورے کفارہ کی مقدار ایک سو انیتس کلو گرام گندم یا اس کی قیمت کا مالک بنادیا جائے تو کفارہ ادا نہیں ہوگا بلکہ اس پوری گندم سے ایک دن کا کفارہ ادا ہوگا۔ آج کل گندم دینے کا رواج نہیں ہے بلکہ اس کی قیمت دی جاتی ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ پورے کفارہ کی گندم کے آٹے کی رقم ایک مسکین کو بیک وقت دے دی جاتی ہے اس سے کفارہ ادا نہیں ہوگا۔ اگر پورے کفارہ کی رقم ایک مسکین کو دینا مقصود ہو، مسکین یا اس کے وکیل کو کہا جائے اس رقم سے ساٹھ روز تک روزانہ ایک ایک فطرہ کی مقدار کا میں تجھے مالک بناتا ہوں اگر ان الفاظ سے مکمل کفارہ ایک مسکین کو اکٹھا ادا کرے تو کفارہ ادا ہو جائے گا کیونکہ مسکین روزانہ ایک فطرہ کی مقدار کا مالک بنتا جائے گا اور بقیہ رقم اس کے پاس امانت ہوگی۔

مدارس کے ناظمین پر کفارہ کی رقم اکاؤنٹ میں رکھنا جائز نہیں ہے:

یہی حکم مدارس کے ناظمین کے لئے ہے کہ کفارہ کی رقم کے لئے طلباء کی تعداد ساٹھ ہونا شرط ہے۔ حقیقتاً ساٹھ ہوں جیسے ساٹھ طالب علموں کو صبح اور شام کا کھانا پکا کر کھلایا جائے یا ہر ایک کو فطرہ کی مقدار کا مالک بنادیا جائے یا حکماً ساٹھ ہوں جیسے ایک مسکین کو ساٹھ روز تک صبح و شام کا کھانا دیا جائے یا ایک فطرہ کی مقدار کا ہر روز مالک بنادیا جائے۔

کفارہ میں ساٹھ مساکین کا عدد اور تعیین شرط ہے:

اور کفارہ کے کھانے کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ جن ساٹھ مسکینوں کو

صبح کا کھانا کھلایا گیا ہو، انہیں مسکینوں کو شام کا کھانا کھلایا جائے، اسی طرح تملیک میں ہر ایک مسکین کو پورے فطرہ کی مقدار کا مالک بنایا جائے۔ اگر صبح کا کھانا متعین ساٹھ مسکینوں کو کھلایا اور شام کا کھانا دوسرے ساٹھ مسکینوں کو کھلایا تو کفارہ ادا نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر کفارہ کی گندم آدھی رقم متعین ساٹھ مسکینوں کو دی اور آدھی رقم دوسرے ساٹھ مسکینوں کو دی تو کفارہ ادا نہیں ہوگا۔ کیونکہ ایک مسکین کو صبح اور شام کا کھانا کھلانا یا فطرہ کی مقدار دینا کفارہ کی شرائط میں سے ہے۔

در مختار میں ہے:

اطعم مأة و عشرين لم يجز الا عن نصف الاطعام فيعيد على ستين منهم غداء او عشاء و لو فی یوم آخر للزوم العدد مع المقدار۔ (ص:۴۸، ج۵، باب الکفارۃ)

یعنی: "ایک سو بیس آدمیوں کو ایک وقت کھانا آدھے کفارہ سے کفایت کرے گا دوبارہ انہی لوگوں میں سے ساٹھ کو ایک اور کھانا صبح یا شام کا کھلانا ضروری ہے اگرچہ دوسرے دن کیونکہ عدد اور مقدار دونوں لازم ہیں۔ اگر تعدد حقیقی نہ ہو تو حکمی لازم ہے۔ مثلاً تیس مسکینوں کو دو دن صبح اور شام کا کھانا کھلانے سے حکماً ساٹھ ہو جائیں گے۔"

اور اگر ایک مسکین کو ایک سو بیس دن تک ایک ایک وقت کا کھانا دیا جائے تو کفارہ ادا ہو جائے گا کیونکہ تعدد ایام سے ایک مسکین کے کھانوں میں تعدد حکمی موجود ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں:

"قلت و مقتضاه انه لو غداه مأة و عشرين يوما اجزاه عن كفارة الظهار"

یعنی اگر ایک سو بیس دن ایک مسکین کو صبح کا کھانا دیا جائے تو کافی ہو گا۔

کفارہ میں زکوٰۃ کے مستحقین کا ہونا شرط ہے:

ظہار اور قتل اور افسادِ صوم رمضان اور یمین کے کفاروں میں بعام کی اباحت یا تملیک کے لئے مساکین اور زکوٰۃ کے مستحق لوگوں کا ہونا شرط ہے۔ لہٰذا اگر اغنیاء غیر مسلم یا اپنے اصول و فروع یا سادات کو کفارہ کی گندم یا اس کی قیمت اباحۃً یا تملیکاً دی گئی تو کفارہ ادا نہیں ہو گا۔

کفارہ غیر شرعی طریقہ سے تقسیم کرنے والے ناظمین کا ادا نہیں ہو گا:

تنبیہ: جیسا کہ پہلے میں ذکر کر چکا ہوں عوام کفاروں کی رقم میں مدارسِ دینیہ کے ناظمین کو وکیل بناتے ہیں اور وکیل امین ہوتا ہے۔ اگر ناظم مدرسہ نے کفارہ کی رقم صحیح مصرف اور مذکورہ تعداد کے مساکین پر صرف نہیں کی بلکہ کفارہ کی رقم ساٹھ مساکین کو اباحۃً یا تملیک کے بغیر مدرسہ کی عمارت یا دوسرے مصارف میں صرف کر دی تو اس کا ضامن مدرسہ کا ناظم ہو گا۔ اسی طرح اباحت یا تملیک میں ساٹھ کا عدد حقیقتاً یا حکماً نہ ہوا تو ناظمِ مدرسہ ضامن ہو گا۔

یمین کا بیان

☆ یمین کی تعریف

☆ یمین اور تعلیق کی شرائط

☆ قسم کے کفارے کے احکام

☆ واقعات

یمین کا بیان

مسائلِ طلاق کی وجہ سے یہاں ظہار کے کفارہ کے مسائل کا تذکرہ تھا لیکن عوام میں قسم اور یمین کثرت سے استعمال ہوتی ہے اس لئے یمین کے کفارہ کے بعض مسائل کا ذکر کرنا مناسب سمجھا۔ ملاحظہ فرمائیں۔

یمین کی تعریف:

عربی لغت میں یمین کا معنی قوت ہے اور شرع شریف میں یمین وہ عقد ہے جس کے ساتھ حلف اٹھانے والا کسی امر کے کرنے یا ترک پر اپنے عزم کو قوی کرتا ہے۔ جیسے کوئی آدمی کہے اللہ تعالیٰ کی قسم میں حج کروں گا یا کہتا ہے اگر یہ کام ہو گیا تو میں سارے مال کا صدقہ کروں گا۔ دونوں صورتوں حالف اپنے عزم کو تقویت دینے کے لئے یمین استعمال کر رہا ہے۔

یمین کی تین قسمیں: غموس، لغو اور منعقدہ:

یمین کی تین قسمیں ہیں: یمین غموس اور یمین لغو اور یمین منعقدہ۔ یمین غموس گزشتہ امور پر جھوٹی قسم کو کہتے ہیں اور جھوٹی قسم ایسا کبیرہ گناہ ہے کہ جس کا کفارہ توبہ ہی ہے، مال دینے سے اس کا کفارہ ادا نہیں ہوتا یعنی یمین غموس کا کوئی کفارہ نہیں اور یمین لغو اس کو کہتے ہیں کہ حالف ماضی کے کسی امر پر ایسی قسم کھائے جو حالف اپنے گمان میں صادق ہو لیکن معلوم ہوا کہ وہ چیز واقع میں نہیں تھی اور حالف کا گمان غلط تھا۔ جیسے کسی نے کہا اللہ کی قسم! زید آ گیا۔ حالانکہ زید نہیں آیا تھا، اس قسم کا کوئی کفارہ نہیں ہوتا اور اس میں کوئی گناہ بھی نہیں لیکن ایسی قسم سے اجتناب بہتر ہے۔ یمین منعقد وہ قسم ہے جو مستقبل کے کسی عمل

کے کرنے یا ترک پر قسم اٹھائی جائے، اس یمین میں حانث ہونے کی صورت میں کفارہ لازم ہے۔

یمین منعقدہ کی دو قسمیں: معلق اور غیر معلق:

پھر یمین منعقدۃ کی دو (۲) قسمیں ہیں: پہلی قسم غیر معلق کہ اس میں تعلیق نہ ہو اور اللہ تعالیٰ یا اس کی صفات سے قسم اٹھائی جائے۔ جیسے اللہ کی قسم! میں حج کروں گا۔ دوسری قسم معلق۔ جیسے اگر میں نے والدین کے ساتھ کلام کی تو میری جائیداد صدقہ ہوگی۔ کیونکہ ہر وہ تعلیق جس میں حالف کا ارادہ شرط سے امتناع اور رکنا ہو، وہ تعلیق بھی یمین ہوتی ہے۔

یمین اور تعلیق کی شرائط:

پہلی شرط یہ ہے کہ حالف مسلمان ہو، کافر کی قسم کا کوئی اعتبار نہیں۔ یعنی اس پر کفارہ واجب نہیں ہوتا۔

یمین کی دوسری شرط:

دوسری شرط یہ ہے کہ حالف مکلف ہو لہٰذا بچے کی قسم پر کفارہ نہیں ہے۔

یمین کی تیسری شرط:

تیسری شرط یہ ہے کہ بری ہونا ممکن ہو یعنی جس چیز کے کرنے یا نہ کرنے کے لئے قسم اٹھائی اس کا وجود ممکن ہو تا کہ حالف حانث نہ ہو لیکن امکان سے مراد امکان عقلی ہے۔

خالی کوزے سے پانی پینے کی قسم منعقد نہیں ہوگی:

اگر حالف کا بری ہونا ممکن نہ ہو تو وہ یمین منعقد نہیں ہوگی۔ مثلاً حالف نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! آج میں اس برتن میں موجود پانی پیوں گا۔ حالانکہ برتن میں پانی نہیں تھا۔ یہاں بر ممکن نہیں ہے کیونکہ جس پانی کے پینے پر حلف اٹھایا گیا وہ موجود ہی نہیں ہے اور اگر برتن میں دوسرا پانی ڈالیں گے تو وہ محلوف علیہ یعنی

جس پر قسم اٹھائی وہ پانی نہیں ہے۔

غیر ناکح کی طلاق معلق واقع نہیں ہوتی:

دوسری مثال حالف غیر ناکح کہتا ہے اگر میں نے فلاں کام کیا تو میری بیوی کو طلاق ہے۔ حالانکہ اس کی بیوی تھی ہی نہیں کیونکہ اس نے ابھی نکاح ہی نہیں کیا۔ دونوں صورتوں میں یمین منعقد نہیں ہوئی اور حالف حانث نہیں ہوگا۔

یمین کی چوتھی شرط بقاء کا امکان ہے:

چوتھی شرط یہ ہے کہ یمین کی ابتداء کی طرح بقاء کے لئے بھی امکان بر شرط ہے۔ اگر حلف کے وقت بر کا امکان تھا تو یمین منعقد ہوگئی لیکن بعد میں امکان نہیں رہا تو یمین باطل ہو جائے گی۔ جیسے حالف نے کہا اللہ کی قسم! آج اس برتن میں موجود پانی پیوں گا اور اس وقت پانی موجود تھا پھر خود حالف نے یا کسی دوسرے نے پانی گرادیا یا برتن لیک ہوگیا اور پانی بہہ گیا اور یہ غروبِ آفتاب سے پہلے ہوا، حالف پانی نہیں پی سکا تو یمین باطل ہوگئی اس کا کوئی کفارہ نہیں ہے۔

کل فلاں کو گالی نہ دی تو بیوی کو طلاق مگر بیوی کل سے پہلے فوت ہوگئی یا بیوی سے کہا کل صبح کی نماز نہ پڑھی تو تجھے طلاق اور صبح حیض آگیا:

- اسی طرح اگر کسی نے کہا اگر میں نے فلاں آدمی کو کل تک گالی نہ دی تو میری بیوی کو طلاق ہوگی اور کل ہونے سے پہلے بیوی فوت ہوگئی، یمین باطل ہوگئی۔ اس کی دوسری مثال جیسے شوہر بیوی کو کہتا ہے اگر تو نے کل صبح کی نماز نہ پڑھی تو تجھے طلاق ہوگی۔ لیکن اس کی بیوی کو صبح صادق سے پہلے حیض جاری ہوگیا تو امکان بر نہ ہونے کی وجہ سے یمین باطل ہو جائے گی۔

آسمان کو چھونے کی قسم معتبر ہے:

- اور اگر حالف کہتا ہے اللہ تعالیٰ کی قسم! آسمان کو چھوؤں گا یا کہتا ہے اگر میں

نے آسمان کو نہ چھوا تو میری بیوی کو طلاق چونکہ ان صورتوں میں عقلاً بری ہونا ممکن ہے اس لئے یمین تو منعقد ہو جائے گی لیکن فوراً حالف حانث ہو جائے گا کیونکہ عادۃً حالف کا آسمان کو چھونا محال ہے۔

اللہ جانتا ہے، اللہ گواہ ہے، یمین ہے:

- ""اشہد اللہ"" بھی یمین ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے ایسے ہو گا، اللہ گواہ ہے ایسا کروں گا۔ یہ بھی یمین ہے اور اگر ماضی اور گزشتہ کسی امر پر کہتا ہے اللہ تعالیٰ گواہ ہے یا اللہ تعالیٰ جانتا ہے ایسا ہوا تھا یا ایسا نہ تھا لیکن نفس الامر میں اس کے خلاف تھا، علم کے باوجود قصداً جھوٹ بول رہا ہے تو یہ یمین غموس ہو گی اور بعض علماء کے نزدیک اس یمین سے حانث کافر ہو جائے گا کیونکہ اس نے جھوٹ پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بنایا ہے۔

اگر مسلم کہے میں نے فلاں کام کیا تو یہودی، یہ یمین ہے، حالف کافر نہیں ہو گا:

- کوئی مسلم کہے اگر میں نے فلاں کام کیا تو میں یہودی یا عیسائی یا کافر ہوں گا تو یہ بھی یمین ہو گی۔ اور حالف کو فلاں کام کرنے کی صورت میں کفارہ ادا کرنا ہو گا۔ کیا ایسا شخص یہودی یا عیسائی یا کافر ہو جائے گا؟ یا ماضی کے کسی امر پر جھوٹی قسم اٹھائے اور یہ کہے اگر میں نے فلاں آدمی کی چوری کی ہو تو میں یہودی یا کافر حالانکہ اس نے چوری کی تھی۔ اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر حالف کو کفر اور یہودیت سے نفرت ہے اور یہ جملے یمین کی نیت سے کہہ رہا ہے تو دونوں صورتوں میں یمین غموس ہو گا اور یمین منعقدہ میں حالف کافر نہیں ہو گا اور اگر حالف کفر اور یہودیت اور عیسائیت سے نفرت نہیں کرتا اور اس کا اعتقاد ہے کہ میں کافر یا یہودی یا عیسائی ہو جاؤں کوئی حرج نہیں تو وہ جھوٹی قسم (یمین غموس) میں اسی وقت کافر ہو جائے گا اور یمین منعقدہ میں شرط پر عمل کرنے کے وقت

کافر یا یہودی ہو جائے گا یعنی اعتقاد کی وجہ سے حالف دونوں صورتوں میں کافر ہو جائے گا۔ (درمختار اور شامی)

اللہ جانتا ہے، اللہ گواہ ہے، یمین ہے:

اور اگر حالف جاہل خالی الذہن ہے، کافر نہیں ہو گا۔ بعض علماء بخاری اور مسلم شریف میں مذکور حدیث ''من حلف علی یمین بملة غیر الاسلام کاذبا معتمدا فھو کما قال'' کا یہی محمل بیان کرتے ہیں یعنی جس شخص نے ملت اسلامی کے غیر پر قسم اٹھائی اور وہ قصداً جھوٹ بول رہا تھا تو وہ اسی طرح ہے جیسے اس نے کہا، وہ کافر ہو گیا۔ مگر اس میں فقہاء نے درجِ بالا تفصیل لکھی ہے۔

ہمارے معاشرہ میں اس قسم کی تعلیقات اور قسمیں جاہل اور ان پڑھ لوگ اٹھاتے ہیں حالانکہ ان کو کفر اور یہودیت اور عیسائیت سے نفرت ہوتی ہے اس لئے لوگ اگر میں نے یہ کام کیا تو میں مسلم ہوں گا نہیں کہتے کیونکہ انہیں اسلام سے محبت ہوتی ہے۔ کسی چیز سے امتناع پر یہودیت یا عیسائیت کو علامت بناتے ہیں تو ایسے حالف کافر نہیں ہوں گے۔ واللہ اعلم بالصواب

قسم کے کفارہ کے احکام:

یمین کے کفارہ میں حقیقی دس مسکین ہوں یا حکماً، دس کا عدد شرط ہے:

قسم کے کفارہ میں غلام یا لونڈی آزاد کی جائے یا دس مسکینوں کو صبح اور شام کھانا کھلایا جائے یا دس مسکینوں کو کم از کم کپڑوں کا ایک ایک جوڑا دیا جائے ان تین اشیاء میں کسی ایک کے ادا کرنے سے کفارہ ادا ہو جائے گا۔ لونڈی اور غلام سے مراد ظہار کے کفارہ میں ذکر کردہ لونڈی اور غلام ہے کہ لونڈی اور غلام مکمل فائت جنس منفعت نہ ہوں جیسے ان کی دونوں آنکھیں نہ ہوں، دونوں ہاتھ منقطع ہوں یا دونوں قدم مقطوع ہوں کیونکہ ایسی لونڈی اور غلام آزاد کرنے سے کفارہ ادا نہیں ہوتا اور مسکین سے مراد یہ ہے کہ حقیقی دس مسکین ہوں یا حکماً دس

ہوں۔ جیسے ایک آدمی کو دس دن تک صبح اور شام کا کھانا دیا جائے تو تعدد وقت سے مسکین کا حکمی تعدد تسلیم کیا گیا ہے۔ دس دن دس افراد کے حکم ہیں۔ بہر حال دس کا عدد ہونا شرط ہے۔ مساکین سے مراد وہ لوگ ہیں جو زکوٰۃ کے مستحق ہوں، اغنیاء اور غیر مسلم ذمی اور اپنے اصول و فروع اور سید مساکین کے اطعام سے کفارہ ادا نہیں ہوگا۔

کفارہ میں اباحت اور تملیک جائز ہے:

اطعام سے مراد بطور اباحت دس مسکینوں کو پیٹ بھر دو وقت کا کھانا کھلانا ہے۔ موجودہ دور میں روٹی کے ساتھ سالن ہونا بھی ضروری ہے یا بطور تملیک ہر مسکین کو فطرہ کی مقدار گندم دو کلو ایک سو پچاس گرام یا جو اور کھجور اور کشمش میں سے کوئی ایک گندم کے وزن کا دوگنا مقدار یا اس کی قیمت کا مالک بنا دیا جائے اور کسوۃ سے مراد ایسا ایک کپڑا یا دو کپڑے جس سے اکثر بدن چھپ جائے اور کم از کم تین ماہ استعمال ہو سکے۔

اطعام سے عاجز پر روزے فرض ہیں:

اگر ان تینوں صورتوں سے حالف عاجز ہے کہ اس کے پاس ضروریاتِ اصلیہ کے علاوہ کوئی مال نہیں ہے صرف گھر اور اپنے پہننے کے کپڑے اور ایک دن کے کھانے کے لئے قدرت ہے تو اس حانث کو تسلسل کے ساتھ تین روزے رکھنا ضروری ہے۔ اگر حانث کے پاس مال ہے اور مال کے برابر اس پر قرضہ بھی ہے تو پہلے قرضہ ادا کرے پھر روزے رکھ لے تو جائز ہے۔ یمین کا روزوں سے کفارہ ادا ہونے کی شرط یہ ہے کہ مال سے کفارہ ادا کرنے کی قدرت نہ ہو اور قدرت کا نہ ہونا تین دن تک نہ ہونا شرط ہے۔ اگر تیسرے دن مال پر قدرت ہوگئی تو دوبارہ مال سے کفارہ ادا کرے۔

روزوں میں تسلسل شرط ہے:

اسی طرح تین روزوں سے کفارہ ادا ہونے کی شرط یہ ہے کہ روزے تسلسل کے ساتھ ہوں اگر متفرق ہوں تو کفارہ ادا نہیں ہوگا۔ اسی طرح تین روزوں کے درمیان حیض یا نفاس کا عذر ہو جائے یا قصداً روزہ توڑ دیا جائے تو دوبارہ روزے رکھنا ہوں گے اور اگر حالت نسیان میں کھالیا یا پی لیا یا وطی کر لی تو روزہ فاسد نہیں ہوگا اور تسلسل قائم رہے گا اور کفارہ ادا ہو جائے گا۔ یمین کے کفارہ کی راتوں کے دوران وطی اور دواعی وطی جائز ہیں لیکن ظہار کے کفارہ کے روزوں میں جائز نہیں۔

معصیت پر قسم کا توڑنا اور کفارہ ادا کرنا واجب ہے:

اگر کسی معصیت یا گناہ پر قسم اٹھالی جائے تو قسم توڑ کر کفارہ ادا کرنا واجب ہے۔ مثلاً کوئی شخص والدین سے عدم کلام کی قسم اٹھاتا ہے کہ میں والدین کے ساتھ کلام نہیں کروں گا ایسی صورت میں حالف پر واجب ہے کہ قسم توڑ دے اور کفارہ ادا کرے۔ دوسری مثال مثلاً قسم اٹھائے کہ فلاں کو آج قتل کروں گا۔ اسی صورت میں قسم توڑ دے یعنی قتل نہ کرے اور آج کے بعد حانث ہونے کی وجہ سے کفارہ ادا کرے۔

یمین کا ضابطہ:

ضابطہ یہ ہے کہ اگر محلوف علیہ مثبت ہو اور وقت کے ساتھ مقید نہ ہو جیسے کوئی شخص کہے "اللہ کی قسم میں حج کروں" اس کے حانث ہونے کا وقت حالف کی زندگی کے آخری وقت تک ہے۔ اگر حج نہیں کر سکا تو اس آدمی کو کفارہ کی وصیت کرنی لازم ہے اور اگر مقید ہو تو ذکر کردہ وقت کے آخری حصہ میں حانث ہوگا۔

محلوف علیہ کی دس قسمیں:

خلاصہ یہ ہے کہ محلوف علیہ کی دس قسمیں ہیں: اولیٰ یہ کہ محلوف علیہ

معصیت ہو اور فعل ہو۔ دوم یہ کہ محلوف علیہ ترک ہو اور معصیت ہو۔ فعل کی مثال قتل اور ترک کی مثال والدین سے عدم کلام ہے۔ ان دونوں صورتوں میں حانث ہونا واجب ہے۔ سوم محلوف علیہ واجب ہو اور فعل ہو۔ چہارم محلوف علیہ ترک ہو اور واجب ہو۔ مثلاً اللہ کی قسم! آج کی ظہر پڑھوں گا یا اللہ کی قسم! آج شراب نہیں پیوں گا۔ ان دونوں صورتوں میں حانث نہ ہونا واجب ہے۔ پنجم محلوف علیہ فعل ہو اور وہ غیر سے اولیٰ ہو۔ جیسے اللہ کی قسم! آج اشراق کے نفل پڑھوں گا۔ ششم محلوف علیہ ترک ہو اور غیر سے اولیٰ ہو جیسے اللہ کی قسم! پیاز نہیں کھاؤں گا۔ ان دونوں صورتوں میں بری ہونا اولیٰ ہے۔ بعض علماء کے نزدیک واجب ہے۔ ہفتم محلوف علیہ فعل ہو اور اس کا غیر اس سے اولیٰ ہو جیسے اللہ کی قسم! آج پیاز کھاؤں گا۔ ہشتم محلوف علیہ ترک ہو اور اس کا غیر اولیٰ ہو جیسے اللہ کی قسم! بیوی سے ایک ماہ تک مباشرت نہیں کروں گا۔ ان دونوں صورتوں میں حانث ہونا اولیٰ ہے۔ نہم محلوف علیہ فعل ہو اور اس کا غیر اس کے مساوی ہو۔ دہم محلوف علیہ ترک ہو اور اس کا غیر اس کے مساوی ہو جیسے اللہ کی قسم! یہ روٹی نہیں کھاؤں گا۔ یا اللہ کی قسم! یہ روٹی کھاؤں گا۔ اس میں بری ہونا یعنی حانث نہ ہونا اولیٰ ہے۔

حلال کو حرام کرنے کا حکم:

ہمارے عرف میں بعض لوگ حلال اشیاء کو اپنے اوپر حرام کر لیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں اگر بیوی کو اپنے اوپر حرام کیا تو بغیر نیت طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور اگر دوسری حلال یا مباح اشیاء کو اپنے اوپر حرام کیا تو یمین ہو جائے گی اور قسم کا کفارہ لازم ہو گا اور اگر حرام کو اپنے اوپر حرام کیا۔ مثلاً کہا میرے اوپر شراب حرام ہے یا سور حرام ہے تو اس میں دو صورتیں ہیں اگر شراب اور سور کے حرام ہونے کی خبر دینا مقصود ہے تو یہ کلام یمین نہیں بلکہ خبر ہے اور خبر سے یمین نہیں

ہو گی۔ انشاء کی نیت سے کہا تو یمین ہے لہٰذا اگر شراب پیئے گا یا سود کھائے گا تو قسم کا کفارہ ادا کرنا ہو گا۔ (در مختار)

یمین میں ازواجِ مطہرات کی وجہ سے واقعات کا ذکر:

سورہ تحریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ"

ترجمہ: اے نبی! (ﷺ) آپ کیوں حرام کرتے ہیں اس چیز کو جس کو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے حلال کیا ہے۔ آپ اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ (سورہ تحریم، آیت: ۱)

ان آیات کے نزول میں دو روایات ہیں۔

حضرت زینبؓ کے شہد پینے کا ذکر:

- پہلی روایت: جناب سرورِ عالم ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ نمازِ عصر کے بعد ازواج مطہرات کے حجروں میں تشریف لے جاتے اور تھوڑا تھوڑا وقت ہر رفیقۂ حیات کے پاس تشریف رکھتے۔ ایک مرتبہ ام المؤمنین حضرت زینبؓ کی خدمت میں کسی نے تحفہ میں شہد بھیجا۔ جناب سرور دو عالم ﷺ جب آپ کے حجرہ مبارکہ میں تشریف لے جاتے تو آپ بڑے اہتمام کے ساتھ آپ کو شہد کا مشروب بنا کر پلاتیں۔ آپ ﷺ کو شہد بہت پسند تھا۔ اس طرح حضرت زینب کے پاس معمول سے زیادہ قیام ہو جاتا۔ حضرت زینب نہایت خوش ہوتیں۔ انہیں آپ ﷺ کے چہرۂ انور کی دید کا زیادہ موقعہ ملتا مگر دوسری ازواج مطہرات کے لئے یہ صورت حال ناقابل برداشت ہوتی۔ محبت جتنی زیادہ ہوتی ہے رقابت کا جذبہ اتنا ہی قوی ہوتا ہے۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ

سے صبر نہ ہو سکا۔ انہوں نے باہم طے کیا کہ جب جناب سرور دو عالم ﷺ شہد پی کران کے پاس تشریف لائیں تو یہ دونوں عرض کریں: یارسول اللہ! آپ کے دہن مبارک سے مغافیر کی بو آرہی ہے کیا آپ نے مغافیر تناول فرمایا ہے؟ (مغافیر عرفط درخت کی گوند ہے جس میں ہلکی سی بساند ہوتی ہے)۔ انہیں معلوم تھا کہ جناب سرورِ دو عالم ﷺ مغافیر کی بو کو ناپسند فرماتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا: میں نے مغافیر تو نہیں کھایا البتہ زینب کے پاس شہد نوش کیا ہے، اس کے بعد میں شہد نہیں پیوں گا کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا۔ فرمایا "فلن اعود له فقد حلفت لا تخبری بذالك احدا" میں نے حلف اٹھایا ہے شہد آئندہ نہیں پیوں گا اس کی کسی کو خبر نہ دینا۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔

حضرت ماریہ قبطیہ کا واقعہ:

• دوسری روایت: جب سرورِ دو عالم ﷺ نے مختلف ممالک کے سربراہوں کو اسلام لانے کے لئے خطوط بھیجے۔ حضرت حاطب ابن ابی بلتعہؓ کو خط مبارک دیگر اسکندریہ کے حاکم مقوقس کے پاس بھیجا۔ جب حضرت حاطب واپس روانہ ہونے لگے تو مقوقس نے جناب سرورِ دو عالم ﷺ کی خدمت میں اعلیٰ خاندان کی دو لڑکیاں بھیجیں: ایک کا نام شیرین اور دوسری کا نام ماریہ تھا۔ حضرت حاطب کی تلقین سے دونوں لڑکیاں مدینہ منورہ سے پہلے مسلمان ہو گئیں۔ جناب سرورِ دو عالم ﷺ نے شیریں نامی لڑکی حضرت حسان بن ثابتؓ کو عطا فرمائی اور ماریہ قبطیہ کو اپنی زوجیت کا شرف بخشا۔ حضرت ماریہ کے بطن سے ۸ھ میں آپ ﷺ کے شہزادے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے جو اٹھارہ ماہ بعد فوت ہو گئے۔ ایک روز ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کی باری تھی وہ جناب سرورِ دو عالم ﷺ سے اجازت لے کر اپنے والد حضرت عمرؓ سے ملنے کے لئے تشریف لے گئیں۔ حضرت حفصہؓ کے حجرہ مبارکہ میں حضرت ماریہ قبطیہ

تشریف لائیں اور خلوت میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت ماریہ کے ساتھ زوجیت کا عمل فرمایا، ابھی دروازہ بند تھا ام المؤمنین حضرت حفصہؓ واپس آ گئیں اور باہر بیٹھ کر انتظار کرنے لگیں۔ جب آپ ﷺ نے دروازہ کھولا اور ام المؤمنین حضرت حفصہؓ نے اپنے کمرے میں ام المؤمنین حضرت ماریہؓ کو دیکھا تو انہیں سخت ناگوار گزرا اور شکوہ کرنے لگیں: میری باری، میرا حجرہ، میرا بستر اور ماریہ؟ یارسول اللہ! آپ مجھے حقیر سمجھتے ہیں اس لئے آپ نے حضرت ماریہ کے ساتھ صحبت فرمائی۔ جناب سرورِ دو عالم ﷺ نے ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کو خوش کرنے کے لئے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم! آئندہ حضرت ماریہ کے ساتھ زوجیت کا عمل نہیں کروں گا۔ اور حضرت حفصہؓ کو تاکید فرمائی اس کا ذکر کسی کو نہ کرنا۔ اس پر سورۃ تحریم کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا: اپنی قسم کو توڑ دیں۔ آپ نے قسم توڑ دی۔ علماء کرام نے اسی واقعہ سے استنباط کیا کہ کسی حلال کو اپنے اوپر حرام کرنا قسم ہوتا ہے۔

- قارئین کے استفادہ کے لئے یمین بمعنی تعلیق کے چند واقعات:

عیسیٰ بن موسیٰ وزیر کی یمین کا ذکر:

(۱) عیسیٰ ابن موسیٰ وزیر نے ایک دن اپنی بیوی سے کہا: اگر تو چاند سے خوبصورت نہ ہو تو تجھے تین طلاقیں۔ ان کی بیوی اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی اور کہنے لگی میں تیرے لئے حرام ہو چکی ہوں کیونکہ میں چاند سے خوبصورت نہیں ہوں۔ عیسیٰ بن موسیٰ نہایت پریشان ہو گیا اور علماء سے مسئلہ دریافت کیا مگر علماء کو بھی سمجھ نہ آئے کہ کیا کہیں؟ ان میں سے ایک عالم نے کہا: طلاق نہیں ہوئی کیونکہ آپ کی بیوی انسان ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۔۔۔ الآیۃ“

ترجمہ: بے شک ہم نے انسان کو حسین ترین صورت میں پیدا کیا ہے۔
لہٰذا ساری مخلوق سے اور چاند سے بھی انسان حسین ہے اور آپ کی بیوی انسان ہے یہ بھی چاند سے حسین ہے لہٰذا طلاق واقع نہیں ہوئی۔ اس پر عیسیٰ ابن موسیٰ کی پریشانی دور ہو گئی۔

پیالے سے پانی پیا یا گرایا یا کسی دوسرے کو دیا تو بھی تین طلاق:

(۲) ایک شخص کا اپنی بیوی سے جھگڑا ہو گیا۔ اس کی بیوی پانی کا پیالہ اٹھائے آرہی تھی، اس شخص نے کہا کہ اگر تم نے اس پیالے سے پانی پیا تو تجھے تین طلاق، اگر اسے زمین پر گرایا تو تجھے تین طلاق اور اگر اسے کسی اور کو پینے کے لئے دیا تو بھی تجھے تین طلاق۔ جب غصہ رفو ہوا تو خوب پچھتایا اور علماء کے پاس دوڑا۔ علماء نے اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی مگر کوئی جواب نہ بن پڑا۔ آخر کار امام اعظم ابو حنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: اس پانی میں کپڑا ڈال کر بھگو لو، اس طرح تمہاری شرط بھی پوری ہو جائے گی اور عورت طلاق سے بچ جائے گی۔

چوروں نے مالک سے تین طلاق کی قسم اٹھوائی:

(۳) ایک دن امام اعظم ابو حنیفہؒ کے پاس ایک نہایت مغموم اور پریشان شخص حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ حضرت! رات کے وقت میرے گھر میں چور داخل ہو گئے، ان سے جس قدر مال اٹھایا جا سکتا تھا وہ اٹھا کر لے گئے۔ چوروں میں سے ایک کو میں نے پہچان لیا۔ وہ میرے محلے کا رہائشی تھا۔ اس کا مصلی میری مسجد میں ہے اور وہ باقاعدہ نماز پڑھتا ہے۔ اس چور کو بھی معلوم ہو گیا کہ میں نے اسے پہچان لیا ہے، وہ آگے بڑھا اور مجھے رسیوں سے جکڑ لیا اور مجھ سے قسم لی کہ اگر تم نے میرا نام افشاء کیا تو تیری بیوی کو تین طلاقیں ہوں گی پھر اس بات پر بھی حلف لیا کہ اگر تم نے میرا نام بتایا تو میرے گھر کا تمام مال اور سامان غربائے شہر کو تقسیم کرنا ہو گا پھر اس نے کہا کہ میں اس کا نام بھی زبان سے نہ نکالوں، نہ اشارہ

کروں، نہ صراحت کروں۔ مجھے ڈر ہے کہ اس قسم اور حلف کے بعد میں نے اگر اس کا نام کسی پر بھی ظاہر کیا تو میری بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔ میں اس واقعہ کا اللہ کو گواہ بنا کر سچ کہہ رہا ہوں۔

امام اعظمؒ نے فرمایا: اب تم جاؤ اور میرے پاس ایسے شخص کو بھیجو جس پر تمہیں پورا پورا اعتماد ہو۔ اس نے جا کر اپنے بھائی کو بھیجا۔ امام صاحب نے اس کے بھائی سے فرمایا کہ تم حاکمِ وقت کے پاس جاؤ اور سارا قصہ بیان کرو اور اپنے بھائی کی پریشانی اور مجبوری کا بھی ذکر کرو اور کہو کہ وہ پولیس بھیج دیں۔ پولیس حکم دے کہ مسجد کے دروازے سے تمام نمازی ایک ایک کر کے گزرتے جائیں۔ تم اپنے بھائی جن کی چوری ہوئی ہے، کو دروازے پر کھڑا کر دو۔ ہر ایک آدمی گزرتا جائے اور پولیس پوچھتی جائے کہ یہ تمہارا چور ہے؟ تمہارا بھائی ''نہیں'' کہتا جائے لیکن جب اصل چور گزرے تو تمہارا بھائی بالکل خاموش رہے۔ کوئی بات نہ کرے، کوئی اشارہ بھی نہ کرے، اس شخص کو پولیس گرفتار کرے اور حاکم کے سامنے پیش کرے۔ اس طرح امام اعظم کی ذہانت سے اس کی بیوی کو طلاق ہوئے بغیر چور پکڑا گیا اور اس کا چوری شدہ مال بھی واپس مل گیا۔

حضرت اعمشؒ اور آپ کی بیوی کا قصہ:

(۴) ایک مرتبہ امام اعمشؒ اور ان کی بیوی کا آدھی رات کے وقت جھگڑا ہو گیا تھا۔ آپ نے اپنی بیوی کو برا بھلا کہا اور سرزنش کی۔ جواب میں ناراضگی کے طور پر ان کی بیوی نے ان سے بات کرنا چھوڑ دی۔ وہ گفتگو کرتے تو چپ رہتی اور کوئی جواب نہ دیتی۔ صبح ہوئی تو عورت کا رویہ وہی رہا۔ امام اعمشؒ نے غصہ میں کہا: اگر آج رات صبح صادق ہونے تک تم نے مجھ سے بات نہ کی تو تمہیں طلاق ہے۔ وہ بھی بڑی ضدی تھی سارا دن بات نہ کی، رات ہوئی تو ان کی بیٹی نے امی سے کہا: ابا جان سے کوئی بات کر و تو یہ مصیبت ٹل جائے مگر اس نے پھر بھی بات نہ کی اور

خاموش رہی۔ جب امام اعمشؒ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور وہ مغموم بھی ہوئے۔ وقت گزرنے پر ان کی پریشانی بڑھی کہ ان کی بیوی صبح طلوع ہونے پر مطلقہ ہو جائے گی۔ اسی فکر میں خیال آیا کیوں نہ اپنی اس غلطی اور پریشانی کا حضرت امام اعظمؒ سے ذکر کیا جائے۔

چنانچہ امام اعظمؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ سنا کر فرمایا: اگر وہ صبح تک میرے ساتھ نہ بولی تو اسے طلاق ہو جائے گی وہ اس طریقہ سے مجھے چھوڑ دینا چاہتی ہے ہم ایک طویل عرصے سے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں اور صاحب اولاد ہیں آپ ایسا حل بتائیں جس سے معاملہ درست ہو جائے۔ آپ نے فرمایا: تسلی رکھیں آپ کا معاملہ حل ہو جائے گا اور آپ مشکل سے نکل آئیں گے، اللہ تعالیٰ آسانی پیدا فرمائے گا۔ آپ نے ایک آدمی کو بلایا اور اسے کہا: تم ان کے گھر کے پاس والی مسجد میں طلوع سحر سے پہلے اذان دے آنا۔ اس کے بعد امام اعمشؒ گھر چلے گئے اور موذن نے قبل از وقت اذان دے دی۔ عورت نے اذان سن کر شوہر سے کہا: شکر ہے تجھ بداخلاق شخص سے جان چھوٹی۔ امام اعمشؒ نے کہا: تم مجھ سے علیحدہ نہیں ہوئی، ابھی صبح ہونے میں کافی وقت ہے یہ تو ایک حیلہ تھا جس سے تم بات کرنے پر رضامند ہو گئی اب تم سے میرا رشتہ قائم رہے گا۔

انڈا نہ کھانے کی قسم:

(۵) امام اعظمؒ کی خدمت میں یہ مسئلہ پیش کیا گیا کہ ایک شخص نے یہ قسم کھائی تھی کہ وہ کبھی انڈا نہیں کھائے گا۔ پھر ایک دن اس نے یہ قسم کھالی کہ فلاں شخص کی جیب میں جو چیز ہے وہ ضرور کھائے گا جب دیکھا تو اس شخص کی جیب میں سے انڈا نکلا اب وہ اپنی قسم کیسے پوری کرے؟ اس پر امام اعظمؒ نے فرمایا: اسے چاہئے کہ وہ انڈا مرغی کے نیچے رکھ دے اور جب چوزہ نکل آئے تو اس چوزے کو پکا کر کھالے۔ اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی۔

لعان کا بیان

☆ لعان کا حکم

☆ لعان کا طریقہ

☆ لعان کی تکمیل پر قاضی کا حکم

☆ واقعات

لعان کا بیان

لعان کا حکم:

چونکہ لعان میں قاضی کی تفریق سے طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے اس لئے طلاق کے ابواب میں لعان کے متعلق چند مسائل کا ذکر کرنا مناسب ہو گا۔

لعان کا باعث شوہر کا اپنی بیوی پر صریح زنا کا الزام لگانا ہوتا ہے۔

لعان کی شرائط ستہ عشر (۱۶) شرائط ہیں:

لعان کی سولہ (۱۶) شرائط میں سے اول یہ کہ الزام لگانے کے وقت زوجیت باقی اور قائم ہو۔ دوم یہ کہ زوجین کا نکاح صحیح ہو۔ سوم یہ کہ صریح زنا کا الزام ہو۔ چہارم بیوی محصنہ ہو یعنی بیوی میں درج ذیل صفات اور امور پائے جائیں: اس سے پہلے زنا اور تہمت اور وطی بالشبہہ سے پاک ہو اور عاقلہ ہو، بالغہ ہو، حرۃ ہو اور مسلمہ ہو۔ پنجم ناطقہ ہو۔ ششم قبل ازیں اس پر قذف کی حد نہ لگی ہو۔ ہفتم شوہر بھی حر، عاقل، بالغ، مسلم، ناطق اور قذف کی وجہ سے حد زدہ نہ ہو۔ ہشتم الزام لگانے پر شوہر کے صدق پر دو مرد گواہ نہ ہوں۔ نہم بیوی زنا کے ارتکاب سے صریح انکار کرے۔ دہم الزام دار الاسلام میں لگایا گیا ہو۔ یازدہم شوہر شاہد بننے اور گواہی ادا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ دوازدہم زندہ بیوی پر الزام لگایا گیا ہو۔ سیزدہم زنا کی الزام کی صورت میں بیوی شوہر پر حد قذف لگائے جانے کا قاضی اور جج سے مطالبہ بھی کرے۔ چہاردہم نفی ولد بھی زنا کے الزام کے حکم میں ہے۔ نفی ولد کی صورت میں دونوں میاں بیوی مطالبہ کریں یعنی بیوی شوہر پر حد قذف کے اجراء کا اور شوہر بیوی پر زنا کی حد قائم کرنے کا مطالبہ کرے۔ اگر

بیوی نے پہلے معاف کر دیا تھا پھر مطالبہ کرتی ہے تو کر سکتی ہے۔ اسی طرح تقادمِ زمان یعنی الزام کے بعد کافی عرصہ گزر جانے کے بعد بھی بیوی مطالبہ کر سکتی ہے کیونکہ الزام اور قذف حقوق العباد سے ہیں اس لئے قصاص کی طرح تقادم زمانہ سے حق حد قذف ساقط نہیں ہوگا۔ پانزدہم شوہر لعان تک الزام لگانے کا اصرار کرتا رہے یا الزام پر گواہ موجود ہوں۔ اگر لعان سے پہلے شوہر نے اپنی تکذیب کر لی اور الزام پر گواہ بھی نہیں ہیں تو لعان نہیں ہوگا۔ شانزدہم بیوی بھی لعان تک زنا کے ارتکاب کا انکار کرتی رہے۔ اگر لعان سے پہلے بیوی نے شوہر کی تصدیق کر دی تو لعان نہیں ہوگا۔ مگر صرف شوہر کی تصدیق کر دینے سے بیوی پر حد زنا قائم نہیں کی جائے گی جب تک بیوی چار مجلسوں میں صریح اعتراف اور اقرار نہ کر لے کیونکہ شوہر کی تصدیق میں زنا کا بالتبع اقرار ہے۔ مذکورہ شرائط کی نفی کی حالت میں لعان نہیں ہوگا۔ مثلاً طلاق بائن کی عدت میں الزام اور نکاح فاسد ہونے کی حالت میں الزام اور صریح زنا سے الزام نہ لگانے کی حالت میں اور بیوی کے محصنہ نہ ہونے کی حالت میں یعنی زنا یا وطی بالشبہہ اور تہمت سے بری نہ ہونے کی حالت میں عاقلہ بالغہ حرۃ مسلمۃ نہ ہونے کی حالت میں اور بیوی کے گونگا ہونے کی حالت میں اور قذف میں محدود ہونے اور شوہر کے مسلم، عاقل، بالغ، ناطق نہ ہونے کی صورت میں اور شوہر کے محدود فی القذف ہونے کی صورت میں دو مردوں کے گواہ ہونے کی حالت میں اور بیوی کے عدم انکار کی صورت میں اور الزام کے وقت دار الاسلام میں نہ ہونے کی صورت میں اور شوہر کے گواہ بننے کی عدم صلاحیت کے وقت اور مردہ بیوی پر الزام کی صورت میں اور عدم مطالبہ کی صورت میں اور نفی ولد کے وقت دونوں یا کسی ایک کے عدم مطالبہ کی صورت میں اور اسی طرح دیگر شرائط کی نفی کے وقت لعان نہیں ہوگا۔ قاضی یا جج کے لئے مستحب ہے کہ فریقین کو لعان کے نتائج سے لعان ہونے سے

پہلے آگاہ کرے اور لعان کا طریقہ کسی معلم کے ذریعہ انہیں سکھائے۔

لعان کا طریقہ:

مجلس قضاء میں قاضی دونوں میاں بیوی کو آمنے سامنے کھڑا کرکے شوہر سے کہے لعان کر۔ پھر شوہر اس طرح کہے میں گواہی دیتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ جس زنا کی میں نے اپنی اس بیوی کی طرف نسبت کی ہے، میں اس میں صادق ہوں۔ چار مرتبہ یہی الفاظ کہے اور پانچویں مرتبہ یوں کہے: اللہ تعالیٰ کی میرے اوپر لعنت ہو اگر میں اس بیوی کی طرف زنا کی نسبت کرنے میں جھوٹا ہوں۔ ہر مرتبہ بیوی کی طرف اشارہ کرے۔ پھر عورت سے قاضی (جج) کہے لعان کر۔ عورت اس طرح کہے: میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ گواہی دیتی ہوں کہ جس زنا کی اس شخص نے میری طرف نسبت کی ہے اس میں یہ جھوٹا ہے۔ چار مرتبہ کہے اور پانچویں مرتبہ کہے: میرے اوپر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو اگر یہ شخص میری طرف زنا کی نسبت کرنے میں صادق ہو۔ اس طریقہ سے لعان کا عمل مکمل ہو جائے گا۔

لعان کی تکمیل پر قاضی کا حکم:

لعان کے عمل مکمل ہونے پر قاضی یا جج کے لئے واجب ہے کہ دونوں میاں بیوی کے درمیان تفریق کا فیصلہ کرے۔ قاضی کہے: میں ان دونوں کے درمیان قائم نکاح کو فسخ کرتا ہوں یا نکاح توڑتا ہوں۔ لیکن تفریق کا فیصلہ وہی جج کرے جس کے سامنے لعان ہوا ہو۔ لعان کے عمل مکمل ہونے کے بعد قاضی کے فیصلہ سے پہلے بھی شوہر کے لئے ملعونہ بیوی کے ساتھ وطی اور دواعی وطی ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتے ہیں مگر طلاق بائن قاضی کی تفریق کے بعد ہو گی۔ حدیث شریف میں ہے: ''المتلاعنان لا یجتمعان ابداً'' یعنی لعان کرنے والے ہمیشہ جمع نہیں ہو سکتے۔ اس حدیث کا فقہاء کے نزدیک مفہوم یہ ہے کہ

زوجین لعان کا عمل مکمل ہونے کے بعد جب تک لعان کی اہلیۃ سے خارج نہیں ہوتے اس وقت تک وطی اور دواعی وطی دونوں حرام ہو جاتے ہیں اور تفریق کے بعد حرمت ابدی کی وجہ سے دوبارہ نکاح نہیں ہو سکتا اور عدت میں بیوی حرمت ابدی کی وجہ سے طلاق بائن کا محل بھی نہیں رہتی البتہ لعان کے بعد اور تفریق سے پہلے طلاق بائن کا محل ہوتی ہے اور لعان کی اہلیۃ سے خارج ہونے کے بعد زوجین دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔ لعان مکمل ہونے کے بعد لعان کی اہلیۃ سے خارج ہونے کی ایک صورت یہ ہے شوہر اپنی تکذیب کرلے کہ میں نے جھوٹ بولا تھا یا عورت شوہر کی تصدیق کرلے کہ میرے شوہر نے سچ کہا تھا یا شوہر نے کسی دوسری عورت پر زنا کی تہمت لگائی تھی اور اس پر حد قائم کی گئی تھی یا عورت نے زنا کرلیا۔ ان صورتوں میں لعان کا اہل ہونا ختم ہو جاتا ہے اس لئے زوجین جدید نکاح سے دوبارہ ازدواجی زندگی شروع کر سکتے ہیں۔

- شوہر کی طرف سے زندہ ولد کی نفی میں بھی لعان ہو سکتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ولادت سے سات دن کے اندر اندر شوہر ولد کی نفی کرے ورنہ لعان نہیں ہوگا۔ اور لعان اور تفریق کے بعد وہ ولد ماں کے ساتھ ملحق ہوگا، اس ولد کا باپ سے نسب ثابت نہیں ہوگا لیکن نفی حمل میں لعان نہیں ہوگا۔ لعان کے مزید مسائل فقہ کی مبسوط کتابوں سے ملاحظہ فرمائیں۔

لعان کا شانِ نزول:

لعان کا سورۃ نور کی آیت نمبر ٦ سے ١٠ تک ذکر ہے۔ سورۃ نور کی ابتدائی آیات میں جب زنا کے ثبوت کے لئے چار گواہ پیش کرنے کا حکم صادر ہوا اور فرمایا اگر الزام لگانے والا چار گواہ نہ لا سکے تو اسے ٨٠ کوڑے (قذف کی حد) لگائی جائے گی۔ سابقہ آیات کو سن کر حضرت سعد ابن عبادہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا یہ آیت اسی طرح نازل ہوئی ہے؟ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اے انصار! سنو تمہارا سردار کیا کہہ رہا ہے؟ حضرت سعدؓ نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اسے حق جانتا ہوں مگر یہ خیال کر کے حیران ہو رہا ہوں اگر میں کسی بدبخت کو اپنی بیوی پر سوار دیکھوں جب تک میں چار گواہ تلاش کر کے نہ لاؤں اس کے خلاف زبان نہیں کھول سکتا اور اگر گواہوں کو بلانے جاؤں گا تو زانی اپنا کام تمام کر کے بھاگ جائے گا۔

اس گفتگو کے تھوڑا عرصہ بعد ایک رات حضرت ہلال بن امیہ کھیتوں سے اپنے گھر لوٹ آئے، اپنی اہلیہ کے ساتھ ایک آدمی کو زنا کرتے دیکھا۔ صبح بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور سارا قصہ بیان کیا۔ جناب سرور عالم ﷺ کو اس سے کوفت ہوئی۔ صحابہ کرامؓ کہنے لگے: ہلال کے پاس چار گواہ نہیں اب اسے حد قذف لگے گی۔ حضرت ہلال نے کہا: آپ نہ گھبرائیں اللہ تعالیٰ ضرور کوئی صورت پیدا فرمائے گا اور مشکل آسان ہو گی۔ اسی وقت جناب رسول اکرم ﷺ پر وحی نازل ہونا شروع ہو گئی۔ وحی کی کیفیت ختم ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہلال مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے نجات کی صورت پیدا فرما دی ہے۔ پھر آیاتِ لعان پڑھ کر سنائیں۔ اور ہلال کی بیوی کو بلوایا۔ اس کو بھی یہ آیات پڑھ کر سنائیں پھر دونوں کو نصیحت فرمائی کہ دنیا کے عذاب اور حد سے آخرت کا عذاب بہت سخت ہے۔ حضرت ہلال نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے جو کچھ عرض کیا ہے وہ سچ ہے۔ اس کی بیوی نے کہا: یہ جھوٹ بولتا ہے۔ چنانچہ پھر لعان ہوا۔ حضرت ہلال نے چار مرتبہ قسم اٹھائی کہ میں اس معاملہ میں سچا ہوں پانچویں مرتبہ کہا اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ پھر اس کی بیوی نے حلفاً چار مرتبہ کہا کہ میرا شوہر اس معاملہ میں جھوٹا ہے جب چار مرتبہ کہہ چکی تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تو نے پانچویں مرتبہ بھی کہہ دیا تو آخرت کا عذاب لازم ہو جائے گا۔ چنانچہ کچھ دیر وہ خاموش رہی، اعتراف کا ارادہ کیا پھر

کہنے لگی میں اپنی قوم کو رسوا نہیں کرنا چاہتی چنانچہ پانچویں مرتبہ بھی اس نے کہہ دیا میرے اوپر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو اگر ہلال اس معاملہ میں صادق ہو۔ چنانچہ اس طرح قسمیں اٹھانے سے حضرت ہلال حد قذف سے اور آپ کی بیوی حد زنا سے بچ گئی لیکن ان کے درمیان ہمیشہ تفریق کر دی گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو بچہ پیدا ہو اس کی نسبت ہلال کی طرف نہ کی جائے بلکہ اس کی ماں کی طرف کی جائے اور ساتھ ہی فرمایا اس کے بعد اس عورت پر زنا کی تہمت نہ لگائی جائے۔

(کتب تفسیر)

شوہر کے عنین (نامرد) ہونے کا بیان

☆ عنین یعنی نامرد شوہر کے احکام

☆ مفقود الخبر کے احکام

☆ بیوی کے نفقہ سے عجز کی بنیاد پر تفریق

☆ غیبت کی وجہ نفقہ نہ ملنے کے مسائل

☆ قصداً تارکِ نفقہ یعنی متعنت شوہر کے احکام

شوہر کے عنین (نامرد) ہونے کا بیان

شوہر کی عنت اور مجبوبیۃ کے حوالہ سے مسائل:

یعنی نامرد ہونے اور ذکر بریدہ ہونے کی وجہ سے مسائل۔ وہ شخص جس کا آلہ تناسل اور خصیتین کٹے ہوئے ہوں اس کو فقہاء کرام مجبوب کہتے ہیں۔ اگر صرف خصیتین بریدہ ہوں اور وہ آدمی دخول پر قادر نہ ہو اس کا حکم عنین کا ہے۔ (ہدایہ) اگر بیوی نے شوہر کو مجبوب پایا یا فقط ذکر بریدہ پایا یعنی خصیتین باقی ہیں یا آلہ تناسل بالکل چھوٹا بٹن کی طرح ہے، فرج کے داخلی حصہ میں اسے داخل کرنا بھی ممکن نہیں اور ذکر بریدہ سے مراد بھی سارے ذکر کا بریدہ ہونا ہے جو فرج کے داخلی حصہ میں داخل نہ ہو سکے۔ ان تینوں صورتوں میں اگر شوہر طلاق بائن نہیں دیتا اور بیوی قاضی سے تفریق کا مطالبہ کرتی ہے اور قاضی اپنے ذرائع سے تحقیق کر کے بیوی کو اپنے دعویٰ میں صادقہ پاتا ہے تو قاضی فوراً تفریق اور نکاح کے فسخ کا فیصلہ کرے۔ تفریق کا فیصلہ بیوی کے حق میں طلاق بائن ہو گا۔ خلوۃ صحیحہ پائے جانے کی صورت میں عدت واجب ہو گی اور شوہر کو کل مہر ادا کرنا ہو گا۔

مجبوب الذکر کے فیصلہ میں تاخیر جائز نہیں:

مذکورہ صورتوں میں شوہر مریض ہو یا صغیر یا مجنوں ہو یا بالکل صحت مند ہو، قاضی کے لئے انتظار کرنا یا شوہر کو علاج کے لئے وقت دینا جائز نہیں ہے۔ اب فوراً فیصلہ کرے کیونکہ ذکر بریدگی ایسا مرض ہے جس کا علاج نہیں ہے اس لئے

طلاق سے انکار کرنے پر قاضی تفریق کردے اور عورت کو مزید ضرر سے بچائے۔ اگر شوہر بقدر حشفہ یا زائد ذکر بریدہ ہے یا قصیر الذکر ہے لیکن اس کا عورت کے عضو مخصوص میں ادخال ہو سکتا ہے تو عورت کو تفریق کے مطالبہ کا حق نہیں ہے اور اگر عورت رتقاء ہے یعنی اس کے عضو مخصوص اور شرمگاہ کا سوراخ اتنا تنگ ہے کہ آلہ تناسل کا دخول ممکن نہیں یا قرناء ہے یعنی عورت کے عضو مخصوص اور شرمگاہ میں غدود کی وجہ سے ادخال ممکن نہیں تو ایسی عورت کو ذکر بریدہ شوہر سے تفریق طلب کرنے کا حق نہیں ہے۔ یعنی عورت کو طلبِ تفریق کا حق اس وقت ہے جب وہ حرۃ، بالغہ ہو، رتقاء اور قرناء نہ ہو اور اسے نکاح سے پہلے شوہر کے حال کا علم نہ ہو اور نکاح ہو جانے کے بعد راضی نہ ہو۔ اگر خود عورت راضی ہے اور صراحۃً کہتی ہے کہ میں اس مقطوع الذکر شوہر کے ساتھ رہنے پر راضی ہوں یا صغیرۃ ہو، ہو سکتا ہے بالغہ ہونے پر موصوف کے نکاح کے باقی رہنے پر راضی ہو جائے۔ مذکورہ شرائط کے پائے جانے پر عورت کو طلاق کا حق ہوگا ورنہ حق نہیں ہوگا۔ رتقاء اور قرناء میں خود عورت کا حقِ جماع عورت کی وجہ سے ساقط ہے۔

- ہمارے علاقہ بھکر کے مضافات سے ایک آدمی کا گھاس کاٹنے کی مشین سے جسم کے کچھ اجزاء اور آلہ تناسل کٹ گیا تھا۔ وہ شخص کراچی آیا۔ ڈاکٹر منظور صاحب سے پٹیل ہسپتال میں ملاقات کی۔ اس نے معائنہ کے بعد تقریباً ایک لاکھ اسی ہزار روپے اجرت پر علاج کرنا قبول کیا۔ ہم نے اس غریب آدمی کی مدد کی۔ ڈاکٹر صاحب نے اس مریض کے جسم سے آلہ تناسل کے اعضاء کے اسپیئر پارٹس جمع کر کے اس کے آلہ تناسل کو صحیح کر دیا مگر کچھ دنوں کے بعد آپریشن فعل ہو گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے بتایا آجکل ذکر بریدہ لوگوں کا ذکر لگایا جا سکتا ہے مگر آپ کے آدمی کا علاج نہیں ہو سکا۔ اگر آج میڈیکل کی ترقی کے دور میں ایسا

ممکن ہو گیا ہے تو مجبوب الذکر کو تفریق کے فیصلہ سے پہلے علاج کے لئے مناسب وقت دیا جائے جس طرح عنین کو دیا جاتا ہے۔(محمد رفیق حسنی)

عنین یعنی نامرد شوہر کے احکام:

عنین اس مرد کو کہتے ہیں جو مرض یا بڑھاپے یا جادو کی وجہ سے باوجود آلہ تناسل ہونے کے جماع پر قادر نہ ہو یہ کہ آلہ تناسل میں تناؤ نہ ہو فرج کے سوراخ سے دائیں یا بائیں گر جائے سحر کی وجہ سے ادخال پر قادر نہ ہو یا خصیتین بریدہ ہونے کی وجہ سے دخول پر قادر نہ ہو یا ختنہ کی مقدار داخل کرنے سے پہلے انزال ہونے پر تناؤ ختم ہو جاتا ہو جس کو شکاز کہا جاتا ہے یا اپنی بیوی کے ادخال پر قادر نہ ہو اور دوسری پر قادر ہو یا ثیبہ پر قادر ہو کنواری پر قادر نہ ہو۔ ان سب صورتوں میں موصوف شوہر سے بیوی حرۃ عاقلہ بالغہ غیر رتقاء اور قرناء شوہر کے حال سے نکاح سے پہلے لاعلم اور بعد میں راضی نہ رہنے والی قاضی اور جج سے شوہر کے طلاق نہ دینے پر تفریق کا مطالبہ کر سکتی ہے۔

عنین کو ایک سال علاج کا وقت دیا جائے:

قاضی میڈیکل ٹیسٹ کے بعد عورت کے صدق کی بنیاد پر شوہر کو ایک سال علاج کرانے کی مہلت دے۔ قاضی کی عدالت میں عورت کی جانب سے درخواست کے وقت سے ایک سال ہونا ضروری ہے اور اگر شوہر غیر بالغ ہے تو بلوغ کے بعد اور اگر مریض ہے تو صحت کے بعد اور اگر احرام میں ہے تو حلالی ہونے کے بعد ایک سال کی مہلت دے اور اگر شوہر نے بیوی سے ظہار کر رکھا ہے تو ایک سال دو ماہ کی مدت دے کیونکہ دو ماہ کفارۃ کے روزوں کے لئے ضروری ہیں اور ایک سال علاج کے لئے اور اگر رمضان مبارک ظہار کے ایام میں ہو تو ایک سال تین ماہ مہلت دے۔ مہلت ختم ہونے پر اگر شوہر ایک مرتبہ بھی وطی پر قادر نہیں ہوا تو قاضی تفریق کر دے اور یہ تفریق طلاق بائن ہو گی۔

فرقت کے بعد عدت اور کل مہر واجب ہو گا۔

آج کل عنین کا فیصلہ سال سے پہلے کر لیا جائے:

• موجودہ میڈیکل کی ترقی کے دور میں میڈیکل ٹیسٹوں سے فوراً معلوم ہو سکتا ہے کہ موصوف کی نامردی اور عنت کا علاج ہو سکتا ہے یا نہیں ہو سکتا۔ میرے خیال میں اگر لاعلاج ہونے کا علم سال گزرنے سے پہلے ہو جائے تو تفریق کا فیصلہ پہلے کرنا بھی جائز ہونا چاہیئے تاکہ بیوی کو ضرر سے بچایا جا سکے۔ سال سے مراد مفتی بہ قول کے مطابق شمسی سال ہے۔

• اگر شوہر وطی کا دعویٰ کرتا ہے اور عورت انکار کرتی ہے۔ اگر بیوی کا باکرہ ہونا میڈیکل رپورٹ سے ثابت ہو تو شوہر جھوٹا ہے ورنہ عورت سچی ہے اور اب قاضی بیوی کو اختیار دے گا کہ تو تفریق چاہتی ہے یا شوہر کے ساتھ رہنے پر راضی ہے؟ اگر عورت اسی مجلس تخییر میں تفریق چاہتی ہے تو قاضی شوہر سے کہے کہ اس کو بائن طلاق دے دو۔ اگر وہ طلاقِ بائن دے دے تو فبہا ورنہ قاضی خود تفریق کا فیصلہ کر کے دونوں کو سنا دے۔ اور اگر اس مجلس میں بیوی تخییر کے بعد تفریق کا مطالبہ نہیں کرتی بلکہ شوہر کے ساتھ رہنا شروع کر دیتی ہے اسی کے ساتھ سوتی ہے اب اس کو خیار نہیں ہو گا۔ اسی طرح اگر مجلسِ تخییر میں قاضی یا قاضی کے ساتھی اٹھ کر چلے گئے اور عورت نے تفریق اختیار نہیں کی تو یہ عمل رضا کی دلیل ہو گا۔ اس کے بعد بیوی کو طلاق لینے یا نکاح فسخ کرانے کا اختیار نہیں ہو گا۔ یہاں دعوی عنت میں دو مرتبہ عورت کو قاضی کی طرف رجوع کرنا ہوتا ہے: پہلی مرتبہ جب عورت نے شوہر کو عنین پایا اگر قاضی کی طرف رجوع کرنے میں بیوی کو دیر ہو جائے تفریق کے مطالبہ اور ایک سال کی مہلت کا حق ساقط نہیں ہوتا اور اگر رجوع کے بعد شوہر کو ایک سال کی مہلت دینے سے پہلے قاضی دیر کر دے تو بھی عورت کا حق خیار ساقط نہیں ہو گا۔ دوسری مرتبہ سال

کی مدت گزر جانے کے بعد رجوع کرنا ہوگا۔ اگر سال سے زائد طویل مدت کے بعد عورت عدالت کی طرف رجوع کرتی ہے کہ مجھے تفریق مطلوب ہے پھر بھی جائز ہے کیونکہ مرد ادخال پر قادر نہیں ہوا، اسی مجلس میں عدم ادخال ثابت ہونے پر قاضی عورت کو تفریق اور اپنے نفس کو اختیار کرنے کا حق دینے کا پابند ہے۔ یہ اختیار مفتی بہ قول پر اسی مجلس تخییر تک منحصر ہوگا۔ اگر عورت نے اسی مجلس میں تفریق کو رد کر دیا اور صراحتاً یا دلالتاً اپنے لئے تفریق سے اعراض کیا تو ہمیشہ کے لئے طلاق لینے کا حق ساقط ہو جائے گا۔ (شامی)

- اور اگر میڈیکل ٹیسٹ سے عورت کا غیر باکرہ ہونا ثابت ہو گیا تو شوہر سے ادخال کے عمل پر قسم لی جائے گی۔ اگر شوہر نے اپنے دعوے کے صدق پر قسم اٹھالی تو اس کی تصدیق کی جائے گی کیونکہ شوہر فرقت کا منکر ہے اس لئے شوہر پر قسم ہے عورت پر قسم واجب نہیں۔ اگر قسم اٹھانے سے شوہر انکار کر دے تو عورت کو مہلت دی جائے گی اب اگر مہلت زمانی ایک سال کے بعد اگر شوہر اپنے دعوی پر قائم ہے تو اس سے قسم لی جائے گی اگر مجلس تخییر میں شوہر پھر قسم اٹھانے سے انکار کر دے تو عورت کو اختیار حاصل ہو جائے گا کہ فرقت اختیار کر سکتی ہے اور اگر عورت کہتی ہے کہ میری بکارت کا زوال کسی دوسرے سبب سے ہے۔ مثلاً عورت کہتی ہے شوہر نے انگلی سے بکارت زائل کی ہے لیکن شوہر وطی کا دعوی کرتا ہے تو شوہر کی بغیر قسم کے تصدیق کی جائے گی کیونکہ اصل اور ظاہر شوہر کی تائید کرتا ہے۔ اور اگر شوہر انگلی سے بکارۃ کے زائل کرنے کا اقرار کرتا ہے لیکن کہتا ہے اس کے بعد میں وطی پر قادر ہو گیا تھا تو بیوی کو اختیار نہیں ہو گا۔ (شامی)

انگلی سے بکارت زائل کرنا جنایت ہے:

لیکن انگلی سے بکارت زائل کرنا جنایات سے ہے اس لئے شوہر کو تعزیر لگائی

جائے گی۔

بیوی کی شرمگاہ بڑی کرانے کا شوہر کو حق ہے:

• اگر تفریق کے بعد دوبارہ میاں بیوی نکاح کرنے پر راضی ہیں تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں اور اگر بیوی کے عضو مخصوص اور شرمگاہ کا سوراخ نہیں یا تنگ ہے تو شوہر کو جبراً سوراخ بڑا کرانے کا حق حاصل ہے کیونکہ وطی حق العبد ہے اور حقوق العباد کے حاصل کرنے میں دوسرے کو مشقت اور تکلیف میں ڈالنا جائز ہوتا ہے۔(شامی)

آجکل ماوراءعدالت فسخ جائز ہونا چاہیے:

• میرے خیال میں موجودہ دور میں بیوی کی جانب سے شوہر کے نامرد ہونے یا ذکر بریدہ ہونے کا عدالت میں دعویٰ کرنا نہایت دشوار ہو گیا ہے۔ جج جاہل اور راشی ہیں۔ اصحابِ حق کو حق نہیں ملتا۔ خصوصاً خواتین کو عدالتوں سے انصاف نہیں ملتا بلکہ خواتین کو بلیک میل کیا جاتا ہے، ان کی عزت لوٹی جاتی ہے اور رقم یا عزت لٹوانے کی شرط پر شوہروں کی حق بات بھی نہیں سنی جاتی اور خواتین کے حق میں بلاوجہ فیصلہ سنا دیا جاتا ہے۔ اگر رشوت اور عزت نہ لوٹی جائے تو خواتین کو نہایت ذلیل کیا جاتا ہے۔ اس لئے عدالتوں کے ظلم سے بچنے کے لئے موجودہ دور میں شوہر نامرد ہو یا ذکر بریدہ ہو تو عورت کو عدالت میں جائے بغیر نکاح فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہونا چاہیئے جس طرح خیارِ عتق میں لونڈی اپنا نکاح خود فسخ کر سکتی ہے اسے عدالت میں جانے کی ضرورت نہیں ہوتی لہٰذا عنت اور ذکر بریدہ ہونے کی صورت میں بھی عورت خود اپنا نکاح فسخ کرلے اور نکاح فسخ کرنے کے بعد عدت ختم ہونے پر دوسری جگہ نکاح کرلے تو جواز کا فتویٰ ہونا چاہیئے۔

چنانچہ شامی میں ہے:

قیل یکفی اختیارھا نفسھا و لا یحتاج الی القضاء کخیار العتق قیل و ھو الاصح کذا فی غایۃ البیان و جعل فی المجمع الاول قول الامام و الثانی قولھما (نھر) و فی البدائع عن شرح مختصر الطحاوی ان الثانی ظاھر الروایۃ ثم قال و ذکر فی بعض المواضع ان ما ذکر فی ظاھر الروایۃ قولھما۔

(شامی، باب العنین)

ترجمہ: ’’کہا گیا ہے کہ نامرد ہونے اور ذکر بریدہ ہونے کی صورت میں عورت کو خود اپنے نفس کو اختیار کرنا اور طلاق لے لینا کافی ہے اور قضاء کی طرف احتیاج نہیں کی جائے گی۔ جس طرح خیارِ عتق میں عورت خود آزادی اختیار کر سکتی ہے اور قضاء کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بعض علماء نے فرمایا: یہ زیادہ صحیح ہے جیسے کہ غایۃ البیان میں ہے اور فقہ کی کتاب مجمع میں پہلے قول کو امام ابو حنیفہ کا قول کہا گیا ہے اور دوسرے قول کو صاحبین کا قول ذکر کیا گیا ہے۔ (نہر الفائق) اور بدائع الصنائع میں مختصر الطحاوی کی شرح سے منقول ہے کہ دوسرا قول ظاہر الروایت ہے پھر فرمایا بعض مواضع میں مذکور ہے کہ جو قول ظاہر الروایات ہے وہ صاحبین کا قول ہے۔‘‘ (شامی)

دھوکہ اور فریب کی بنیاد پر ہونے والے نکاح کو فسخ کرنے کے اختیار کے احکام:

غلط بیانی سے سنیہ لڑکی کا شیعہ، وہابی، مرزائی، شرابی سے نکاح فسخ ہو سکتا ہے:

در مختار میں اسی باب العنین کے اندر ایک اہم مسئلہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ کہ اگر کسی شوہر نے غلط بیانی کی اور لڑکی اور اس کے اولیاء سے کہا: میں آزاد مرد

ہوں یا اس نے کہا میں سنی ہوں یا اس نے کہا میں مہر اور نفقہ پر قادر ہوں لیکن نکاح ہو جانے کے بعد معلوم ہوا اس نے غلط کہا تھا۔ مثلاً آزاد نہیں تھا بلکہ عبد تھا یا سنی نہیں تھا بلکہ شیعہ یا قدری یا جبری یا وہابی تھا یا مہر اور نفقہ پر قادر نہیں تھا تو لڑکی کو نکاح فسخ کرنے کا حق حاصل ہو گا۔ اگرچہ شوہر لڑکی کا کفو اور ہم پلہ ثابت ہو۔ اسی طرح اگر شوہر نے کہا: میں شراب نہیں پیتا لیکن نکاح کے بعد معلوم ہوا وہ شراب پیتا ہے تو لڑکی کو نکاح فسخ کرنے کا حق حاصل ہے۔ اسی طرح اگر شوہر نے کہا میں فلاں کا بیٹا ہوں لیکن معلوم ہوا وہ ولد الزنا یا گم شدہ لڑکا ہے جس کے باپ کا علم نہیں ہے۔ ان صورتوں میں لڑکی کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہو گا کیونکہ شوہر نے غلط بیانی سے لڑکی کو دھوکہ دیا ہے اور دھوکہ دینے کی صورت میں لڑکی کو اختیار حاصل ہوتا ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں: یہ غیر کفو یا کفو کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ تغریر یعنی دھوکہ دہی کا مسئلہ ہے۔

قال لکن ظهر لی الآن ان ثبوت حق الفسخ بها للتغریر لا لعدم الکفاءة بدلیل انه لو ظهر کفوء یثبت لها حق الفسخ لانه غررها۔

یعنی: ”مجھ پر ابھی واضح ہوا کہ مذکورہ مسائل میں لڑکی کے لئے حق فسخ دھوکہ دینے کی وجہ سے ہے نہ کہ عدم کفاءۃ کی وجہ سے ہے کیونکہ اگر لڑکے کا منکوحہ کے لئے کفو ہونا بھی ظاہر ہو جائے پھر بھی لڑکی کو نکاح فسخ کرنے کا حق ہوتا ہے کیونکہ شوہر نے لڑکی کو دھوکہ دیا ہے۔“

غلط بیانی کرنے والے شادی شدہ لڑکے کا نکاح فسخ ہو سکتا ہے:

شہر کراچی اور کراچی جیسے بڑے شہروں میں اور بیرونِ ملک مقیم لڑکوں سے نکاح کرنے والی معصوم لڑکیوں کے ساتھ اسی قسم کے دھوکے ہوتے رہتے ہیں۔ میرے پاس اس قسم کے متعدد واقعات پیش ہوئے ہیں۔ مثلاً ہمارے ایک

صحیح العقیدہ سنی نے اپنی لڑکی ایک شخص کو ان کے کہنے پر سنی سمجھ کر نکاح کر کے دیدی۔ نکاح ہو جانے کے بعد معلوم ہوا وہ وہابی ہے۔ اسی طرح ایک لڑکی نے کہا: میں نے سسرال والوں کے کہنے کی وجہ سے لڑکے کو سنی سمجھ کر لڑکے سے نکاح کیا لیکن وہ شیعہ نکلا۔ بیرونِ ملک خصوصاً یورپی ممالک کے لڑکے پاکستانی لڑکیوں سے غلط بیانی کر کے نکاح کر لیتے ہیں اور لڑکیاں اور ان کے والدین لالچ کی وجہ سے بغیر تحقیق ان کی غلط بیانی کو صحیح سمجھ کر ان کو صالح اور غیر شادی شدہ سمجھ کر نکاح کر دیتے ہیں۔ نکاح کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ لڑکا پہلے متعدد نکاح کر چکا تھا، ان کو طلاق دے چکا ہے یا پہلی بیوی یا بیویاں موجود ہیں حالانکہ بتایا گیا تھا لڑکے کا پہلا نکاح ہے یا پھر واضح ہوتا ہے لڑکا شرابی اور زانی ہے مگر بتایا گیا تھا نہایت صالح لڑکا ہے۔ لڑکا اور اس کے وارث سب جھوٹ بولتے ہیں اور لڑکی والے انہیں صادق سمجھ کر لڑکی کا نکاح کر دیتے ہیں۔ ہر صورت وہ نکاح جس میں دھوکہ اور فریب ہو اس میں لڑکی کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہے چاہے لڑکا لڑکی کا کفو بھی ہو۔ اور اگر لڑکا لڑکی کا کفو ہی نہیں تو نکاح ہی نہیں ہوا۔

شیعہ سنی لڑکی کا کفو نہیں ہوتا:

شیعہ اور وہابی، سنی لڑکی کا اور شرابی اور زانی صالحہ لڑکی کا کفو نہیں ہوتا۔ لہٰذا سنی لڑکی غلط بیانی میں کیا گیا نکاح بطریق اولیٰ فسخ کر سکتی ہے۔ اگر سنی لڑکی نے والد کی اجازت کے بغیر شیعہ یا وہابی لڑکے کے ساتھ نکاح کر لیا تو نکاح باطل ہوگا کیونکہ مختار مذہب پر غیر کفو میں والد کی اجازت کے بغیر نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا۔ (رفیق حسنی)

چونکہ آج کل کی عدلیہ ان مسائل سے واقف نہیں ہے لہٰذا مفتیان کرام ایسے مسائل میں فتویٰ دے کر لڑکی کے نکاح کے فسخ کو جائز قرار دیں تاکہ لڑکی ظالم اور فراڈی شوہر سے نجات حاصل کر سکے۔ لڑکی والوں سے گذارش ہے کہ

وہ بھی بلاوجہ کسی پر غلط الزام نہ لگائیں۔ رشتہ ہونے سے پہلے پوری چھان بین کرلیں۔ دھوکہ دینے کی وجہ سے فسخ نکاح کا خیار کفو اور کفر کے مسئلہ سے الگ ہے کیونکہ کفو ہونے کی صورت میں اگر لڑکا غلط بیانی کرتا ہے یہ تو دھوکہ والی صورت ہوگی اور بیوی کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر لڑکے نے غلط بیانی نہیں کی لیکن لڑکا کفو ہی نہیں ہے اس میں اگر لڑکی کے والدین اور اولیاء کی اجازت نہیں ہے، لڑکی کو اغواء کرکے صرف لڑکی کی رضا سے نکاح کرالیا گیا ہے تو فساد زمانہ کی وجہ سے مفتی بہ قول پر لڑکی کا نکاح ہی باطل ہے اور اگر لڑکی کے والدین کی اجازت سے نکاح ہوا تو نکاح منعقد ہوگیا۔ کفو کے مسائل اپنے باب میں دیکھیں اور اگر لڑکے نے دھوکہ دیا اور کفو بھی نہیں تو نکاح باطل ہوگا بشرطیکہ لڑکی کے والدین کی اجازت نہ ہو۔

کافر کے ساتھ نکاح نہیں ہو سکتا:

- کفر کے حوالہ سے تفصیل یہ ہے کہ اگر لڑکا قادیانی ہے یا غالی شیعہ منکر قرآن ہے یا گستاخ رسول ہے اور لڑکی سنی ہے تو نکاح باطل ہے کیونکہ لڑکا کافر ہے اور مسلمہ لڑکی کا کافر لڑکے کے ساتھ نکاح نہیں ہو سکتا اور اگر لڑکا قادیانی یا غالی شیعہ منکر قرآن یا گستاخِ رسول نہیں ہے تو اس کے ساتھ نکاح منعقد ہو جائے گا۔

جنون اور دیگر عیوب کے حوالہ سے نکاح کے مسائل:

جنون اور برص اور جذام کی امراض شوہر میں ہوں یا بیوی میں شیخین امام اعظم ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک زوجین میں سے کسی کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار نہیں ہے لیکن ائمہ ثالثہ امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک ان عیوب کی وجہ سے ہر ایک کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہے اور امام احمد کے نزدیک اگر یہ عیب شوہر میں ہوں تو بیوی کو نکاح فسخ کرانے کا

اختیار حاصل ہے لیکن یہ عیوب اگر بیوی میں ہوں تو شوہر کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار نہیں ہے کیونکہ شوہر طلاق دے سکتا ہے۔

بحر الرائق میں ہے اگر ائمہ ثلثہ اور امام محمد کے قول کے مطابق قاضی فیصلہ کردے، فیصلہ نافذ ہو جائے گا۔

قاضی مجنوں شوہر کا نکاح فسخ کردے:

جیسا کہ واضح ہے سب سے زیادہ تکلیف اس عورت کو ہوتی ہے جس کا شوہر مجنوں ہو کیونکہ جذام اور برص والے شخص کی عقل سے استفادہ کر کے ان کو طلاق پر آمادہ کیا جا سکتا ہے مگر مجنوں تو طلاق ہی نہیں دے سکتا اور نہ ہی مجنوں سے عملِ زوجیت کا صحیح استفادہ ہو سکتا ہے لہٰذا شوہر کے مجنوں ہونے کی صورت میں قاضی کو چاہیے عورت کو ضرر سے بچانے کے لئے فسخ نکاح کا فیصلہ کردے کیونکہ مجنوں کی طلاق کا مسئلہ اجتہادی ہے اس میں گنجائش ہے۔ در مختار میں بحر الرائق سے منقول ہے:

"ولو قضی بالرد صح"

اگر قاضی نکاح کے رد کا فیصلہ کردے تو صحیح ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

ای لو قضی به حاکم یراه فافاد انه مما یسوغ فیه الاجتهاد۔
(باب العنین)

ترجمہ: "اگر فسخِ نکاح کا فیصلہ وہ حاکم کردے جو فسخ کو جائز سمجھتا ہے پس مصنف نے افادہ فرمایا کہ یہ ایسا مسئلہ ہے جس میں اجتہاد جائز ہے۔"

تفصیل اور دیگر شرائط دیگر کتب فقہ میں ملاحظہ کی جائیں۔

مجنون سے مراد نہایت ضرر رساں آدمی ہے:

تنبیہ: مجنوں سے مراد وہ پاگل ہے جس سے بیوی کو جان کا خطرہ ہو یا شدید

ایذاء کا خوف ہو اور قاضی تفریق کا فیصلہ تب کرے جب بیوی مطالبہ کرے۔ مطالبہ کے بعد مجنوں کے لئے مجنوں کے اولیاء کو ایک سال کی مہلت دی جائے کہ اس کا علاج کرایا جائے۔ سال تک صحیح نہ ہو تو عورت دوبارہ عدالت کی طرف رجوع کرے اور قاضی کی عدالت میں اپنا دعویٰ ثابت کرے۔ دعویٰ ثابت ہونے پر قاضی اس مجلس میں عورت کو تفریق کا اختیار دے۔ اگر وہ عورت تفریق چاہتی ہے تو قاضی تفریق کا فیصلہ کردے۔ خلوت صحیحہ یا دخول ہونے کی صورت میں عورت کو عدت گزارنا لازم ہوگا۔ عورت کو تفریق کا حق اسی مجلس قضا میں ہوگا۔ اگر عورت نے اس مجلس میں حق استعمال نہیں کیا، مجلس ختم ہوگئی یا عورت اٹھ کر چلی گئی تو تفریق کا حق ختم ہو جائے گا۔ اگر بیوی کو شوہر کے جنوں کا نکاح سے پہلے علم تھا یا نکاح کے بعد اس نے رضا کا اظہار کیا یا جنوں کے بعد شوہر کو اختیار کے ساتھ وطی کرنے دی تھی تو عورت کو تفریق کا حق نہیں ہوگا۔

مفقود الخبر نہ وارث ہو سکتا ہے اور نہ مورث:

وہ شخص جو لاپتہ ہو گیا ہو اس کی موت اور حیات کا علم نہ ہو سکے، اس کو مفقود الخبر کہتے ہیں۔ مالی معاملات میں مفقود کو اپنے مال میں زندہ اور دوسروں کے مال میں میت تصور کیا جاتا ہے نہ مفقود الخبر کا کوئی وارث اس کے مال میں حصہ دار ہو سکتا ہے کیونکہ وہ زندہ ہے اور نہ وہ کسی میت کا وارث ہو سکتا ہے کیونکہ وہ مردہ ہے۔ حنفی مذہب پر متاخرین علماء کے مفتی بہ قول کے مطابق مفقود کی عمر جب یقیناً ستر سال ہو جائے تو قاضی اس کی موت کا حکم جاری کرے گا۔ اس تاریخ سے وہ یقیناً میت سمجھا جائے گا۔ اس حکم کی تاریخ سے پہلے مر جانے والوں کی جائیداد سے اس مفقود کو حصہ ملے گا اور اس تاریخ کے بعد زندہ ہونے والوں کو اس مفقود کی جائیداد سے حصہ ملے گا مگر اس تاریخ سے پہلے مر جانے والوں کو مفقود الخبر کی جائیداد سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔

مفقود الخبر کی بیوی مفقود کی عمر کے ستر سال ہونے تک انتظار کرے:

اگر لاپتہ ہو جانے والا آدمی شادی شدہ تھا فقہ حنفی میں اس کی بیوی کے لئے مفقود کی ستر (۷۰) سال عمر ہو جانے تک انتظار کرنا ضروری ہے۔ ستر سال مکمل ہونے پر قاضی مفقود کی موت کا فیصلہ کرے گا۔ فیصلہ کی تاریخ سے موت کی عدت چار ماہ دس دن کے بعد عورت جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ حنفی مذہب پر فیصلہ کرنے میں اگرچہ احتیاط ہے مگر یہ کافی مشکل اور ایذاء رساں ہے کیونکہ طویل عرصہ کے لئے بیوی بیچاری کے نان اور نفقہ اور بچوں کی کفالت وغیرہ کے علاوہ جنسی جذبات کی تسکین کا کوئی حل نہیں جبکہ ایلاء میں صرف چار ماہ تک عدم مباشرت کے حلف پر قائم رہنے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

امام مالک کے مذہب پر چار سال ہونے پر فسخ نکاح پر فیصلہ کیا جائے:

اس لئے امام مالک کے درج ذیل مذہب پر مفقود کی بیوی کے لئے فیصلہ ہونا چاہئے تاکہ مفقود کی بیوی ضرر سے بچ جائے۔ (رفیق حسنی)

- امام مالکؒ کے نزدیک مفقود کی بیوی جس دن قاضی یا حاکم کی عدالت میں فسخِ نکاح کا دعویٰ کرے گی اس دن سے عدالت مفقود کی بیوی کو چار سال انتظار کرنے کا حکم دے گی۔ چار سال کے دوران بیوی اور عدالت مفقود کی تلاش جاری رکھیں گے۔ حسبِ استطاعت خبر گیری کے تمام ذرائع استعمال کئے جائیں گے۔ مثلاً موجودہ دور میں اخبارات اور اشتہارات ٹی وی اور ریڈیو ملکی اور غیر ملکی وسائل کے ذریعہ اور فون اور خطوط یا آدمی بھیج کر خبر حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ مثلاً سمندری حادثہ میں متعلقہ جہاز ران کمپنیوں کے ذریعہ اور ہوائی حادثات میں متعلقہ ایئر لائینوں کے ذریعہ اور دوسرے ملک میں غائب ہونے کی صورت میں اسی ملک کے ذرائع مواصلات کے ذریعہ مفقود کو تلاش کیا جائے۔ اگر چار سال تک مفقود کی موت وحیات کا پتہ نہ چل سکے تو دوبارہ مفقود کی بیوی

عدالت کی طرف رجوع کرے اور عدالت مفقود کی موت کا فیصلہ کرے۔ فیصلہ کی تاریخ سے چار ماہ دس دن عدت وفات گزارنے کے بعد مفقود کی بیوی آزاد ہو جائے گی جہاں چاہے نکاح کرے۔ اگر مالکی مذہب کا قاضی میسر ہو تو اسی سے فیصلہ حاصل کیا جائے اور اگر مالکی مذہب کا قاضی نہیں ہے تو حنفی قاضی بھی امام مالک کے مذہب کے مطابق فیصلہ کر سکتا ہے۔

اگر مفقود واپس آجاتا ہے تو بیوی کا دوسرا نکاح باطل ہوگا:

اگر فیصلہ ہو جانے کے بعد مفقود کی بیوی دوسری جگہ نکاح کر لیتی ہے اور اولاد بھی ہو جاتی ہے اور مفقود کی خبر مل جاتی ہے کہ وہ زندہ ہے تو دوسرا نکاح باطل ہوگا۔ عورت دوسرے شوہر سے فوراً الگ ہو جائے۔ دوسرے شوہر کی عدت گزارنے کے بعد موصوفہ پہلے شوہر کی حسبِ سابق بیوی ہوگی لیکن دوسرے شوہر سے ہونے والی اولاد دوسرے شوہر کی اولاد ہوگی۔ چار سال کی مدت پر امام مالک کے مذہب پر فتویٰ تھا اس فتوی کا اعتبار کرتے ہوئے اولاد دوسرے شوہر کی ہوگی اور مفقود کے واپس آنے پر مفقود کی زوجہ کا دوسرا نکاح باطل اور پہلا قائم ہونے پر حنفی مذہب پر فتوی دینے کا لحاظ ہوگا۔

در مختار میں طلاقات ثلثہ کے حیلہ میں مراہق کی وطی کی بحث میں علامہ شامی نے فرمایا:

فالاولیٰ الجمع بین المذهبین لانه كالتلميذ لابی حنیفة و لذا مال اصحابنا الی بعض اقواله ضرورة كما فی ديباچة المصفیٰ قهسانی و فی حاشية الفتال و ذكر الفقيه ابوالليث فی تأسيس النظائر انه اذا لم يوجد فی مذهب الامام قول فی مسئلة يرجع الی مذهب مالك لانه اقرب المذاهب اليه۔

(ص: ۵۸۴، ۲۰۲، مکتبہ ماجدیہ)

ترجمہ: ”پس اولٰی دونوں مذہبوں کو جمع کرنا ہے اس لئے کہ امام مالک ابی حنیفہ کے تلمیذ کی طرح ہے اسی لئے ہمارے احناف امام مالک کے اقوال کی طرف بوقت ضرورت رجوع کرتے ہیں۔ جیسا کہ مصفی کتاب کے دیباچہ میں مذکور ہے۔ (قہستانی) اور حاشیہ فتال میں ہے۔ اور فقیہہ ابوالليث نے تاسیس النظائر میں ذکر کیا کہ اگر کسی مسئلہ میں امام ابو حنیفہ کا قول نہ پایا جائے تو امام مالک کے مذہب کی طرف رجوع کیا جائے گا کیونکہ دیگر مذاہب سے امام مالک کا مذہب امام اعظم کے مذہب کے زیادہ قریب ہے۔“

بیوی کے نفقہ سے عجز کی بنیاد پر تفریق کا حکم:

ماکول اور ملبوس اور مسکن بیوی کا نفقہ کہلاتا ہے۔ یہ تینوں شوہر پر واجب ہیں۔ اگر شوہر موجود اور حاضر ہے لیکن نفقہ ادا کرنے سے عاجز ہے۔ مثلاً تنگدست ہے اور بیوی کو نفقہ دینے کی استطاعت نہیں رکھتا اور بیوی نفقہ کے بغیر شوہر کے ساتھ رہنے پر راضی نہیں اور بیوی کے نفقہ کے لئے شوہر کو کوئی آدمی قرض دینے کے لئے بھی تیار نہیں ہے تو بیوی کو امام شافعی کے مذہب پر نکاح فسخ کرانے کا اختیار حاصل ہے۔ اگر شوہر کا نفقہ سے عاجز ہونا گواہوں سے ثابت ہو جائے یا شوہر خود اقرار کرے تو قاضی شافعی المذہب پہلے تنگدست شوہر سے طلاق دے دینے کا مطالبہ کرے۔

نفقہ سے عاجز شوہر کی بیوی کا نکاح یکطرفہ فسخ کیا جاسکتا ہے:

اگر شوہر طلاق دینے سے انکار کر دے تو قاضی شافعی المذہب نکاح کو یک طرفہ فسخ کر سکتا ہے اور حنفی قاضی پر لازم ہے کہ شافعی قاضی کی تائید کرے اور اگر شافعی قاضی نہ مل سکے تو حنفی قاضی بھی امام شافعی کے مذہب کے مطابق فیصلہ کر سکتا ہے کیونکہ امام شافعی امام محمد کے واسطہ سے امام اعظم ابو حنیفہ کے

شاگرد ہیں اور وقت ضرورت اجتہادی مسائل میں شافعی مذہب پر حنفی قاضی کی طرف سے قضاء جائز ہے۔ (شامی)

غیبت کی وجہ سے نفقہ نہ ملنے کے مسائل:

زندہ مگر غائب شوہر کی بیوی کا نکاح کیا جاسکتا ہے:

اگر کسی عورت کا شوہر اپنے گھر سے غائب ہے۔ مثلاً کسی دوسرے شہر میں ہے یا کسی دوسرے ملک میں ہے اور اس کا زندہ ہونا معلوم ہے لیکن اس سے بیوی اپنا حق یعنی نفقہ حاصل کرنے کی قدرت نہیں رکھتی اور گھر میں شوہر کی کوئی جائیداد اور مال نہیں ہے یعنی شوہر بیوی کے نفقہ کے لئے مال چھوڑ کر نہیں گیا اور شوہر رابطہ بھی نہیں کرتا اور بیوی کو رابطہ کرنے پر جواب نہیں دیتا نہ بیوی کو نفقہ بھیجتا ہے اور نہ اپنے پاس بلاتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے۔ بیچاری بیوی تنگ آکر قاضی کی عدالت میں فسخِ نکاح کا مطالبہ کرتی ہے۔ حنبلی قاضی ان کا نکاح فسخ کر سکتا ہے۔ مولوی اشرف علی تھانوی کی تصنیف حیلہ ناجزہ کے مطابق امام مالک کے مذہب پر بھی اس کا نکاح فسخ ہو سکتا ہے۔ اگر حنبلی یا مالکی قاضی موصوفہ کا نکاح فسخ کردے، حنفی قاضی بھی اس قول کو نافذ کر سکتا ہے۔ مذکورہ صورت میں اگرچہ قضاء علی الغائب ہے لیکن احناف کے نزدیک ایک روایت پر غائب کے خلاف قضاء نافذ ہو جاتی ہے۔ شامی میں ہے:

نعم يصح الثانی (یعنی عجز المرأة عن تحصيل النفقة منه بسبب غيبة) عند احمد كما ذكر فی كتب مذهبه و عليه يحمل ما فی فتاوی قاری الهداية حيث سئل عمن غاب زوجها و لم يترك لها نفقة فاجاب اذا اقامت بينة على ذالك و طلبت فسخ النكاح من قاضی يراه ففسخ نفذ و هو قضاء على الغائب و فی نفاذ القضاء على الغائب روايتان

عندنا فعلی القول بنفاذہ یسوغ للحنفی ان یزوجھا من الغیر بعد العدۃ و اذا حضر الزوج الاول و برھن علی خلاف ما ادعت من ترکھا بلا نفقۃ لا تقبل بینۃ لان البینۃ الاولیٰ ترجحت بالقضاء فلا تبطل بالثانیۃ (الیٰ) فقولہ من قاضی یراہ لا یصح ان یراد بہ الشافعی فضلا عن الحنفی بل یراد بہ الحنبلی فافھم۔ (باب النفقۃ)

ترجمہ: ہاں دوسرا یعنی شوہر کی غیبت کی وجہ سے عورت کے نفقہ حاصل نہ کر سکنے کی وجہ سے فسخ نکاح کا فیصلہ امام احمد کے نزدیک صحیح ہے جیسا کہ امام احمد کے مذہب کی کتابوں میں مذکور ہے۔ قاضی الہدایہ کے فتاویٰ میں مذکور عبارت کا محمل بھی یہی ہے جب ان سے اس عورت کے متعلق سوال کیا گیا جس کا شوہر غائب ہو گیا اور اس کے لئے نفقہ چھوڑ کر نہیں گیا، انہوں نے جواب دیا کہ جب اس دعویٰ پر عورت گواہ قائم کر دے اور فسخ نکاح کا مطالبہ ایسی قاضی سے کرے جو قاضی اس فسخ کو جائز سمجھتا ہو پھر اس قاضی نے نکاح فسخ کر دیا تو قضاء نافذ ہو جائے گی یہ غائب پر قضاء ہے اور غائب پر قضاء کے نفاذ میں ہمارے نزدیک دو روایتیں ہیں: قضاء کے نفاذ کے قول پر حنفی قاضی کے لئے جائز ہے کہ اس عورت کا عدت کے بعد کسی دوسرے مرد سے نکاح کر دے اور جب پہلا شوہر واپس آ جائے اور گواہ پیش کرے کہ عورت کا دعویٰ ترک بلا نفقہ غلط تھا تو شوہر کے گواہ قبول نہیں کئے جائیں کیونکہ پہلے گواہ قضاء اور فیصلہ ہو جانے کی وجہ سے راجح ہیں اور دوسرے گواہوں سے پہلی قضاء باطل نہیں ہو سکتی (یہاں تک کہ) اس کا قول کہ قاضی یراہ سے قاضی شافعی مراد لینا صحیح نہیں ہے چہ

جائیکہ حنفی مراد ہو بلکہ قاضی سے حنبلی قاضی مراد ہے۔‘‘

عاجز عن النفقہ غائب شوہر کے فسخ نکاح کے بعد دوسرے شوہر کا نکاح ثابت ہوگا:

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا اگر شوہر کے غیب ہونے کی وجہ سے عورت نفقہ حاصل نہ کرسکے تو اس کو نکاح فسخ کرانے کا حق حاصل ہے۔ حنفی مذہب میں مذکورہ عورت کے لئے فسخ نکاح کی کوئی صورت نہیں۔ احناف کے نزدیک قاضی کے حکم سے غائب شوہر کی عورت شوہر کے اوپر قرضہ لے کر اپنا نفقہ پورا کرتی رہے اور ذی رحم محرم لوگوں پر فرض ہے وہ غائب کی عورت کو قرضہ دیتے رہیں جب شوہر واپس آجائے تو اس سے سارے قرضے وصول کر لیئے جائیں۔احناف کے نزدیک اس طرح فقیر عاجز حاضر شوہر کی بیوی بھی قرض لے کر گزراوقات کرتی رہے جب شوہر مالدار ہو جائے تو اس کے مال سے قرض ادا کرادیئے جائیں۔ اگر کوئی آدمی قرض دینے کے لئے تیار نہیں ہے تو عورت خود مزدوری کر کے نفقہ پورا کرتی رہے اگر مزدوری نہیں کرسکتی تو لوگوں سے بھیک مانگ کر زندگی گزار دے اور شوہر سے مالدار ہونے پر اور غائب کے واپس ہونے پر بیوی شوہر سے نفقہ وصول کرلے لیکن سارے کام قاضی کی اجازت سے ہوں۔

انصاف کی بات —عاجز عن النفقہ اور غائب کا نکاح غیر حنفی قاضی سے فسخ کرایا جاسکتا ہے:

قارئین خود اندازہ کریں احناف کے مذہب پر عاجز اور غائب کی بیوی کے لئے عمل کرنا کتنا مشکل ہے! گداگری یا قرضے لینا کتنا مشکل ہے! جب حکومتوں کے جج فاسق اور فاجر اور راشی ہوں وہ قرضہ دلوانے میں کیا تعاون کریں گے! اس لئے ہمارے متاخرین احناف نے فرمایا: بوقت ضرورت دوسرے ائمہ کے

مذہب پر عمل کرنا جائز ہے۔ موجودہ دور میں شرعی عدالتیں نہیں ہے کہ قرض دلائیں اور واپس کرائیں اور نہ کوئی قرض دیتا ہے اور گداگری خصوصاً خواتین کے لئے نہایت ذلت ہے۔ مناسب ہے کہ دوسرے ائمہ کے مذہب پر نفقہ سے عاجز شوہر اور غائب کی بیوی نکاح فسخ کرالے اور حنفی علماء اس کی تصدیق کریں۔

در مختار میں ہے:

و لا یفرق بینهما بعجزه عنها بانوا عها الثلاثة و لا بعدم ایفائه لو غائبا حقها و لو موسرا وجوزه الشافعي باعسار الزوج و بتضررها بغيبته۔ (کتاب النفقہ،۳۰۶)

ترجمہ: نفقہ کے تینوں اقسام سے عجز کے وقت زوجین میں تفریق نہیں کی جائے گی اور نہ غائب شوہر سے عدم حصول نفقہ کی وجہ سے اگرچہ شوہر موسر اور غنی ہو۔ اور امام شافعی نے زوج کے اعسار کی وجہ سے اور شوہر کے غیب ہونے سے بیوی کو ضرر پہنچنے کی وجہ سے نکاح کے فسخ کو جائز رکھا ہے۔"

علامہ شامی فرماتے ہیں:

فی قضا الهاوي الزاهدي فان لم تجد من تستدين منه عليه اكتسبت و انفقت و جعلته دينا عليه بامر القاضي و ان لم تقدر على الاكتساب لها السوال ليومها و تجعل مسؤلها دينا عليه ايضا بامره به۔ (ص:۳۰۸، شامی)

ترجمہ: "ہادی زاہدی کے قضا کے باب میں ہے اگر موصوفہ عورت ایسا شخص نہ پائے جس سے شوہر پر قرض لے سکے تو خود مزدوری کرے اور خرچ کرے اور اس رقم کو شوہر پر دین رکھے قاضی کے امر سے اور اگر مزدوری نہیں کر سکتی اس کے لئے ہر روز ایک دن کی

خوراک کا سوال جائز ہے اور سوال کردہ مال شوہر پر دین کرے قاضی کے امر سے۔''

قصداً تارک نفقہ یعنی متعنت شوہر کے مسائل:

اگر کسی عورت کا شوہر ظالم حاضر ہے اور قادر ہونے کے باوجود بیوی کے حقوق نان اور نفقہ اور سکنیٰ ادا نہیں کرتا نہ بساتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے اور عورت کے لئے نفقہ کا کوئی انتظام نہیں ہو سکتا نہ خود عورت کسبِ معاش کی قدرت رکھتی ہے اور نہ کوئی دوسرا شخص کفالت کرنا چاہتا ہے، ایسی صورت میں امام مالک کے مذہب پر قاضی زوجین کے درمیان تفریق کر سکتا ہے لیکن تفریق کے لئے عورت کو عدالت میں شرعی شہادتوں سے اپنا دعویٰ ثابت کرنا ہوگا۔ قاضی مالکی پر لازم ہے کہ پہلے شوہر کو کہے بیوی کے حقوق ادا کرو یا طلاق دے دو۔ اگر وہ ظالم دونوں سے انکار کر دے تو قاضی تفریق کر دے۔ اس میں کسی مدت کے انتظار کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر تفریق کے فیصلہ کے بعد شوہر عناد اور ترکِ نفقہ سے رجوع کرلے تو عدت میں شوہر رجوع کر سکتا ہے کیونکہ امام مالک کے نزدیک اصح قول پر قاضی کی طرف سے تفریق طلاق رجعی ہوتی ہے لہٰذا عدت تک رجوع ہو سکتا ہے۔ اور عدت کے بعد رجوع نہیں ہو سکتا البتہ عدت کے بعد دوبارہ نکاح سے صلح ہو سکتی ہے۔

(حیلہ ناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ)

اسیر اور جیل میں طویل سزا پانے والے شخص کی بیوی کے سلسلہ میں تفصیل وہی ہے جو اوپر گزر چکی ہے۔ اگر قیدی مالدار ہے اور بیوی کو نفقہ نہیں روکتا تو بیوی کو فسخ نکاح کا حق نہیں ہے اور اگر تنگدست ہے اور نفقہ سے عاجز ہے یا غائب ہونے کی وجہ سے اس سے نفقہ حاصل کرنا ممکن نہیں یا وہ معاند اور ظالم ہے نہ طلاق دیتا ہے اور نہ نفقہ اور اس کی بیوی اس کے نکاح میں رہنے پر

راضی نہیں ہے تو قاضی سے نکاح فسخ کرا سکتی ہے۔

موجودہ زمانے میں مسلمانوں کی کثیر تعداد عسائیوں اور کافروں کی قید اور اسیر ہیں اور تاحیات واپسی کی امید نہیں، ان کی بیویاں درج بالا اعذار کی وجہ سے نکاح فسخ کرا سکتی ہیں:

• آج کل افغانستان اور امریکہ کی جنگ میں افغانوں اور دوسرے اسلامی ملکوں کے مسلمانوں کی کثیر تعداد کیوبا کی جیلوں میں اسیر ہے اور ہزاروں مسلمان جیلوں میں عمر قید کی سزا بھگت رہے ہیں۔ بعض قیدیوں کی سزا غیر معینہ مدت کے لئے ہوتی ہے ان مسلمان افغانوں اور قیدیوں کے متعلق مندرجہ بالا مفقود الخبر اور عاجز عن النفقہ اور غائب غیر مفقود اور متعنت کے مسائل کی روشنی میں احکام صادر کئے جا سکتے ہیں۔ اگر علماء کرام ایسے احکام کے جواز کا فتویٰ دیں تو بہت بہتر ہو گا کیونکہ کیوبا اور دیگر ممالک کی جیلوں میں کفار لعنہم اللہ تعالیٰ نے ہزاروں مسلمانوں کو تاحیات قیدی بنا رکھا ہے۔ بعض اسیر مسلمانوں کی موت و حیات کا بھی علم نہیں ہے۔ اسیری میں مبتلا بعض مسلمانوں کی بیویاں نہایت مشکلات سے دوچار ہیں۔ اگر علماء ان خواتین کے اور ان کے شوہروں کے درمیان تفریق کا فیصلہ کریں تو خواتین کی مشکلات ختم ہو سکتی ہیں۔ (رفیق حسنی)

مرتد یا مرتدہ کے ساتھ نکاح کا بیان

- ☆ مرتد اور مرتدہ کے مسائل
- ☆ نیم عریان لباس والی عورتوں کے احکام
- ☆ مرتد کے دوبارہ اسلام میں داخل ہونے کا حکم
- ☆ موجودہ دور کی عورتوں کا المیہ
- ☆ قادیانیوں کے احکام

مرتد یا مرتدہ کے ساتھ نکاح کا بیان

مرتد اور مرتدۃ کے مسائل:

- ارتداد اس کفر طاری کو کہا جاتا ہے جو اسلام کے بعد پایا جائے۔

ایمان کی تعریف:

- اسلام اور ایمان کی تعریف یہ ہے:

هو تصديق محمد صلى الله عليه و سلم فى جميع ما جاءبه عن الله تعالىٰ مما علم مجيئه ضرورة۔ (در مختار)

ترجمہ: ''حضرت محمد ﷺ کی ہر اس امر میں تصدیق کرنا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ تشریف لائے ان امور سے جن کے ساتھ آپ کا آنا بدیہی اور ظاہر ہو۔''

ارتداد کا مفہوم:

- لہٰذا اگر پہلے تصدیق موجود ہو اور پھر اس کی تکذیب پائی جائے یا تکذیب کی دلیل قول یا فعل پایا جائے تو یہ کفر ارتداد ہوگا۔ فقہ کی کتابوں میں کفریات کے ابواب میں ان اقوال اور افعال کی تفصیل موجود ہے جن سے تکذیب ہوتی ہے یا وہ تکذیب کی علامت ہیں مگر کفر کے فتوی لگانے میں جلدی نہیں کرنی چاہئے کیونکہ اکثر کفریات میں علماء کا اختلاف ہے اگر علماء کا اختلاف ہو جائے تو کفر کا فتوی احتیاطاً لگایا جاتا ہے تاکہ آئندہ ایسا نہ ہو اور اختلافی صورت میں احتیاطاً تجدید اسلام اور تجدید نکاح کا حکم کیا جاتا ہے ضروری نہیں ہوتا البتہ اگر علماء احناف اور

دیگر مذاہب کے علماء کا اتفاق ہو کہ یہ کفر ہے تو اس وقت کفر کا فتوی جاری کرنا ضروری ہوتا ہے ایسے شخص کے ارتداد میں توبہ سے پہلے شک کرنا بھی کفر ہے۔ ایسے شخص کے لئے تجدید اسلام اور تجدید ایمان اور تجدید نکاح لازم ہے ورنہ اگر مرتد مرد ہے تو اسے قتل کر دیا جائے اور اگر عورت ہے تو اسے جیل میں ڈال دیا جائے۔

کفر کے فتویٰ میں جلدی نہ کی جائے:

- بہر صورت کفر کے فتوی میں جلدی نہ کی جائے۔ علامہ ابن عابدین شامی نقل فرماتے ہیں:

ثم ما یتقن انه ردة یحکم بها و ما یشك انه ردة لا یحکم بها اذا الاسلام الثابت لا یزول بالشك مع ان الاسلام یعلو و لا یعلی (الی) و فی الفتاوی الصغری الکفر شیءعظیم فلا اجعل المؤمن کافر امتی وجدت روایة انه لا یکفر۔اھ۔

(ص:۳۵۸،ج:۶)

ترجمہ: ”پھر وہ قول یا فعل یقیناارتداد ہو تو اس کا حکم کیا جائے اور جس میں شک ہو کہ یہ ارتداد ہے تو ارتداد کا حکم نہ کیا جائے کیونکہ اسلام ثابت شک سے زائل نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں اسلام غالب ہے مغلوب نہیں (تا) فتاوی صغری میں مذکور ہے کفر عظیم شی ہے پس میں مومن کو کافر نہیں بتاتا جب تک کوئی روایت پائی جائے کہ یہ کفر نہیں ہے۔“

مرتد کا ارتداد نکاح کا فسخ ہے طلاق نہیں، تجدیدِ نکاح کے بعد طلاق کے اعداد کم نہیں ہوں گے:

- اگر زوجین میں سے کوئی فرد کفر اختیار کر لے ان کے نکاح کے متعلق تفصیل یہ ہے کہ کفر اختیار کرنے والا فرد مرتد ہو جائے گا اور اس کا نکاح فسخ

ہو جائے گا اور یہ فسخ امام ابو حنیفہ کے نزدیک طلاق شمار نہیں ہو گا لہٰذا طلاق کے عدد کم نہیں ہوں گے اگر تجدید اسلام کے بعد زوجین دوبارہ نکاح کر لیں تو شوہر کو تین طلاق دینے کا حق حاصل ہو جائے گا لہٰذا اگر بار بار ارتداد سے فسخ نکاح ہوتا رہا، تین فسخ تین طلاق نہیں ہوں گے اور بغیر حلالہ کے نکاح ہو سکے گا البتہ اس فسخ میں مرتدۃ کی عدت میں مرتدہ کو پہلی اور دوسری اور تیسری طلاق واقع ہو سکتی ہے۔

عورت یا مرد مرتد ہو کر دارالحرب چلے جائیں تو ارتداد کی عدت میں طلاق واقع نہیں ہو گی:

ارتداد کی وجہ سے فسخ نکاح میں قضاء کی ضرورت نہیں ہوتی اور مرتدہ کی عدت میں طلاق واقع ہو سکتی ہے:

مگر یہ کہ عورت ارتداد کے بعد دارالحرب چلی جائے تو اسے عدت میں طلاق واقع نہیں ہو گی یا شوہر مرتد ہو کر دارالحرب چلا جائے اور معتدہ بیوی کو طلاق دے تو بھی اسے عدت میں طلاق واقع نہیں ہو گی۔ مثلاً شوہر مرتد ہو کر مستقل دارالحرب امریکہ یا برطانیہ چلا جائے وہاں جا کر فسخِ نکاح سے معتدہ بیوی کو طلاق دے تو طلاق واقع نہیں ہو گی ہمارے علماء کے نزدیک امریکہ اور برطانیہ اور دیگر یورپی ممالک جن میں مسلمانوں کی حکومت کبھی نہیں رہی، وہ ممالک دارالحرب ہیں اور دارالحرب میں کافروں کے حق میں شرعی فروعی احکام کا اعتبار نہیں ہوتا لہٰذا طلاق کا اعتبار نہیں ہو گا۔ اگرچہ دارالحرب میں لاکھوں مسلمان مقیم ہوں کافروں کے لئے وہاں فروعی احکام معتبر نہیں ہوتے۔(فتاوی رضویہ)
اگر مرتد واپس آگیا اور مسلمان ہو گیا اور عورت ابھی تفریق کی عدت میں تھی پھر طلاق دے دی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ معلوم ہوا بعض فسخ ایسے ہوتے ہیں جو خود طلاق شمار نہیں ہوتے مگر ان کی عدت میں طلاق واقع ہو سکتی ہے۔ تفصیل

باب المہر اور باب العدت میں ملاحظہ فرمائیں۔ اور ارتداد کی وجہ سے فسخِ نکاح میں قضاء کی ضرورت بھی نہیں ہوتی فوراً نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ اور فسخ نکاح کی صورت میں اگر زوجہ مدخولہ تھی اور شوہر مرتد ہو گیا تو عورت پورے مہر کی مستحق ہو گی اور اگر غیر مدخولہ تھی اور مہر معین تھا تو نصف ورنہ متعہ یعنی کپڑوں کے ایک جوڑے کی مستحق ہو گی اور مرتد شوہر کو عدت کے ایام کا نفقہ بھی دینا ہو گا۔ اور اگر عورت مرتدہ ہوئی اور غیر مدخولہ تھی تو مہر ساقط ہو جائے گا اور عدت نہ ہونے کی وجہ سے نفقہ کی مستحق نہیں ہو گی اور اگر مدخولہ تھی تو مہر واجب ہو گا لیکن عدت کا نفقہ ساقط ہو جائے گا کیونکہ مرتدہ کو جیل میں محبوس رکھنا واجب ہوتا ہے اور محبوسۃ ناشزۃ کی طرح نفقہ کی مستحق نہیں ہوتی۔

مرتدۃ عورت کے نکاح میں تین قول ہیں:

اگر عورت مرتدۃ ہو جائے چاہے ارتداد سے بیوی کا ارادہ زوج سے خلاصی ہو یا یہ ارادہ نہ ہو، دونوں صورتوں میں اگر شوہر قاضی سے مطالبہ کرتا ہے کہ مرتدہ میری بیوی رہے، ایسی صورت میں ہمارے علماء کے تین قول ہیں:

مرتدہ کے نکاح کی تجدید جبراً کی جائے:

- پہلا قول بخاریٰ کے علماء کا ہے کہ اس عورت کو جبراً مسلمان بنایا جائے اگر اسلام قبول نہ کرے تو ۷۵ کوڑے مارے جائیں اور قاضی اس کا دوبارہ اسی شوہر کے ساتھ نکاح کر دے اور مہر نہایت کم رکھے تاکہ شوہر آسانی سے ادا کر سکے۔ کسی صورت میں اس عورت کو دوسرے آدمی سے نکاح کرنے کی اجازت نہ دی جائے لیکن یہ اس وقت ہے کہ شوہر بیوی کو رکھنا چاہتا ہے اور اگر شوہر بیوی کو رکھنے کا خواہش مند نہیں ہے تو مرتدۃ کے اسلام لانے کے بعد قاضی دوسرے شوہر کے ساتھ مرتدۃ کو نکاح کرنے کی اجازت دے دے۔ اسلام اور تجدید نکاح پر جبر اس لئے جائز ہے کہ عورتیں نکاح فسخ کرانے کا حیلہ ترک کر دیں اور

کفر اختیار کرنے کا راستہ بند ہو جائے۔ (ولوالجیہ میں مذکور ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے۔)

مرتد کا نکاح فسخ ہی نہیں ہوتا:

• دوسرا قول بلخ کے مشائخ کا ہے کہ بیویوں کے ارتداد میں نکاح فسخ ہی نہیں ہوتا۔ انہوں نے یہ فتویٰ عورت کو کفر اور نکاح کے فسخ کے حیلہ سے روکنے کے لئے دیا کہ جب عورت سمجھے گی کہ شوہر سے نجات نہیں ہو سکتی تو مرتدۃ نہیں بنے گی اور نکاح فسخ نہیں ہو گا۔ اس قول میں آسانی ہے کیونکہ پہلے قول میں تجدید اسلام اور تجدید نکاح پر کوڑے مارنا اور جبر کرنا نہایت مشقت والا کام ہے۔ خصوصاً ہمارے دور میں تو بیوی کو ایک کوڑا مارنا بھی مشکل ہے چہ جائیکہ پچھتر کوڑے مار کر عورت سے جبر اور اکراہ سے اسلام اور نکاح کی تجدید کرائی جائے۔ نہر الفائق میں ایک عجمی عالم کے ابتلاء کے متعلق لکھا ہے کہ اس کی بیوی بار بار کفر میں واقع ہوتی تھی اور پھر انکار کر دیتی تھی اور تجدید اسلام اور نکاح سے بھی انکار کر دیتی تھی، بتایئے ایسی عورت کو کتنے کوڑے مارے جائیں گے؟ اس لئے علماء کو مشائخ بلخ کے قول پر فتویٰ دینا چاہئے کہ عورت کے ارتداد سے نکاح فسخ ہی نہیں ہوتا۔ (رفیق حسنی)

مرتدہ عورت شوہر کے لیے لونڈی ہو جاتی ہے:

تیسرا قول نوادر الروایت کی روایت ہے جس کو فتح القدیر اور مجتبیٰ اور بحر الرائق میں بسط کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے کہ اگر کسی شخص کی بیوی مرتدۃ ہو جائے، امام ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ وہ لونڈی اور رقیقہ کے طور پر شوہر کے قبضہ میں رہے گی اور مملوکہ کنیز کی طرح مرد کے لئے اس کے ساتھ ازدواجی عمل جائز ہو گا اور اگر مرتدۃ دار الحرب چلی جائے تو شوہر جب بھی اس پر غلبہ پائے گا اس کا وہ مالک ہو جائے گا۔ اسلام لانے کے بعد بھی وہ رقیہ اور مملوکیہ سے خارج نہیں ہو گی۔

تاتاریوں کے زمانے میں خوارزم اور ماوراء النہر اور خراسان دار الحرب ہو گئے تھے:

• اس کی ایک مثال قنیہ والے نے ذکر کی ہے کہ ہمارے زمانے میں تاتاری کفار کے غلبہ کی وجہ سے خوارزم اور ماوراء النہر اور خراسان اور دیگر ریاستیں دار الحرب بن گئی تھیں کیونکہ تاتاریوں نے ان ریاستوں میں اسلامی احکام اور عبادات بالکل بند کرا دیئے تھے اور کفر کے احکام جاری کر دیئے تھے اور اگر کسی اسلامی ریاست پر کفار کی حکومت قائم ہو جائے اور ان کا غلبہ ایسا ہو جائے جیسے خوارزم پر ہوا تھا تو وہ ریاست دار الحرب بن جاتی ہے لہٰذا خوارزم دار الحرب ہو گیا۔ ایسی صورت میں اگر دوبارہ جنگ ہو اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہو اور کسی خوارزمی مسلمان کا خوارزم میں قیام پذیر اپنی بیوی پر تسلط ہو جو کہ مرتدہ ہو گئی تھی تو وہ شخص اس کا مالک ہو جائے گا۔ وہ عورت چونکہ اس کی بیوی رہی ہے اس لئے اسلامی سربراہ کی اجازت کی ضرورت بھی نہیں ہو گی، شوہر اس کا زیادہ حقدار ہے اور اگر عورت ارتداد کے بعد دار الاسلام میں رہی دار الحرب منتقل نہیں ہوئی اسے اسلام سے انکار کے بعد جیل بھیج دیا گیا وہ ارتداد کی وجہ سے کنیز قرار پائے گی اور مالِ غنیمت اور فئی شمار ہو گی اس پر شوہر کو قبضہ قائم رکھنے کے لئے اپنی کافرہ بیوی کو امام سے خریدنا ہو گا یا پھر اگر شوہر غنیمت کا مستحق ہے تو امام اور حکومت اس کی بیوی اس کو مالکانہ حقوق کے ساتھ ہدیہ کر دے۔ ہدیہ کرنے کی اجازت صراحت کے ساتھ ہو یا پھر دلالت کے ساتھ ہو یہ بھی کافی ہے جیسے ہمارے دور میں کفر بکنے والی بیویوں کا حال ہے، حکومت کی طرف سے شوہروں کے لئے اجازت ہے کہ اپنی بیویاں اپنے پاس رکھیں۔ شوہر کا مرتدہ بیوی کے ساتھ تجدید اسلام کے بعد بطور لونڈی انتفاع جائز ہو گا۔ اگر آج کا مفتی اس نوادر الروایت کی روایت پر فتویٰ دے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

شامی میں ہے:

قال فی القنیة بعد ما مر عن الفتح و لو کان الزوج عالما استولی علیها بعد الردة تکون فیئا للمسلمین عند ابی حنیفة ثم یشتریها من الامام او یصرفها الیه ان کان مصرفا فلو افتی مفت بهذه الروایة حسما لهذا الامر لا بأس۔

(شامی، باب نکاح الکافر)

یعنی: ”قنیہ میں فتح القدیر کی عبارت نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ اگر زوج بیوی کو جاننے والا ہو اور بیوی کی ردۃ کے بعد اس کا بیوی پر قبضہ ہو جائے تو وہ عورت امام ابی حنیفہ کے نزدیک مسلمانوں کے لئے فئی اور مالِ غنیمت ہو گی۔ پھر شوہر اسے امام سے خرید لے یا امام اس کے تصرف میں دے دے اگر شوہر اس کا مصرف بنتا ہو۔ اگر اس روایت کے ساتھ کوئی مفتی فتویٰ دے تاکہ ارتداد کا فتنہ رک جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔“

دارالاسلام میں تجدید اسلام اور تجدید نکاح پر عمل کیا جائے:

- مگر مذکورۃ اقوال نقل کرنے کے بعد علامہ شامی فرماتے ہیں دارالاسلام میں ارتداد کی صورت میں بیوی کی رقیت اور کنیز ہونے کا فتویٰ نہ دیا جائے بلکہ ظاہر الروایت کے مطابق عدمِ فسخِ نکاح کا فتویٰ دیا جائے یا پھر جبراً تجدید اسلام اور تجدید نکاح کرایا جائے۔ آسان ترین قول بلخ کے مشائخ کا ہے اس لئے فتویٰ اس پر ہونا چاہئے۔ در مختار میں ہے:

”قال فی النهر و الافتاء بهذا اولیٰ من الافتاء بما فی النوادر“

یعنی نہر الفائق میں ہے عدم فرقت والے قول پر فتویٰ دینا نوادر کی روایت پر فتویٰ دینے سے اولیٰ ہے۔

راشی مفتیوں کی رسوائی:

• ذکر کردہ بحث سے ان مفتیوں کی رسوائی ہو گی جو رشوت لے کر خواتین کو شوہر سے خلاصی حاصل کرنے کے لئے کفریہ کلمات کہنے کا حیلہ اور طریقہ بتاتے ہیں اور پھر فسخِ نکاح کا فتویٰ جاری کرتے ہیں تاکہ ایک مسلمان کی بیوی مرتدہ ہو کر شوہر سے خلاصی پاکر اپنے طے شدہ دوست سے نکاح کر سکے۔ پھر یہ علماء اس عورت کو مسلمان کر کے دوسرے آدمی کے ساتھ نکاح کرا دیتے ہیں یا خود نکاح کر لیتے ہیں۔

راشی حیلہ گر مولوی خود بھی کافر ہو سکتا ہے:

• مذکورہ تحقیق سے ایسے مفتیوں کی کوشش رائیگاں جائے گی کیونکہ فتویٰ اس قول پر ہے کہ ارتداد سے نکاح فسخ نہیں ہوتا اور ساتھ ہی ایسے مفتیوں کا ایمان معرض زوال میں ہوگا کیونکہ اگرچہ عورت کو کافر بنانے میں غیر کے کافر ہو جانے پر راضی ہونا ہے اور یہ کفر نہیں ہوتا بلکہ اپنے کافر ہونے پر راضی ہونا کفر ہوتا ہے لیکن اس حیلہ کی نحوست سے ہو سکتا ہے مفتی اپنے کافر ہونے پر راضی ہو جائے اور اس مفتی کی اپنی بیوی کا نکاح فسخ ہو جائے کیونکہ ظالم مفتی نے عورت کو حیلہ بتا کر اس کا صرف نکاح ختم نہیں کیا بلکہ اس کے ایمان اور جملہ اعمالِ حسنہ کو باطل کرایا اور اس کے مسلمان شوہر پر ظلم کیا اور اس کا گھر اور بچے برباد کئے اس حیلہ کی نحوست سے غالب امکان ہے کہ خود مفتی (العیاذ باللہ) کفر کا ارتکاب کر لے۔

کفر اقوال اور افعالِ کفریہ کے ساتھ ہوتا ہے:

داڑھی کا استخفاف کفر ہے بشرطیکہ سنیت کی وجہ سے ہو:

فائدہ: کافر ہو جانا اقوالِ کفریہ سے بھی ہوتا ہے اور اعمالِ کفریہ سے بھی ہوتا ہے۔ تفصیل فقہ کی مبسوط کتب میں مذکور ہے۔ اعمال اور افعال کفریہ میں سے ایک یہ

ہے کہ کسی دینی اور اسلامی امر کا استخفاف اور استہانت ہو جبکہ اس دینی امر کا دین سے ہونا بدیہی اور قطعی ہو۔ مثلاً داڑھی سنت ہے اور اس کا دین سے ہونا قطعی معلوم ہے داڑھی منڈانا تو گناہ ہے لیکن اس کا استخفاف یعنی ڈاڑھی بحیثیت سنت جناب رسول اللہ ﷺ کو ہلکا اور معمولی سمجھنا یا حقیر سمجھنا کفر ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کی تعظیم کا دین سے ہونا یقینا معلوم ہے لہٰذا قرآن پاک کو کچرے اور نجاست میں قصداً گرانا کفر ہے اور اسی طرح حضور ﷺ کے کسی قول کی یا عمل کی یا صورت کی یا سیرت کی قصداً صراحۃ یا کنایۃ یا اشارۃ اہانت کرنا کفر ہے کیونکہ حضور ﷺ کی تعظیم ضروریاتِ دین سے ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اگر کسی شخص کا عمل دین کے کسی قول یا فعل کی حقارت یا دین کے غیر اہم ہونے پر دلالت کرتا ہے تو وہ کافر ہے بشرطیکہ اس امر کا شخص کے لیے دین سے ہونا معلوم ہو اور بدیہی ہو۔

نیم عریاں لباس والی عورتوں کے احکام:

کیا بازارِ حسن کی بازاری عورتیں اور نیم عریاں لباس میں مجالس اور ٹی وی پروگرام اور ڈانس کرنے والی عورتیں مرتدات ہیں؟

• اس ضابطہ کی روشنی میں بازارِ حسن کی عورتیں اور اجانب کے سامنے ننگے ڈانس کرنے والی خواتین کے مرتدات ہونے میں کوئی تردد نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ان کا یہ عمل استخفاف دین پر دلالت کرتا ہے نیز ہمارے دور کی اکثر خاندانوں کی خواتین جو عام طور پر ایسا لباس پہنتی ہیں جس سے اجانب کے سامنے سر اور گردن اور بازو اور پشت اور سینہ کا کچھ حصہ ننگا ہوتا ہے مثلاً بغیر دوپٹہ فل لیس بازو یا ہاف بازو یا بعض عورتیں ساڑھی پہنتی ہیں اور ساڑھی لباس میں پیٹ اور پشت کا کچھ حصہ بھی ننگا ہوتا ہے یا بعض عورتیں نہایت باریک کپڑوں کا لباس پہنتی ہیں جس کی وجہ سے ان کے جسم کے اکثر اعضاء مکشوف نظر آتے ہیں۔

ایسے لباسوں میں خواتین بلا تکلف اجنبی مردوں کے سامنے بازاروں میں دوکانداروں کے سامنے اور اسکولوں میں اسکول ٹیچروں کے سامنے اور پبلک جلسوں اور اجتماعات میں اور تفریح گاہوں اور سواحل سمندر پر مخلوط ہجوم میں مردوں کے سامنے اسی نیم عریان لباس میں بغیر شرم اور حیاء کے شریک ہوتی ہیں اور گھومتی پھرتی ہیں۔ علماء حق کے نزدیک ایسی خواتین کا اپنے اس عمل کی وجہ سے ایمان خطرے میں ہے اور ایسی خواتین کا مرتدات کی طرح ہونا لازم آتا ہے۔ علماء کے نزدیک ان کے احکام حربی کافرہ عورتوں جیسے ہوں گے یعنی اجنبی مردوں کے لئے ان کے مکشوفہ اعضاء کی طرف دیکھنے کی حرمت بھی ساقط ہو جائے گی۔ مگر ایسی خواتین اگر دار الاسلام میں ہیں تو ظاہر الروایت کے مطابق ان کا نکاح فسخ نہیں ہو گا اور منکوحات عورتیں کسی دوسرے شخص کے غلبہ سے اس کی لونڈیاں اور مملوکہ نہیں بنیں گی، اپنے شوہروں کے نکاح میں ہوں گی۔

مرتدات عورتیں استیلاء اور تغلب سے حلال نہیں ہوں گی:

- شادی شدہ اور غیر شادی شدہ خواتین پر تغلب اور استیلاء سے کسی صورت میں مجامعت جائز نہیں ہو گی جس طرح حربیۃ کافرہ پر حرب اور قتال میں تغلب اور استیلاء میں ملک عین کے بعد ہوتا ہے مگر مذکورہ خواتین کا حرمتِ نظر کا جو حق تھا انہوں نے کشفِ اعضاء سے خود ساقط کر دیا۔ اس لئے ان کی طرف یا ان کے مکشوف اعضاء کی طرف بغیر شہوت دیکھنے میں گناہ نہیں ہو گا بشرطیکہ دیکھنا بری نیت اور شہوت کے ساتھ نہ ہو۔

موجودہ دور میں بے لباس یا نیم عریان لباس والی خواتین کے مکشوفہ اعضاء بغیر شہوت دیکھنے میں گناہ نہیں ہے:

ڈاکٹرز، نرسیں، ایئر ہوسٹس خواتین کے مکشوفہ اعضاء دیکھنے کا حکم:

- بعض مرد حضرات یونیورسٹیوں اور کالجوں اور اسکولوں میں تدریس کرتے

ہیں اور مخلوط تعلیم کی وجہ سے نوجوان بالغہ لڑکیوں کو بھی پڑھاتے ہیں جو کہ ننگے سر اور نیم عریان لباس میں ہوتی ہیں۔ اسی طرح آجکل علماء کو تبلیغی اجتماعات میں بھی مذکورہ لباس والی خواتین سے واسطہ پڑتا ہے اور نجات مشکل ہے بلکہ ناممکن ہوگئی ہے، کیا ایسے ماحول میں تعلیم اور تدریس اور تبلیغ دین روک دی جائے؟ حکومتوں کے جملہ اداروں میں خواتین کی کثرت ہے، ڈاکٹرز اور نرسیں اور ایئر ہوسٹس اور دفتروں اور بنکوں میں کام کرنے والی خواتین نیم عریان لباس میں مردوں کے ساتھ کام کرتی سفر کرتی اور چلتی پھرتی ہیں۔ ان سب صورتوں میں اس پر فتن دور میں عموم بلوی کی وجہ سے یہی کہا جاسکتا ہے کہ اس ابتلاء میں مردوں کو اجنبی خواتین کے مکشوفہ اعضاء کی طرف بغیر شہوت دیکھنے میں گناہ نہیں ہوگا ورنہ صرف آنکھوں کے گناہ کروڑوں اربوں کی تعداد میں ماننا پڑیں گے اور جہنم کے دخول کے لئے یہی آنکھوں کے گناہ ہی کافی ہو جائیں گے۔

فاسقہ عورت کی حرمتِ نظر کے سقوط پر حضرت عمرؓ کے قول اور عمل سے استدلال:

- فاسقہ خواتین کی حرمت نظر کے سقوط پر در مختار میں مذکور حضرت عمر فاروقؓ کے عمل اور ایک واقعہ سے استدلال کیا گیا ہے، وہ یہ کہ حضرت عمرؓ نے ایک پیشہ ور رلانے اور مرثیہ پڑھنے والی عورت کو درہ سے تعزیر لگائی۔ درے مارنے کے دوران اس عورت کا دوپٹہ سر سے گر گیا اور اس کا سر اور بال اور گردن کا کچھ حصہ ننگا ہوگیا۔ آپ سے کہا گیا: ''یا امیر المؤمنین! ھٰذہ حرۃ'' یہ عورت حرۃ ہے اور اس کا دوپٹہ سر سے گر گیا ہے۔ آپ نے جواب دیا: ''لا حرمة لھا'' اس عورت کی کوئی حرمت نہیں ہے۔ یعنی اس کے مکشوف اعضاء کی حرمت نظر نہیں رہی کیونکہ یہ فاسقہ ہے۔

در مختار، نکاح الکافر کے باب میں ہیں:

و نقل المصنف فی کتاب الغصب ان عمر رضی اللہ عنہ هجم علی نائحة فضربها بالدرة حتیٰ سقط خمارها فقیل له یا امیر المؤمنین قد سقط خمارها فقال انها لا حرمة لها۔

(ج ۲، ص: ۴۲۷، مکتبہ ماجدیہ)

یعنی: ''مصنف نے غصب کی کتاب میں یہ نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ ایک رلانے والی نوحہ پڑھنے والی عورت پر ٹوٹ پڑے اور اس کو دروں سے مارنا شروع کیا حتیٰ کہ اس کا دوپٹہ گر گیا۔ آپ سے کہا گیا: اے امیر المؤمنین! اس کا دوپٹہ گر گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اس کی کوئی حرمت نہیں۔''

جب نائحہ کی حرمتِ نظر ساقط ہے تو بے لباس عورتوں کی حرمتِ نظر کیوں ساقط نہیں:

خیال فرمائیں جب نائحہ کی کوئی حرمت نظر نہیں تو ننگی عورتوں کی کیا حرمت نظر ہو گی؟ نہایت تعجب ہے کہ بعض صوفی لوگ ان ائمہ کے پیچھے نمازیں نہیں پڑھتے جو اخبار اور ٹی وی دیکھتے ہیں اور جنہیں خبریں سننے اور دینی پروگرام دیکھتے وقت مجبوراً ٹی وی پر خواتین کی تصاویر دیکھنی پڑ جاتی ہیں یا اخبار پڑھتے میں نیم عریان لباس خواتین کی تصویریں دیکھنی پڑ جاتی ہیں ائمہ بیچارے نہ ٹی وی دیکھیں نہ اخبار پڑھیں نہ سفر کریں کیونکہ سفر گاڑی سے یا ٹرین سے یا جہاز سے ہو گا ہر جگہ نیم عریان لباس میں ملبوس خواتین موجود ہوتی ہیں ہسپتال اسکول بازار وغیرہا ہر جگہ عریانی ہے تو علماء اور ائمہ کہاں جائیں؟ لہٰذا معلوم ہونا چاہیے جب ان فاسقہ خواتین کے جسم کے لئے بغیر شہوت نظر کی حرمت ساقط ہے تو ان کی تصاویر کی حرمت نظر بھی ساقط ہو گی؟ ہاں! بلا ضرورت اور بلا شہوت نیم عریان تصاویر دیکھنا جائز نہیں ہے مگر غالی صوفیوں کا ٹی وی دیکھنے والوں کو فاسق

ملعن سمجھنا اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنا بھی غلط ہے کیونکہ المیہ یہ ہے کہ اسلامی چینل کہلانے والے چینلوں پر بھی تجارتی اشتہارات میں خواتین کی نیم عریان تصاویر دیکھنا لازم آتا ہے۔ خبریں سنیں یا اسلامی چینل پر مذہبی پروگرام دیکھیں۔ تصاویری مناظر سے نجات مشکل ہے لہٰذا عموم بلوی کی وجہ سے حرمت نظر میں تخفیف ہونی چاہئے اور دنیا بھر کے ائمہ حتی کہ حرمین طیبین کے ائمہ کو فاسق معلن نہیں کہنا چاہئے۔

بے لباسی یا نیم بے لباسی استخفافِ دین کی علامت ہے:

- ہمارے علماء کے نزدیک کسی مسلّمہ قطعی دینی امر کا استخفاف اور اسے معمولی سمجھنا اور اہمیت نہ دینا کفر کی علامات سے شمار کیا گیا ہے اور عورت کے چہرہ اور پیروں اور ہاتھوں کے علاوہ باقی جسم کا ستر دینی امر ہونا قطعی اور مسلمات سے ہے لہٰذا عریان لباس والی خواتین کی بے لباسی بھی استخفاف دین کی علامت ہے اور اس کے ارتکاب سے کفر لازم آتا ہے اسی طرح داڑھی مبارک کا دینی امر ہونا قطعی ہے لہٰذا کلین شیو مردوں کے روزانہ داڑھی منڈانے کو بھی استخفاف دین کی علامت کہا جاسکتا ہے۔ روزانہ اور ہمیشہ داڑھی منڈانا اور داڑھی منڈاتے وقت لوگوں سے شرم وحیاء نہ کرنا کیا دینی امر کا مذاق نہیں ہے تو کیا ہے؟ ایسے مردوں کا کیا حکم ہونا چاہئے؟

بعض کفریات کا بیان:

اللہ تعالیٰ، انبیاء عظام، کعبۃ اللہ، قرآن اور ضروریاتِ دین کا استخفاف کفر ہے:

کفر اور اسلام کا مسئلہ نہایت حساس اور خطرناک ہے۔ ان مسائل میں رائے زنی نہیں کرنی چاہئے۔ فقہاء کرام نے کفریات کے مسائل تفصیل کے ساتھ ذکر فرمائے ہیں جن کے بنیادی ضابطے یہ ذکر فرمائے: (۱) اللہ تعالیٰ اور اس کے

اسمائے مبارکہ۔ (۲) انبیاء عظام علیہم السلام۔ (۳) کعبۃ اللہ۔ (۴) قرآن مجید۔ (۵) اور اسلامی اور دینی امور جن کا دین سے ہونا قطعی ثبوت ہو اور بدیہی العلم ہو، ان کا انکار اور بالارادہ استہانۃ اور استحقار اور استخفاف اور استہزاء کفر ہے کیونکہ اختیار کے ساتھ جناب سرورِ دوعالم ﷺ کی ہر اس امر میں تصدیق کرنا ایمان ہے جن کے ساتھ آپ تشریف لائے اور انہیں دین سے ہونا بیان فرمایا اور اس امر کا دین سے ہونا بدیہی ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارکہ اور انبیاء عظام علیہم السلام اور کعبۃ اللہ اور قرآن مجید اور دیگر دینی امور میں سے کسی امر کی جس کا دین سے ہونا معلوم ہے کی ارادہ اور اختیار کے ساتھ استہانۃ اور اسے حقیر سمجھنا اور اسے ہلکا اور غیر اہم اور قابل استہزاء اور مذاق سمجھنا بالاتفاق کفر ہے کیونکہ یہ جناب رسول اللہ ﷺ کی تکذیب ہے اور آپ ﷺ کی طرف کذب اور افتراء کی نسبت کرنا کفر ہے مگر اکراہ اور جبر اور حالۃ نوم میں استہانۃ یا استخفاف بالاتفاق کفر نہیں ہے اور خطاء اور بلا ارادہ استہانۃ اور استخفاف بعض علماء کے نزدیک کفر ہے مگر بعض علماء اس کو کفر نہیں کہتے۔ قطعی الثبوت اور بدیہی دینی امر کا اگر منکر یا مستحقر کو اس کے دین سے ہونے کا علم نہ ہو تو یہ بعض علماء کے نزدیک کفر ہے اور دینی امور میں کسی امر کا دین سے ہونا قطعی الثبوت نہ ہو یا قطعی الثبوت ہو مگر مستہزی اور مستحقر کو اس امر کے دین سے ہونے کا علم نہ ہو تو اس امر کی استہانۃ اور استہزاء کفر نہیں ہے لہٰذا کسی دینی امر کی استہانۃ اور استخفاف سے کفر تب لازم آئے گا کہ وہ یقیناً دین اور اسلام سے ہو اور اس کا دین اور اسلام سے ہونا منکر کو معلوم اور بدیہی ہو۔

بلاارادہ کلمہ کفر، کفر نہیں ہے:

اگر ایسے دینی امر کا استخفاف اور استحقار بالارادہ ہے تو بالاتفاق کفر ہے اور اگر اکراہ اور جبر یا حالت نوم میں ہے تو بالاتفاق کفر نہیں ہے اور اگر خطاء اور بلاارادہ

ہے تو بعض علماء کے نزدیک کفر ہے اور بعض علماء کے نزدیک کفر نہیں ہے۔ فتوی عدم تکفیر کے قول پر دیا جائے کیونکہ خطاء اور نسیان آپ کی امت سے مرفوع ہے۔ خطاء کی مثال یہ ہے کہ کسی شخص نے ارادہ کیا کہ کہوں ''میں نے کھانا کھالیا'' اور اس کے منہ سے بلاارادہ نکلا ''میں نے کفر کیا'' تو یہ صحیح مذہب پر کفر نہیں۔

شرح عقائد کی شرح نبراس میں ہے:

''و من قصد التکلم بغیرھا فجرت علی لسانہ بلا قصد کمن اراد ان یقول اکلت فقال کفرت۔ قال محمد یکفر و قال بعضھم لا یکفر و ھو الصحیح عندی۔''

(ص:۵۷۱، مکتبہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی)

ترجمہ: ''اور وہ شخص جس نے کلمۂ کفر کے غیر کا ارادہ کیا پس اس کی زبان پر بلاارادہ کفر کا کلمۂ جاری ہو گیا مثلاً ایک شخص نے ارادہ کیا کہ کہے ''میں نے کھانا کھایا'' پس اس نے بولا ''میں نے کفر کیا'' امام محمد نے فرمایا وہ کافر ہو گیا اور بعض علماء نے فرمایا وہ کافر نہیں ہوا اور میرے نزدیک یہی صحیح ہے۔

استخفاف قولی کی مثال:

- استخفاف قولی کی مثال شرح عقائد میں ہے:

و کذا لو قال عند شرب الخمر و الزنا بسم اللہ و کذا اذا صلی لغیر القبلۃ و کذا لو اطلق کلمۃ الکفر استخفافا لا اعتقادا۔

(نبراس:۵۷۰)

ترجمہ: ''اور اسی طرح (کافر ہو جائے گا) اگر بالارادہ شراب خمر پینے اور زنا کرتے وقت کہے بسم اللہ (اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ استخفاف

کی وجہ سے)اور اسی طرح جب غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھے (کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کا استخفاف ہے۔“

اسی جگہ نبراس میں ہے:

ثم کفر المصلی الی غیر الکعبة منصوص عن الامام ابی حنیفة و قال رکن الاسلام علی السغدی لا یکفر و کلام شمس الائمہ الحلوائی یدل علی انه یکفر ان فعل استهزاءو استخفافا۔ (۵۷۰)

ترجمہ: ”پھر غیر کعبۃ کی طرف نماز پڑھنے والے کا کفر امام ابی حنیفہ سے منصوص ہے اور رکن الاسلام نے کہا وہ کافر نہیں ہوگا اور شمس الائمہ کی کلام سے معلوم ہوتا ہے اگر اس نے یہ استہزاء اور استخفاف کے طور پر کیا تو وہ کافر ہو جائے گا ورنہ نہیں۔“

اور اسی طرح اگر بالارادہ کفر کا کلمۃ استخفافا بولے نہ اعتقاداً(ان سب صورتوں میں آدمی کافر ہو جائے گا)۔اور اگر کوئی کفر کے کلمۃ کے معنی نہیں جانتا اور بالارادہ اس کا تکلم کرتا ہے تو صحیح مذہب یہ ہے وہ کافر نہیں ہوگا اور بعض نے کہا وہ کافر ہو جائے گا۔ (حاشیہ نبراس) معلوم ہوا ہزل اور مذاق اگرچہ کفر کے کلمۃ کے ساتھ آدمی کا اعتقاد نہ ہو تو بھی وہ کافر ہو جائے گا۔عدم علم، جہل اور خطا کے وقت آدمی صحیح قول پر کافر نہیں ہوگا۔

جہلاء علم کی مجلس بنا کر شرعی مسائل سے استہزاء کریں تو یہ کفر ہے:

- استخفاف فعلی کی مثالیں شرح عقائد میں ہیں: اگر کوئی شخص واعظین کی طرح اونچی جگہ بیٹھا ہوا ہے اور اس کے ارد گرد لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اس آدمی سے سوال کرتے ہیں اور وہ جواب دیتا ہے یہ لوگ ہنستے ہیں اور اس کو چابک وغیرہ سے مارتے ہیں تو اس فعل سے سارے لوگ کافر ہو جائیں گے کیونکہ انہوں نے

شریعت کے ساتھ استخفاف کیا۔ (نبراس: ۵٦۷) دوسری مثال ایک آدمی رمضان المبارک کے مہینہ میں دن میں بلا عذر لوگوں کے سامنے بغیر شرم و حیاء کھاتا پیتا ہے تو وہ روزہ کے استخفاف کی وجہ سے کافر ہو جائے گا۔ (کتب فقہ) استخفاف بالارادہ بالاتفاق کفر ہے اور استخفاف بلاارادہ کے کفر ہونے میں علماء کا اختلاف ہے۔

• حاصل کلام یہ ہے کہ شریعت کے کسی قطعی امر کو حقیر اور ہلکا سمجھنا یا ایسا فعل کرنا جو شریعت کی حقارت اور استخفاف پر دلالت کرتا ہو کفر ہے کیونکہ یہ تصدیق کے خلاف ہے۔ اگرچہ وہ شخص کلمۂ شہادت بھی پڑھتا ہو۔ شرح عقائد میں ہے:

"و الاستہزاء علی الشریعة کفر لان ذالك من امارات التکذیب" (نبراس: ۵٦۷)

ترجمہ: اور شریعت پر استہزاء کفر ہے کیونکہ یہ جناب سرور دو عالم ﷺ کی تکذیب کی علامات سے ہے۔

قطعی صغیرہ گناہ کا استخفاف بھی کفر ہے:

• اور معصیت جس کا معصیت ہونا دلیل قطعی سے ثابت ہو خواہ دلیل قطعی قرآن ہو یا حدیث متواتر یا اجماع صحابہ نصی ہو اور معصیت صغیرہ ہو یا کبیرۃ اس معصیت کو حلال سمجھنا اور اس معصیت کو ہلکا سمجھنا کفر ہے یہ کہ اس معصیت کو آسان سمجھا جائے اور اس کا بغیر شرم و حیاء ارتکاب کیا جائے اور اس کا ارتکاب مباحات کی طرح کیا جائے تو یہ کفر ہے۔ شرح عقائد میں ہے:

استحلال المعصیة صغیرة او کبیرة کفر اذا ثبت کونها معصیة بدلیل قطعی و قد علم ذالك فیما سبق و الاستهانة بها۔ (نبراس: ۵٦۷)

ترجمہ: ''اور معصیت اور گناہ صغیرۃ ہو یا کبیرۃ کو حلال اعتقاد کرنا کفر ہے جب اس معصیت کا معصیت ہونا دلیل قطعی سے ثابت ہو اور یہ پہلے معلوم کیا جاچکا ہے کہ معصیت کو ھین اور ہلکا سمجھنا کفر ہے کیونکہ یہ تکذیب کی علامات سے ہے۔''

استخفاف یہ ہے کہ معصیت کا ارتکاب مباحات کی طرح بغیر شرم وحیا کرے:

''الاستہانۃ'' کے تحت حاشیہ نبراس میں ہے:

بان یعدھا ھینۃ سھلۃ و یرتکبھا من غیر مبالات بھا و یجریھا مجری المباحات۔

ترجمہ: ''استہانۃ یہ ہے کہ آدمی اس معصیت کو آسان اور سہل سمجھے اور اس کا ارتکاب بغیر شرم و حیاء کرے اور اس معصیت کا ارتکاب مباحات کی طرح کرے۔''

شرح عقائد میں ہے حرام کے مستحل اور امر دینی کے مستھین اور مستھزی کے کافر ہو جانے کے اصولوں کی بنیاد پر فتاوی میں فروعات ذکر کی گئی ہیں۔

حرام لعینہ اور حرام لغیرہ میں فرق:

- بعض علماء نے حرام لعینہ اور حرام لغیرہ میں فرق کیا ہے حرام لعینہ کا مستحل کافر ہو گا اور حرام لغیرہ کا مستحل کافر نہیں ہو گا اور بعض علماء نے یہ فرق نہیں کیا انہوں نے کہا جس حرام کا حرام ہونا مشہور ہو خواہ لعینہ ہو یا لغیرہ دونوں کی حرمت کا منکر کافر ہے اور اگر حرام کا حرام ہونا مشہور نہیں تو اس کا منکر کافر نہیں چنانچہ شرح عقائد میں ہے:

و بعضھم لم یفرق بین الحرام لعینہ و لغیرہ فقال من استحل حراما قد علم فی دین النبی صلی اللہ علیہ و سلم

تحریمہ کنکاح ذوی المحارم او شرب الخمر او اکل میتۃ او دم او خنزیر من غیر ضرورۃ فکافر۔(نبراس:۵۶۷)

ترجمہ: ’’اور بعض علماء نے حرام لعینہ اور لغیرہ میں فرق نہیں کیا اور انہوں نے فرمایا جس شخص نے حرام کو حلال اعتقاد کیا جس کا حرام ہونا جناب رسول اللہ ﷺ کے دین میں مشہور تھا جیسے محرم عورتوں کے ساتھ نکاح اور شراب کا پینا اور مردار جانور اور خون اور خنزیر کا بغیر ضرورۃ کے کھانا وہ کافر ہے۔‘‘

کفریہ مسائل کی بنیاد تین امور:

اکثر کفریہ مسائل کی بنیاد تین امور پر تھی: استحلال اور استہانۃ اور استہزاء۔ استحلال میں حرام لعینہ اور لغیرہ دونوں شامل ہیں مگر منکر کو ان کی حرمت کا معلوم ہونا ضروری ہے اور اضطرار اور ضرورت کا نہ ہونا بھی ضروری ہے لہٰذا ضرورت یا عدم علم کی حالت میں کفر لازم نہیں ہوگا اور استہانۃ قولی ہو یا فعلی کفر ہے مگر بالارادہ میں اتفاق ہے اور بلاارادہ میں علماء کا اختلاف ہے۔

استہزاء بلاارادہ بھی کفر ہے جبکہ اس امر کا کفر ہونا قطعی اور معلوم ہو:

- استہزاء بھی بالارادہ ہو یا بلاارادہ کفر ہے کیونکہ استہزاء کفر کی علامتوں سے علامت ہے اور شارع علیہ السلام نے بعض اشیاء کو کفر کی علامت قرار دیا ہے لہٰذا علامات کفر کا مرتکب کافر ہے اگرچہ اس کے دل میں تصدیق موجود ہو اور کلمۃ شہادت اور کلمۃ طیب بار بار پڑھتا رہے۔ نبراس میں ہے:

او سخر باسم من اسمائہ او بامر من اوامرہ کما یفعلہ کثیر من الجھلاء فی تحلیل المطلقۃ ثلثا۔(۵۶۹)

ترجمہ: ’’یا کسی شخص نے اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارکہ میں سے کسی اسم کے ساتھ یا اللہ کے اوامر میں سے کسی امر کے ساتھ استہزاء کیا تو وہ کافر

ہے جس طرح جاہل لوگوں میں کثیر لوگ تین طلاقوں سے طلاق شدہ عورت کی تحلیل شرعی میں استہزاء کرتے ہیں (یعنی وہ کافر ہیں)''۔

ردالمحتار میں ہے:

(قوله من هزل بلفظ كفر ارتد و ان لم يعتقده للاستخفاف فهو كفر ككفر العناد) اى تكلم به باختياره غير قاصد معناه و هٰذا لا ينافى ما مر من ان الايمان هو التصديق فقط او مع الاقرار لان التصديق و ان كان موجودا حقيقة لكنه زائل حكما لان الشارع جعل بعض المعاصى امارة على عدم وجوده كالهزل المذكور و كما لو سجد لصنم او وضع مصحفا فى قاذورة فانه يكفر و ان كان مصدقا لان ذالك فى حكم التكذيب كما افاده فى شرح العقائد۔ و اشار الىٰ ذالك بقوله ''الاستخفاف'' فان فعل ذالك استخفافا و استهانة بالدين فهو امارة عدم التصديق (الىٰ) قلت و يظهر من هٰذا ان ما كان دليل الاستخفاف يكفر به و ان لم يقصد الاستخفاف (الى) و يجب حمله علىٰ ما اذا علم المنكر ثبوته قطعا لان مناط التكفير و هو التكذيب او الاستخفاف عند ذالك يكون اما اذا لم يعلم فلا الا ان يذكر له اهل العلم ذالك فليلج۔اھ۔ (ص:۳۵۷،ج:۶،مکتبہ دار الباز)

ترجمہ:''(مصنف کا قول جس شخص نے کفر کے لفظ کے ساتھ ہزل کیا وہ مرتد ہو جائے گا اگرچہ کفر کا لفظ اس کا اعتقاد نہ ہو) استخفاف کی وجہ سے پس وہ کفر ہے مثل کفر عناد کے) یعنی جس شخص نے کفر کے لفظ کے ساتھ کلام کی اپنے اختیار کے ساتھ اگرچہ اس کے معنی اور مفہوم کا

ارادہ نہیں کیا وہ مرتد ہو جائے گا۔ یہ (بغیر معنی کے قصد کے کلمۂ کفر کے تلفظ سے کافر ہو جانا) اس کلام کے منافی نہیں ہے جو پہلے گزر چکی ہے کہ بے شک ایمان فقط تصدیق ہے یا تصدیق مع الاقرار ہے کیونکہ (ہزل میں) اگرچہ تصدیق حقیقت میں موجود ہے لیکن شریعت کے حکم میں زائل ہے کیونکہ شارع علیہ السلام نے بعض معاصی کو تصدیق کے نہ ہونے پر علامت قرار دیا ہے جس طرح ذکر کردہ ہزل ہے (یہ کفر کی علامت ہے) اور جس طرح کوئی شخص بتوں کو سجدہ کرے یا کوئی شخص مصحف کو نجاست میں رکھے پس بے شک وہ کافر ہے اگرچہ مصدق ہے کیونکہ یہ فعل تکذیب کے حکم میں ہے جس طرح شرح عقائد میں اس کا صاحب شرح نے افادہ فرمایا اور مصنف صاحب الدر المختار نے اس کی طرف اپنے قول ''الاستخفاف'' سے اشارہ فرمایا کیونکہ اس کا فعل استخفاف اور استہانۃ بالدین ہے پس وہ عدم تصدیق کی علامت ہے (تا) میں کہتا ہوں اس سے ظاہر ہوا بے شک ہر وہ چیز جو استخفاف کی دلیل ہے اس کے ساتھ تکفیر کی جائے گی اگرچہ وہ شخص استخفاف کا قصد نہ کرے (تا) مگر تکفیر کے مسائل میں حرام قطعی کے انکار میں وہ شخص جانتا ہو کہ اس حرام کا ثبوت دلیل قطعی کے ساتھ ثابت ہے کیونکہ تکفیر کا مدار وہی تکذیب ہے یا استخفاف ہے اس وقت انکار کفر ہو گا لیکن جب وہ نہیں جانتا کہ یہ حرام قطعی دلیل سے ثابت ہے پس تکفیر نہیں ہو گی مگر یہ کہ اس آدمی کے لئے یہ اہل العلم ذکر کریں تو پس منکر کفر میں داخل ہو جائے گا۔''

ایمان تصدیق اور اقرار اور مذکورہ امور کی نفی کا نام ہے:

- علامہ شامی نے مسامرۃ سے نقل فرمایا:

"الحاصل۔ ایمان فقط تصدیق قلبی ہو یا تصدیق قلبی اور اقرار لسانی ہو ایمان کے ثبوت اور تحقیق میں چند دیگر امور کو ملایا جائے گا ان میں سے کسی ایک کی نفی سے ایمان کی بالاتفاق نفی ہو گی صنم اور بت کے لئے ترک سجود اور نبی کا قتل اور اس کے ساتھ استخفاف اور قرآن کے ساتھ استخفاف اور کعبۃ کے ساتھ استخفاف اور صحابہ کرام کے مجمع علیہ نصی اجماع کے علم ہو جانے کے بعد مجمع علیہ کا انکار یا مخالفت کیونکہ یہ امور اس امر کی دلیل ہیں کہ تصدیق مفقود ہے پھر انہوں نے ثابت کیا کہ ان امور کی نفی ایمان کے مفہوم کا ایک جزء ہے پس ایمان اس وقت یہ ہو گا تصدیق اور اقرار اور ان امور کی نفی کیونکہ ان امور میں سے بعض تصدیق اور اقرار کے ساتھ بھی متحقق ہوتے ہیں اور ایمان میں اس تعظیم کے اعتبار کرنے کی وجہ سے جو تعظیم استخفاف کے منافی ہو احناف نے کثیر الفاظ اور افعال کے ساتھ آدمی کے کافر ہو جانے کا ذکر فرمایا جو بے پرواہ جری لوگوں سے صادر ہوتے ہیں اس لئے کہ وہ الفاظ اور افعال دین کے استخفاف پر دلالت کرتے ہیں۔ مثلاً عمداً بغیر وضو کے نماز پڑھنا بلکہ ہمیشہ سنت ترک کرنا سنت کے استخفاف کے ساتھ کہ سنت کو نبی کریم ﷺ نے زیادہ کیا ہے (اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں ہے) یا سنت کو قبیح سمجھنا جس طرح کہ ایک آدمی دوسرے آدمی سے دستار کے بعض حصہ کو حلق کے نیچے رکھنے یا مونچھوں کے مونڈانے کو قبیح سمجھتا ہے۔ (۳۵۶/۲)

سنت کا استخفاف کفر ہے جب آدمی کو علم ہو کہ یہ امر سنت ہے: اور سنت کے علم کے باوجود استخفاف کے کفر ہونے کا علم بھی ضروری ہے:

- معلوم ہوا سنت کو قبیح سمجھنا اور سنت کا استخفاف بھی کفر ہے مگر کفر کا فتوی

اس وقت ہو گا جب مستخف اور مستقبح شخص کو علم ہو کہ یہ امر سنت ہے اور اگر اسے کسی ایسے امر کے سنت ہونے علم نہیں تو اسے کافر نہیں کہا جائے گا اور اگر ایک شخص کو ایک امر کے سنت ہونے کا علم ہے مگر اسے سنت کے استقباح اور استخفاف سے کافر ہو جانے کا علم نہیں ہے جس طرح عام جہلاء کا حال ہے تو اس کے کفر میں اختلاف ہے۔

اگر کسی کو کلمہ کفر کے کفر ہونے کا علم نہیں اس کے کفر میں اختلاف ہے:

- اس کی مثال ایسی ہے جیسے کلمۂ کفر کے کہنے والے کو کفر کے کلمۂ ہونے کا علم نہیں ہے اس کے کفر میں بھی اختلاف ہے۔ شامی نے بحر الرائق سے نقل کیا:

ثم قال فی البحر و الحاصل ان من تکلم بکلمة الکفر ھازلا او لاعبا کفر عند الکل و الاعتبار باعتقادہ کما صرح بہ فی الخانیہ و من تکلم بھا مخطئا او مکرھا لا یکفر عند الکل و من تکلم عامدا عالما کفر عند الکل و من تکلم بھا اختیارا جاھلا بانھا کفر ففیہ اختلاف۔اھ۔

(۳۵۸/۶، مکتبہ دار الباز)

ترجمہ: ''صاحب بحر نے بحر الرائق میں کہا اور حاصل یہ ہے بے شک جس شخص نے کفر کا کلمۂ کہا ہزل یا لعب کے طریقہ پر وہ کل علماء کے نزدیک کافر اور اس کے اعتقاد کا اعتبار نہیں کیا جائے گا جیسا کہ خانیہ میں اس کے ساتھ تصریح کی گئی ہے اور جس شخص نے کفر کے کلمۂ کا خطاء یا اکراہاً تلفظ کیا وہ سب علماء کے نزدیک کافر نہیں ہو گا اور جس شخص نے عمداً علم کے ہوتے ہوئے تکلم کیا تو سب کے نزدیک کافر ہے اور جس شخص نے اختیار کے ساتھ کفر کے کلمۂ کے ساتھ تکلم کیا مگر اسے اس کلمۂ کے کفر ہونے کا علم نہیں ہے کہ یہ کفر کا کلمۂ ہے تو اس کے

کفر میں اختلاف ہے۔

- سابقہ تحریروں اور مذکورۃ تفصیل سے معلوم ہوا استخفاف اور استحقار اور استہزاء کی وجہ سے کفر میں سنت متواترۃ کے مرتبہ تک کسی دینی امر کے ساتھ استہزاءاور استحقار اور استخفاف کفر ہے لہٰذا واجب اور فرض میں بطریق اولیٰ کفر ہو گا۔

کفر کا فتویٰ جاری کرنے کے لیے دو شرطیں ضروری ہیں، ایک یہ کہ علم ہو کہ کفر ہے دوم یہ کہ کفر کا ارتکاب اپنے اختیار سے کرے:

- مگر اقوال اور افعال کفریہ میں کفر کا فتوی اور تکفیر جاری کرنے کے لئے دو شرطیں ضروری ہیں: ایک یہ کہ اسے علم ہو کہ یہ قول یا فعل کفر ہے یعنی اسے علم ہو کہ اس قول یا فعل کفریہ سے انسان کافر ہو جاتا ہے دوم یہ کہ اس نے قول یا فعل کا ارتکاب اپنے اختیار کے ساتھ بلا اکراہ اور جبرا اور خطاء نہ کیا ہو۔ لہٰذا مستہزی یا مستحقر یا مستہین کو اگر قول یا فعل کے کفر ہونے کا علم نہیں یا وہ قول یا فعل جبر اور اکراہ یا خطاء سے ہوا ہے تو وہ شخص کافر نہیں ہو گا کیونکہ فعل یا قول کے کفر ہونے کا علم نہ ہو یا اسے ایسے کفری قول اور فعل کے ارتکاب میں کافر ہو جانے کا علم نہ ہو تو ایسی صورت میں علماء کا اختلاف ہے۔

جب تک کسی امر کے کفر ہونے پر مشائخ کا اتفاق نہ ہو اس پر کفر کا فتویٰ نہ دیا جائے:

صاحب بحر نے کہا، میں نے اپنے نفس پر لازم کیا ہے کہ فقہاء کے ذکر کردہ کفریات پر فتویٰ نہ دوں:

- اور اگر کسی قول یا فعل کے کفر ہونے میں علماء کا اختلاف ہو تو کفر کا فتوی نہ دیا جائے کیونکہ در مختار میں ہے:

انه لا یفتی بالکفر منها الا فیما اتفق المشائخ علیه کما

سیجیء قال فی البحر و قد الزمت نفسی ان لا افتی بشیء منھا۔(۳۵۸/۶)

ترجمہ: ’’کتب فقہ میں ذکر کردہ کفریات پر فتوی نہ دیا جائے مگر اس صورت میں جس پر مشائخ کا اتفاق ہو جیسا کہ عنقریب ذکر کیا جائے گا انہوں نے بحر میں کہا ہے میں نے اپنے نفس پر لازم رکھا ہے کہ ان میں سے کسی قول یا فعل پر فتوی نہ دوں۔‘‘

یہی اصول حنفی مذہب کا ہے لہٰذا کفر کا فتوی اس وقت ہو گا جب کسی دینی امر کا استخفاف یا استحقار ایسے قول یا فعل کے ساتھ ہو جس کا کفر ہونا آدمی کو معلوم ہو اور اس قول یا عمل سے کافر ہو جانے کا بھی علم ہو اور اس قول یا عمل کا ارتکاب اختیار کے ساتھ ہو جبر کے ساتھ نہ ہو اور خطاء بھی نہ ہو۔ مثلاً کسی شخص نے قرآن مجید کو نجاست میں پھینکا تو وہ کافر ہو جائے گا لیکن اگر اسے علم نہیں ہے کہ پھینکا ہوا کلام یا یہ نسخہ قرآن مجید یا غیر قرآن ہے یا اسے قرآن مجید کو نجاست میں پھینکنے سے کافر ہو جانے کا علم نہیں ہے یا علم ہونے کے باوجود جبر اور اکراہ کی وجہ سے اس نے نجاست میں پھینکا یا اتفاقاً اس کے ہاتھ سے قرآن مجید نجاست میں گر گیا تو اس پر کفر کا فتوی نہیں دیا جائے گا۔

شامی میں ہے کسی مسلمان کے کفر کا فتویٰ نہ دیا جائے جب اس کا کلام جائز محمل ہو یا اس کے کفر میں اختلاف ہو:

شامی میں مذکور ہے:

’’و الذی تحرر انہ لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن او کان فی کفرہ اختلاف‘‘

ترجمہ: اور وہ جو ثابت ہے وہ یہ کہ کسی مسلم کے کفر کا فتوی نہ دیا جائے جب تک اس کی کلام کو کسی اچھے محمل پر محمول کرنا ممکن ہو یا اس کے

کفر میں اختلاف ہو۔

داڑھی مبارک کو بطور سنت حقیر سمجھنا کفر ہے ورنہ کفر نہیں:

ہمیشہ داڑھی منڈانے والوں پر کفر کا فتویٰ نہ لگایا جائے:

- داڑھی مبارک سرور دو عالم ﷺ کی سنت ہے اگر کسی نے داڑھی کو سنت سمجھ کر حقیر سمجھا اور داڑھی کے متعلق ایسا قول یا فعل قصداً کیا جو حقارت پر دلالت کرتا ہے تو وہ شخص کافر ہے اور داڑھی منڈانا اگر داڑھی کو حقیر سمجھ کر ہو تو یہ کفر ہے اور اگر بطور حقارت نہ ہو تو کفر نہیں ہے گناہ ہے اور ہمیشہ داڑھی منڈانا اور مباحات کی طرح ارتکاب کرنا بغیر حیاء و شرم منڈانے کی پرواہ نہ کرنا جسے استہانت کہتے ہیں کفر ہے یا نہ؟ صحیح یہ ہے کہ اس پر کفر کا فتویٰ نہ دیا جائے کیونکہ معصیت قطعی جس کا معصیت ہونا دلیل قطعی قطعی الدلالت کے ساتھ ثابت ہو اس کی استہانت کفر ہے اور داڑھی مبارک کا ہمیشہ منڈانا ایسی معصیت ہے جس کو استہانت پر محمول کرنا مشکل ہے اگر ہمیشہ داڑھی منڈانے والوں کو کافر قرار دیا جائے تو مسلمانوں کی کثیر تعداد کو کافر کہنا ہوگا گنتی کے لوگ مسلمان قرار پائیں گے۔ مگر یہ نہایت پر خطر معاملہ ہے، حرمین طیبین کے مؤذنوں اور جامعہ ازہر مصر کے علماء کو کافر کہنا لازم آئے گا لہٰذا جو لوگ بلا شرم و حیاء مباحات کی طرح ہمیشہ داڑھی منڈاتے ہیں انہیں ہر وقت توبہ کرنی چاہئے اور کفر سے ڈرنا چاہئے۔ (محمد رفیق حسنی)

اصل کی حرمت سے تصویر کی حرمت کا درجہ کم ہوتا ہے:

تنبیہ: یاد رہے تصویر کی حرمت اصل شی کی حرمت سے کم ہوتی ہے۔ جیسے فقہ کی کتب میں مذکور ہے کہ فرج داخل کی طرف شہوت کی نظر تو حرمتِ مصاہرۃ کی موجب ہوتی ہے لیکن آئینہ میں فرج داخل کی تصویر اور عکس پر نظر پڑنے سے حرمت مصاہرۃ ثابت نہیں ہوتی۔

تصویروں کی بغیر شہوت حرمتِ نظر ساقط ہے:

• معلوم ہوا تصویر کی حرمت اصل شے کی حرمت سے بغیر شہوت نظر کے لحاظ سے بھی کم ہوتی ہے مگر یہاں تو جب بے لباس خواتین کی حرمت نظر بھی ساقط ہے تو ان کی تصاویر کی حرمت کس طرح ساقط نہیں ہوگی اور کس طرح ہم موجود دور کے سارے علماء کو فاسق کہیں اور ان کی اقتداء میں نماز نہ پڑھیں۔

حرمتِ نظر کے سقوط کے لیے حضرت ابو بکر بلخی کا فتویٰ:

• حضرت عمرؓ کی روایت کے بعد صاحب در مختار ایک دوسری روایت اسی مقصد کے لئے نقل کرتے ہیں، کہتے ہیں حضرت عمرؓ کی اسی روایت کی بنیاد پر مشہور صاحبِ تقویٰ فقیہہ حضرت ابو بکر بلخی نے بھی ایسی خواتین کی حرمت نظر کے ساقط ہونے کا قول فرمایا ہے کیونکہ آپ جب نہر کے کنارے گزرتے تھے تو ایسی نیم عریان لباس میں خواتین کے نزدیک سے گزرتے تھے وہاں خواتین ننگے سر ننگے بازو موجود ہوتی تھیں۔ آپ کو کہا گیا: آپ ننگی عورتوں سے کیسے گزرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ان خواتین کی کوئی حرمت نظر نہیں ہے بلکہ ان کے ایمان میں شک ہے۔ گویا وہ عورتیں حربی کافرات جیسی ہیں۔

چنانچہ در مختار میں ہے:

و من هنا قال الفقیه ابوبکر البلخی حین مر بنساء علیٰ شط نهر کاشفات الرؤس و الذراع فقیل له کیف تمر؟ فقال: لا حرمة لهن انما الشك فی ایمانهن کانهن حربیات۔

(ص: ۷،۴۲۳، ماجدیہ)

ترجمہ: ''اسی وجہ سے فقیہہ ابو بکر بلخی نے اس وقت فرمایا: جب آپ نہر کے کنارے ننگے سر اور ننگے بازو والی عورتوں سے گزرے۔ آپ کو کہا گیا: کیسے گزرے ہیں؟ فرمایا کہ: ان عورتوں کے لئے حرمتِ نظر

نہیں ہے بلکہ ان کے ایمان میں شک ہے۔ گویا یہ عورتیں حربیہ کافرات ہیں۔''

یعنی میرا بغیر شہوت ان ننگی خواتین کو دیکھتے گزرنا معصیت نہیں ہے۔

حرمتِ نظر کے سقوط میں علامہ شامی کا فتویٰ:

ابو بکر بلخی کی عبارت کی توضیح میں علامہ شامی فرماتے ہیں:

قوله کانہن حربیات ای فھن فیء مملوکات و الرأس و الزراع لیس بعورة من الرقیق و وجه الاخذ من قول عمر رضی اللہ عنه انه اذا سقطت حرمة النائحة تسقط حرمة ھؤلاء الکاشفات رؤسھن فی ممر الاجانب لما ظھر له من حالھن انھن مستخفات مستھینات ھٰذا سبب مسقط بحرمتھن فافھم۔

یعنی: ''(ابو بکر کا قول گویا کہ وہ عورتیں حربیات ہیں) یعنی وہ عورتیں مملوکہ اور فیئ ہیں اور مملوکہ خواتین کے سر اور بازو عورت نہیں ہوتے یعنی ان کے ننگے سر اور بازو دیکھنا جائز ہوتا ہے۔ وجہٗ استدلال حضرت عمرؓ کے قول سے یہ ہے کہ جب نائحہ کی حرمت نظر ساقط ہے تو ان ننگے سر اور ننگے بازو والی عورتوں کی بطریق اولیٰ حرمت نظر ساقط ہے جو اجنبی مردوں کی گزرگاہوں میں بھی ننگے سر موجود ہوتی ہیں اس لئے ان کے حال سے یہ ظاہر ہے کہ وہ سر اور بازؤں کے ستر اور چھپانے کو خفیف اور ہلکا اور اس دینی امر کو حقیر سمجھتی ہیں یعنی گناہ نہیں سمجھتیں اور یہ عقیدہ حرمت نظر کے لئے مسقط ہے۔''

پھر علامہ شامی فرماتے ہیں:

ثم اعلم انه اذا وصلن الی حال الکفر و صرن مرتدات

فحکمھن ما مر من انھن لا یملکن ما دمن فی دار الاسلام علی ظاھر الروایۃ و اما ما مرّ من انہ لا باس من الافتاء بما فی النوادر من جواز استرقاقھن فذا بالنسبۃ الی ردۃ الزوجۃ للضرورۃ لا مطلقا اذلا ضرورۃ فی غیر الزوجۃ الی الافتاء بالروایۃ الضعیفۃ و لا یلزم من سقوط الحرمۃ و جواز النظر الیھن جواز تملکھن فی دار نالان غایتہ انھن صرن فیئا و لا یلزم من جواز النظر الیھن جواز الاستیلاء و التمتع بھن وطئا و غیرہ لانہ یجوز النظر الی مملوکۃ الغیر و لا یجوز وطئھا بلا عقد نکاح و بھذا ظھر غلط من ینسب نفسہ الی العلم فی زماننا فی زعمہ الباطل ان الزانیات الی یظھرن فی الاسواق بلا احتشام یجوز وطئھن بحکم الاستیلاء فانہ غلط قبیح یکاد ان یکون کفرا حیث یودی الی استباحۃ الزنا و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ترجمہ: ”پھر جب عورتیں کفر کی حالت تک پہنچ جائیں اور مرتدات ہو جائیں پس ان کا حکم وہ ہے جو ظاہر الروایت سے گزر چکا ہے کہ جب تک وہ دار الاسلام میں ہوں گی وہ کسی کی مملوک نہیں ہوں گی اور لیکن جو نوادر کی روایت پر فتویٰ دینے پر لا باس ذکر کیا گیا ہے کہ ان کو لونڈیاں بنانا جائز ہے وہ صرف بیوی کے مرتدۃ ہونے کی صورت میں ضرورت کی وجہ سے ہے۔ ہر عورت کے لئے نہیں ہے کیونکہ زوجہ کے علاوہ دوسری عورتوں میں روایت ضعیفہ پر فتویٰ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

نظر کے جواز سے وطی کا جواز لازم نہیں آتا:

سقوط حرمت نظر اور ان کی طرف نظر کے جواز سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہماری دار

میں ان کو لونڈیاں مملوکہ بنانا جائز ہے کیونکہ انتہائی بات یہ ہے کہ وہ فیء ہوں گی اور ان کی طرف جوازِ نظر سے جواز استیلاءاور جواز تمتع یعنی جواز مجامعت اور بوس و کنار کا جائز ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ غیر کی مملوکہ کو دیکھنا جائز ہے لیکن بغیر نکاح کے اس کے ساتھ وطی جائز نہیں ہے۔

نیم عریان لباس والی عورتوں کا ستر لونڈیوں جیسا ہوگا یعنی پیٹ سے گھٹنوں تک ستر ہوگا باقی جسم کو بغیر شہوۃ دیکھنے میں گناہ نہیں ہوگا:

اس بحث سے اس آدمی کی غلطی واضح ہو گئی جو ہمارے زمانہ میں خود کو علم کی طرف اپنے زعمِ باطل میں منسوب کرتا ہے۔ وہ یہ کہ زانیات جو بازاروں میں بغیر حیاء کے ظاہر ہوتی ہیں ان پر استیلاءاور غلبہ سے وطی جائز ہے کیونکہ یہ فتویٰ غلط ہے قبیح ہے قریب ہے کہ کفر ہو۔ کیونکہ زنا کے مباح ہونے کی طرف معدی ہے:

"لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ"

ترجمہ: نہیں ہے پھرنا گناہوں سے اور نہیں ہے قوت طاعات کی مگر اللہ کے ساتھ جو نہایت بلند و نہایت عظیم ہے۔"

چند اہم امور:

بے حیاء نیم عریان لباس والی عورتیں کافرہ ہوتی ہیں:

اول: اجانب کے سامنے سر اور بازو اور جسم کے دیگر خفیہ حصے ننگے رکھنے والی بے حیاء عورتیں مرتدات اور کافرہ جیسی ہو جاتی ہیں کیونکہ انہوں نے دینی امور اور اسلامی ستر کو معمولی اور ہلکا اور حقیر سمجھا اور قطعی دینی امور کی حقارت سے کفر لازم آتا ہے لہٰذا یہ کافرہ جیسی ہوں گی۔

یورپی ممالک دارالحرب ہیں، حربیہ کافرہ عورتوں کے مکشوفہ اعضاء کی طرف دیکھنے میں گناہ نہیں ہے:

دوم: ان عورتوں کے اعضاء مکشوفہ کو بغیر شہوت دیکھنے میں گناہ نہیں ہے۔ جیسے

حربیہ کافرہ عورتوں کے اعضاء مکشوفہ کو دیکھنے میں گناہ نہیں ہے اور ان کی حرمت نظر ساقط ہے لہٰذا یورپی ممالک کی عریان اجسام کافرات عورتوں کی حرمت نظر بھی ساقط ہے کیونکہ فتاویٰ رضویہ میں مذکور فتاوی کے مطابق یورپی ممالک دارالحرب ہیں وہاں موجود کافرہ عورتیں حربیۃ کافرہ ہیں۔

دارالاسلام میں بے حیاء رقاصائیں اور اجنبی مردوں کی محافل اور ٹی وی وغیرہ پروگراموں میں کام کرنے والی بے لباس عورتوں کا حکم حربیہ کافرہ جیسا ہے:

سوم: دار الاسلام میں سر اور بازو اور دیگر اعضاء ننگے رکھ کر اجانب کے سامنے گزرنے والی اور رقص کرنے والی عورتیں اور کھیلوں اور ریسوں میں شریک اور ٹی وی اور فلمی مناظر اور ڈراموں میں کام کرنے والی اور کمرشل اشتہارات میں ماڈلنگ کرنے والی عورتیں کافرات اور مرتدات ہیں اگر منکوحات ہیں تو ظاہر الروایت پر ان کا نکاح اپنے شوہروں کے ساتھ زجراً قائم ہے اور شوہروں کا ان سے نفع اٹھانا جائز ہے اور غیر شوہر استیلاء اور تغلب سے ان کے ساتھ وطی اور دواعی وطی کے مجاز نہیں ہیں البتہ حربیۃ کافرہ کا حکم یہ ہے کہ اس پر تغلب وطی کے جواز کا سبب ہوتا ہے مگر یہ دارالحرب میں نہیں ہو سکتا ہے۔

چہارم: دارالاسلام میں غیر منکوحہ عریان لباس استعمال کرنے والی عورتیں اور دینی احکام کو حقیر سمجھنے والی عورتیں اگرچہ کافرات ہیں مگر کسی شخص کی لونڈیاں اور مملوکہ نہیں بنیں گی لہٰذا استیلاء اور قبضہ سے ان کا جسم حلال نہیں ہو سکتا۔

علامہ شامی کے زمانے میں موجود کسی علامہ نے ان عورتوں سے جو بازارِ حسن میں زنا کا کاروبار کرتی تھیں اور جسم فروش تھیں، ان کے اجسام سے انتفاع کے جواز کا فتویٰ دے دیا تھا کیونکہ اس عالم نے انہیں مرتدات سمجھ کر استیلاء اور غلبہ سے مملوکہ ہو جانا سمجھا تھا۔

علامہ شامی نے اس فتویٰ کی سختی سے تردید فرمائی، ارشاد فرمایا: جوازِ نظر جوازِ انتفاع کو مستلزم نہیں ہے لہٰذا ایسی عورتوں کے اجسام سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے البتہ نظر جائز ہے۔

حضرت ابو بکر بلخی نے عریان لباس والی عورتوں کو حربیہ کافرہ سے تشبیہ دی:

- علماء اہل سنت نے کسی بھی سنت متواترۃ مشہورۃ کے مرتبہ کے دینی امر کی استہانت اور استخفاف کو بھی کفر کی علامت قرار دیا ہے اور مرتکب کو کافر قرار دیا ہے اگرچہ استہانت اور استخفاف کا ارادہ بھی نہ ہو۔ دینی امر کی استہانت اور استخفاف فعل کے ساتھ ہو یا قول کے ساتھ اس عمل کو کفر کی علامت قرار دیا گیا ہے اور اس میں ارادہ اور بلا ارادہ کی تفریق نہیں فرمائی اس وجہ سے ابو بکر بلخی نے ننگے سر اور ننگے بازؤں والی عورتوں کو حربیہ کافرہ کے ساتھ تشبیہہ دی اور ان کی جانب سے کشف اعضاء کے عمل کو استخفاف اور استہانت قرار دیا اگرچہ ان خواتین کی نیت شاید استہانت اور استخفاف کی نہ ہو۔ شرح عقائد اور ردالمحتار میں قرآن مجید کو نجاست میں پھینکنے کو کفر کی علامت کہا گیا ہے۔

ظہر اور صبح کی سنتوں کا ترک اگر سنتوں کو غیر اہم سمجھنے کی وجہ سے ہو تو یہ کفر ہے:

- اسی طرح جناب رسول اللہ ﷺ کی سنت اور عمل کو سنت جانتے ہوئے تحقیراً ترک کرنے کو کفر کہا گیا ہے۔ فتح القدیر میں مذکور ہے اگر کوئی شخص ظہر کی پہلی چار سنتیں یا بعد کی سنتیں نہیں پڑھتا یا صبح کی سنتیں نہیں پڑھتا اور اس کا نہ پڑھنا سنتوں کو ہلکا اور معمولی اور غیر اہم سمجھنے کی وجہ سے ہے تو وہ کافر ہے۔ فرمایا:

الا ان یستخف فیقول ھٰذا فعل النبی صلی اللہ علیه و سلم و انا لا افعله فحینئذ یکفر و فی النوازل ترك سنن الصلوٰة

الخمس ان لم یرھا حقا کفر۔

(فتح، جلد چہارم، مکتبہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ص: ۴۵۵)

ترجمہ: ''مگر یہ کہ تارک سنن سنتوں کو ہلکا اور معمولی سمجھے اور کہے یہ تو نبی ﷺ کا فعل ہے اور میں یہ نہیں کرتا اس وقت وہ کافر ہو جائے گا اور نوازل میں ہے اگر کوئی شخص پانچوں نمازوں کی سنتیں نہیں پڑھتا، اگر سنتوں کو حق نہیں سمجھتا تو وہ کافر ہے۔''

ریش تراشیدہ اور کاشف الرأس والزراع اگر کشف کو جائز سمجھتی ہیں تو وہ کافر ہیں:

- معلوم ہوا سنتوں کا استخفاف قولاً ہو یا فعلاً ہو، یہ کفر ہے۔ اس سے معلوم ہوا اگر داڑھی منڈانے والا شخص داڑھی کا سنت ہونا جانتا ہے مگر اسے حقیر اور غیر اہم سمجھ کر حق نہیں سمجھتا وہ کافر ہے اور اگر کاشف الرأس والزراع والبطن عورتیں ستر کو حق نہیں سمجھتیں تو وہ بھی کافر ہو جائیں گی۔ قارئین خود غور فرمائیں جو لوگ ستر اسی سال کی عمر تک داڑھی منڈوا رہے ہیں اور اس عمر میں بھی سنت بلکہ واجب داڑھی کو غیر حق اور غیر اہم اور ہلکا سمجھ کر برملا مجالس میں داڑھی منڈاتے ہیں اور شرم محسوس نہیں کرتے، کیا ان کا ایمان باقی ہوگا؟ یہی حال خواتین کا ہے۔

میرے خیال میں بالارادہ ہو تو کفر ہے لہٰذا داڑھی منڈانا اور کشف الرأس بغیر ارادہ استخفاف کفر نہیں ہوگا:

- میرا اپنا خیال یہ ہے کہ فقہاء کرام کا مطلق استخفاف کو بلا ارادہ ہو یا بالارادہ کفر کی علامت قرار دینا زجر اور شدت اور برائی سے روکنے کی بنیاد پر ہے کیونکہ بلا ارادہ استخفاف کے کفر ہونے میں اختلاف ہے اور حقیقت میں استخفاف بالارادہ ہی کفر ہے لہٰذا کاشف الرأس والزراع والبطون خواتین اور کلین شیو مرد اگر بالارادہ

استخفاف کے مرتکب نہیں تو ان پر کفر کا فتویٰ نہیں لگانا چاہئے۔

جس طرح پہلے گزر چکا ہے صاحبِ بحر نے فرمایا فتاوی کی کتب میں علماء احناف نے جن کفریات کا ذکر کیا ہے میں ان میں سے کسی پر کفر کا فتوی جاری نہیں کرتا اور علامہ شامی نے فرمایا کفر کا فتوی اس وقت جاری کیا جائے جب مشائخ اور جملہ علماء کا اس آدمی کے کافر ہو جانے پر اتفاق ہو۔ میرے خیال میں تمام مشائخ کا اتفاق اس آدمی کے کفر پر ہو گا جو خود موجب کفر امر کا اعتقاد رکھتا ہے یا اعتراف کرتا ہے اور بالارادہ ضروریات دین سے کسی امر کا انکار کرتا ہے یا قصداً دین کا استخفاف کرتا ہے ایسا شخص بالاتفاق کافر اور مرتد ہے اس پر ارتداد کے سارے احکام نافذ ہوں گے کہ اگر وہ مرد ہے تو رجوع کرنے کے لئے اسے بار بار کہا جائے اگر نہ مانے تو اسے قتل کر دیا جائے اور اس کا نکاح فسخ ہو جائے گا اور اس کے اعمال صالحہ باطل ہو جائیں گے اور اگر وہ شخص دار الحرب چلا جائے تو اس کو میت قرار دے کر اس کی جائیداد بھی وارثوں میں تقسیم کر دی جائے گی۔

- اور اگر ارتداد کی مرتکب عورت ہے تو اسے کفر سے رجوع کرنے کے لئے کہا جائے گا اگر رجوع نہ کرے تو اسے جیل بھیج دیا جائے گا اور اس کا نکاح فسخ ہو جائے گا۔ اگر وہ عورت دار الحرب چلی جائے تو اس کی جائیداد تقسیم کر دی جائے گی اگر اس عورت پر حرب اور قتال میں کسی مسلمان کا تغلب ہو جائے تو اس کو لونڈی قرار دیا جائے گا۔

اگر کسی آدمی کے کفر میں اختلاف ہو تو کفر کا فتویٰ نہ دیا جائے:

- اگر کسی آدمی کے کافر ہو جانے میں ائمہ کے اقوال مختلف ہوں بعض علماء کے نزدیک وہ کافر ہو اور بعض کے نزدیک وہ کافر نہ ہو تو اس آدمی کے حق میں صرف تجدید ایمان اور تجدید نکاح کا فتوی جاری کیا جا سکتا ہے اور وہ بھی احتیاط ہے جیسا کہ در مختار میں مذکور ہے اس کے قتل اور اس کی جائیداد کی تقسیم کا حکم نہیں دیا

جائے گا۔

• ہم نے داڑھی اور عریانی کے متعلق مسائل میں شدت کو اس لئے اختیار کیا ہے تاکہ لوگ داڑھی منڈانے اور خواتین عریان لباس استعمال کرنے سے پرہیز کریں۔

گواہوں سے کفر ثابت ہو مگر آدمی انکار کرے اسے قتل نہیں کیا جائے گا:

• اگر کسی مسلمان کے مرتد ہو جانے پر گواہ موجود ہوں اور قاضی کے سامنے گواہی دیں مگر وہ شخص انکار کر دے اور کہے کہ میں نے کفر کا ارتکاب نہیں کیا تو اسے قتل نہ کیا جائے کیونکہ قتل کے حق میں اس آدمی کا انکار توبہ اور رجوع کے قائم مقام ہے مگر منکر کے لئے دوسرے احکام ثابت ہو جائیں گے کیونکہ گواہ موجود ہیں یعنی اس کے اعمالِ حسنہ کا باطل ہو جانا اور اس کے اوقاف کا باطل ہو جانا اور اس کی بیوی کا بائن اور حرام ہو جانا ثابت ہو جائیں گے۔

مختلف فیہ کفر میں احتیاطاً تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح ہوتا ہے:

• اور ہر وہ کفر جس کے کفر ہونے پر علماء کا اتفاق ہے وہ کفر عمل اور نکاح کو باطل کر دیتا ہے اور ارتداد کے بعد اس کی اولاد زنا کی اولاد ہو گی اور ہر وہ کفر جس کے کفر میں اختلاف ہے اس میں مرتکب کو استغفار کا اور تجدید اسلام (توبہ) اور تجدید نکاح کا کہا جائے گا لیکن یہ احتیاط ہے کہ اس کا نکاح دوبارہ کر لیا جائے یعنی اسے مفتی کہے کہ دوبارہ نکاح کر لو تاکہ تیرے لئے بالاتفاق وطی حلال ہو جائے مگر قاضی فسخ نکاح کا حکم نہ دے اور یہ پہلے گزر چکا ہے کہ یہ تخفیف اس وقت مرتکب کو پہنچے گی جب اس کا کفر کسی ضعیف ترین روایت کے مطابق کفر نہ بنتا ہو اگرچہ وہ ضعیف روایت دوسرے مذہب میں ہو۔

در مختار میں ہے:

ما یکون کفرا اتفاقا یبطل العمل و النکاح و اولادہ اولاد

زنا و ما فیه خلاف یؤمر بالاستغفار و التوبة و تجدید النکاح۔(۳۹۱/۲)

ترجمہ: ''اور وہ جو کفر بالاتفاق ہے وہ عمل اور نکاح کو باطل کر دیتا ہے اور اس کی اولاد زنا کی اولاد ہو گی اور وہ کفر جس کے کفر ہونے میں علماء کا اختلاف ہے اس میں مرتکب کو استغفار اور توبہ اور تجدید نکاح کا حکم کیا جائے۔''

فقہاء کرام کی عبارتوں سے معلوم ہوا کہ کسی پر کفر کا فتوی لگانے میں جلدی نہ کی جائے اور کفر کے قول یا فعل کو اچھی طرح دیکھ لیا جائے کہ اس کا کفر ہونا بالاتفاق ہے یا اس میں علماء کا اختلاف ہے اس کے بعد انکوائری اور تفتیش کے مطابق فتوی جاری کیا جائے۔

پنجم: دار الحروب میں مسلمان کہلانے والی خواتین اگر نفس الامر میں مرتدات ہیں اگر وہ کسی کے نکاح میں تھیں، استیلاء اور غلبہ کی صورت میں ان کا مالک ان کا شوہر ہو گا اور اس کی بیوی اس کے لئے لونڈی کی طرح حلال ہو گی اور غیر منکوحہ خواتین اگر نفس الامر میں مرتدات ہو چکی ہیں تو حربی کافرات کی طرح ان پر استیلاء اور تغلب ان کے مملوکہ ہو جانے کا باعث ہو گا یا نہ؟ تحقیق یہ ہے کہ کافرہ یا مرتدہ حربیہ کے ساتھ مباشرت جائز نہیں، جوازِ وطی کے لیے نکاح یا ملکِ یمین شرط ہے اور ملک یمین جہاد کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ اور ان کے اجسام سے غلبہ پانے والوں کا انتفاع جائز ہو گا یا نہ؟ اس کی تصریح موجود ہے کہ استیلاء اور تغلب کا مفہوم اس کا مملوکہ ہونا ہے اور مملوکہ ہونا بغیر جہاد متصور نہیں ہو سکتا۔''

مرتد کے دوبارہ اسلام میں داخل ہونے کا حکم:

فتاویٰ مصطفویہ، ص ۹۶ پر ہے: یہ گمان نہ کریں اور اس گھمنڈ میں نہ رہیں

کہ کلمہ کفر ایک بار زبان سے یا قلم سے نکل گیا اس کے بعد ہزار بار کلمہ پڑھا ہے اب تک وہ کفر باقی رہ گیا۔ ہاں ایسا ہی باقی ہے اگرچہ بے شمار کلمہ پڑھا ہو اور روزانہ دانے کی تسبیح گھمائی ہو جب بھی تاوقتیکہ اپنے ان کفریات سے توبہ نہ کرو، رجوع نہ لاؤ، ہر گز کچھ مفید نہیں۔ میں (رفیق حسنی) کہتا ہوں مگر شامی باب المرتد میں ہے کہ تجدید ایمان کی نیت سے کلمۂ شہادت پڑھنے والا آدمی مسلمان ہو جاتا ہے کیونکہ تجدید کی نیت ہی توبہ ہے اور دوبارہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ نبر اس میں ہے:

و لا یکفیه الاتیان بکلمة الشهادة علی حسب العادة ما لم یقصد تجدید الایمان۔(۵۷۱)

ترجمہ: ''حسبِ عادۃ کلمہ شہادۃ پڑھنا اس کو کافی نہیں جب تک وہ کلمۂ شہادۃ سے تجدید ایمان کا ارادہ نہ کرے۔''

مرتدات اور مرتد آدمی جب تک تجدیدِ ایمان اور کلمۂ کفر سے توبہ نہ کرے اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی:

ششم: مرتد آدمی اور مرتدات عورتیں صرف کلمہ پڑھ لینے سے دوبارہ مسلمان نہیں ہو جاتیں جب تک تجدید ایمان کی نیت سے کلمۂ نہ پڑھیں اور باعث ارتداد عمل سے توبہ نہ کریں۔ اور تجدید ایمان کی نیت سے جب تک ایمان مفصل اور کلمہ شہادت پڑھ کر توبہ نہ کرلیں ان کی توبہ قبول نہیں ہو گی۔

صرف ''لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ'' کہنے سے انسان مسلمان نہیں ہوتا:

شامی میں نکاح کافر کے باب کے آخر میں کافی سے منقول ہے:

و فی سیر احکام الصغار ان قوله یعقل الاسلام یعنی صفة الاسلام یدل علی ان من قال لا اله الا الله لا یکون مسلما حتی یعلم صفة الایمان و کذالك اذا اشتری جاریة و

استوصفها الاسلام فلم تعلم لا تکون مومنۃ و صفۃ الایمان ما ذکرہ فی حدیث جبرئیل علیہ السلام ان یؤمن باللہ و ملئکتہ و کتبہ و رسلہ و الیوم الآخر و البعث بعد الموت و القدر خیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ۔

(ص: ۳۷۷، ج ۴، مکتبہ دار الباز)

ترجمہ: ''احکام الصغار کے باب سیر میں ہے کہ اس کا قول ''یعقل الاسلام'' سے مراد ''صفۃ الاسلام'' دلالت کرتا ہے کہ وہ شخص جس نے صرف لا الہٰ الا اللہ کہہ دیا وہ مسلمان نہیں ہوگا جب تک ایمان کی صفت کا اسے علم نہ ہو، اسی طرح اگر کسی نے لونڈی خریدی اور اس سے اسلام کی صفت پوچھی گئی اور وہ نہیں جانتی تھی تو وہ مؤمنۃ نہیں ہوگی اور ایمان کی صفت وہ ہے جس کو حدیث جبرئیل علیہ السلام میں ذکر کیا گیا ہے وہ یہ کہ تو ایمان لائے اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ اور اس کے رسولوں اور اس کی کتابوں اور یوم آخرت اور موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور خیر اور شر اللہ تعالیٰ کی جانب سے مقدر ہونے کے ساتھ۔''

توبہ کرانے والے عالم پر لازم ہے مذکورہ اجزاءِ ایمان کی تائب کو تفصیل سمجھائے۔ کفریہ قول یا عمل سے توبہ کے بعد ہی کلمہ شہادۃ اور ایمان مفصل کی وجہ سے مرتد کو مسلمان سمجھا جائے گا اور اس پورے عمل سے ایمان کی تجدید ہو جائے گی لیکن تجدید نکاح کے لئے مشائخ بخارا یا مشائخ بلخ کے فتویٰ پر عمل کیا جائے اور تنویر الابصار کے مصنف نوادر کی روایت پر ہی فتویٰ قابلِ عمل قرار دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

و من تصفح احوال نساء زماننا و ما یقع منھن من موجبات

الردۃ مکررا فی کل یوم لم یتوقف فی الافتاء بروایۃ النوادر۔
(۳۶۸/۴، مکتبہ دارالباز)

ترجمہ: ''جس شخص نے ہمارے زمانہ کی عورتوں کے احوال کا تتبع کیا اور ان عورتوں سے ردۃ اور کفر کے اسباب اور موجبات کا جو ان سے واقع ہوتے ہیں، روزانہ بار بار تکرار ہوتے دیکھا وہ نوادر کی روایت پر فتویٰ دینے میں توقف نہیں کرے گا۔''

حاصل بحث:

• حاصل بحث کہ خواتین کی عریانی اور دیگر احوال جو تین چار سو سال پہلے تھے ان کو دیکھ کر اس وقت کے علماء نے اپنے زمانے کی عورتوں کو مثل مرتدات اور لونڈیاں قرار دیا تھا لیکن آج ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۰۰۸ء ہے۔ اگر ماضی کے علماء ہمارے زمانہ کی آدھی ننگی عورتوں کے حالات کو دیکھتے تو معلوم نہیں وہ کیا فتوی لگاتے؟ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (رفیق حسنی)

موجودہ دور کی عورتوں کا المیہ:

موجودہ دور کی خواتین میں دین کا علم باقی نہیں رہا:

احتیاطاً آج کل دلہن اور دولھے کو ایمان مفصل اور کلمۂ شہادت پڑھا کر نکاح کیا جائے:

موجودہ دور میں علم دین اٹھالیا گیا ہے خصوصاً خواتین علم سے بے خبر ہو گئیں اور پھر اعلیٰ طبقہ اور ادنیٰ طبقہ کی خواتین خصوصاً دین کے بنیادی ارکان سے بھی لاعلم ہیں۔ اعلیٰ طبقہ کے گھرانوں کے بچے یورپی ممالک میں نرسری سے لے کر ایم-اے تک علم حاصل کرتے ہیں وہاں یورپی تہذیب اور دنیاوی علوم کی وجہ سے مسلمانوں کے بچے دین سے بے خبر رہتے ہیں اور ادنیٰ طبقات اور غریب ترین لوگوں کے بچے خصوصاً لڑکیاں علم حاصل کرنے سے عاجز ہوتی ہیں صرف

متوسط طبقہ کی کچھ عورتیں علم دین سے واقف ہوتی ہیں اس لئے ہمارے علماء نے فرمایا: نکاح کے وقت زوجین کو کلمہ شہادۃ اور ایمان مفصل کے اجزاء بتائے جائیں اور ان کا اقرار کرایا جائے پھر نکاح پڑھایا جائے تاکہ تجدید ایمان کے بعد نکاح ہو۔

در مختار میں مذکور ہے: اگر مسلمان کہلانے والی لڑکی بالغ ہوئی اور اسلام کی صفت بیان نہیں کر سکتی۔ مثلاً اس لڑکی سے پوچھا گیا: اللہ اور اس کے فرشتے اور اس کے رسولوں اور اس کی کتابوں اور یوم آخرت اور تقدیر کہ خیر اور شر اللہ کی جانب سے ہے اور محمد ﷺ کے خاتم الرسل اور آخری رسول ہونے کے ساتھ ایمان اور تصدیق اسلام ہے یا نہیں؟ اور لڑکی کہتی ہے: میں نہیں جانتی۔ یا صرف پوچھا جاتا ہے: اسلام کیا ہے؟ وہ کہتی ہے: میں نہیں جانتی۔ تو وہ کافرہ ہے کیونکہ بلوغ سے پہلے تو ابوین کی تبعیۃ میں وہ مسلمان تھی لیکن بلوغ کے بعد اس پر فرض ہے کہ وہ اسلام کو سمجھ کر اس کا اقرار کرے۔ ابوین کی تبعیۃ ختم ہو گئی۔

لڑکی یا لڑکا اگر بلوغ کے بعد اسلام کے بنیادی ارکان نہ بتا سکے تو وہ کافر ہے:

جو لڑکی اسلام کی صفات بیان نہیں کر سکتی اس کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے:

- لہٰذا نکاح کے وقت اگر لڑکی یا لڑکا اسلام کی صفت بیان نہیں کر سکتے تو ان کا نکاح فسخ ہو جائے گا۔ جیسے مرتدۃ کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے اور دخول سے پہلے فسخ ہونے میں مہر ساقط ہو جائے گا۔

شامی میں کافی سے منقول ہے:

و کذالك الصغيرة المسلمة اذا بلغت عاقلة و هی لا تعقل الاسلام و لا تصفه و هی غير معتوهة بانت من زوجها (الیٰ) و يجب ان يذكر الله تعالیٰ بجميع صفاته عندها و يقال له هو كذالك فان قالت نعم، حكم باسلامها و ان قالت اعرفه و اقدر علی وصفه و لا اصفه بانت و لو قالت لا اقدر علیٰ وصفه

اختلف فیه ولو عقلت الاسلام ولم تصفه لم تبن اھ

(۴۳۱، ج ۲، مکتبہ ماجدیہ)

ترجمہ: ''صغیرہ نصرانیہ کی طرح صغیرہ مسلمہ جب بالغہ عاقلہ ہے مجنونہ نہیں اور یہ اسلام کو نہیں جانتی اور نہ اس کو بیان کرتی ہے تو وہ اپنے شوہر سے بائن ہو جائے گی (الی) اور واجب ہے کہ اس لڑکی منکوحہ کے سامنے اللہ تعالیٰ کا تمام صفات کے ساتھ ذکر کیا جائے (تمام صفات سے مراد مفصل اجزاء ہیں) اور کہا جائے کیا اللہ تعالیٰ اس طرح ہے؟ پس اگر وہ کہے ہاں تو اس کے اسلام کا حکم کیا جائے اور اگر وہ کہے اللہ تعالیٰ کو جمیع صفات کے ساتھ سمجھتی ہوں اور بیان بھی کر سکتی ہوں لیکن بیان نہیں کرتی تو بھی وہ شوہر سے بائن ہو جائے گی اور اگر کہتی ہے میں بیان کرنے پر قادر نہیں تو اس کے نکاح قائم رہنے یا نہ رہنے میں اختلاف ہے اور اگر منکوحہ بالغہ لڑکی اسلام کو سمجھتی ہے لیکن بیان نہیں کر سکتی تو وہ بائن نہیں ہوگی کیونکہ مسلمان ہے۔''

موجودہ دور نہایت مادی ترقی کا دور ہے لیکن جس نسبت سے مادی ترقی رو بکمال ہے اسی نسبت سے دینی تنزل اور زوال ہے۔ میرے خیال میں مسلمان گھرانوں خصوصاً بڑے گھرانوں اور بالکل تنگدست برادریوں کی لڑکیاں اسلام کے ذکر کردہ معیار پر پوری نہیں اترتیں شاید ان کے نکاح فاسد ہوں اور ان کی اولادیں صحیح النسب نہ ہوں۔ نسب کی طہارت اور عدم طہارت کا اولاد پر اثر شرعاً مسلم ہے یہی وجہ ہے کہ آج نہایت متقی اولیاء اور علماء پیدا نہیں ہو رہے ہیں۔

بھکر کے دیہاتوں میں نکاح کا طریقہ صحیح تھا:

- جب ہم گاؤں حافظ آباد ضلع بھکر میں مقیم تھے، گھروں میں شادی سے پہلے بچوں کو خصوصاً لڑکیوں کو اسلامی عقائد بتائے جاتے تھے اور ایمان مجمل اور

مفصل یاد کرایا جاتا تھا پھر نکاح کے ایام میں خصوصاً اس کا انتظام ہوتا تھا اور نکاح پڑھانے والا ایجاب و قبول اور خطبہ سے پہلے کلمہ شہادۃ اور ایمان مجمل اور مفصل ترجمہ کے ساتھ دولہا اور دلہن کے وکیل سے کہلواتا تھا۔ خطبہ اور ایجاب و قبول ہوتا تھا اس رواج کی وجہ شاید ہمارے قدیم علماء کی تبلیغ تھی تاکہ نکاح صحیح ہو جائے۔

اب ہم کراچی میں مقیم ہیں، یہاں بارہا نکاح پڑھانے والوں کو دیکھنے کا موقعہ ملا۔ یہاں صرف خطبہ کے بعد ایجاب و قبول کرادیا جاتا ہے حالانکہ اس دور میں خصوصاً بڑے شہروں میں فریقین کو کلمہ شہادۃ اور ایمان مجمل اور مفصل کہلوانے کی زیادہ ضرورت ہے۔ تجربہ سے معلوم ہوا کہ بعض گریجویٹ لڑکے اور لڑکیاں بھی اسلام کے بنیادی تصور سے خالی ہوتے ہیں۔ اسلام سرورِ دو عالم ﷺ کی تصدیق کا نام ہے لہٰذا احتیاطاً شہری خطیبوں کو دیہاتی خطیبوں کی طرح نکاح پڑھانا چاہئے۔ وما توفیقی الا باللہ۔ (رفیق حسنی)

قادیانیوں کے احکام:

اگر قادیانی میاں بیوی بیک وقت مسلمان نہ ہوں تو نکاح دوبارہ پڑھانا ہوگا:

اگر میاں بیوی سے ایک مسلمان ہو اس کے بچے مسلمان سمجھے جائیں گے:

اگر مرتد اور مرتدۃ قادیانی میاں بیوی دونوں بیک وقت مسلمان ہو جائیں اور دونوں مرتد بھی ایک وقت میں ہوئے تھے تو ان کا نکاح قائم رہے گا اور اگر ان میں سے ایک اسلام قبول کرلے اور دوسرا قبول نہ کرے یا دوسرا بعد میں اسلام قبول کرے تو ان کا سابق نکاح فاسد ہو جائے گا دونوں کے اسلام کے بعد دوبارہ نکاح کرنا ہوگا اور اگر مسلم اور غیر مسلم میاں بیوی کے درمیان تفریق ہوگئی اگر دونوں ایک دار میں ہیں تو ان کے نابالغ بچے عاقل ہوں یا غیر عاقل خیر الابوین کی تبعیۃ میں مسلمان سمجھے جائیں گے اور ان کے لئے مسلمانوں کے احکام جاری

کئے جائیں گے اگر غیر مسلم ماں یا باپ دارالحرب چلا گیا اگر ان کے بچے دارالاسلام میں مسلمان ہو جانے والے فریق کے ساتھ ہیں تو مسلمان سمجھے جائیں گے اور اگر عاقلہ لڑکی یا عاقل لڑکا اسلام سے صراحۃً انکار کر دے یا کفر کا اظہار کرے تو اس کو کافر سمجھا جائے گا۔ کیونکہ عاقل نابالغ لڑکے اور لڑکی کا کفر اور اسلام دونوں معتبر ہوتے ہیں۔ اگر کوئی مسلمان کافرہ عورت کے ساتھ زنا کرے تو زنا سے مولود لڑکی یا لڑکا نابالغ ہونے تک مسلمان متصور ہوں گے۔ اسلام اور کفر کے اعتبار سے ولد الزنا کا حکم صحیح النسب اولاد کی طرح ہوتا ہے کہ ان کو خیر الابوین کی تبعیت میں مسلمان سمجھا جائے گا۔

قبولِ اسلام سے اباء اور انکار کا حکم:

زوجین میں سے اگر کوئی فرد مسلمان ہو جائے تو دوسرے کو اسلام کی دعوت دی جائے گی، اگر دوسرے فرد نے انکار کر دیا تو نکاح فسخ ہو جائے گا مگر بیوی کے لیے عدت لازمی ہو گی:

اگر کافر زوجین میں سے کوئی ایک فرد اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مسلمان ہو جائے اور دونوں اہل کتاب سے ہوں اگر شوہر مسلمان ہو جائے تو نکاح قائم رہے گا کیونکہ مسلمان مرد کا کتابیہ کے ساتھ نکاح جائز ہے۔ اگر بیوی مسلمان ہو جائے تو شوہر کو اسلام کی دعوت دی جائے گی۔ اگر شوہر بھی مسلمان ہو جائے تو نکاح قائم رہے گا اور اگر انکار کر دے تو دو مرتبہ پھر اسے اسلام کی دعوت دی جائے گی مگر پھر بھی انکار کر دے تو تفریق کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر دونوں زوجین غیر کتابی کافر تھے اور ان میں سے ایک مسلمان ہو گیا تو دوسرے کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جائے گی۔ اگر وہ اسلام لانے سے انکار کر دے یا خاموش رہے تو احتیاطاً تین مرتبہ اس کو اسلام قبول کرنے کے لئے کہا جائے گا پھر بھی وہ خاموش رہے اور اسلام قبول نہ کرے، دونوں صورتوں میں

قاضی اسلام سے انکار کی وجہ سے تفریق کردے۔ شوہر کے انکار کی صورت میں یہ تفریق طلاق بائن ہوگی اور بیوی کے انکار کی صورت میں یہ تفریق فسخ ہوگی۔ قاضی کے فیصلہ تفریق سے پہلے تک نکاح قائم رہے گا، تفریق کے فیصلہ کے بعد مدخولہ کے لئے عدت شروع ہوگی اور عدت ختم ہونے پر مدخولہ دوسری جگہ نکاح کرسکے گی۔

غیر مسلم منکوحہ کے نکاح ختم ہوتے ہی عورت کا دوسرے مسلمان سے نکاح جائز نہیں ہے:

پاکستان میں بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی غیر مسلم کی مدخولہ بیوی اسلام قبول کرلیتی ہے۔ مولوی حضرات کلمہ پڑھانے کے بعد فوراً کسی مسلمان سے ان کا نکاح کردیتے ہیں حالانکہ اس طرح دوسرا نکاح منعقد نہیں ہوتا کیونکہ عورت کے اسلام لانے کے بعد اس کے شوہر کو بلا کر اسلام کی دعوت دی جائے اور اسے بتایا جائے کہ اگر آپ اسلام قبول نہیں کریں گے تو آپ کی بیوی کو طلاق ہوجائے گی۔ اگر شوہر بھی اسلام قبول کرلے تو نکاح باقی رہے گا اگر وہ انکار کردے تو قاضی تفریق کا فیصلہ کرے گا۔ اگر شرعی قاضی میسر نہ ہو تو فریقین کا متفقہ حکم فیصلہ کرے گا ورنہ نکاح فسخ نہیں ہوگا۔

شامی میں ہے: ''و ما لم یفرق القاضی فھی زوجته'' جب تک قاضی تفریق نہ کرے وہ اس کی زوجہ ہے اگر تفریق کا فیصلہ دارالاسلام میں ہے تو عدت گزارنا لازم ہے۔ عدت کے بعد دوسری جگہ اس نو مسلمہ کا نکاح ہو سکتا ہے۔

در مختار میں ہے ''التفریق بینھما طلاق ینقص العدد لو ابی لا لو ابت'' یعنی قاضی کی تفریق طلاق شمار ہوگی جس سے طلاق کا عدد کم ہوجائے گا۔ (آئندہ شوہر کو دوبارہ نکاح کے بعد دو طلاق کا حق ہوگا۔) یہ حکم اس وقت ہے

اگر شوہر نے اسلام سے انکار کیا ہے اور اگر بیوی اسلام لانے سے انکار کرے تو تفریق فسخ ہوگی کیونکہ طلاق عورتوں کی طرف سے نہیں ہوتی۔ علامہ شامی نے بحر الرائق سے تفریق کو طلاق کہنے پر مذکورہ عبارت سے مفہوم شدہ چند اشارات ذکر کئے ہیں۔ فرمایا:

اشار بالطلاق الی وجوب العدۃ علیھا ان کان دخل بھا لان المرأۃ ان کانت مسلمۃ فقد التزمت احکام الاسلام و من حکمہ وجوب العدۃ و ان کانت کافرۃ و لم تعتقد وجوبھا فالزوج مسلم و العدۃ حقہ و حقنا لا تبطل بدیانتھم (الیٰ) و اشار ایضا الی وقوع طلاقہ علیھا ما دامت فی العدۃ۔ اھ

ترجمہ: ”مصنف نے طلاق کے لفظ سے عدت کے وجوب کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اگر وہ مدخولہ ہے کیونکہ اگر بیوی مسلمان ہے تو اس نے اسلام کے احکام کے قبول کرنے کا التزام کیا ہے اور ان احکام سے وجوب عدت بھی ہے اور اگر کافرہ ہے اور عدت کے وجوب کا اعتقاد نہیں رکھتی پس زوج مسلم ہے اور عدت اس کا حق ہے اور ہمارے حقوق ان کافروں کے دین سے باطل نہیں ہوتے لہٰذا پھر بھی عدت ہوگی نیز مصنف نے اشارہ کیا کہ جب تک موصوفہ عدت میں ہوگی اس پر طلاق واقع ہو سکتی ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ ہر فسخ کی عدت میں طلاق واقع نہیں ہوتی لیکن ارتداد اور اباء احد الزوجین میں قاضی کی تفریق سے فسخِ نکاح کی عدت میں طلاق واقع ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کافر زوجین میں سے اگر عورت مسلمان ہو تو اس پر عدت لازم ہے اس کا دوسری جگہ فوراً نکاح باطل ہوگا۔“

شامی کی ایک عبارت سے وہم ہوتا ہے کہ کافر کی مطلقاً عدت نہیں ہوتی جس

کو فتاویٰ رضویہ میں بھی نقل کیا گیا ہے، وہ عبارت یہ ہے:

ظاھرہ انہ لا عدۃ من الکافر عند الامام اصلاً و الیہ ذھب بعض المشائخ فلا تثبت الرجعۃ للزوج بمجرد طلاقھا ۔۔الخ

یعنی: ”امام ابو حنیفہ کے نزدیک کافر سے عدت بالکل نہیں ہوتی اور بعض مشائخ اسی طرف گئے ہیں لہٰذا زوج کو فقط ایک طلاق کے بعد بھی رجوع کا حق نہیں ہوگا۔“

شامی کی عبات کی توضیح:

اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کافر اپنی کافرہ بیوی کو طلاق دے دے اور دوسرا کافر عدت میں اس کافرہ سے نکاح کرے تو امام صاحب کے نزدیک دوسرا نکاح صحیح ہے۔ آپ کے نزدیک کافر کی عدت دوسرے کافر کے حق میں نہیں ہوتی۔ آپ کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ زوجین کافر ہیں عدت حق شریعت کی وجہ سے تو واجب نہیں ہوسکتی کیونکہ کافر شریعت کے فروعی احکام کے ساتھ مکلف نہیں ہوتے اور حق زوج کی وجہ سے بھی واجب نہیں ہوسکتی کیونکہ کافر عدت کے وجوب کا اعتقاد نہیں رکھتا۔ ہمیں حکم ہے کہ ان کے دین میں مداخلت نہ کریں۔ اس عبارت سے جس صورت کا حکم بیان ہوا ہے وہ یہ ہے کہ طلاق کی عدت جبکہ زوجین کافر ہوں اس صورت میں امام صاحب اور صاحبین اور امام زفر کا اختلاف ہے۔ امام اعظم کے نزدیک دوسرے کافر کا نکاح جس نے پہلے کافر کی عدت میں نکاح کیا، نکاح صحیح ہے۔ لہٰذا دوسرا کافر اور اس کی بیوی اگر مسلمان ہوجائیں تو تجدید نکاح کی ضرورت نہیں ہوگی لیکن اصحابِ ثلثہ کے نزدیک پہلے کافر کی عدت میں کیا گیا دوسرا نکاح باطل تھا اس لئے اسلام لانے کے بعد دونوں کا دوبارہ نکاح ہوگا۔ اس صورت کا تفریق والی صورت سے تعلق نہیں ہے۔ چونکہ مطلقہ کی عدت نہیں تھی اس لئے اس کا کافر شوہر رجوع بھی نہیں کرسکتا۔

• زوجین میں سے ایک کے اسلام لانے پر تفریق کی صورت میں چونکہ زوجین میں سے ایک فریق مسلمان ہوتا ہے اس لئے حق شرع کی وجہ سے یا حق مسلم کی وجہ سے بیوی پر عدت لازم ہوگی۔ فتاویٰ رضویہ کی عبارت سے ہمارے دور کے بعض علماء کو غلط فہمی ہوئی، انہوں نے کافر شوہر کی زوجہ کے اسلام لانے کے بعد فوراً دوسرے مسلمان سے نکاح کرنے کو جائز سمجھ لیا اور دونوں صورتوں میں فرق نہیں سمجھا۔ فتاویٰ رضویہ میں اگرچہ کافر کے طلاق دے دینے کی صورت کا ذکر ہے لیکن اس صورت میں ہے کہ طلاق ہونے کے بعد عورت فوراً مسلمان ہوگئی ہو اس پر عدت واجب ہے یا نہیں؟ میرے خیال میں اس پر عدت واجب ہونی چاہئے کیونکہ مسلمان ہونے سے طلاق شدہ عورت نے اسلام کے تمام احکام پر عمل کرنے کا التزام کیا ہے اور عدت بھی اسلامی حکم ہے لہٰذا اس پر عدت لازم ہونی چاہئے لیکن اعلیٰ حضرت نے فرمایا: اس پر عدت نہیں ہے۔ ہم بحرالرائق سے نقل شدہ عبارت کا حوالہ نقل کر چکے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فقیر محمد رفیق حسنی عفی عنہ)

• اگر کافر نابالغ لڑکے کی منکوحہ بیوی مسلمان ہو جائے، بیوی بالغہ ہو یا صرف عاقلہ، اس کا شوہر اگر ابھی تک عاقل نہیں تو اس کے عاقل ممیز یعنی اسلام اور کفر کے فرق کو سمجھنے والا ہونے تک انتظار کیا جائے۔ جب عاقل ہو جائے اس پر اسلام پیش کیا جائے اور اگر بیوی کے اسلام کے وقت نابالغ شوہر عاقل ممیز ہے تو انتظار کی ضرورت نہیں فوراً اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جائے۔ دونوں صورتوں میں اگر اسلام قبول کرلے تو نکاح باقی اگر اسلام قبول کرنے سے انکار کردے تو قاضی تفریق کا فیصلہ کردے اور مدخولہ بیوی کے لئے عدت ضروری ہے عدت کے بعد دوسری جگہ نکاح ہو سکے گا۔

اگر زوجین کافر تھے اور دونوں مسلمان ہوگئے اگر وہ دونوں ایک دوسرے

کے محرم تھے تو ان میں تفریق کر دی جائے اور اگر غیر محرم تھے لیکن ان کے نکاح میں نکاح کی شرطوں کا اعتبار نہیں کیا گیا تھا۔ مثلاً گواہ نہیں تھے یا کافر کی عدت میں نکاح ہوا تھا اور وہ جس دین پر تھے اس میں یہ جائز تھا تو اسلام لانے کے بعد بھی وہ نکاح قائم رہے گا، تجدید نکاح کی ضرورت نہیں ہے ورنہ تجدید نکاح ضروری ہے۔

و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین

خاک پائے اہلِ ایمان
محمد رفیق حسنی
غفر لہ اللہ القوی الغنی

مہر کا بیان

- ☆ مہر کے مسائل
- ☆ مہر شرعی کی مقدار کا بیان
- ☆ مختلف کرنسیوں میں مہر کے احکام
- ☆ کل مہر کے مؤکد ہو جانے کی صورتیں
- ☆ مہر تعجیل یا تاجیل کے احکام

مہر کے متعلق آیات اور احادیث

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْھُنَّ أَوْ تَفْرِضُوْا لَھُنَّ فَرِیْضَةً وَمَتِّعُوْھُنَّ عَلَی الْمُوْسِعِ قَدَرُہٗ وَعَلَی الْمُقْتِرِ قَدَرُہٗ مَتَاعاً بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَی الْمُحْسِنِیْنَ o وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْھُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوْھُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَھُنَّ فَرِیْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلاَّ أَنْ یَعْفُوْنَ أَوْ یَعْفُوَ الَّذِیْ بِیَدِہٖ عُقْدَةُ النِّکَاحِ وَأَنْ تَعْفُوْا أَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی وَلاَ تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَیْنَکُمْ اِنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ o (بقرۃ: ۲۳۶-۲۳۷)

ترجمہ: ”تم پر کوئی مواخذہ نہیں اگر تم اپنی بیویوں کو ہاتھ لگانے اور مہر مقرر کرنے سے پہلے طلاق دے دو اور ان کو کچھ نفع اٹھانے کے لئے دو، مالدار پر اس کے مناسب اور تنگ دست پر اس کے مناسب متاع اور نفع اُٹھانے کی چیز عرف کے مطابق دینا واجب ہے۔ احسان کرنے والوں پر اور اگر تم نے ہاتھ لگانے سے پہلے بیویوں کو طلاق دے دی اور ان کے لئے مہر مقرر کر چکے تھے تو جتنا مقرر کیا تھا اس کا آدھا واجب ہے مگر یہ کہ عورتیں معاف کر دیں یا زیادہ دے دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اور تمہارا زیادہ دینا تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور آپس

میں احسان کرنا نہ بھولو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔"

مہر کے متعلق احادیث:

- عَنْ اَبِیْ سَلْمَۃ قَالَ سَئَلْتُ عَائِشَۃَ کَمْ کَانَ صَدَاقُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَتْ کَانَ صَدَاقُہٗ لِاَزْوَاجِہٖ ثِنْتَیْ عَشَرَۃ اُوْقِیۃ وَ نُشٌّ قَالَتْ اَتَدْرِیْ مَا النُّشُّ؟ قُلْتُ لَا۔ قَالَتْ نِصْفُ اُوْقِیۃ فَتِلْکَ خَمْسُ مِأۃِ دِرْھَمٍ۔ رواہ مسلم۔

  ترجمہ: حضرت ابی سلمہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے میں نے سوال کیا کہ نبی کریم ﷺ کا مہر کتنا تھا؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا اپنی ازواج کے لئے مہر بارہ اوقیہ اور نش تھا۔ حضرت عائشہؓ نے ابو سلمہ سے سوال کیا: کیا تو نش جانتا ہے؟ ابو سلمہ کہتے ہیں: میں نے کہا: نہیں۔ حضرت عائشہ نے فرمایا: آدھا اوقیہ پس کل مہر پانچ سو درہم ہیں۔

- حضرت ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر چار ہزار درہم یا چار سو دینار تھا لیکن یہ مہر رسول اللہ ﷺ کے اکرام کے لئے نجاشی بادشاہ نے ادا کیا تھا اور حضرت عائشہؓ اس مہر کا ذکر کر رہی ہیں جو خود رسول اللہ ﷺ نے اپنے مال سے ازواج مطہرات کو ادا فرمایا تھا۔ (مرقاۃ)

ازواجِ مطہرات اور بنات طیبات کا مہر پانچ سو درہم تھا:

- حضرت عمر ابن خطاب سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: خبردار! عورتوں کے مہر زیادہ نہ کرو کیونکہ مہر کا زیادہ دینا اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا میں عزت اور آخرت میں تقویٰ کی بات ہوتی تو مہر زیادہ کرنے میں رسول اللہ ﷺ تم سے زیادہ حق دار ہوتے کیونکہ میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں سے نکاح کیا اور اپنی بیٹیوں کا نکاح کر کے دیا یہ کہ آپ نے بارہ اوقیہ سے

زیادہ مہر دیا یا لیا ہو۔(اس کو احمد نے روایت کیا) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹیوں اور بیویوں کا مہر بارہ اوقیہ مقرر فرمایا تھا۔

- چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں بارہ اوقیہ اور نصف اوقیہ کا ذکر تھا تو حضرت عمرؓ کی روایت میں بھی بارہ اوقیہ اور نصف مراد ہو گا مگر حضرت عمرؓ نے نصف اوقیہ کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ عربوں کی عادت ہوتی ہے وہ نصف ربع ثلث کا ذکر نہیں کرتے۔ اگرچہ مراد ہوتے ہیں۔(مرقاۃ) انشاءاللہ تفصیل مہر کی مقدار کے فصل میں ذکر کی جائے گی۔

مہر کے مسائل:

- مہر کے ادا کرنے کی تین صورتیں ہوتی ہیں: مہر معجل اور مہر غیر معجل یا بعض معجل اور بعض غیر معجل۔ تینوں طریقے جائز ہیں۔ اگر کل یا بعض مہر معجل ہو تو زوجیت کے عمل سے پہلے مہر معجل ادا کرنا ضروری ہے۔ اگر شوہر مہر معجل ادا نہیں کرتا تو بیوی کو زوجیت کے عمل سے منع کرنا جائز ہے اور اگر کل مہر غیر معجل ہو تو بیوی شوہر کو زوجیت کے عمل سے منع نہیں کر سکتی۔

طے شدہ مدت سے پہلے مہر کا مطالبہ جائز نہیں:

اور غیر معجل میں مدت کا تعین باہمی رضامندی سے کیا جا سکتا ہے چونکہ مہر بیوی کا حق ہے اور شوہر پر دین ہے۔ اگر مدت معین نہ ہو، بیوی جب چاہے مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے۔ بہتر ہے کہ مدت مجہول نہ ہو اور طے شدہ مدت لکھ دی جائے اگر مدت طے شدہ اور متعین ہے تو اس مدت سے پہلے عورت مہر کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔

مہر بیوی کا حق ہے دوسرا آدمی اس میں تصرف نہیں کر سکتا:

مہر ابتداء میں حقِ شرع ہے اور بقاء میں زوجہ کا حق ہے:

- چونکہ مہر کی مالک بیوی ہوتی ہے اس کی اجازت کے بغیر مہر میں کسی

دوسرے کا تصرف جائز نہیں ہوگا اور مہر کی تعیین میں بیوی کی رائے معتبر ہوگی۔ لہٰذا لڑکی کا نکاح کرتے وقت لڑکی سے مہر کے متعلق مشورہ کرنا لازم ہے۔ اگر کسی شخص کی بیوی فوت ہو جائے تو مہر میں وراثت بھی جاری ہوگی کیونکہ مہر مرحومۃ کے ترکہ میں داخل ہے۔

نکاح کے ساتھ مہر کے تعلق کی کیفیت:

نکاح کے ساتھ مہر کے تعلق کی کیفیت وجوب شرعی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ نکاح کے ہونے پر مہر لازم ہوگا۔ اسی لئے ہمارے علماء نے فرمایا: مہر نکاح کی ابتداء میں لازم اور واجب شرعی ہے اور مہر کو نکاح کے بعد باقی رکھنا زوجہ کا حق ہے چونکہ ابتداء میں مہر حق اللہ اور شرعاً لازم ہو جاتا ہے اس لئے اگر نکاح مہر کی نفی کے ساتھ ہو یا نکاح میں مہر کا ذکر نہ ہو تب بھی مہر لازم ہوگا۔ شرعی حق میں بندہ تصرف نہیں کر سکتا۔ صاحب حق شارع علیہ السلام ہی تصرف کر سکتے ہیں اور مہر کا باقی رکھنا بیوی کا حق ہے اس لئے بیوی پورا مہر بھی معاف کر سکتی ہے اور اس کا کچھ حصہ بھی ساقط کر سکتی ہے کیونکہ صاحب حق اپنے حق میں تصرف کر سکتا ہے۔

مہر نکاح کے لیے شرط نہیں:

- مہر نکاح کی صحت اور انعقاد کے لئے شرط نہیں ہے لہٰذا مہر کی نفی اور مہر کے ذکر نہ ہونے سے بھی نکاح منعقد ہو جائے گا مگر مہر کی نفی یا عدم ذکر کی صورت میں مہر مثلی واجب ہوگا۔

مہر مثلی کی مقدار:

- مہر مثلی سے مراد ان لڑکیوں کا مہر ہوتا ہے جو منکوحہ لڑکی کے باپ کی قوم سے صورت اور سیرت اور عمر میں منکوحہ کی مماثل لڑکیوں کا مہر تھا۔ مثلاً منکوحہ جس کے نکاح میں مہر کی نفی کی شرط پر نکاح ہوا تھا اس کی قوم کی مماثل لڑکیوں کا مہر دس ہزار روپے تھا تو موصوفہ کا مہر مثلی بھی دس ہزار روپے ہوگا۔

مہر کی نفی کے باوجود نکاح ہو جائے گا:

- بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے لڑکی والے خود کہتے ہیں ہمیں مہر کی ضرورت نہیں ہے ہمیں کچھ نہیں چاہئے اور بعض مرتبہ شوہر یا اس کے سرپرست کہتے ہیں کہ ہمیں بغیر مہر دیئے رشتہ کرنا ہے۔ دونوں صورتوں میں فریقین اللہ تعالیٰ کے حق (وجوب شرعی) میں تصرف کرنے کی وجہ سے گنہگار ہیں لیکن نکاح ہو جائے گا اور دونوں صورتوں میں مہر مثلی واجب ہو گا۔ نکاح ہو جانے کے بعد لڑکی کہہ سکتی ہے کہ میں مہر مثلی معاف کرتی ہوں، صحیح طریقہ یہی ہے۔

مہر شرعی کی مقدار کا بیان:

- مہر کی شرعی مقدار کم سے کم دس درہم چاندی ہے اس مقدار سے کم مہر نہیں ہو سکتا اگر دس درہم سے کم مہر پر نکاح کیا گیا تو پھر بھی دس درہم مہر واجب ہو گا اور مہر میں زیادہ کی حد نہیں ہے۔

جتنا زیادہ مہر دیا جائے سب شرعی ہو گا اور لازم ہو گا مگر مناسب ہے کہ منکوحہ کا مہر سیرت اور صورت اور عمر میں مماثل لڑکیوں کے ادا کئے گئے مہر کے برابر ہو اور شوہر کی مالی پوزیشن کا لحاظ بھی کیا جائے۔

مہر زوجین کی حیثیت کے مطابق ہونا چاہیے:

- اگر شوہر مملکت کا سربراہ ہے تو اس کی حیثیت کے مطابق مہر ہونا چاہئے اور اگر شوہر نہایت فقیر ہے تو اس کی حیثیت کے مطابق مہر مقرر کیا جائے تاہم ناکح اور منکوحہ کی باہم رضامندی سے مہر کی مقدار جو بھی مقرر کی جائے وہ جائز ہے اور شرعی ہے۔

حضرت عمرؓ نے حضرت ام کلثومؓ کو چالیس ہزار درہم مہر ادا کیا:

- حضرت عمرؓ جب مسلمانوں کے سربراہ تھے، انہوں نے حضرت علی اور سیدۃ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بیٹی سیدۃ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے

نکاح فرمایا چالیس ہزار درہم مہر ادا فرمایا۔(تفسیر قرطبی جزء خامس، ص:۱۰۱، مرقاۃ)

حضرت ام حبیبہ کا مہر چار ہزار درہم تھا:

• جناب سیدی رسولِ اکرم ﷺ کی طرف سے نجاشی بادشاہ نے ام المؤمنین سیدۃ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر چار ہزار درہم ادا کیا تھا۔

• خود سرکارِ دوعالم ﷺ کی بنات طیبات اور ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا مہر پانچ پانچ سو درہم مقرر ہوا تھا جیسا کہ حضرت ابو سلمہ اور حضرت عمرؓ کی روایات میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن زبیر اور حضرت مصعب ابن زبیر اور عبدالمالک ابن مروان اور حضرت عبداللہ بن عمر کی مقامِ مستجار پر دعائیں:

• حضرت مصعب ابن زبیر نے محترمہ سیدہ سکینہ بنت سیدنا حسین بن سیدنا علی اور سیدہ عائشہ بنت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ نکاح کیا تھا آپ نے کعبۃ اللہ کے مقام مستجار یا مقامِ ملتزم پر دعا مانگی تھی: یااللہ! مجھے سکینہ بنت حسین اور عائشہ بنت طلحہ اور عراق کی حکومت عطا فرما۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت مصعب ابن زبیر اور حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عروۃ ابن زبیر اور حضرت عبداللہ بن عمر نے حطیم کعبہ میں یہ دعائیں مانگی۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر نے حجاز کی حکومت مانگی اور حضرت مصعب ابن زبیر نے عراق کی حکومت اور حضرت سکینہ بنت حسین اور حضرت عائشہ بنت طلحہ کے ساتھ نکاح ہو جانے کی دعا مانگی اور حضرت عروۃ ابن زبیر نے علم نافع مانگا اور حضرت عبداللہ بن عمر نے دعا مانگی یااللہ میری مغفرت فرما۔ اللہ تعالیٰ نے سب کی دعا قبول فرمائی اور ایک روایت میں ہے عبدالملک بن مروان نے بھی ان کے ہمراہ دعا مانگی کہ یا اللہ! مجھے سارے مسلمانوں کی سربراہی اور خلافت عطا فرما۔ جو شخص مزاحمت کرے وہ شکست خوردہ ہو، اس کی دعا بھی قبول ہوئی۔

حضرت عائشہ بنت طلحہ کا مہر ایک لاکھ دینار تھا یعنی کروڑوں کی مقدار میں تھا:

بدایہ ونہایہ چھٹے جلد میں ہے کہ حضرت مصعب ابن زبیر نے حضرت عائشہ بنت طلحہ کے ساتھ جب نکاح کیا تو ایک لاکھ دینار مہر عطا فرمایا۔ دینار تقریباً چار مثقال سونے کا ہوتا ہے۔ مثقال چار ماشہ کا ہوتا ہے اور بارہ ماشہ کا ایک تولہ ہوتا ہے۔ ان دیناروں کا ٹوٹل تینتیس ہزار تین سو تینتیس تولے (۳۳۳۳۳٫۳۳) بنتے ہیں اگر ایک تولہ سونے کی قیمت دس ہزار روپے ہو تو کل رقم تین کروڑ تینتیس لاکھ تینتیس ہزار تین سو تینتیس روپے (۳۳۳۳۳۳۳۳) بنے گی۔ (بدایہ و نہایہ) آج مورخہ 26-08-2008 میں -/26,000 (چھبیس ہزار روپے) فی تولہ قیمت ہے، خود حساب کرلیں۔ یعنی حضرت عائشہ بنت طلحہ کا مہر کروڑوں روپے تھا۔ حضرت سکینہ بنت حسین کا مہر بھی شاید اتنا ہوگا لیکن کہیں روایت نہیں ملی نیز حضرت مصعب ابن زبیر کے عمل سے معلوم ہوا شرع شریف میں مہر کی فوقانی حد متعین نہیں ہے۔

جنت کی حوروں کا مہر مسجدوں سے صاف کردہ تنکے ہوگا:

- حدیث شریف میں ہے جنت کی حوروں کا مہر مسجدوں سے صاف کردہ تنکے اور تہجد کے نوافل ہوں گے۔ (تذکرۃ علامہ قرطبی) یعنی حوریں کہیں گی جس آدمی کے نامہ اعمال میں ان دو عملوں کا ثواب ہے وہی ہمارے شوہر ہیں۔ مقصد ان دو عملوں کی ترغیب ہے کہ عمل معمولی نہیں ان کا عظیم اجر ملے گا۔ معلوم ہوا کم سے کم مہر سب سے زیادہ حسین جنت کی حوروں کا ہوگا۔ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی مساجد صاف کیں اور تہجد کے نفل ادا کیئے اس کے نامۂ اعمال میں حوروں کا مہر موجود ہوگا اور دوسرے لوگ جنہوں نے مسجدیں صاف نہیں کیں اور تہجد کے نوافل ادا نہیں کیئے ان کے مہر کا علم نہیں ہے۔ وہ کیا دیں گے؟

حضرت اماں حواء کا مہر بیس مرتبہ درود شریف تھا:

- تفسیر صاوی میں آیت ''یا آدم اسکن انت و زوجك الجنة'' کے تحت ایک روایت لکھی ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام قربت کی نیت سے حضرت حواء علیہا السلام کے قریب ہونے لگے ملائکہ نے حضرت حواء علیہا السلام کے لئے مہر طلب کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے تین مرتبہ یا بیس مرتبہ درود شریف پڑھ کر حضرت حواء کا مہر ادا کیا۔ اگر یہ روایت صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ کی کائنات میں سب سے زیادہ قیمتی مہر حضرت حواء علیہا السلام کا ہوگا مگر درود شریف اور قرآن مجید کا مہر ہونا حضرت آدم علیہ السلام کی خصوصیات سے یا ان کی شریعت میں ہوگا۔ کیونکہ ہماری شریعت میں مہر کا مال متقوم ہونا لازم ہے۔
- معلوم ہوا مہر میں زیادہ سے زیادہ مقدار کی کوئی حد نہیں ہے لہٰذا لاکھوں اور کروڑوں روپے بھی باہمی رضامندی سے مہر مقرر کیا جا سکتا ہے۔

حضرت عمرؓ کا مہر سے متعلق خطبہ:

- حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ خطبہ دیا، آپ نے فرمایا:

اَلَا لَا تَغَالَوْا فِیْ صَدَقَاتِ النِّسَآءِ فَاِنَّهَا لَوْ كَانَتْ مَكْرُمَةً فِی الدُّنْیا اَوْ تَقْوٰی عِنْدَ اللهِ لَكَانَ اَوْلَا كُمْ بِهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ مَا اَصْدَقَ قَطُّ اِمْرَاَةً مِنْ نِسَآئِهٖ وَ لَا بَنَاتِهٖ فَوْقَ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اُوْقِیَةً فَقَامَتْ اِلَیْهِ اِمْرَاَةٌ فَقَالَتْ: یا عُمَرُ! یُعْطِیْنَا اللهُ وَ تَحْرِمُنَا اَلَیْسَ اللهُ سُبْحَانَهٗ تَعَالٰی یقوْلُ وَ اٰتَیْتُمْ اِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوْا مِنْهُ شَیْئًا؟ قَالَ عُمَرُ: اَصَابَتْ اِمْرَاَةٌ وَ اَخْطَأَ عُمَرُ وَ فِیْ رِوَایته فَاَطْرَقَ عُمَرُ ثُمَّ قَالَ: كُلُّ النَّاسِ اَفْقَهُ مِنْكَ یا عُمَرُ۔

(قرطبی جزء خامس، ص: ۹۸، آیت ۲۱، کے ماتحت، سورۃ نساء)

ترجمہ: ''حضرت عمرؓ نے فرمایا: خبر دار! عورتوں کے مہروں میں بہت زیادہ زیادتی نہ کرو پس بے شک اگر مہر کی زیادتی اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا میں عزت اور آخرت میں تقویٰ کی بات ہوتی تو تم سے زیادہ مہر کی زیادتی اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ فرماتے۔ آپ ﷺ نے اپنی بنات طیبات اور ازواج مطہرات کا مہر بارہ اوقیہ سے زیادہ نہیں رکھا (جب حضرت عمر نے یہ فرمایا) تو ایک عورت آپ کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ اس عورت نے کہا: اے عمر! اللہ تعالیٰ ہمیں عطا فرماتا ہے اور تم ہمیں محروم کرتے ہو، کیا اللہ سبحانہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا: (اور اگر تم نے مہر میں) عورتوں میں سے کسی ایک کو قنطار دیا تھا (پھر طلاق دے دی) (پس اس میں سے کوئی چیز واپس نہ لو) عمر نے کہا: عورت حق پر ہے اور عمر خطا پر اور ایک روایت میں ہے: عمر تھوڑی دیر گردن نیچے کر کے سوچتے رہے پھر فرمایا: سارے لوگ تم سے اے عمر زیادہ علم والے ہیں۔''

حضرت عمرؓ کی جانب سے تحدیدِ مہر پر ایک عورت کا اعتراض، حضرت عمرؓ رو دیئے:

اور ایک دوسری روایت میں ہے جب عمرؓ نے فرمایا: عورتوں کے مہر میں بہت زیادتی نہ کرو اگر بہت زیادہ کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا میں عزت اور آخرت میں تقویٰ کی بات ہوتی تو اس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ زیادہ حق دار تھے پس اللہ تعالیٰ کی قسم! نہیں نکاح کیا رسول اللہ ﷺ نے اپنی کسی بیٹی کا چار سو اوقیہ اور نش سے زیادہ پر:

''فَقَامَتْ سُفَهَاءُ الْخِدَّيْنِ وَ قَالَتْ اَنْتَ تَقُوْلُ بِرَائِكَ اَمْ سَمِعْتَهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَاِنَّا نَجِدُ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ

تَعَالیٰ بِخِلَافِ مَا تَقُوْلُ قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ وَ اٰتَیْتُمْ اِحْدَاھُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوْا مِنْہُ شَیْئًا فَبَکیٰ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَقَالَ: کُلُّ النَّاسِ اَفْقَہُ مِنْ عُمَرَ حَتَّی النِّسَآءِ فِی الْبُیُوْتِ۔ (کفایہ علی الہدایہ مع فتح القدیر جزء ثامن، مطبوعہ نوریہ رضویہ، سکھر، ص:۴۴۱)

ترجمہ: ''پس سفید چہرے والی عورت کھڑی ہوئی اور اس نے کہا: اے عمر! تم جو کچھ کہہ رہے ہو اپنی رائے سے کہہ رہے ہو یا تم نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے؟ کیونکہ ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اس کے خلاف پاتے ہیں جو آپ کہہ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اگر) عورتوں میں سے کسی ایک کو تم نے مہر قنطار دیا تھا تو ان سے واپس نہ لو۔ پس حضرت عمر رو دیئے اور فرمایا: سارے لوگ عمر سے زیادہ فقیہہ ہیں حتی کہ گھروں میں بیٹھنے والی عورتیں۔''

شرح ہدایہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر نے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کے مہر کی مقدار چار سو اوقیہ اور آدھا اوقیہ ذکر کیا تھا ہو سکتا ہے اس روایت میں کتابت کی غلطی ہو کیونکہ اکثر روایات میں بارہ اوقیہ کا ذکر آتا ہے اور ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ نش آدھا اوقیہ بیس درہم کا ہوتا ہے جیسے کہ گزر چکا ہے کل پانچ سو درہم بنتے ہیں۔

مہر کی روایت سے معلوم ہوا عورت کا چہرہ ستر نہیں ہے:

- نیز فقہاء کرام نے یہ روایت اجنبیہ عورت کے چہرہ کی طرف دیکھنے کے جواز میں باب الکراہۃ میں ذکر کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ عورت کے لئے چہرہ پر نقاب کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن عباس نے ''لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا'' کی تفسیر میں بھی فرمایا ہے کہ عورتوں کے چہرہ اور ہاتھوں کا اجنبی لوگوں کے سامنے ظاہر ہونا مراد ہے

کیونکہ مقامِ زینت یہی ہیں۔ ہو سکتا ہے باب الکراہت کی روایت میں بارہ اوقیہ کا ذکر ہو جس کا ذکر قرطبی کی روایت میں ہے مگر کتابت کی غلطی سے چار سو اوقیہ لکھ دیا گیا۔

قنطار یعنی گائے کی کھال میں سما جانے والا سونا مہر ہو سکتا ہے:

- مذکورہ روایت میں موصوفہ نے حضرت عمر اور دیگر صحابہ کرام کو سورۃ نساء کی آیت ۲۰، ۲۱ کی طرف توجہ دلائی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے:

وَ اِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّ اٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا أَ تَأْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ۝ وَ كَيْفَ تَأْخُذُوْنَهٗ وَ قَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّ اَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝ (سورۂ نساء، آیت ۲۰، ۲۱)

ترجمہ: ’’اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی بدلنا چاہتے ہو اور تم ان میں سے کسی ایک کو اپنے (مال) سے قنطار دے چکے ہو تو اس مال سے کچھ واپس نہ لو کیا تم بیوی پر بہتان باندھ کر اور کھلے گناہ کا الزام لگا کر وہ مال واپس لینا چاہتے ہو اور تم کس طرح مال واپس کرو گے حالانکہ تمہارا بعض بعض تک پہنچ چکا ہے۔ (یعنی تم مباشرت کر چکے ہو) حالانکہ بیویوں نے تم سے مضبوط عہد لیا تھا۔‘‘ اور تم مہر کی تحدید کر رہے ہو۔

خیبر کی زمین مہر میں دے دی:

- تفسیر قرطبی میں مذکور ہے کہ ابو داؤد نے عقبہ ابن عامر سے روایت کیا ہے بے شک نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی سے فرمایا: کیا تو پسند کرتا ہے میں تمہارا نکاح فلانہ عورت سے کر دوں؟ اس آدمی نے عرض کیا: جی ہاں۔ اور پھر عورت سے فرمایا: کیا تو پسند کرتی ہے میں تمہارا نکاح فلاں آدمی سے کر دوں؟ عورت نے کہا: جی ہاں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کا نکاح کر دیا۔ آدمی نے اس

عورت کو بیوی بنالیا اور اس نے نہ اس کے لئے مہر مقرر کیا اور نہ اسے کوئی چیز دی اور وہ آدمی ان لوگوں سے تھا جو حدیبیہ میں شریک تھے اور اس کا خیبر میں زمین کا حصہ تھا۔ جب وہ آدمی فوت ہونے لگا تو اس نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فلانہ عورت کے ساتھ میرا نکاح کیا تھا میں نے عورت کے لئے نہ مہر مقرر کیا تھا اور نہ کوئی چیز دی تھی۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں میں خیبر میں اپنا حصہ بیوی کو مہر میں دیتا ہوں۔ اس کی بیوی نے وہ حصہ لے لیا اور اس کو ایک لاکھ درہم میں فروخت کیا۔ (قرطبی، ص: ۱۰۱، جزء خامس)

اوقیہ اور قنطار اور درہم پر تبصرہ:

چونکہ ایک صحابیہ نے جرأت کرتے ہوئے مہر کی حد بندی کرنے سے حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر امیر المؤمنین کو روک دیا تھا اور اپنے مؤقف پر قرآنی آیت کے لفظ قنطار سے استدلال کیا تھا اس لئے قنطار کا معنی معلوم ہونا ضروری ہے۔ قنطار کے مفہوم میں متعدد اقوال مروی ہیں۔ ہمارے خیال میں درج ذیل حدیث شریف میں بیان کردہ معنی مراد لیے جائیں تو بہتر ہے۔

دس آیات اور سو آیات اور پانچ سو آیات پڑھنے کا اجر اور قنطار کا ذکر:

وہ حدیث یہ ہے:

فِیْ مَسْنَدِ اَبِیْ مُحَمَّدَ الدَّارِمِیْ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیْ قَالَ مَنْ قَرَءَ فِیْ لَیْلَۃٍ عَشْرَ آیَاتٍ کُتِبَ مِنَ الذَّاکِرِیْنَ وَ مَنْ قَرَءَ بِمِأَۃِ آیت کُتِبَ مِنَ الْقَانِتِیْنَ وَ مَنْ قَرَءَ بِخَمْسِ مِأَۃِ آیت اِلَی الْاَلْفِ اَصْبَحَ وَلَہُ قِنْطَارٌ مِنَ الْاَجْرِ۔ قِیْلَ: وَمَا الْقِنْطَارُ؟ قَالَ: مِلْءُ مِسْكِ ثَوْرٍ ذَهَبًا۔ (قرطبی، جزء رابع، ص: ۳۰، زیر آیت زین للناس)

ترجمہ: ''ابو محمد دارمی کی مسند میں ابو سعید خدری سے روایت ہے، آپ نے کہا: جس شخص نے رات میں دس قرآنی آیات پڑھیں وہ

ذاکرین میں لکھا جائے گا اور جس شخص نے ایک سو آیات پڑھیں وہ قانتین میں لکھا جائے گا اور جس شخص نے پانچ سو سے ایک ہزار آیات پڑھیں وہ صبح کرے گا اور اس کے لئے اجر سے ایک قنطار ہو گا۔ آپ سے پوچھا گیا: قنطار کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: قنطار گائے کی کھال میں سما سکنے والا سونا ہے۔''

- اس حدیث کی روشنی میں اگر شوہر بیوی کو گائے کی کھال میں سما سکنے والا سونا بھی مہر میں دے دے تو مباح ہے۔

اوزاوں میں گراموں اور ماشوں کی تحقیق:

- ہمارے دور میں سونے اور چاندی کے لئے ملی گرام اور گرام اور کلو گرام کے اوزان کا رواج ہے پہلے رتی اور ماشہ اور تولہ کے اوزان کا رواج تھا۔ یوں کہا جاتا تھا پانچ دھان (چاول بمع چھلکا) یا آٹھ چاول کی ایک رتی اور آٹھ رتی کا ایک ماشہ اور بارہ ماشہ کا ایک تولہ اسی حساب سے زکوٰۃ میں چاندی کا نصاب باون تولے چھ ماشہ بیان کیا جاتا تھا اور سونے کا نصاب سات تولہ چھ ماشہ بیان کیا جاتا تھا اور مہر کا کم سے کم نصاب دو تولہ سات ماشہ چاندی ذکر کیا جاتا تھا جبکہ زکوٰۃ میں ساڑھے باون تولہ چاندی دو سو درہم کا وزن تھا اور ساڑھے سات تولہ سونا بیس مثقال کا وزن تھا اور مہر میں دو تولہ سات ماشہ چاندی دس درہم کا وزن تھا۔ اس تناظر میں ایک درہم کا وزن تین ماشہ اور ماشہ کا تیسرا حصہ یعنی تقریباً تین رتی ہو گا اور گراموں میں اوزان کا حساب اس طرح ہوتا ہے: ایک ہزار ملی گرام کا ایک گرام اور ایک ہزار گرام کا ایک کلو گرام۔ گراموں کے اوزان کے حساب سے ہمارے علماء نے زکوٰۃ اور مہر کے نصاب کے لئے یہ اوزان ذکر کئے۔ زکوٰۃ میں چاندی کا نصاب (٦١٢/٣٦) چھ سو بارہ گرام اور چھتیس ملی گرام اور سونے کا نصاب (٨٧/٤٨) ستاسی گرام اور اڑتالیس ملی گرام ہو گا۔ (شرح مسلم، علامہ

سعیدی) اس حساب سے مہر کا کم سے کم نصاب ۳۰/۶۱ یعنی تیس گرام اور اکسٹھ ملی گرام اور درہم کا وزن ۳/۶۱ تین گرام اور اکسٹھ ملی گرام ہو گا۔

چونکہ مارچ ۲۰۰۵ء میں چاندی کا بھاؤ فی دس گرام ایک سو روپے تھا اس لئے پاکستانی روپے میں مہر کا کم سے کم نصاب تین سو روپے اکسٹھ پیسے ہو گا۔

پانچ سو درہم کا وزن ایک سو اکیس تولہ تین رتی مساوی پندرہ سو تیس گرام اور نو ملی گرام:

• اسی پس منظر میں جناب رسول اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات اور بنات طیبات علیٰ صاحبہا و علیہن الصلوات والتسلیمات کا مہر پانچ سو درہم چاندی کا وزن ایک سو اکتیس تولہ تین رتی مساوی پندرہ سو تیس گرام اور نو ملی گرام ہو گا جس کی قیمت پاکستانی روپے میں پندرہ ہزار تین سو اور نوے پیسے ۰۰۳۵۱/۰۹ روپے بنتی ہے لٰہذا یہ کہنا کہ سادات کا مہر یا مہر فاطمی تیس روپے تھا یا بہارِ شریعت کی تحریر کے مطابق یہ کہنا کہ کم سے کم مہر بارہ روپے ہے، صحیح نہیں ہے۔

فقہ کی کتابوں میں مہر کی مقدار کے اختلاف کی وجہ:

• حقیقت میں کسی پرانے زمانے میں پندرہ سو تیس گرام اور نو ملی گرام چاندی کی قیمت بتیس روپے ہو گی اس لئے اس وقت کے علماء نے اپنی تصنیفات میں وہ قیمت بتیس روپے لکھ دی اور شاید کم سے کم مہر تیس گرام اور اکسٹھ ملی گرام کی قیمت صدر الشریعہ مولانا امجد علی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں بارہ روپے تھی اس لئے انہوں نے مہر کی کم سے کم قیمت بارہ روپے لکھ دی اور اس وقت کے مطابق پانچ سو درہم مہر فاطمی کی قیمت تقریباً تین سو بچھتر روپے بنتی تھی، وہی لکھ دی گئی۔ اسی طرح ہم نے بھی اپنے دور میں چاندی کی جو قیمت ہے اس حساب سے پاکستانی کرنسی میں اصل مہر اور مہرِ فاطمی کی قیمت لکھ دی۔ آئندہ ہر دور میں ہر ملک کی کرنسی میں مذکورہ اوزان کے اعتبار سے اصل مہر اور مہرِ فاطمی کی قیمت

کم اور زیادہ ہوتی رہے گی۔

ازواجِ مطہرات اور بنات کے مہر کی مقدار کرنسی میں:

• چونکہ صحابہ کرام کے دور تک (پانچ سو درہم ایک سو اکتیس تولہ تین رتی چاندی مساوی پندرہ سو تیس گرام اور نو ملی گرام) کی مارکیٹ ویلیو اٹھارہ تولہ اور نو ماشہ مساوی دو سو اٹھارہ گرام اور سات ملی گرام سونا کے برابر تھی اور ۲۰۰۵ء میں سونے کا بھاؤ اگر نو ہزار روپے فی دس گرام ہو تو پاکستانی کرنسی میں سونے کے اعتبار سے فاطمی مہر کی رقم ایک لاکھ چھیانوے ہزار آٹھ سو تیس روپے بنے گی۔ اسی پر حضرت سیدۃ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے مہر کو قیاس کریں۔ آپ کا مہر چار ہزار درہم تھا۔ جس کا وزن بارہ ہزار دو سو سینتالیس گرام اور دو ملی گرام (۱۲۲۴۷/۲) گرام بنتا ہے۔ چاندی کی مذکورہ قیمت کے حساب سے اس کی قیمت تقریباً ایک لاکھ بائیس ہزار چار سو سات بنتی ہے اور ویلیو کے اندازہ سے سونا کی قیمت کا خود حساب لگالیں۔

• اور زوجہ محترمہ حضرت عمر فاروق سیدۃ ام کلثوم بنت فاطمہ علی ابیہا وعلیہا الصلوٰۃ والسلام کا مہر چالیس ہزار درہم تھا۔ جس کا وزن ایک لاکھ بائیس ہزار چار سو بہتر گرام (۱۲۲۴۷۲) چاندی تھا اس کی قیمت ذکر کردہ حساب سے تقریباً بارہ لاکھ چوبیس ہزار ستر روپے بنتی (۱۲۲۴۰۷۰) ہے۔

• اگر مذکورہ نسبت سے سونے کی ویلیو دیکھی جائے تو سیدہ ام کلثوم کا مہر مبارک کروڑوں میں جا کر بنے گا۔ "بارك الله تعالیٰ فی مهرها قرت عینا محبی آل بیته فی غلاء مهرها علیهم الصلوٰة و السلام۔" اللہ تعالیٰ حضرت سیدہ ام کلثوم کے مہر میں برکت فرمائے۔ اہل بیت کرام کے مہر کے زیادہ ہونے میں اہل بیت کے محبین کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذالك۔ (رفیق حسنی)

۲۰۰۸ء میں مہر کی مقدار کرنسی میں:

• قرطبی کے حوالہ سے آپ نے پڑھ لیا کہ ایک صحابیہ خوش قسمت جس کا نکاح خود سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھایا اس کا مہر ایک لاکھ درہم تھا۔ معلوم ہوا مہر کتنا ہی زائد ہو مباح ہے لیکن شوہر کی مالی حیثیت کے اعتبار سے مہر مقرر کیا جائے تو مستحب ہے۔ کم سے کم مہر پر ڈٹ جانا اور کہنا کہ کم سے کم مہر ہی سنت ہے، غلط ہے کیونکہ مہر میں سنت وہ مقدار ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات اور بنات طیبات رضی اللہ عنہن کے لئے مقرر تھی اور وہ مقدار مذکورہ قیمت کے حساب سے تقریباً پندرہ ہزار تین سو بنتی ہے لیکن یہ مقدار متوسط طبقہ کے لئے ہے اور غریب اور فقیر آدمی کے لئے تین سو روپے سے لے کر پندرہ ہزار تک اپنی حیثیت کے مطابق مہر کا تعین بھی سنت ہے۔

• تفسیر قرطبی میں ہے کہ ایک صحابی حضرت ابی حدود نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مہر میں استعانہ اور مدد چاہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا مہر کتنا ہے؟ عرض کیا: دو سو درہم۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غصہ میں فرمایا: گویا کہ تم لوگ سونا اور چاندی جبل حرۃ یا کسی دوسرے پہاڑ سے کاٹتے رہتے ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد مبارک کا مطلب یہ تھا کہ یہ مہر زیادہ ہے۔ صاحب قرطبی فرماتے ہیں اس واقعہ اور اس قسم کے دوسرے واقعات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار اس وجہ سے تھا کہ وہ آدمی فقیر تھا اور مانگ کر دو سو درہم ادا کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے فقیروں کے لئے وہ مقدار جو اس کی اپنی حالت کے مطابق ہو، وہ سنت ہے۔ اپنی حیثیت سے زیادہ مہر مقرر کرنا مناسب نہیں ہے۔

مہر مکمل ادا کرنے یا آدھا ادا کرنے کی صورتیں:

تین صورتوں میں مہر معین دینا فرض ہے ورنہ نصف دینا فرض ہے:

• جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں نکاح کرنے سے شوہر پر شرعاً از خود مہر واجب

ہو جاتا ہے۔ اگر نکاح کے وقت مہر کی کوئی مقدار معین کی گئی ہو تو تین صورتوں میں طے شدہ پورا مہر ادا کرنا لازم ہوتا ہے اگر یہ تین صورتیں موجود نہ ہوں تو آدھا مہر دینا ضروری ہوتا ہے۔ اول یہ کہ نکاح کے بعد زوجیت کا عمل پایا جائے، دوم زوجین میں سے کوئی ایک خلوت صحیحہ اور رخصتی سے پہلے فوت ہو جائے، سوم زوجین کے درمیان خلوت صحیحہ پائی جائے۔ اگرچہ مباشرت نہ ہو۔ ان تینوں صورتوں میں پورا مقرر شدہ مہر ادا کرنا لازم ہوتا ہے کیونکہ مہر بیوی کے مخصوص اعضاء سے انتفاع کا بدل ہوتا ہے جب زوجیت کے عمل کے وقت یا خلوت صحیحہ میں بیوی نے اپنا جسم شوہر کو تسلم کر دیا تو اس کا بدل مکمل واجب ہو گیا اور شوہر اور بیوی میں سے کسی ایک کی وفات پر بیوی کی جانب سے جسم تسلیم کرنے سے اگرچہ موت رکاوٹ بن گئی مگر بیوی کی طرف سے کوئی غلطی نہیں تھی اور نکاح انتہاء کو پہنچ کر ختم ہو گیا اس لئے پورا مہر لازم ہو جائے گا۔

- اور اگر مہر کی مقدار مقرر شدہ ہو اور شوہر اور بیوی کے درمیان ذکر شدہ صورتوں کے بغیر طلاق ہو جائے یا کوئی ایسی فرقت اور فسخ نکاح کی صورت پائی جائے جس کا سبب شوہر ہو تو آدھا مہر دینا لازم ہو گا۔ پورا مہر لازم نہیں ہو گا۔

مثلاً دس ہزار روپے مہر طے ہوا تھا۔ دونوں میاں بیوی سے کسی ایک کی موت ہو گئی یا مباشرت یا خلوت صحیحہ کے بعد طلاق ہو گئی تو دس ہزار ادا کرنا لازم ہے اور اگر زوجیت کے عمل اور خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق ہو گئی تو پانچ ہزار روپے ادا کرنا لازم ہو گا کیونکہ طلاق دے کر شوہر نے خود اپنے اختیار سے بیوی کے منافع ضائع کئے اس لئے آدھا مہر واجب الادا ہو گا اور قرآن مجید میں بھی اسی طرح حکم دیا گیا ہے لہٰذا آدھا مہر دینا ہو گا۔

رخصتی سے پہلے طلاق کی صورت میں آدھا مہر ادا کرنا واجب ہوتا ہے اگرچہ لاکھوں میں ہو:

- اگر مہر کی پوری رقم بیوی کو دے دی گئی تھی تو آدھی رقم بیوی کے رضا یا قضا سے واپس کی جائے گی اور اگر ابھی مہر ادا نہیں کیا تھا تو آدھا مہر ادا کرنا ہوگا اور آدھا کر چکا ہے تو ادا ہو چکا۔
- بعض دفعہ لوگ لاکھوں روپے مہر طے کر لیتے ہیں پھر رخصتی سے پہلے بغیر خلوت اور مباشرت طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ جب لڑکے والوں کو بتایا جاتا ہے کہ آدھا مہر بیوی کو دینا لازم ہے تو وہ نہایت پریشان ہوتے ہیں کہ جب لڑکے نے بیوی کو دیکھا تک نہیں اور نہ اس نے بیوی کے جسم سے نفع اٹھایا تو آدھا مہر کس لئے دیا جائے؟ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ایک تو آدھا مہر دینے کا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے دوم یہ کہ اس میں بیوی کا قصور نہیں ہے، طلاق دینے والے کا ہے کہ اس نے اپنے اختیار سے رخصتی سے پہلے طلاق دے دی یہی وجہ ہے کہ اگر فرقت اور فسخ کا سبب بیوی بنے تو نصف مہر بھی ساقط ہو جاتا ہے۔ مثلاً بیوی نے شوہر کے بیٹے یا باپ کو شہوت سے مس کر لیا یا ان کا بوسہ لے لیا تو نکاح فسخ ہو جائے گا اور اس کا سبب بیوی ہے لہٰذا نصف مہر کی بھی حقدار نہیں رہے گی لیکن اس حکم سے یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ بیوی سے مباشرت یا خلوت صحیحہ کے بعد بھی بیوی کی جانب سے فسخ کی صورت میں مہر ساقط ہو جاتا ہے یا بیوی کی طرف سے طلاق کے مطالبہ کی صورت میں مہر ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ بیوی مطالبہ کر کے طلاق حاصل کرے تو بھی شوہر ہی طلاق دیتا ہے اسی طرح مباشرت یا خلوت صحیحہ کے بعد تو مہر لازم ہو جاتا ہے۔ اس لئے خلوت یا مباشرت کے بعد بیوی کی طرف سے فسخ کی صورت میں بھی پورا مہر ادا کرنا ہوگا۔ (بحر، فتح)
- اگر مہر کی مقدار طے نہیں تھی یا مہر کی نفی کی شرط پر نکاح ہوا تھا تو مباشرت

یا خلوت صحیحہ یا دونوں میں سے کسی کی موت کی صورت میں مہر مثلی واجب ہو گا اور مباشرت اور خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق کی صورت میں متعہ یعنی لباس کے تین کپڑے واجب ہوں گے۔

اگر فسخِ نکاح کا سبب عورت کی جانب سے ہو تو مہر ساقط ہو جائے گا:

- ایلاء اور لعان اور شوہر کے ذکر بریدہ ہونے اور نامرد ہونے اور شوہر کے مرتد ہو جانے اور شوہر کا اسلام قبول کرنے سے انکار کرنے اور شوہر کا بیوی کی بیٹی یا بیوی کی ماں سے غلط عمل یا بوس و کنار کرنے اور شہوت سے چھونے کی وجہ سے فرقت اور نکاح کا فسخ طلاق کی طرح ہوتا ہے۔ رخصتی سے پہلے ذکر کردہ امور کی وجہ سے فرقت کی صورت پیدا ہو جائے تو شوہر کو نصف مہر دینا ہو گا اور اگر مہر مقرر نہیں تھا تو متعہ (کپڑوں کے تین پیس) دینا ہوں گے۔ اور تفویض طلاق کی صورت میں اگرچہ بیوی طلاق اختیار کر کے آزاد ہوتی ہے مگر تفویض کا حکم بھی شوہر کی طرف سے دی گئی طلاق کی طرح ہو گا اور اگر فرقت اور نکاح کا فسخ بیوی کی وجہ سے ہوا۔ مثلاً بیوی مرتد ہو جائے یا بیوی اسلام قبول کرنے سے انکار کر دے یا بیوی قصداً شوہر کے بیٹے کو شہوت کے ساتھ چھولے یا بدکاری کر لے یا بوسہ لے لے یا اڑھائی سال عمر ہو جانے سے پہلے منکوحہ بیوی چھوٹے شوہر کو اپنا دودھ پلا دے یا خیار بلوغ یا شوہر بیوی کے لئے کفو اور ہم پلہ نہ ہو اور مباشرت اور خلوت سے پہلے فرقت اور فسخ ہو جائے تو ان صورتوں میں طے شدہ مہر کا نصف اور طے نہ ہونے کی صورت میں (کپڑوں کے تین پیس) ساقط ہو جائیں گے۔
- الحاصل! اگر نکاح کے وقت مہر کی مقدار طے تھی تو خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق کی صورت میں آدھا مہر دینا فرض ہے اور اگر طے نہیں تھی تو متعہ دینا فرض ہے (متعہ سے مراد تین کپڑے ہیں جو عورت اپنے جسم کے ستر کے لئے استعمال کرتی ہے: دوپٹہ، قمیص اور شلوار) اور کپڑوں کی قیمت کے اعتبار سے

شوہر کی حیثیت کا لحاظ ہوتا ہے۔ تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے۔

مہر کی تعیین اور مہر کی رقم بیوی کا حق ہے:

- چونکہ مہر بیوی کا حق ہوتا ہے اور مہر شوہر پر دین ہوتا ہے اس لئے مہر بیوی یا اس کے وکیل کو ادا کرنا ضروری ہے۔ بیوی کی اجازت کے بغیر بیوی کے باپ اور بھائی وغیرہ کو مہر ادا کرنے سے مہر ادا نہیں ہوگا اور مہر کی تعیین اور مقدار کا حق بھی بیوی کو حاصل ہے کیونکہ اس کا حق ہے۔ موجودہ زمانے میں بیچاری بیوی کا مہر سرپرست اور والدین طے کرتے ہیں اور ہڑپ کر جاتے ہیں۔ بیوی کو علم ہی نہیں ہوتا کہ میرا مہر کتنا طے ہوا تھا اور کدھر گیا؟ انسان کی عادت ہے کہ کمزور کی کمزوری سے ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے اور کسی کی کمزوری سے ناجائز نفع اٹھانا بہت بڑا ظلم ہے۔ خصوصاً جب باپ بیٹی اور بھائی بہن کے حقِ مہر اور حقِ وراثت پر ڈاکہ ڈالے اور کھا جائے، اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے۔ نہایت تعجب ان جعلی گدی نشین پیروں اور مفتیوں اور علماء سے ہوتا ہے کہ وہ بھی اپنی بچیوں اور بہنوں کے اموالِ مہر اور وراثت میں حاصل ہونے والی جائیداد وغیرہا ہضم کر جاتے ہیں۔ بے چاری بہنوں اور بیٹیوں کو وراثت سے محروم کر کے انہیں تاحیات محتاج بنا دیتے ہیں۔
- مہر چونکہ بیوی کا حق ہوتا ہے وہ کل مہر یا بعض معاف کر سکتی ہے اور شوہر بھی مقرر شدہ مہر سے زائد عطا کر سکتا ہے۔

موجودہ زمانے میں مہر کی مالیت زیادہ ہونی چاہیے:

- موجودہ زمانے میں بہتر یہ ہے کہ مہر کی مقدار زیادہ رکھی جائے تاکہ طلاق یا فسخ نکاح کی صورت میں بیوی مہر کی رقم سے کاروبار کر کے زندہ رہ سکے اور بیوی کو اپنے حقوق کا علم ہونا نہایت ضروری ہے اور یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ صاحب حق کے لئے اپنا حق طلب کرنا اگرچہ باپ اور بھائی یا شوہر سے ہو، فرض اور باعثِ ثواب ہے اور حق طلب کرنے میں شرم کرنا منع ہے۔ ہمارے معاشرہ

میں خواتین کی محرومی کا ایک باعث یہ بھی ہے کہ انہیں اتناد بایا جاتا ہے کہ بے چاری اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے میں والدین اور بھائیوں کی بے ادبی سمجھتی ہیں۔ اگر کسی خاتون نے اپنا حق طلب کر لیا تو برادری کے لوگ اسے گستاخ کہتے ہیں اور اسے ایسی سزا دیتے ہیں کہ دوسری خواتین اپنا حق طلب کرنے کی جرأت ہی نہیں کر سکتیں۔

- آج کل ایک ظلم یہ بھی ہو رہا ہے کہ ایک دن کے لئے بیوی کو رکھا اور دوسرے دن بیوی کو طلاق دے دی اور مہر مقرر نہیں ہوا تھا یا معاف کرالیا گیا تھا۔ اب مطلقہ دربدر ٹھوکریں کھاتی پھرتی ہے۔
- یہ بھی یاد رہے کہ مہر کے لئے ہر قسم کا حلال مال مقرر کیا جا سکتا ہے پلاٹ، مکان، جائیداد اور نقد سونا اور چاندی وغیرہ۔

مہر کی مقدار:

- کم سے کم مہر کی مقدار دس درہم چاندی ہے (جس کا وزن ۰۳/۱۶ گرام ہے) اور زیادہ سے زیادہ مہر کی کوئی حد نہیں ہے۔ ہر دور میں چاندی کی قیمت کے حساب سے مہر کی کم سے کم رقم متعین ہو سکتی ہے۔ ۸۰۰۲ء میں تقریباً ۱۶۰۳ گرام کی قیمت ایک ہزار روپے بنتی ہے۔

مہر میں دین کا حکم مال کا ہے لیکن زکوٰۃ میں دین ایک وصف ہوتا ہے:

- مہر کسی آدمی پر واجب دین اور قرض بھی مقرر ہو سکتا ہے لہٰذا دوسرا آدمی دین یا قرض کی رقم شوہر کی جانب سے اس کی بیوی کو ادا کرے گا تو مہر ادا ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر بیوی کے اوپر شوہر کا نکاح سے پہلے دین یا قرض واجب تھا اور شوہر نے وہی دین یا قرض مہر میں ساقط کرنے کا عہد کیا تو دین یا قرض ساقط ہو جائے گا۔ مگر زکوٰۃ میں فقیر پر واجب دین ساقط کرنے سے یا دین کی رقم کسی فقیر کو ادا کرادینے سے صاحب دین کی زکوٰۃ ادا نہیں ہو گی۔ مثلاً کسی شوہر نے

نکاح میں دوسرے آدمی پر واجب دین ہزار روپے دینے کا ذکر کیا تو یہ جائز ہے۔ بیوی چاہے مہر کی رقم شوہر سے لے لے اور چاہے تو مدیون سے لے لے دونوں جائز ہیں۔ فقہاء نے مہر میں دین کو مال کی حیثیت دی ہے اور آیت ''و ان تبتغوا باموالکم'' میں دین داخل تسلیم کیا ہے مگر زکوٰۃ میں دین کو مال قرار نہیں دیا اور فرمایا دین مال کا عین نہیں بلکہ ایک صفت ہے لہٰذا دین کا عین کی جگہ ادا کرنا جائز نہیں ہوگا اسی طرح دین کو یمین اور قسم میں بھی مال تسلیم نہیں کیا گیا۔ اگر کسی شخص نے قسم اٹھائی کہ میرے پاس مال نہیں ہے یا میں مال کا مالک نہیں ہوں اور اس کا دین کسی غنی آدمی پر واجب تھا تو اسے صادق تسلیم کیا جائے گا کیونکہ دین مال نہیں ہے مگر مہر میں دین کو مال تسلیم کیا گیا ہے۔

- اگر دس درہم مہر کے علاوہ کوئی دوسرا مال دس درہم کے مساوی متعین کیا گیا ہو شوہر مہر میں متعین مال ادا کر دے تو فبہا ورنہ نکاح کے دن متعین مال کی قیمت دس درہم ادا کرنا واجب ہوگی۔

مہر کے کم از کم نصاب کے مقدار میں نکاح کے دن کی قیمت کا اعتبار ہوگا:

- کم سے کم مہر میں متعین مال کی مقدار کے تعین میں نکاح کے دن قیمت کا اعتبار ہوتا ہے۔ قبضے کے دن کا اعتبار نہیں ہوتا۔ مثلاً نکاح کے دن مال کی قیمت دس درہم یعنی ۳۰/۶۱ گرام چاندی ہے تو یہ جائز ہے اور اگر مال کی قیمت دس درہم سے کم ہے تو جائز نہیں ہے۔ بالفرض مال کی قیمت نکاح کے وقت آٹھ درہم تھی مگر ادا کرنے کے وقت دس درہم ہوگئی تو شوہر کو مال متعین کے علاوہ دو درہم بھی دینا ہوں گے تاکہ نکاح کے دن مہر کا نصاب مکمل ہو جائے اور اگر نکاح کے وقت مال کی قیمت دس درہم ہو تو مہر کا نصاب مکمل ہے۔ اب بالفرض ادا کرنے کے دن اس مال کی قیمت آٹھ درہم ہو جائے اور بیوی مزید دو درہم کا مطالبہ کرے تو اس کے لئے جائز نہیں ہے کیونکہ عقد نکاح کے دن نصاب مکمل تھا۔ (بحر)

مہر میں کرنسی کے علاوہ مال میں ادا کے دن کی قیمت معتبر ہو گی:

• مہر کے کم از کم مقدار دس درہم کے تعین میں عقد نکاح کے وقت کا اعتبار ہوتا ہے مگر نکاح میں متعین کردہ مال کا بدل اور معاوضہ ادا کرنے اور قبضہ دینے کے وقت ادا کرنے کے دن متعین مال کی قیمت معتبر ہوتی ہے لہٰذا اگر عقد نکاح میں سونا چاندی یا دوسرا مال مخصوص مقدار میں متعین ہوا تھا، ادا کرتے وقت وہی متعین مقدار ادا کرنا ہو گی یا ادا کے دن کی موجودہ قیمت۔ اگرچہ اس مال کی قیمت قبضہ دینے کے دن زیادہ ہو چکی ہو۔ مثلاً عقد نکاح میں دس تولہ سونا مہر قرار پایا تھا۔ نکاح کے دن دس تولہ سونے کی قیمت فی تولہ دس ہزار روپے تھی اور ٹوٹل مہر کی رقم ایک لاکھ روپے بنتی تھی۔ مہر ادا کرنے کے دن فی تولہ پندرہ ہزار روپے سونے کی قیمت ہو گئی تھی تو شوہر پر دس تولہ سونا یا اس کی قیمت ٹوٹل ڈیڑھ لاکھ روپے ادا کرنا ہوں گے۔ شوہر یہ نہیں کہہ سکتا کہ نکاح کے دن چونکہ قیمت ایک لاکھ تھی اس لئے میرے اوپر ایک لاکھ روپے واجب ہیں۔ (ماخوذ از بحر)

سونا یا چاندی یا پلاٹ کے مہر ہونے میں ادا کے دن کی قیمت یا عین مہر واجب ہو گا:

• اسی طرح اگر مہر میں زمین یا مخصوص مقدار کا پلاٹ عقد نکاح کے دن متعین ہوا تھا۔ مگر شوہر ادا کرنے اور قبضہ دینے کے وقت اس زمین یا پلاٹ کی قیمت دینا چاہتا ہے تو ادا کرنے کے دن زمین یا پلاٹ کی جو ویلیو ہو گی اس کا اعتبار ہو گا۔ عقد نکاح کے دن کی ویلیو کا اعتبار نہیں ہو گا۔

• زکوٰۃ کے مسائل میں بھی زکوٰۃ ادا کرنے کے وقت اموالِ زکاتیہ کی ویلیو کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرنا ہوتی ہے۔ مال کے ملک میں آنے کے دن کی ویلیو کا اعتبار نہیں ہوتا۔ بلکہ زکوٰۃ ادا کرنے کے دن کا اعتبار ہوتا ہے۔ مثلاً تجارت کی نیت سے ایک پلاٹ دس لاکھ روپے سے خریدا گیا تھا اور زکوٰۃ ادا کرنے کے دن ایک سال

بعد اس کی ایک کروڑ روپے قیمت ہے تو زکوٰۃ ایک کروڑ کی ادا کرنا واجب ہے، دس لاکھ کا اعتبار نہیں ہوگا۔ اسی طرح مہر میں بھی ادا کرنے کے دن کا اعتبار ہوگا عقد نکاح کے دن کا اعتبار نہیں ہوگا۔ (کتب فقہ)

دخول اور خلوت سے پہلے طلاق کی صورت میں مہر کی مقدار:

- اگر شوہر نے بیوی کو خلوت اور دخول سے پہلے طلاق دے دی تو بیوی پر فرض ہے کہ نصف مہر شوہر کو واپس کردے مگر مہر میں دیئے گئے مال ہی کا نصف دینا ہوگا۔ اگر وہ مال موجود نہیں رہا تو اس مال کی اس قیمت کا نصف واپس دینا ہوگا جو قبضہ کے دن تھی۔ نکاح کے دن کی قیمت کا اعتبار نہیں ہوگا۔ مثلاً شوہر نے دس تولہ سونا نکاح کے وقت مہر مقرر کیا تھا۔ اس وقت اس کی قیمت ایک لاکھ روپے تھی اور منکوحہ کو ایک سال بعد دس تولے سونا ادا کردیا، ادا کے وقت اس کی قیمت دو لاکھ روپے تھی۔ قبل الدخول والخلوۃ طلاق کی صورت میں بیوی کو ایک لاکھ روپے یا پانچ تولہ سونا واپس کرنا ہوگا۔

مختلف کرنسیوں میں مہر کے احکام:

- موجودہ زمانے میں عموماً مہر ہر ملک کی کرنسی میں طے ہوسکتا ہے۔ اگر مہر اپنے ملک کی کرنسی میں ہو تو کرنسی کی وہی مقدار واجب الادا ہوگی جس کو مہر قرار دیا گیا تھا۔ مثلاً مہر کی رقم دس ہزار روپے مقرر ہوئی تھی تو ادا کے وقت دس ہزار روپے ہی ادا کرنا ضروری ہوں گے اگرچہ ادا کے وقت دس ہزار روپے کی ویلیو مارکیٹ کم یا زیادہ ہوجائے۔ آجکل پاکستان میں کرنسی کی قیمت کچھ دنوں کے بعد کم ہوجاتی ہے اور مہر کے ادا کے وقت اختلاف ہوسکتا ہے۔ اس لئے کرنسی کی صورت میں مقرر کردہ کرنسی ہی ادا کرنا واجب ہوگی۔
- اگر نکاح کے وقت اپنے ملک کی مقرر کردہ کرنسی کی بجائے دوسرے ملک کی کرنسی ادا کرنے کا ارادہ ہو تو مہر میں متعینہ کرنسی نکاح کرنے کے دن کی ویلیو

میں دوسرے ملک کی کرنسی واجب الادا ہوگی۔ ادا کے وقت کی ویلیو معتبر نہیں ہوگی۔ مثلاً مہر عقد نکاح کے وقت پاکستانی کرنسی میں امریکی ڈالر ساٹھ روپے کا تھا اور ادا کرنے کے دن ستر روپے کا ہو چکا ہے، شوہر مہر کی رقم ڈالروں میں دینا چاہتا ہے تو نکاح کے دن پاکستانی روپے کی ویلیو کے مطابق ڈالر واجب الادا ہوں گے۔

- اور اگر دوسرے ملک کی کرنسی مہر میں طے کی گئی تھی تو دوسرے ملک کی کرنسی کی اس قیمت کا اعتبار ہوگا جو ادا کرنے کے وقت ہے۔ مثلاً مہر میں دس ہزار ڈالر یا ریال طے پائے تھے اور عقدِ نکاح کے وقت ساٹھ روپے فی ڈالر اور سولہ روپے فی ریال قیمت تھی اور ایک سال بعد ادا کرتے وقت ستر روپے فی ڈالر اور اٹھارہ روپے فی ریال قیمت ہوگئی ہے اور شوہر روپوں میں مہر ادا کرنا چاہتا ہے تو ادا کرنے کے دن کی قیمت کے حساب سے روپے ادا کرنا ہوں گے یا پھر طے شدہ ڈالر یا ریال دینے ہوں گے۔
- سونے اور چاندی کے آئے دن بھاؤ گر رہے ہیں۔ اگر مہر میں سونا یا چاندی طے ہوا تھا اور نکاح کے دن قیمت کم تھی اور ادا کے دن زیادہ ہے۔ اگر شوہر سونے یا چاندی کی قیمت اپنے ملک کی کرنسی یا کسی دوسرے ملک کی کرنسی میں ادا کرنا چاہتا ہے تو زیادہ قیمت ادا کرنا واجب ہے کیونکہ اصل مہر تو سونا یا چاندی کا مخصوص مقدار ہے اسی مقدار کی قیمت کے حساب سے کرنسی ادا کرنا ہوگی ورنہ طے شدہ سونا یا چاندی ادا کرے۔

کل مہر کے مؤکد ہو جانے کی صورتیں:

اول: نکاح صحیح کے بعد جنسی عمل کا وجود۔

دوم: زوجین میں سے کسی ایک کی موت کا جنسی عمل اور خلوت سے پہلے واقع ہو جانا۔

سوم: زوجین کے درمیان خلوت صحیحہ کا حصول۔

نکاح ثانی اگرچہ عدت میں ہو جدید مہر واجب ہوگا:

- اگر طلاق بائن کی عدت میں دوبارہ نکاح کر لیا جائے تو شوہر پر مہر ثانی کا کل واجب ہو جائے گا۔ اگرچہ دوسرے نکاح کے بعد خلوت اور جنسی عمل نہ پایا جائے کیونکہ عدت کا ہونا خلوت کے قائم مقام ہے۔ (بحر)

دخول اور خلوت سے پہلے طلاق واقع ہو جانے کی صورت میں مہر کے بعض احکام:

- اگر مہر کی مقدار نکاح کے وقت متعین تھی، شوہر نے خلوت اور جنسی عمل سے پہلے طلاق دے دی تو شوہر پر نصف مہر ادا کرنا واجب ہے۔ اگر شوہر مہر ادا کر چکا تھا تو بیوی پر نصف مہر واپس کرنا واجب ہے۔ بظاہر دیکھا جائے کہ جنسی عمل اور خلوت سے پہلے طلاق ہو جانے میں بیوی کے جسم کے جو منافع معقود علیہا تھے بیوی کے پاس سالم رہے لہٰذا منافع کا معاوضہ مہر شوہر پر واجب نہیں ہونا چاہئے اور اگر یہ دیکھا جائے کہ شوہر نے اپنے اختیار سے منافع کا مالک ہونا ضائع کیا ہے اس لئے شوہر پر کل مہر واجب ہونا چاہئے۔ جب عقلی دلائل میں تعارض تھا تو قرآن مجید کی آیت پر ہی عمل کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"ان طلقتموھن قبل ان تمسوھن۔۔۔۔۔الخ" (الآیہ)

- اگر شوہر نے بیوی کو خلوت سے پہلے طلاق دے دی اور ابھی مہر ادا نہیں کیا گیا تھا، نصف مہر کا ملک شوہر کی طرف لوٹ آئے گا قضاء یا بیوی کی رضا کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اور اگر مہر ادا کر دیا تھا تو ادا کردہ کے نصف مہر میں عورت کا ملک باطل ہو جائے گا مگر قضاء کے ذریعہ یا بیوی کی رضا سے نصف واپس کرنا ہوگا کیونکہ قبضہ کے بعد مہر کے نصف میں ملک کے باقی رہنے کو قضاء یا رضا سے ہی فاسد کیا جا سکتا ہے۔ (بحر)

• اگر مہر میں مادہ حیوان یا درخت مقرر ہوئے تھے اس کے بعد حیوان کے بچے پیدا ہوگئے یا درختوں پر پھل اتر آیا یعنی مہر میں زیادتی منفصلہ کا اضافہ ہوگیا اور ابھی قبضہ نہیں دیا تھا اور دخول اور خلوت سے پہلے طلاق ہوگئی تو اصل اور زیادتی دونوں کا نصف ادا کیا جائے گا اور اگر قبضہ دے دیا تھا تو زیادتی منفصلہ کا نصف واپس نہیں ہوگا بلکہ بیوی پر حیوان یا درخت پر قبضہ کرنے کے دن کی قیمت کا نصف واپس کرنا ہوگا۔ اسی طرح اگر العیاذ باللہ بیوی مرتدہ ہوگئی یا اس نے زوج کے بیٹے کا بوسہ لے لیا تو نکاح فسخ ہو جائے گا۔ اس میں بھی مہر کے درج بالا تفصیل کے مطابق حکم ہوگا۔ یہ حکم زیادتی متولدۃ منفصلہ کا ہے۔ زیادتی متصلہ کے احکام دیگر کتب میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

فرقت کے بعد خلوت کے وجود اور عدم پر اختلاف کا حکم:

• اگر فرقت کے بعد بیوی کہتی ہے ہماری فرقت جنسی عمل یا خلوت کے بعد ہوئی ہے اور شوہر کہتا ہے جنسی عمل یا خلوت سے پہلے واقع ہوئی ہے تو بیوی کا قول معتبر ہوگا کیونکہ بیوی نصف مہر کی واپسی کی منکرۃ ہے۔ قسم اٹھا کر بیوی کہہ دے کہ فرقت جنسی عمل یا خلوت کے بعد ہے تو پورا مہر دینا واجب ہوگا۔

مہر کی تعجیل یا تاجیل کے احکام:

• تعجیل اور تاجیل دونوں عربی لغت کے لفظ ہیں۔ تعجیل سے عقد اور نکاح کے وقت مہر ادا کرنا مراد ہوتا ہے اور تاجیل سے عقد کے بعد مہر ادا کرنا مراد ہوتا ہے۔ ہر عقد نکاح میں مہر واجب ہوتا ہے اس لئے مہر کی درج ذیل قسمیں بیان کی جاتی ہیں۔ مہر معجل (نقد) اور مہر مؤجل (ادھار) کے اقسام یہ ہیں: کل مہر معجل ہو یا کل مہر مؤجل ہو یا بعض معجل اور بعض مؤجل ہو۔ پھر ہر مؤجل میں تاجیل کسی معین مدت تک ہوگی یا کسی مدت کا ذکر نہیں ہوگا۔ اگر مدت معین کا ذکر نہ ہو تو مہر مؤجل کا ادا کرنا عند الطلب ہوگا یہ کہ بیوی جس وقت مطالبہ کرے شوہر کو ادا

کرنا ہو گا ورنہ طلاق یا موت کے وقوع تک مؤخر ہونا مشروط ہو گا۔ مہر میں ذکر کردہ تمام صورتیں ممکن اور جائز ہیں۔

- اگر عقدِ نکاح کے وقت طے ہوا کہ کل مہر معجل (نقد) ہو گا یا بعض معجل ہو گا یا زوجین کی برادری کے عرف اور رواج میں ایک خاص مقدار معجل تھی۔ ان صورتوں میں اگر مہر معجل وصول کرنے کی غرض سے بیوی شوہر کو جنسی عمل اور بوس و کنار سے منع کر دے یا شوہر کے ساتھ سفر پر جانے سے انکار کر دے تو عورت کو یہ حق حاصل ہے وہ ایسا کر سکتی ہے تاکہ طے شدہ مہر معجل حاصل ہو سکے۔

بالفرض شوہر بیوی کے ساتھ جنسی عمل اس کی رضا کے ساتھ مہر ادا کرنے سے پہلے کئی مرتبہ کر چکا ہو یا اسے مہر ادا کرنے سے پہلے بیوی کی رضامندی سے خلوت حاصل رہی ہو پھر بھی کسی وقت مہر حاصل کرنے کے لئے بیوی کو حق ہے کہ وہ شوہر کو جنسی عمل اور اس کے لوازمات سے روک دے، اس پر اسے کوئی گناہ نہیں ہو گا کیونکہ ہر مرتبہ وظیفۂ زوجیت مہر کے معاوضہ میں ہوتا ہے لٰہذا بعض جنسی عمل کی تسلیم سے یہ لازم نہیں کہ بیوی باقی بھی تسلیم کر دے۔

مہر کی تعجیل اور عدم تعجیل میں عرف کا اعتبار ہوتا ہے:

- عرف چونکہ مشروط اور مذکور کی طرح معتبر ہوتا ہے اس لئے عرف میں مہر حالی کا حکم بھی طے شدہ مہر معجل اور نقد کی طرح ہو گا۔ عرفاً اگر نکاح کے وقت مہر کی کوئی قسط ادا کی جاتی ہے۔ مثلاً زوجین کے قبیلوں میں عرف اور رواج ہے کہ مہر کا تیسرا حصہ نکاح کے انعقاد کے وقت دیا جاتا ہے اور باقی مہر بعد میں دیا جاتا ہے اور شوہر نے عرف کے مطابق عمل نہیں کیا تو بیوی شوہر کو جنسی عمل اور اس کے لوازمات سے منع کر سکتی ہے۔

- اگر زوجین کی قوم میں عرف ہے کہ شوہر کی جانب سے نکاح کے انعقاد کے

وقت منکوحہ کو موزے اور جوتے اور مٹھائی کے پیسے اور کپڑوں کے متعدد جوڑے عادۃً دیئے جاتے ہیں مگر شوہر کی جانب سے نہیں دیئے گئے تو بیوی شوہر کو ازدواجی عمل سے روک سکتی ہے۔

- عرف پر عمل اس وقت ضروری ہوتا ہے جب مہر کی تعجیل یا تاجیل کا ذکر نہ ہو۔ اگر صراحت کے ساتھ مہر کے کل یا بعض کی تعجیل اور بعض کی تاجیل کا ذکر ہو تو صراحت پر عمل کیا جائے گا کیونکہ شی کا صراحت کے ساتھ ذکر دلالۃ کے ساتھ ذکر سے قوی اور مقدم ہوتا ہے اور عرف کی وجہ سے تعجیل یا تاجیل کے ذکر پر دلالت ہوتی ہے صراحت نہیں ہوتی۔ شامی میں ہے:

"لان الشرط صریح و العرف دلالۃ والصریح اقوی"

ترجمہ: "کیونکہ شرط صریح ہے اور عرف دلالت ہے اور صریح اقوی ہوتا ہے"

اگر شوہر نے مہر ادا نہیں کیا بیوی بغیر اجازت گھر سے باہر جا سکتی ہے:

- اگر مہر کا کل یا بعض معجل ہے، مہر کے حاصل کرنے کی غرض سے بیوی شوہر کے ساتھ سفر کرنے سے انکار کرتی یا اپنے گھر سے نکلنے سے انکار کرتی ہے تو اس کو یہ حق حاصل ہے۔
- اگر شوہر نے معجل مہر ادا نہیں کیا تو بیوی مہر پر قبضہ کرنے سے پہلے اپنے شوہر کے گھر سے باہر شوہر کے اذن کے بغیر اپنی ضروریات کے لئے جا سکتی ہے، اسی طرح اپنے گھر والوں کو ملنے کے لئے شوہر کی اجازت کے بغیر جا سکتی ہے اور اسی طرح بلا اجازت سفر بھی کر سکتی ہے اور مہر کی وجہ سے جنسی عمل کے منع کرنے کے باوجود نفقہ کی مستحق ہے خواہ شوہر کے گھر میں رہ کر منع کرے یا شوہر کے مکان منتقل نہ ہو اپنے والدین کے گھر ہو یا سفر پر چلی جائے تب بھی نفقہ کی مستحق ہو گی کیونکہ تقصیر شوہر کی طرف سے ہے کہ وہ مہر معجل ادا نہیں کر رہا۔ نفقہ

اگرچہ شوہر کے لئے بیوی کے محبوس ہونے کی جزاء ہوتا ہے مگر شوہر کی تقصیر کی وجہ سے مذکورۃ صورتوں میں حکماً احتباس موجود ہے جس طرح شوہر بیوی کو اپنے گھر سے جبراً نکال دے تو حکماً احتباس ہوتا ہے اور عورت نفقہ کی مستحق ہوتی ہے اور اگر بیوی حج پر چلی جائے اور شوہر ساتھ نہ ہو یا بیوی غاصب کے قبضہ میں چلی جائے تو نفقہ کی مستحق نہیں ہو گی کیونکہ ان صورتوں میں بیوی شوہر کے حق میں محبوسہ نہیں ہے۔

- اگر مہر کی تعجیل یا تاخیر کے مشروط ہونے کا ذکر ہے تو جس طرح مشروط ہے اسی طرح عمل کیا جائے گا۔

مہر کی مدت میں جہالت کا حکم:

- اگر مہر کا مؤخر ہونا کسی مجہول امر کے ساتھ مشروط ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ اس مجہول امر میں جہالت فاحشہ ہو گی یا متقاربہ۔ اگر متقاربہ ہے مثلاً مہر گندم یا کسی دوسری فصل کی کٹائی تک ادا کر دیا جائے گا تو یہ شرط جائز ہے کیونکہ یہ جہالۃ وجہ نزاع نہیں ہوتی۔ اور اگر جہالۃ متفاحشہ ہے، مثلاً مہر شوہر کے غنی ہو جانے یا ہواؤں کے چلنے یا بارش کے برسنے پر ادا کیا جائے گا تو یہ شرط باطل ہے، مہر کا نکاح کے وقت ادا کرنا واجب ہو گا۔ (شامی، باب المہر)
- اگر مہر معجل یا مؤجل پر اجل کے وقت بیوی نے قبضہ کر لیا تو بیوی شوہر کو جنسی عمل اور اس کے لوازم سے منع نہیں کر سکتی۔ اگر منع کرے اور شوہر کے گھر سے چلی جائے تو وہ ناشزہ ہے نفقہ کی مستحق نہیں ہو گی اور اگر شوہر کے مکان میں مقیم ہے تو نفقہ کی مستحق ہو گی کیونکہ شوہر اپنے مکان میں اس سے جبراً بھی زوجیت کا عمل کر سکتا ہے۔
- اگر مہر کی تاخیر طلاق تک یا شوہر کی موت تک مشروط تھی تو طلاق یا موت کے بعد تاخیر جائز نہیں ہو گی۔

• اگر مہر کی تاخیر دس سال تک مشروط تھی مگر دس سال سے پہلے طلاق ہو گئی یا موت واقع ہو گئی تو شوہر کی جائیداد سے دس سال مشروط مدت تک مہر کی تاخیر جائز ہے۔

مہر وصول کرنے کے بعد بیوی بغیر اجازت گھر سے نہیں نکل سکتی مگر حق لینے، والدین کی زیارت اور دیگر رشتہ داروں کی ملاقات کے لیے جاسکتی ہے / بیوی حج فرض اور بیمار والدین کی خدمت کے لیے بغیر اجازتِ شوہر جاسکتی ہے:

• اگر مہر معجل یا مؤجل پر بیوی نے قبضہ کر لیا تو اب بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر شوہر کے مکان سے باہر نہیں جاسکتی مگر کسی آدمی سے اپنا حق لینے کے لئے یا کسی کا حق ادا کرنے کے لئے اور ہر ہفتہ میں ایک مرتبہ اپنے والدین اور اجداد اور جدات کی ملاقات کے لئے اور سال میں ایک مرتبہ دیگر محرم رشتہ داروں کی ملاقات کے لئے شوہر کی اجازت کے بغیر شوہر کے مکان سے باہر جاسکتی ہے کیونکہ ان رشتہ داروں کی ملاقات کرنا بیوی کا حق ہے اور اپنے حق کے لئے بیوی باہر جاسکتی ہے۔

• اسی طرح محرم کے ساتھ فرضی حج کے لئے شوہر کی اجازت کے بغیر جاسکتی ہے مگر عمرہ اور نفلی حج کے لئے شوہر کی اجازت ضروری ہے۔ اور بیمار والد یا والدہ اگر بیوی کی خدمت کے محتاج ہوں اگرچہ کافر ہوں، ان کی خدمت کے لئے شوہر کی اجازت کے بغیر شوہر کے گھر سے باہر جاسکتی ہے کیونکہ ان کی خدمت بیوی پر فرض ہے۔

• اسی طرح دینی مسائل جن میں بیوی مبتلا ہے اگر شوہر وہ مسائل خود یا پوچھ کر نہیں بتا سکتا تو اس کی بیوی کسی عالم سے ان مسائل کا علم حاصل کرنے کے لئے بغیر اجازت جاسکتی ہے کیونکہ مبتلا آدمی کے لئے دینی مسائل کا جاننا فرض

ہے۔(شامی، باب المہر)

اگر شوہر عالم نہ ہو تو دینی مسائل کے لیے بیوی بغیر اجازت باہر جاسکتی ہے:

• اسی طرح ایسے دینی مسائل جن کا عورتوں کو جاننا فرض عین ہوتا ہے۔ مثلاً ہر عاقلہ بالغہ کے لئے نماز اور روزے اور اگر بیوی غنیہ ہے تو زکوۃ اور حج اور منکوحہ کے لئے شوہر کے حقوق اور شوہر پر حقوق اور حیض اور نفاس کے مسائل اگر شوہر نہیں بتاسکتا اور پوچھ کر بتانے سے بھی انکار کرتا ہے تو اس کی بیوی بغیر اذن یہ مسائل جاننے کے لئے گھر سے باہر جاسکتی ہے۔(عام کتب فقہ)

اگر نکاح سے پہلے بیوی نرسنگ یا ایئر ہوسٹس یا ڈاکٹر کا کام کرتی تھی تو نکاح کے بعد اپنی ڈیوٹی کے لیے اسے گھر سے باہر جانا جائز ہے:

• اگر کسی شخص کی بیوی قابلہ یعنی بچوں کی ولادت کراتی ہے یا غاسلہ یعنی اموات کو غسل دیتی ہے تو شوہر کی اجازت کے بغیر ان کاموں کے لئے باہر جاسکتی ہے اس لئے شوہر کو جب علم تھا کہ میری ہونے والی بیوی قابلہ یا غاسلہ ہے اور اس نے بغیر کسی شرط کے نکاح کرلیا تو اس کی جانب سے دلالۃ باہر جانے کی اجازت ہوگی، دوبارہ پوچھنے کی ضرورت نہیں مگر اخلاقاً پوچھنا چاہئے۔

اگر بیوی ملازمہ ہے وہ شوہر کی اجازت کے بغیر باہر جاسکتی ہے:

• ملازمت پیشہ خواتین پر حسبِ معاہدہ کام کرنا واجب ہوتا ہے اس لئے ملازمۃ خواتین بھی شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے ڈیوٹی کے اوقات تک باہر جاسکتی ہیں۔

بیوی والدین اور قریبی رشتہ داروں کی وفات پر ان کا چہرہ دیکھنے اور چہلم وغیرہ میں بغیر اجازت نہیں جاسکتی:

• والدین یا بھائی اور بہنوں کی وفات پر ان کا آخری مرتبہ چہرہ دیکھنے اور ان کے سوئم اور چہلم اور ایصالِ ثواب کی تقریبات میں اور دیگر محرم رشتہ داروں کی

وفات کی رسوم میں شرکت کے لئے بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر نہیں جاسکتی کیونکہ یہ امور واجبات سے نہیں ہیں لہٰذا شوہر سے اجازت لینا ضروری ہے اور شوہر کو صلہ رحمی قائم رکھنے کے لئے اجازت دے دینا چاہئے۔

- قبرستان میں والدین اور عزیزوں کی قبروں پر اور بزرگان دین کی مزارات پر اور نمازِ جمعہ پڑھنے اور دیگر غیر واجب وعظ و نصیحت کی مجالس میں شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی کے لئے گھر سے باہر جانا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ تمام امور بیوی کے لئے واجب نہیں ہیں۔

بیوٹی پارلر اور جسمانی صفائی کے مراکز میں بیوی بغیر اجازت شوہر جاسکتی ہے:

- بیوٹی پارلر جہاں خواتین کام کرتی ہیں، بیوی بغیر اجازت شوہر جاسکتی ہے کیونکہ نازک اور حساس جسمانی حصوں کی صفائی وغیرہ بیوی کا حق ہے اپنے حق کے لئے گھر سے خروج جائز ہے۔

مزارات اور خانقاہوں اور دیگر تفریحی مقامات پر بغیر اجازت شوہر کے جانا منع ہے:

- پارکوں اور تفریح گاہوں اور شادیوں کی تقریبات میں اگر معصیت کا ارتکاب لازم نہ آتا ہو تو حجاب کے ساتھ شوہر کی اجازت سے جاسکتی ہے اور معصیت کی تقریبات میں شوہر کے حکم سے بھی جانا منع ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی آدمی کی اطاعت جائز نہیں ہے۔

فرقت کا بیان

☆ فرقت کی اقسام

☆ فرقت میں عدت کا حکم

☆ فرقت کی عدل میں وقوعِ طلاق کا حکم

☆ فرقت کی صورتوں میں مہر کا حکم

☆ کفار کے حق میں تفصیل

فرقت کا بیان

فرقت کے اقسام:

فرقت سے طلاق کے بغیر نکاح کا ختم ہو جانا مراد ہوتا ہے۔ فرقت کبھی طلاق کے معنی میں ہوتی ہے اور اس پر طلاق کے احکام مترتب ہوتے ہیں اور کبھی نکاح کے فسخ کے معنی میں ہوتی ہے اور اس پر فسخ کے احکام مترتب ہوتے ہیں۔

شوہر مرتد ہو جائے تو فرقت فسخ ہو گی:

- ضابطہ یہ ہے کہ اگر فرقت کا وقوع شوہر کی جانب سے ہے تو یہ فرقت طلاق کے معنی میں ہو گی مگر ایک صورت میں کہ مسلمان بیوی کا شوہر کفر اختیار کرلے اور مرتد ہو جائے، یہاں فرقت فسخ کے معنٰی میں ہو گی اگرچہ فرقت کا سبب شوہر ہے۔ کیونکہ مرتد ہو جانے سے شوہر کے لئے عورت کے مخصوص عضو کے منافع کا ملک ختم ہو جائے گا لہٰذا مخصوص عضو کی حلت بھی منتفی ہو جائے گی۔ اور یہ اسلام اور کفر میں تنافی اور تضاد کی وجہ سے ہوا۔ گویا شوہر کی جانب سے فرقت نہیں ہوئی لہٰذا یہ فرقت فسخ ہو گی۔

ارتداد اور اسلام سے انکار میں فرق ہے:

- اور اگر کافر زوجین سے بیوی کے اسلام لانے کے بعد شوہر اسلام لانے سے انکار کرتا ہے تو یہاں فرقت طلاق کے معنی میں ہو گی کیونکہ انکار کے بعد بھی شوہر کے لئے منافع کا ملک باقی رہتا ہے اس لئے ارتداد اور اباء عن الاسلام میں فرق ہے۔ (بحر) شامی میں ہے:

و فرق الامام بان الردة منافية للنكاح لمنافاتها العصمة و

الطلاق یستدعی قیام النکاح فتعذر جعلها طلاقا و تمامه فی النهر۔(۳۶۶/۴مکتبہ دار الباز)

ترجمہ: ''اور امام اعظم نے ان دونوں میں فرق فرمایا ہے یہ کہ مرتد ہونا نکاح کے منافی ہے کیونکہ ردۃ عصمۃ کے منافی ہے اور طلاق نکاح کے قیام کا تقاضا کرتا ہے پس اسے طلاق بنانا متعذر اً ہے۔''

عورت مرتدہ ہوجائے یا اسلام سے انکار کردے فرقت فسخ ہوگی:

- اور اگر عورت مرتدۃ ہو جائے یا شوہر مسلمان ہو جائے اور بیوی اسلام لانے سے انکار کردے تو فرقت بالاتفاق فسخ شمار ہوگی۔

فرقت کی تیرہ اقسام۔سات میں قاضی کا فیصلہ ضروری ہے اور چھ میں قضا ضروری نہیں:

- فرقت کے تیرہ قسم ہیں، سات اقسام میں فرقت قاضی یا جسٹس کے فیصلہ پر موقوف ہوتی ہے اور چھ اقسام میں فرقت قاضی کے قضا اور فیصلہ پر موقوف نہیں ہوتی فوراً واقع ہو جاتی ہے۔

پہلی اقسام:

(۱) آلہ تولید کے مقطوع ہونے کی وجہ سے فرقت۔(۲) نامردی اور کمزوری کی وجہ سے فرقت۔(۳) خیار بلوغ کی وجہ سے فرقت۔(۴) عدم کفو ہونے کی وجہ سے فرقت۔(۵) مہر میں انتہائی کمی کی وجہ سے فرقت۔(۶) زوج کے اسلام لانے سے انکار کی وجہ سے فرقت۔(۷) لعان کی وجہ سے فرقت۔ان سات فرقتوں میں جب تک قاضی فرقت کا فیصلہ نہیں کرے گا فرقت نہیں ہوگی اور ان صورتوں میں قضاء کی ضرورت اس لئے ہے کہ ان صورتوں میں فرقت کے اسباب ظاہر نہیں ہیں۔ قاضی تفتیش اور تحقیق کرے گا پھر فیصلہ کرے گا۔

دوسری چھ اقسام:

(۱) کنیز اور لونڈی کی خیار عتق کی وجہ سے فرقت۔(۲) ایلاء کی وجہ سے فرقت۔(۳) ارتداد کی وجہ سے فرقت۔(۴) تباین دارین کی وجہ سے فرقت۔ (۵) زوجین میں سے کسی ایک کے دوسرے کا مالک ہو جانے کی وجہ سے فرقت۔ (۶) نکاح فاسد ہونے کی وجہ سے فرقت۔ ان چھ فرقتوں میں قاضی اور جسٹس کی قضاء کی ضرورت نہیں ہوتی اور ان چھ صورتوں میں فوراً نکاح ختم ہو جاتا ہے۔

فرقت میں عدت کا حکم:

• اگر زوجین کے درمیان کوئی ایک فرقت خلوت یا جنسی عمل کے بعد واقع ہوئی ہے تو اس فرقت میں عورت پر عدت لازم ہو گی اور اگر خلوت سے پہلے واقع ہوئی ہے تو عدت لازم نہیں ہو گی۔

اگر فرقت طلاق کے حکم میں ہو تو طلاق کا عدد کم ہو جائے گا اگر فسخ کے حکم میں ہو تو عدد کم نہیں ہو گا:

• اگر فرقت کا باعث شوہر ہے اور فرقتہ طلاق کے معنی میں ہے تو طلاق کے نصاب تین کے عدد میں طلاق کا ایک عدد کم ہو جائے گا۔ آئندہ نکاح ہونے پر شوہر کو صرف دو (۲) طلاق کا حق ہو گا۔ مثلاً مخیرہ جس کو شوہر نے ایک طلاق کا حق تفویض کیا اور اس نے طلاق اختیار کر لی، دوبارہ نکاح کے بعد شوہر کو اس پر دو طلاقوں کا حق ہو گا۔ (بحر)

اور اگر فرقت کا سبب بیوی ہے یا شوہر کا ارتداد ہے تو فرقت فسخ کے معنی میں ہو گی۔ اس فرقت کو طلاق شمار نہیں کیا جائے گا کیونکہ فرقت عورت کی طرف سے ہے اور عورت کی طرف طلاق کی نسبت نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا ایسی فرقت میں دوبارہ نکاح ہو جانے کی صورت میں شوہر کو تین طلاق کا حق ہو گا۔ مثلاً خیار بلوغ اور عدم کفاوۃ کی وجہ سے خیار اور مہر کے نقصان کی وجہ سے اختیار حاصل کرنے

میں فرقت فسخ شمار ہو گی دوبارہ نکاح کی صورت میں شوہر تین طلاق کا مالک ہو گا۔ (بحر)

فرقت کی عدت میں وقوع طلاق کا حکم:

فرقت کی عدت میں دو صورتیں جن میں طلاق واقع نہیں ہوتی:

اگر فرقت کے بعد عورت پر عدت واجب ہے مگر اس عورت کی حرمت شوہر کے حق میں دائمی ہے دوبارہ نکاح نہیں ہو سکتا تو اس فرقت کی عدت میں طلاق واقع نہیں ہو گی۔ مثلاً محرم ہونے کی وجہ سے فرقت یہ کہ بیوی شوہر کے لئے محرم تھی۔ منکوحہ نے حالت صغر میں شوہر کی ماں کا دودھ پی لیا تھا یا نکاح یا زنا کی وجہ سے صہریۃ اور سسرالیۃ کے لزوم سے متارکہ کے بعد فرقت ہو گئی اور مسماۃ مدخولہ تھی۔ مثلاً مدخولہ بیوی نے شوہر کے بیٹے کا بوسہ لے لیا یا زنا کر لیا بیوی شوہر پر حرام ہو جائے گی اور شوہر کی جانب سے متارکہ سے الفاظ سے فرقت واقع ہو جائے گی مگر اس فرقت کی عدت میں طلاق واقع نہیں ہو گی کیونکہ ان صورتوں میں دائمی فرقت کی وجہ سے طلاق کا فائدہ نہیں ہے۔

- اگر جنسی عمل کے بعد خیار بلوغ یا خیار عتق یا کفو نہ ہونے یا مہر کے نقصان میں غبن فاحش کی وجہ سے فرقت ہو جائے تو موصوفہ پر عدت لازم ہو گی مگر ظاہر مذہب پر ان صورتوں کی عدت میں طلاق واقع نہیں ہو گی۔ نہر الرائق میں ہے ان صورتوں میں چونکہ فرقت فسخ کے معنی میں ہے اور فسخ کا مفہوم یہ ہے کہ نکاح تھا ہی نہیں گویا مدخولہ غیر معتدہ تھی اس لئے ان صورتوں میں اگر دخول کے بعد فرقت ہوئی تو عدت تو لازم ہو گی مگر اس عدت میں طلاق واقع نہ ہو گی۔ (نہر الفائق)

فرقت کی صورتوں میں مہر کا حکم:

اگر فرقت خلوت صحیحہ یا جنسی عمل کے بعد واقع ہے تو کل مہر دینا واجب

ہو گا کیونکہ جنسی عمل کی وجہ سے مہر متاکد ہو جاتا ہے خواہ فرقت فسخ کے معنی میں ہو یا طلاق کے معنی میں ہو خواہ فرقت کے بعد دائمی حرمت ہو یا عارضی حرمت ہو۔

فرقت اگر فسخ ہے اور بیوی کی وجہ سے تو مہر ساقط ہو جائے گا:

- اور اگر فرقت جنسی عمل اور خلوت سے پہلے واقع ہو پھر اگر فرقت بیوی کی جانب سے فسخِ نکاح ہے تو کل مہر ساقط ہو جائے گا اور اگر شوہر کی جانب سے فرقت واقع ہے اور مہر کی مقدار مقرر تھی تو نصف مہر دینا واجب ہو گا۔

الحاصل! فرقت کی جملہ اقسام کے ساتھ عدت اور عدت میں وقوع طلاق اور نصاب طلاق میں نقصان اور مہر کے لزوم یا سقوط کا تعلق ہوتا ہے۔

کفار کے حق میں تفصیل:

تباین الدارین حقیقۃ اور حکماً سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ مثلاً کافر زوجین حربیین میں سے ایک فریق دار الاسلام میں دائمی منتقل ہو گیا۔ دار الحرب میں اسلام قبول کر کے منتقل ہوا یا دار الاسلام میں بغیر اسلام مستقل ذمی ہونے کے ارادہ سے منتقل ہوا یا دار الاسلام داخل ہونے کے بعد مسلمان ہو گیا یا ذمی بن گیا اور اس کی بیوی منتقل نہیں ہوئی تو زوجین کا نکاح فسخ ہو جائے گا، قاضی کی قضاء کی ضرورت نہیں ہو گی۔ اس صورت میں دارین کا تباین حقیقی اور حکمی دونوں ہیں۔ اگر حربی زوجین میں سے ایک آدمی عارضی ویزا کے ساتھ دار الاسلام میں داخل ہوا پھر اسے واپس دار الحرب جانا ہے تو یہ فقط حقیقی تباین ہے حکمی تباین نہیں ہے لہذا نکاح فسخ نہیں ہو گا اور اگر کسی مسلمان یا ذمی نے دار الحرب جا کر حربیہ کافرہ کے ساتھ نکاح کر لیا تو یہ فقط تباین حکمی ہو گا اور نکاح فسخ نہیں ہو گا۔

(شامی باب نکاح الکافر)

- اگر کسی کی بیوی دار الحرب سے دار الاسلام میں ہمیشہ کے لئے منتقل ہو گئی،

مسلمان ہوگئی یا نہیں ہوئی، دونوں صورتوں میں مدخولہ کے لئے امام اعظم کے نزدیک عدت نہیں ہے مگر حاملہ عورت وضعِ حمل تک دوسرا نکاح نہیں کرسکتی اور ایک روایت میں اس کے ساتھ نکاح تو ہوسکتا ہے مگر وضعِ حمل تک اس کے ساتھ مباشرت جائز نہیں ہے مگر صاحبین کے نزدیک فسخِ نکاح کے بعد اس کی عدت ہوگی۔ چونکہ امام اعظم کے نزدیک عدت نہیں ہے اس لئے فرقت کے بعد طلاق واقع نہیں ہوگی اور چونکہ نکاح کا فسخ ہے لہٰذا اس فرقت کو طلاق شمار نہیں کیا جائے گا۔ اگر مدخولہ تھی تو اس کا مہر شوہر پر واجب ہوگا مگر نفقہ اور سکنٰی واجب نہیں ہوں گے اور اگر غیر مدخولہ تھی تو عدت اور مہر اور نفقہ اور سکنٰی ساقط ہوں گے۔

- اگر دار الاسلام میں مستقل قیام کے لئے آنے والا آدمی کسی عورت کا شوہر ہے تو اس کی بیوی کافرہ حربیہ مدخولہ یا غیر مدخولہ کے لئے بالاتفاق عدت نہیں ہے اور نہ نفقہ اور نہ رہائش، اگر مدخولہ ہے تو اس کا مہر واجب ہوگا ورنہ مہر بھی واجب نہیں۔ دار الحرب میں چونکہ اسلامی احکام جاری نہیں کئے جاسکتے اس لئے مذکورۃ احکام بھی جاری نہیں ہوں گے۔ چونکہ موصوفہ کے لئے عدت نہیں ہے اس کا شوہر دار الاسلام میں موصوفہ بیوی کی بہن سے یا اس کے علاوہ چار بیویوں سے فرقت کے بعد فوراً نکاح کرسکتا ہے۔ (شامی، باب نکاح الکافر)

دار الاسلام میں کافر زوجین میں سے کسی ایک کے اسلام لانے کے احکام:

اگر دار الاسلام میں قیام پذیر ذمی زوجین میں سے شوہر مسلمان ہوجائے یا کتابی شوہر کی بیوی مسلمان ہوجائے تو فوراً فرقت واقع نہیں ہوگی بلکہ دوسرے آدمی کو اسلام لانے کی دعوت دی جائے گی اگر دوسرا آدمی بالغ ہے یا دین کی سمجھ رکھنے والا غیر بالغ لڑکا یا لڑکی ہے تو اسے اسلام کی دعوت دی جائے گی اور اگر غیر بالغ لڑکی یا لڑکا عاقل نہیں ہے تو اس کے عاقل ہونے کا انتظار کیا جائے گا۔ اگر

مجنوں ہے تو اس کے ابوین پر اسلام پیش کیا جائے گا اگر ان صورتوں میں اسلام لانے سے متاخر آدمی عدت تک اسلام قبول کر لے تو نکاح قائم رہے گا اگر متاخر انکار کر دے تو قاضی ان میں تفریق کر دے گا۔

مگر اہل کتاب یہود اور نصاریٰ زوجین میں سے شوہر مسلمان ہو جائے تو نکاح قائم رہے گا کیونکہ کتابیہ عورت سے مسلمان کا نکاح ابتداء جس طرح جائز ہے اسی طرح بقاء بھی جائز ہے۔

- اگر متاخر اسلام سے انکار کرنے والا بالغ یا غیر بالغ عاقل ممیز شوہر ہے یا مجنوں کے ابوین منکر ہیں تو قاضی کی فرقت بائن طلاق ہو گی۔(شامی، ص:۳۶۰،ج۴)
- اگر فرقت کے بعد شوہر مسلمان ہو جائے اور دوبارہ موصوفہ کے ساتھ نکاح کرے تو بقیہ دو طلاقوں کا مالک ہو گا اور اس فرقت کی مدخولہ بیوی کے لئے عدت لازم ہو گی اور عورت عدت کے اختتام تک مزید دو طلاقوں کے وقوع کا محل رہے گی اور غیر مدخولہ کے لئے عدت نہیں ہو گی لہٰذا محل طلاق بھی نہیں ہو گی اور مدخولہ بیوی کی عدت کا نفقہ اور سکنی شوہر پر واجب ہو گا اور مہر پورا ادا کرنا ہو گا۔ اور غیر مدخولہ کے لئے نصف مہر واجب ہو گا چونکہ غیر مدخولہ کی عدت نہیں ہے اس لئے نفقہ اور سکنی واجب نہیں ہو گا۔
- اگر شوہر اسلام قبول کر لے اور بیوی انکار کرنے والی ہو تو قاضی کی تفریق فسخ کہلائے گی۔ اگر فرقت کے فیصلہ کے بعد عورت مسلمان ہو جائے اور دوبارہ موصوف شوہر کے ساتھ نکاح کرے تو شوہر تین طلاق کا مالک ہو گا اور اس فسخ میں مدخولہ بیوی کے لئے عدت لازم ہو گی اور مدخولہ شوہر کی طلاقوں کے وقوع کا محل ہو گی اگر شوہر عدت میں تین طلاق دے دے تو طلاق مغلظہ کے ساتھ موصوفہ حرام ہو جائے گی چونکہ فرقت کا سبب بیوی کا اسلام سے انکار ہے اس لئے موصوفہ کے لئے عدت کا نفقہ نہیں ہو گا۔ ناشزہ بیوی کی طرح منکرہ کا نفقہ

نہیں ہوتا مگر سکنی اور رہائش کی مستحق ہو گی اور مدخولہ کے لئے کل مہر واجب ہو گا اور غیر مدخولہ کا نصف مہر ساقط ہو گا کیونکہ فرقت کا باعث خود بیوی ہے۔
(شامی، ص: ۳۶۰)

حربی زوجین میں سے کسی ایک کے اسلام لانے کے احکام:

غیر مسلم غیر اہل کتاب سے اگر بیوی اور شوہر میں سے کوئی آدمی دارالحرب میں مسلمان ہو جائے۔ اسلام لانے کی تاریخ سے تین حیض یا تین ماہ گزرنے کے بعد فرقت واقع ہو جائے گی اور یہ مدت عدت نہیں ہے اس لئے غیر مدخولہ کے لئے بھی یہ مدت ضروری ہے بلکہ یہ مدت اباء اسلام کے قائم مقام ہے کیونکہ دارالحرب میں اسلام کی دعوت دینا معتذر ہے اس لئے مذکورہ مدت کو قائم مقام اباء کیا جاتا ہے اور اس کے بعد فرقت واقع ہو جانے کا حکم کیا جاتا ہے۔ اگر بیوی نے اسلام قبول کر لیا اور شوہر نے اسلام قبول نہیں کیا تو فرقت طلاق شمار ہو گی۔ (بحر) اور اگر تین حیض مدت سے پہلے شوہر بھی مسلمان ہو گیا تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔ اور اگر شوہر اسلام قبول کر لے اور بیوی اسلام قبول نہ کرے تو تین حیض مدت کے بعد فرقت واقع ہو جائے گی اور یہ فرقت فسخ ہو گی اس کے بعد وہ عورت دارالحرب میں مقیم رہے تو اس کے لئے مزید عدت نہیں ہے۔ شوہر دارالحرب میں رہے یا نہ رہے کیونکہ حربیہ کافرہ کے لئے عدت نہیں ہوتی۔

- اگر بیوی مدخولہ تھی تو دونوں صورتوں میں شوہر مسلمان ہو یا بیوی، کل مہر واجب ہو گا۔ کیونکہ مہر دخول سے متاکد ہو جاتا ہے اور حق العبد ہونے کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتا۔ اور اگر شوہر کے انکار کی وجہ سے دخول سے پہلے فرقت ہو گئی معین مہر کا نصف شوہر پر واجب ہو گا اور اگر بیوی انکار کرے تو مہر ساقط ہو جائے گا کیونکہ فرقت بیوی کی جانب سے ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

موجودہ دور میں فرقت کی بنیاد دارالحرب میں بھی اسلام سے انکار ہو سکتا ہے:

نوٹ: فقہاء کرام نے فرمایا: فرقت کے لئے تین حیض یا تین ماہ کا حکم اس لئے ہے کہ دارالحرب میں اسلام کی دعوت دینا متعذر ہوتا ہے لہٰذا فرقت کی بنیاد اسلام سے انکار نہیں بنا سکتے بلکہ تین حیض یا تین ماہ بنائیں گے۔ یہ حکم قدیم دور میں تو مناسب تھا مگر موجودہ دور میں دارالحرب ملکوں میں اسلام کی تبلیغ کی اجازت ہے لہٰذا دارالحرب میں بھی فرقت کی بنیاد ایک فریق کے اسلام سے انکار کرنے کو بنانا چاہئے۔ (رفیق حسنی)

- اگر کافرہ عورت دارالحرب میں رہی تو اس پر تین حیض یا تین ماہ کے سوا مزید کوئی عدت لازم نہیں ہوگی اور اگر مسلمان ہوگئی یا ذمیہ ہونے کے ارادہ سے دار الاسلام منتقل ہوگئی یا دارالاسلام میں منتقل ہونے کے بعد ذمیہ ہوگئی اور تین حیض مدت دارالحرب میں مکمل کر لئے تھے تو امام اعظم کے نزدیک مزید اس کی عدت نہیں ہوگی کیونکہ مہاجرۃ پر امام صاحب کے نزدیک عدت نہیں ہوتی مگر حاملہ کے لئے وضعِ حمل عدت ہوتی ہے۔ (شامی: ۴/۳۶۳)

ذکر کردہ تفصیل کا ضابطہ:

- در مختار میں ہے:

کل فرقۃ ھی فسخ من کل وجہ کاسلام و ردۃ مع لحاق و خیار بلوغ و عتق لا یقع الطلاق فی عدتھا مطلقا و کل فرقۃ ھی طلاق یقع الطلاق فی عدتھا۔ (۳/۵۴۹)

ترجمہ: ”ہر وہ فرقت جو ہر وجہ سے فسخ ہے جیسے زوجین میں سے ایک کا مسلمان ہو جانا یا مرتد ہو جانا اور دارالحرب جا کر قیام کرنا اور خیار بلوغ اور خیار عتق میں فرقت فسخ ہے اس فسخ کی عدت میں طلاق صریح یا

کنائی واقع نہیں ہوتی اور ہر وہ فرقت جو طلاق ہے اس کی عدت میں
طلاق واقع ہو جاتی ہے۔''

یہاں پہلے ضابطہ پر اعتراض ہے یہ کہ اسلام سے انکار یا ارتداد کی وجہ سے فرقت فسخ ہوتی ہے مگر اس فسخ کی عدت میں طلاق واقع ہو سکتی ہے۔(شامی)

اور دوسرے ضابطہ پر اعتراض یہ ہے کہ لعان طلاق ہے مگر اس کی عدت میں طلاق واقع نہیں ہوتی چنانچہ اس اعتراض کے بعد علامہ شامی فرماتا ہے:

فصار الحاصل ان الطلاق یلحق فی عدۃ فرقۃ عن طلاق او اباء
او ردۃ بدون لحاق بدار الحرب۔

ترجمہ: ''پس حاصلِ کلام یہ ہے کہ طلاق یا اسلام سے انکار یا ارتداد جب دارالحرب مرتد نہ جائے، کی فرقت کی عدت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔''

- معلوم ہوا دونوں ضابطے اکثریہ ہیں کلیہ نہیں۔

مسلمان زوجین میں سے کسی ایک کے (العیاذ باللہ) مرتد ہو جانے کے احکام:

اگر مسلمان زوجین میں سے کوئی ایک آدمی (العیاذ باللہ) اسلام ترک کر دے اور مرتد ہو جائے تو فوراً فرقت ہو جائے گی اور یہ فرقت فسخ ہو گی اور اس فسخ کی عدت واجب ہے اگر شوہر مرتدہ بیوی کو عدت میں تین طلاق دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔ اگر شوہر نے تین طلاقیں دے دیں تو بغیر تحلیل شرعی دوبارہ موصوفہ کے ساتھ نکاح نہیں ہو سکے گا۔ مثلاً عورت مسلمان ہو جائے اور دوبارہ نکاح کرنا چاہے تو نکاح جائز نہیں ہو گا جب تک حلالہ نہ ہو۔ اسی طرح اگر شوہر مرتد ہو جائے تو نکاح فسخ ہو گا اور عدت لازم ہو گی اور عدت میں تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ مگر یہ اس صورت میں ہے کہ زوجین دارالاسلام میں مقیم ہوں اگر مرتدۃ بیوی دارالحرب منتقل ہو کر مقیم ہو جائے یا شوہر مرتد ہو کر

دارالحرب چلا جائے تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔ اگر بیوی کی عدت میں شوہر واپس آجائے اور اسلام قبول کر لے اور طلاق دے دے تو طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر مرتدہ عدت میں واپس آکر مسلمان ہو جائے امام صاحب کے نزدیک طلاق واقع نہیں ہو گی اور صاحبین کے نزدیک طلاق واقع ہو جائے گی۔

ارتداد کے بعد مدخولہ یا خلوت یافتہ بیوی کا مکمل مہر واجب ہو گا اور غیر خلوت یافتہ اور غیر مدخولہ کے لئے شوہر کے مرتد ہو جانے کی صورت میں معین مہر کا نصف ملے گا اور عدم تعین کی صورت میں متعہ ملے گا اور بیوی کے مرتد ہو جانے کی صورت میں مہر ساقط ہو جائے گا کیونکہ نکاح کے فسخ کا باعث بیوی خود ہے اور غیر مدخولہ کی عدت نہیں ہے اس لئے نفقہ اور سکنیٰ نہیں ہو گا خواہ شوہر مرتد ہو یا بیوی اور مدخولہ کے لئے شوہر کے ارتداد کی صورت میں نفقہ اور سکنیٰ دونوں شوہر پر واجب ہوں گے اور مدخولہ بیوی کے ارتداد کی صورت میں عدت کا نفقہ ساقط ہو جائے گا مگر سکنیٰ ساقط نہیں ہو گا کیونکہ وہ حق الشرع ہے۔(شامی) اگر بیوی جیل میں محبوسہ ہے تو محبوسہ کا ناشزہ کی طرح نفقہ اور سکنیٰ ساقط ہو گا۔ اگر عدت میں مریضہ مرتدۃ فوت ہو جائے تو مسلم شوہر اس کا وارث ہو گا اور اگر حالت صحت میں عورت مرتد ہو کر عدت کے اختتام سے پہلے فوت ہو جائے تو شوہر وارث نہیں ہو گا اور اگر شوہر مرتد ہو جائے اور بیوی کی عدت میں شوہر فوت ہو جائے تو بیوی ہر صورت میں شوہر کی جائیداد میں حصہ دار ہو گی۔ فرق کی وجہ یہ ہے کہ شوہر کے ارتداد کا مفہوم مرض الموت کی طرح ہے کیونکہ اسے قتل کیا جائے گا۔ شوہر ارتداد کی وجہ سے فار کہلائے گا لہٰذا بیوی وارث ہو گی بخلاف بیوی کے مرتدۃ ہونے کے۔ اس کا ارتداد بمنزلہ مرض الموت نہیں ہو گا کیونکہ اسے حبس میں رکھا جائے گا مگر یہ کہ اس کا ارتداد مرض الموت میں واقع ہو تو وہ فارۃ کہلائے گی اور شوہر اس کا وارث ہو جائے گا۔(شامی)

فرقت کی چوتھی قسم:
ولی کی اجازت کے بغیر مہر میں غبن فاحش کی وجہ سے تفریق کا حکم:

اگر عاقلہ بالغہ عورت نے نہایت کم مہر پر باپ اور دادا کی اجازت کے بغیر کسی آدمی کے ساتھ نکاح کر لیا اور ولی نے قاضی سے تفریق کرا لی تو یہ فرقت فسخِ نکاح کہلائے گی۔

- اگر فرقت دخول سے پہلے ہے تو بیوی کے لئے کوئی مہر نہیں ہوگا اگر دخول یا خلوت کے بعد ہے تو کل مہر دینا ہوگا۔
- نقصانِ مہر کی وجہ سے فرقت میں مدخولہ کے لئے عدت لازم ہے مگر عدت میں طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ یہ فرقت رفع النکاح کے معنی میں ہوتی ہے گویا نکاح نہیں تھا لہٰذا یہ عدت دخول کی وجہ سے ہے نکاح کی وجہ سے نہیں اس لئے یہ عورت فرقت کے بعد عدت کا محل نہیں ہوگی۔
- مدخولہ کی عدت کا نفقہ اور سکنیٰ واجب نہیں ہوگا۔

فرقت کی پانچویں قسم:
فرقت فسادِ نکاح کی وجہ سے ہو تو فسخِ نکاح ہے:

فرقت کا پانچواں قسم فسادِ نکاح ہے۔ مثلاً کسی شخص نے منکوحہ کے ساتھ بغیر گواہوں کے نکاح کیا تھا اس کا نکاح فاسد ہے اور یہ فرقت فسخ نکاح ہے۔ مدخولہ کے لئے طے شدہ مہر واجب ہے، غیر مدخولہ کے لئے کوئی مہر نہیں ہے۔ مدخولہ کے لئے عدت لازم ہے غیر مدخولہ کی کوئی عدت نہیں۔ مدخولہ کے لئے عدت کا نفقہ اور سکنیٰ نہیں ہے جب نکاح ہی نہیں تھا تو نفقہ اور سکنیٰ کس طرح ہوگا!

فرقت کی چھٹی قسم:

غیر کفو میں نکاح ولی کی اجازت کے بغیر ہو تو یہ فسخِ نکاح ہے:

فرقت کا چھٹا قسم عاقلہ بالغہ کا ولی کے اذن کے بغیر غیر کفو میں نکاح کرنا ہے۔ مفتی بہ قول امام اعظم سے حسن کی روایت پر غیر کفو میں نکاح باطل ہوتا ہے۔ لہٰذا اغواء کردہ لڑکیوں کا غیر کفو میں نکاح باطل ہو گا مگر ظاہر الروایۃ پر نکاح منعقد ہو جاتا ہے، لازم نہیں ہوتا۔ اولیاء کے لئے حق فسخ باقی ہے تفریق کے بعد مدخولہ کے لئے کل مہر واجب ہے اور غیر مدخولہ کے لئے کوئی مہر نہیں ہے۔ مدخولہ کے لئے عدت لازم ہے مگر عدت میں طلاق واقع نہیں ہوتی اور عدت کا نفقہ اور سکنٰی نہیں ہو گا۔

فرقت کی ساتویں قسم:

فرقت اگر حرمت مصاہرہ کی وجہ سے ہو تو یہ فسخِ نکاح ہے:

فرقت کا ساتواں قسم شوہر یا بیوی کا وہ فعل ہے جس سے حرمت مصاہرہ ثابت ہو جائے۔ مثلاً شوہر نے بیوی کی ماں کے ساتھ زنا کر لیا یا اس کا شہوت سے بوسہ لے لیا تو شوہر پر بیوی حرام ہو جائے گی۔ تفریق یا متارکہ کے بعد نکاح فسخ ہو جائے گا۔ یہ فرقت فسخ کہلائے گی اور فرقت کے بعد ابدی حرمت ثابت ہو جائے گی۔ مدخولہ کے لئے کل مہر اور نفقہ اور سکنٰی واجب ہو گا، مدخولہ پر عدت لازم ہے اور غیر مدخولہ کے لئے عدت نہیں ہے مگر نصف مہر واجب ہو گا۔ ابدی حرمت کی وجہ سے بیوی عدت میں طلاق کا محل نہیں رہے گی کیونکہ طلاق کا کوئی فائدہ نہیں۔ اسی طرح اگر بیوی نے شوہر کے بیٹے کے ساتھ زنا کر لیا یا اس کا شہوت کے ساتھ بوسہ لے لیا تو بیوی شوہر پر حرام ہو جائے گی۔ تفریق یا متارکہ سے فرقت واقع ہو جائے گی۔ مدخولہ کے لئے عدت لازم ہے، عدت میں حرمت ابدی کی وجہ سے طلاق واقع نہیں ہو گی اور مدخولہ کے لئے کل مہر واجب

ہو گا اور غیر مدخولہ کا نصف مہر اور نفقہ ساقط ہو جائے گا کیونکہ فرقت کا باعث بیوی ہے مگر سکنیٰ چونکہ حق شرعی ہے ساقط نہیں ہو گا۔

فرقت کی آٹھویں قسم:

فسخِ نکاح کا سبب ایک زوجہ کا دوسری کو دودھ پلانا ہو:

فرقت کا آٹھواں قسم یہ ہے کہ دو بیویوں سے بڑی بیوی نے ڈھائی سال کی عمر کی چھوٹی بیوی منکوحہ کو دودھ پلادیا تو فرقت واقع ہو جائے گی اور یہ فرقت نکاح کا فسخ ہو گا کیونکہ اس صورت میں کبیرہ بیوی صغیرہ بیوی کی ماں ہو جائے گی اور صغیرہ بیٹی ہو جائے گی اور مدخولہ کی بیٹی سے نکاح نہیں ہو سکتا نیز صغیرۃ پر عدت لازم نہیں ہے کیونکہ غیر مدخولہ ہے اور حرمت ابدی کی وجہ سے عدت میں طلاق واقع نہیں ہو گی اور کبیرہ مدخولہ کا نکاح بھی فسخ ہو جائے گا کیونکہ منکوحہ کی ماں بن جائے گی اور قرآن مجید میں ہے "او امھات نساء کم" اور تمہاری بیویوں کی مائیں تمہارے لئے حرام ہیں۔ مگر مدخولہ کی فرقت میں عدت لازم ہو گی اور حرمت ابدی کی وجہ سے عدت میں طلاق واقع نہیں ہو گی۔ مدخولہ کے لئے کل مہر واجب ہو گا اور نفقہ ساقط ہو گا کیونکہ فرقت کا باعث خود کبیرہ ہے اور سکنیٰ واجب ہو گا اور حرمت ابدی اور غیر ابدی کی صورتوں میں عدت کے اختتام تک بیوی کی بہن یا بیوی کی محرم عورت کے ساتھ شوہر نکاح نہیں کر سکے گا۔

فرقت کی نویں قسم:

خیارِ عتق کی وجہ سے کنیز اپنا نکاح فسخ کر سکتی ہے:

فرقت کا نواں قسم خیار عتق ہے۔ اگر کسی عبد کی منکوحہ بیوی کنیز تھی اور وہ آزاد ہو گئی تو کنیز کو نکاح باقی رکھنے یا فسخ کرنے کا اختیار ہو گا۔ اگر وہ نکاح فسخ کردے تو نکاح ختم ہو جائے گا اور یہ فرقت فسخ کہلائے گی۔ خیار عتق میں بیوی کے لئے نفقہ واجب نہیں ہو گا اور مدخولہ کا مہر اور سکنیٰ عبد پر واجب نہیں ہو گا بلکہ

اس کے مولی پر واجب ہو گا اور عدت تین حیض یا تین ماہ یا وضعِ حمل ہو گی کیونکہ حرۃ کی عدت تین حیض یا تین ماہ یا وضعِ حمل ہوتی ہے۔ اگر عدت سے پہلے شوہر ایک طلاق دے چکا تھا، آزاد ہو جانے کے بعد اگر موصوفہ کے ساتھ نکاح دوبارہ کرے گا تو بقیہ دو طلاق کا حق دار ہو گا مگر کنیز کی عدت میں طلاق واقع نہیں ہو گی کیونکہ وہ فرقت جو فسخ ہو اس کی عدت میں طلاق واقع نہیں ہوتی مگر ردۃ اور اباء عن الاسلام کی فرقت میں۔

نوٹ: خیار عتق صرف کنیز کے لئے فرقت کا باعث ہوتا ہے عبد کو خیار عتق نہیں ہوتا۔

فرقت کی دسویں قسم:

خیارِ بلوغ کی وجہ سے فرقت کا حکم:

فرقت کا دسواں قسم خیار بلوغ ہے۔ اگر باپ یا دادا کے علاوہ کسی وارث نے صغیرۃ یا صغیر کا نکاح کر دیا تھا، اسلام صغیرہ اور صغیر کو بلوغ کے وقت نکاح کے فسخ کرنے کا اختیار دیتا ہے۔ یہ فرقت فسخ کہلائے گی۔ اس فرقت میں طلاق کے عدد تین مرتبہ میں کمی نہیں آئے گی۔ مثلاً اگر فرقت کے بعد موصوفہ کے ساتھ شوہر کا دوبارہ نکاح ہو جائے تو شوہر تین طلاق کا مالک ہو گا۔ خیار بلوغ کی صورت میں موصوفہ اگر مدخولہ ہو گئی ہے کہ دخول کے بعد اسے علم ہوا کہ مجھے خیار بلوغ حاصل تھا اور اس نے فرقت اختیار کر لی تو کل مہر دینا ہو گا اور احتیاطاً عدت لازم ہو گی اور اس فسخ کی عدت میں طلاق واقع نہیں ہو گی کیونکہ یہ عدت دخول کی وجہ سے ہے نکاح کی وجہ سے نہیں اور وطی کی عدت میں طلاق واقع نہیں ہوتی اور عدت کا نفقہ واجب نہیں ہو گا کیونکہ فرقت کا باعث بیوی ہے۔

فرقت کی گیارہویں قسم:
اگر فسخِ نکاح ملک کی وجہ سے ہو تو اس کی عدت میں طلاق واقع نہیں ہو گی:

فرقت کا گیارہواں قسم شوہر کا بیوی کے کل یا بعض کا مالک ہو جانا یا بیوی کا شوہر کے کل یا بعض کا مالک ہو جانا ہے اور ملک فرقت کا باعث ہے اور یہ فرقت بھی فسخ کہلائے گی اور اس فسخ کی عدت میں طلاق واقع نہیں ہو گی۔ دوبارہ نکاح کی صورت میں شوہر تین طلاق کا مالک ہو گا اور مدخولہ کے لئے مہر اور نفقہ اور سکنٰی کے احکام کا قیاس یہ ہے کہ دخول کی وجہ سے کل مہر لازم ہو گا اور اگر فرقت کا باعث بیوی ہے تو نفقہ ساقط ہو گا ورنہ نہیں۔

فرقت کی بارہویں قسم:
کتابیہ بیوی کے فسخِ نکاح کا حکم:

فرقت کا بارہواں قسم یہ ہے اگر مسلم شوہر کی یہودیہ یا نصرانیہ منکوحہ بیوی مشرکہ ہو جائے تو فرقت واقع ہو جائے گی اور یہ فرقت فسخ کہلائے گی۔ اگر فرقت دخول سے پہلے ہے تو مہر اور نفقہ اور عدت نہیں ہو گی اور اگر دخول کے بعد ہے تو مہر واجب ہو گا مگر نفقہ نہیں ہو گا کیونکہ فرقت کا باعث بیوی کا شرک ہے اور بیوی کو عدت میں طلاق واقع ہو سکے گی۔

فرقت کے ان بارہ اقسام میں فرقت فسخِ نکاح کے معنی میں ہوتی ہے طلاق کے حکم میں نہیں ہوتی۔

(۱) اور ان فرقتوں فسخ کو طلاق شمار نہیں کیا جاتا اس لئے طلاق کے تین عدد میں فسخ نکاح سے کمی واقع نہیں ہو گی۔

(۲) اور فسخ کی عدت میں طلاق واقع نہیں ہو سکتی مگر ارتداد اور اسلام سے انکار کی صورتوں میں مفتی بہ قول پر طلاق واقع ہو سکتی ہے اگرچہ یہ بھی امام اعظم کے نزدیک فسخ ہے۔

- اگر فسخ کا باعث بیوی ہو تو شوہر پر عدت کا نفقہ واجب نہیں ہوتا اور سکنیٰ واجب ہوتا ہے کیونکہ سکنیٰ حق الشرع ہے اور نفقہ حق العبد ہے اور اگر فسخ نکاح کا باعث شوہر ہو تو شوہر پر عدت کا نفقہ اور سکنیٰ دونوں واجب ہوتے ہیں۔
- اگر فسخِ نکاح کی مذکورۃ صورتوں میں بیوی مدخولہ یا خلوت یافتہ ہے تو کل مہر واجب ہوگا اور اگر خلوت اور دخول سے پہلے فسخِ نکاح ہے تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر فسخ شوہر کی وجہ سے ہے تو طے شدہ مہر کا نصف واجب ہوگا اور اگر بیوی ہے تو نصف مہر ساقط ہو جائے گا۔
- اگر فرقت دخول سے پہلے ہے تو عدت لازم نہیں ہوگی۔

فرقت کی تیرہویں قسم:
فسخ نکاح آلہ تولید کے مقطوع ہونے کی وجہ سے ہو تو طلاق ہوگی:

فرقت کی تیرہویں قسم یہ ہے کہ شوہر کا آلہ تولید مقطوع ہو یا بالکل چھوٹا جو کی طرح ہو۔ یہاں قاضی کی تفریق کے بعد فرقت طلاق کے معنی میں ہوگی۔ اگر خلوت صحیحہ کے بعد فرقت ہے تو بیوی پر عدت لازم ہے اور کل مہر دینا ہوگا اور اس فرقت کی عدت میں صحیح قول پر طلاق واقع ہو سکتی ہے اور عدت کا نفقہ اور سکنیٰ شوہر پر واجب ہوگا۔

فرقت کی چودھویں قسم:

فرقت کی چودھویں قسم شوہر کا عنین اور نامرد ہونا ہے یعنی آلہ تولید میں اتنا تناؤ اور سختی نہ آتی ہو جس سے عورت کی شرمگاہ میں دخول ہو سکے۔ ایسے شوہر کی بیوی کے لئے قاضی کی طرف سے تفریق لازم ہے اور تفریق کے بعد فرقت طلاق ہوگی اور اس عنین کے احکام آلہ تولید کے مقطوع شوہر جیسے ہیں۔

فرقت کی پندرہویں قسم:
ایلاء کی وجہ سے فرقت کا حکم:

فرقت کی پندرہویں قسم ایلاء ہے یعنی شوہر قسم اٹھائے کہ میں چار ماہ تک بیوی کے قریب نہیں جاؤں گا۔ اگر قسم اٹھانے کے بعد چار ماہ تک شوہر بیوی کے قریب نہیں گیا تو فرقت واقع ہو جائے گی اور یہ فرقت طلاق شمار ہو گی اور اس فرقت کے احکام عدت اور عدت کا نفقہ اور مہر اور سکنیٰ اور عدت میں وقوع طلاق بائن طلاق شدہ عورت جیسے ہوں گے یعنی عدت اور عدت کا نفقہ اور مدخولہ کے لئے کل مہر اور سکنیٰ واجب ہوں گے اور ایلاء کی عدت میں طلاق واقع ہو جائے گی۔

فرقت کی سولہویں قسم:
لعان کی وجہ سے فرقت کا حکم:

فرقت کی سولہویں قسم لعان ہے۔ یہ فرقت طلاق ہے۔ لعان کی فرقت کے بعد مدخولہ پر عدت لازم ہو گی اور عدت کا نفقہ اور کل مہر اور سکنیٰ لازم ہوں گے۔ لعان کی فرقت اگرچہ طلاق ہے مگر اس کی عدت میں طلاق واقع نہیں ہو گی۔

معلوم ہوا جب اور عنتہ اور ایلاء اور لعان کی فرقت طلاق شمار ہو گی اور ان کی عدت میں طلاق واقع ہو سکتی ہے مگر لعان میں ابدی حرمت ہو جاتی ہے اس لئے اس کی عدت میں طلاق واقع نہیں ہو گی۔

خلوت کا بیان

☆ خلوت کی تعریف

☆ خلوتِ صحیحہ کے احکام

☆ بیوی کے ساتھ ساتھ کرنے کے احکام

خلوت کا بیان

خلوت کی تعریف:

خلوت کی دو قسمیں ہیں: خلوت صحیحہ اور خلوت فاسدہ۔ عورت کے ساتھ جب نکاح ہو جائے تو وہ شوہر کی بیوی ہو جاتی ہے اور اس کے جسم کے ساتھ منافع حاصل کرنا شوہر کا حق ہو جاتا ہے اور بیوی کے حقوق شوہر پر واجب ہو جاتے ہیں مگر جنسی عمل سے پہلے منکوحہ کے ساتھ خلوت حاصل ہو جائے تو اس پر بھی بعض احکام مترتب ہوتے ہیں۔ بعض امور میں خلوت جنسی عمل کے حکم میں ہوتی ہے اور بعض امور میں خلوت جنسی عمل کے حکم میں نہیں ہوتی۔

وجوبِ عدت کے حق میں خلوت فاسدہ خلوتِ صحیحہ کے حکم میں ہے:

- وجوب عدت کے حق میں خلوت فاسدہ خلوت صحیحہ کی طرح معتبر ہوتی ہے مگر وجوب مہر کے حق میں خلوت فاسدہ کا اعتبار خلوت صحیحہ کی طرح نہیں ہوتا۔

خلوت صحیحہ اس خلوت کو کہا جاتا ہے جس میں بیوی کے ساتھ جنسی عمل کرنے میں حسی اور طبعی اور شرعی موانع سے کوئی رکاوٹ نہ ہو اور خلوت ایسی جگہ ہو جہاں دونوں کے جنسی عمل کرنے پر کسی کے مطلع ہونے کا خوف نہ ہو، شوہر بیوی کے ساتھ زوجیت کا عمل کر سکتا ہو مگر دونوں شوہر اور بیوی جنسی عمل کا اقرار نہ کریں۔

خلوتِ صحیحہ کے لیے چار شرطیں ہیں:

• خلوت صحیحہ کے لئے چار شرطیں ہیں۔ خلوت حقیقی ہو، موانع حسی اور طبعی اور شرعی میں سے کوئی مانع نہ ہو۔

مانع حسی اور طبعی اور شرعی کا حکم:

حِسی مانع سے مراد یہ ہے کہ جنسی عمل سے رکاوٹ بننے والا مانع ایسا ہو کہ اس کی وجہ سے خلوت کا تحقق ہی نہ ہو یا خلوت کے تحقق کے باوجود خلوت، خلوت صحیحہ نہ ہو۔ پہلے کی مثال، مثلاً خلوت کے وقت زوجین کے علاوہ کوئی تیسرا آدمی عاقل موجود ہو جس کی وجہ سے شوہر کا وطی کرنا مشکل ہو۔ دوسرے کی مثال خلوت کی جگہ زوجین کے علاوہ کوئی تیسرا آدمی نہ ہو مگر زوجین میں سے کسی ایک کو ایسا مرض ہو جس کی وجہ سے جنسی عمل اور وطی کرنا معتذر ہو۔

مانع طبعی سے مراد یہ ہے کہ خلوت کے وقت ایسا مانع ہو جس کے ہوتے ہوئے جنسی عمل کرنے سے طبیعت نفرت کرے۔ جیسے حیض اور نفاس۔

مانع شرعی سے مراد یہ ہے کہ جنسی عمل سے رکاوٹ اور مانع شریعت ہو۔ جیسے زوجین میں سے کسی ایک کا حج یا عمرہ کے لئے احرام میں ہونا۔

مانع حسی اور طبعی اور شرعی بعض صورتوں میں جمع بھی ہو جاتے ہیں۔ مثلاً حیض اور نفاس میں شرعی اور طبعی دونوں مانع جمع ہیں اور تیسرے آدمی میں حسی اور شرعی اور طبعی تینوں موانع جمع ہیں۔

رتق، قرن، عفل اور صغر حسی مانع ہیں:

• ہمارے علماء نے رتق اور قرن اور عفل کے مرض کو اور صغر کے موجود ہونے کو حسی مانع شمار کیا ہے۔ رتق سے مراد یہ ہے کہ عورت کی شرمگاہ کے اندر اتنی مقدار اتنا گوشت ہو کہ دخول نہ ہو سکے اور قرن سے مراد یہ ہے کہ عورت کی شرمگاہ میں ہڈی ہو جس کی وجہ سے دخول ممکن نہ ہو اور عفل سے مراد یہ ہے

کہ عورت کی شرمگاہ کے اندر غدود ہوں جن کی وجہ سے دخول ممکن نہ ہو اور صغر سے مراد یہ ہے کہ منکوحہ اتنی چھوٹی ہو کہ اس کی شرمگاہ میں دخول نہ ہو سکے یا ناکح اتنا چھوٹا ہو کہ اس کا آلہ تولید صغیر ہونے کی وجہ سے داخل نہ ہو سکے۔ تیسرے آدمی کا موجود ہونا مانع حسی اور طبعی شمار کیا جاتا ہے۔ تیسرے آدمی سے مراد عام ہے کہ آدمی سو رہا ہو یا نابینا ہو یا غیر بالغ عاقل لڑکی یا لڑکا ہو کیونکہ ان افراد کے ہوتے ہوئے مباشرت نہیں کی جا سکتی۔

- اگر بالکل چھوٹا بچہ ہو جو کلام کرنے اور کسی واقعہ کی تعبیر کرنے پر قادر نہ ہو یا بالکل پاگل آدمی موجود ہو یا زوجین میں سے کسی ایک کی لونڈی موجود ہو، ان کا مانع ہونا شمار نہیں کیا جاتا۔

الحاصل! اگر خلوت گاہ میں کوئی مانع نہ ہو مگر زوجین وطی کا انکار کریں تو خلوت صحیحہ ہے اور اگر زوجین کسی خلوت گاہ میں جمع ہوں مگر کسی مانع کے پائے جانے کی وجہ سے جنسی عمل کے وجود کا امکان نہایت کم تر ہو اور دونوں انکار بھی کرتے ہوں تو یہ خلوت فاسدہ ہو گی۔ اور اگر زوجین ایسی جگہ جمع ہوں جس میں خلوت کی صلاحیت ہی نہ ہو تو وہاں نہ خلوت صحیحہ ہو گی اور نہ فاسدہ جیسے وہ مسجد جس کے دروازے کھلے رہتے ہوں اور لوگ اس میں فرائض اور نوافل پڑھتے رہتے ہوں، اس میں خلوت ہی نہیں ہو گی۔ اگر دروازے بند ہوں اور تالے لگے ہوئے ہوں اس مسجد میں جمع ہونے سے خلوت تو ہو گی مگر خلوت فاسدہ ہو گی کیونکہ مسجد میں جنسی عمل حرام ہے اور حرمت موانع شرعی سے ہے۔

مسجد میں خلوت نہیں ہو گی:

جنسی عمل کے لئے جگہ کی صلاحیت سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسی جگہ جمع ہوں جس میں غیر کے مطلع ہونے سے بے خوف ہوں۔ لہٰذا مسجد میں خلوت کا تحقق نہیں ہو گا لیکن کمرہ یا بونڈری وال اونچی دیوار اور مکان کی چھت جس کے ارد گرد

اونچی رہائش گاہیں نہ ہوں اور اس کے کناروں پر ایسی دیوار ہو جس سے غیر کے مطلع ہونے کا اندیشہ نہیں ہے یا کسی مکان کا تہہ خانہ، یہ ایسی جگہیں ہیں جن میں خلوت کا تحقق ہو سکتا ہے۔

راستہ، روڈ، صحراء، سیڑھیوں، لفٹ پر خلوت کا حکم:

- راستہ اور روڈ اور صحراءاور کھلا میدان اور وہ گھر جس کے دروازے کھلے رہتے ہوں اور اس وقت جب شوہر منکوحہ کو نہ پہچانتا ہو ان صورتوں میں نہ خلوت صحیحہ ہے اور نہ فاسدہ۔
- کسی بلند و بالا بلڈنگ کی سیڑھیوں کا حکم راستہ کا ہے۔ سیڑھی پر جمع ہونے سے خلوت متحقق نہیں ہو گی۔
- اگر سیڑھی کے دائیں اور بائیں کمرے اور مکان ہیں اور ان کا دروازہ کھلا ہے اگر سیڑھی چڑھتے اور اترتے اس کمرہ میں موجود افراد نظر آتے ہیں تو اس میں خلوت متحقق نہیں ہو گی اور اگر دروازہ بند ہے یا دروازہ کھلا ہے مگر اس کے اندر موجود افراد نظر نہیں آتے جب تک اندر جھانک کر نہ دیکھا جائے تو اس میں خلوت کا تحقق ہو گا اور یہ خلوت صحیحہ شمار ہو گی کیونکہ موجودہ دور میں دروازوں کے اندر جھانکنے کو معیوب سمجھا جاتا ہے اور شرعاً بھی ممنوع ہے۔ لہٰذا سیڑھیوں کے ارد گرد مکانات میں خلوت صحیحہ ہو گی۔
- اگر کسی خلوت گاہ میں تیسرا آدمی شوہر کی پہلی بیوی ہے یا شوہر یا بیوی کی لونڈی موجود ہے تو یہ خلوت صحیحہ نہیں ہو گی کیونکہ سلیم الطبع آدمی تیسرے آدمی کے ہوتے ہوئے بیوی کے ساتھ زوجیت کا عمل نہیں کر سکتا اگرچہ تیسرا آدمی اس کی بیوی یا کسی ایک کی لونڈی ہو۔ (ردالمحتار، باب المہر)
- موجودہ دور بے حیائی کا دور ہے۔ ہمارے علم میں ایسے واقعات لائے گئے بلکہ سی ڈی کے ذریعہ بعض حضرات کو دکھائے گئے جہاں رازدان عورتوں کے

ہوتے ہوئے لوگ مطلوبہ عورت کے ساتھ جنسی عمل کرتے ہیں۔ اس لئے اگر درمختار کے متن کے مطابق کہ لونڈی کا خلوت گاہ میں ہونا خلوت صحیحہ سے مانع نہیں ہے، پر فتوی دیا جائے تو بہتر ہے۔ (رفیق حسنی)

- رمضان المبارک کے ادا روزے کا ہونا یا فرض نماز میں ہونا خلوت صحیحہ کے ہونے سے مانع ہے مگر نفل روزے اور نذر کے روزے اور کفارہ اور قضاء کے روزوں کا ہونا خلوت صحیحہ سے مانع نہیں ہے۔ (درمختار، باب المھر)

خلاصہ کلام:

ہر دور کے اپنے تقاضے ہوتے ہیں اس لئے نہایت غور و فکر کے بعد احکام جاری کئے جائیں۔ اجتہادی مسائل خصوصاً خلوت کے مسائل میں جن کی بنیاد صرف احتیاط پر ہے، نہایت غور و فکر کیا جائے کیونکہ جب زوجین دونوں جنسی عمل سے انکار کرتے ہیں پھر بھی خلوت کو دخول کے قائم مقام کرکے مکمل مہر اور عدت جیسے احکام لازم کئے جاتے ہیں۔ یہ فقط احتیاط کا تقاضا ہے ورنہ مکمل مہر اور عدت جیسے احکام لازم نہ ہوتے۔

اگر غور و فکر کیا گیا اور لکیر کا فقیر بننے سے اجتناب کیا گیا تو تین صورتوں میں سے کوئی ایک صورت متحقق ہوگی: اول یہ کہ وہ صورت خلوت ہی نہ بنے نہ صحیحہ اور نہ فاسدہ۔ ایسی صورت میں درج ذیل مذکورۃ احکام نافذ نہیں ہوں گے۔ دوم وہ صورت خلوت فاسدہ ہو تو خلوت فاسدہ کے احکام لگائے جائیں گے۔ مثلاً یہ کہ خلوت فاسدہ سے عدت واجب ہو جاتی ہے مگر کل مہر واجب نہیں ہوتا اور اگر وہ صورت خلوت صحیحہ بنتی ہے تو درج ذیل مذکورۃ احکام نافذ ہوں گے۔

خلوت صحیحہ کے احکام:

گیارہ احکام میں خلوت صحیحہ دخول کے حکم میں ہوتی ہے۔ تفصیل:

نسب کے لیے خلوتِ صحیحہ دخول کے حکم میں ہے:

(۱) نسب کے ثبوت میں خلوت دخول اور جنسی عمل کے حکم میں ہوتی ہے۔ مثلاً خلوت کے بعد شوہر نے بیوی کو طلاق دے دی اور طلاق کے بعد دو سال کے اندر بچہ پیدا ہو گیا تو اس بچے کا نسب طلاق دہندہ سے ثابت ہو جائے گا اور اگر خلوت اور دخول سے پہلے طلاق دے دی اور طلاق کے بعد چھ ماہ کے اندر بچہ پیدا ہو گیا تو اس کا نسب ثابت ہو جائے گا حمل طلاق کے وقت موجود تھا اور اگر چھ ماہ کے بعد بچہ پیدا ہوا تو اس حمل کا نسب ثابت نہیں ہو گا کیونکہ غیر خلوت یافتہ کی عدت نہیں ہوتی، ہو سکتا ہے طلاق کے بعد حمل ٹھہرا ہو۔

نوٹ: ذکر بریدہ اور عنین اور خصی سب کی خلوت دخول کے حکم میں ہوتی ہے۔

مہر کے تاکد اور مقدار میں خلوت کا حکم دخول کا ہے:

(۲) مہر کے تاکد اور تکمیل میں خلوت صحیحہ دخول کے حکم میں ہے جس طرح دخول کی وجہ سے مہر معین کا کل لازم ہو جاتا ہے اسی طرح خلوت سے بھی کل لازم ہو جائے گا اور غیر معین ہونے کی صورت میں مہر مثلی لازم ہو گا۔

توضیح: یہ حکم نکاح صحیح کی خلوت کا ہے۔ اگر نکاح فاسد ہو تو اس میں خلوت کی وجہ سے مہر واجب نہیں ہوتا۔ نکاح فاسد کی وطی میں تو مثلی مہر واجب ہوتا ہے اور نکاح فاسد کی خلوت میں مہر واجب ہی نہیں ہوتا۔ اس کی مثال حیض والی کے ساتھ خلوت کی ہوتی ہے۔

خلوت کے بعد عدت لازم ہے اور عدت کا نفقہ اور سُکنٰی لازم ہے:

(۳) خلوت صحیحہ کے بعد طلاق ہو جانے میں عدت کا نفقہ واجب ہو گا جس طرح دخول کی عدت میں نفقہ واجب ہوتا ہے۔

(۴) خلوت صحیحہ کے بعد عدت تک سکنٰی واجب ہو گا جس طرح دخول کی عدت

میں واجب ہوتا ہے۔

(۵) خلوت کے بعد عدت واجب ہوگی عدت کا وجوب خلوت کے احکام سے ہے خواہ خلوت صحیحہ ہو یا فاسدہ بشرطیکہ نکاح صحیح میں خلوت کے بعد طلاق کی عدت ہو لہٰذا خلوت فاسدہ میں بھی عدت واجب ہوگی اور نکاح فاسد میں عدت کا وجوب دخول کے ساتھ مشروط ہے۔

خلوت کی عدت میں مطلقہ کی بہن کے ساتھ نکاح جائز نہیں:

(۶) خلوت صحیحہ کے بعد طلاق کی عدت میں مطلقہ کی بہن کے ساتھ نکاح حرام ہے ورنہ جمع بین الاختین لازم آئے گا۔

(۷) خلوت صحیحہ کے بعد طلاق کی عدت تک مطلقہ کے علاوہ چار نکاح حرام ہیں ورنہ پانچ عورتوں کا جمع ہونا لازم آئے گا۔

(۸) خلوت کی عدت گزرنے تک مطلقہ حرہ کی عدت میں لونڈی سے نکاح حرام ہے ورنہ حرہ پر آمۃ کے ساتھ نکاح لازم آئے گا جو کہ باطل ہے۔

(۹) جس طرح مدخولہ بیوی کے حق میں حالت حیض یا وطی کے طہر میں اور بیک وقت تین طلاق یا دو طلاق، طلاق بدعی شمار ہوتی ہے اسی طرخ خلوت یافتہ عورت کے حق میں مذکورہ حالتوں میں طلاق بدعی ہوگی۔

خلوت کی عدت میں طلاق واقع ہوسکتی ہے:

(۱۰) جس طرح مدخولہ کی عدت میں دوسری اور تیسری طلاق واقع ہوسکتی ہے اسی طرح صرف خلوت یافتہ منکوحہ کی عدت میں طلاقیں واقع ہوسکتی ہیں جن کی وجہ سے خلوت یافتہ منکوحہ حرام مغلظ ہو جائے گی جس طرح مدخولہ ہو جاتی ہے مگر مدخولہ اور خلوت یافتہ میں یہ فرق ہے کہ خلوت یافتہ غیر مدخولہ کی پہلی طلاق صریح بھی طلاق بائن ہوگی جس کے بعد رجوع نہیں ہوسکے گا اور دوسری صریح طلاق بھی طلاق بائن ہوگی کیونکہ بائن کے بعد صریح بائن ہوتی ہے۔ مگر مدخولہ

کی پہلی صریح طلاق رجعی ہو گی اور دوسری صریح بھی رجعی ہو گی جس کے بعد رجوع ہو سکے گا چونکہ بائن صریح ہو یا کنائی صریح بائن کو لاحق ہوتی ہے اس لئے خلوت یافتہ بیوی کو بھی عدت میں تین طلاقوں کی تکمیل کی جا سکتی ہے۔

خلوت یافتہ کی پہلی طلاق بائن ہو گی:

مگر غیر مدخولہ غیر خلوت یافتہ ایک صریح طلاق سے بائن ہو جائے گی چونکہ منکوحہ جسے خلوت حاصل نہیں مطلقہ کی عدت نہیں ہے اس لئے دوسری اور تیسری طلاق واقع نہیں ہو گی بخلاف خلوت یافتہ کے جس طرح گزر چکا۔

خلوت یافتہ کی پہلی طلاق غیر خلوت یافتہ کی طرح طلاق بائن ہی شمار ہو گی اگرچہ خلوت یافتہ کے لئے عدت واجب ہونے کا مقتضی یہ ہے کہ اس کی پہلی طلاق رجعی ہونی چاہئے کیونکہ خلوت یافتہ حقیقت میں غیر مدخولہ ہے اور غیر مدخولہ کی پہلی طلاق بائن ہوتی ہے۔ خلوت کی عدت احتیاط کی وجہ سے ہے ورنہ عدت نہیں ہونی چاہئے کیونکہ دخول نہیں ہے۔ اس بحث سے معلوم ہوا خلوت یافتہ کی پہلی اور دوسری صریح طلاق بھی بائینہ ہوں گی مگر مدخولہ کی دونوں طلاقیں صریح رجعی ہوں گی۔

خلوت فاسدہ کی عدت میں طلاقیں واقع نہیں ہوتیں:

- تنبیہ: خلوت فاسدہ کی وجہ سے عدت تو لازم ہوتی ہے مگر خلوت فاسدہ کی عدت میں باقی طلاقیں واقع نہیں ہوتیں اور کل مہر بھی واجب نہیں ہوتا۔

(۱۱) خلوت صحیحہ مہر مثلی میں دخول کے حکم میں ہوتی ہے جس طرح گزر چکا ہے۔

مذکورہ گیارہ احکام میں خلوت صحیحہ جنسی عمل اور دخول کے حکم میں ہوتی ہے۔

گیارہ احکام میں خلوت جنسی عمل کے حکم میں نہیں:

۱۔ غسل: فقط خلوت سے زوجین پر غسل واجب نہیں ہوتا۔

۲۔ احصان: اپنی بیوی کے ساتھ صرف خلوت کے بعد اگر شوہر کسی عورت کے ساتھ زنا کرے تو اسے محصن کی سزا رجم نہیں ہوگی کیونکہ خلوت احصان کے حکم میں نہیں۔

خلوت یافتہ بیوی کی بیٹیاں شوہر پر حرام نہیں ہوتیں صرف حلالہ شرعیہ واقع نہیں ہوگا:

۳۔ حرمت البنات: بنات کی حرمت میں خلوت دخول کے حکم میں نہیں ہے۔ اگر شوہر نے منکوحہ کے ساتھ جنسی عمل نہیں کیا اور اسے شہوت سے بھی نہیں چھوا مگر اس کے ساتھ خلوت واقع ہوگئی، اس عورت کی بیٹیاں شوہر پر حرام نہیں ہوں گی۔ بالفرض شوہر منکوحہ کو طلاق دے دے یا منکوحہ مر جائے تو اس کی بیٹیوں کے ساتھ نکاح جائز ہوگا کیونکہ منکوحہ کی بیٹی ربیبہ اس وقت حرام ہوتی ہے جب منکوحہ مدخولہ ہو۔

۴۔ پہلے شوہر کے لئے حلت: دوسرے شوہر کے ساتھ صرف خلوت کے بعد تین طلاقوں سے مطلقہ پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی۔ دوسرے شوہر کا دخول شرط ہے لہٰذا خلوت یہاں دخول کے حکم میں نہیں ہے۔

صرف خلوت سے رجوع نہیں ہوتا:

۵۔ رجعت: رجعی طلاق میں رجوع کرنے کے لئے خلوت دخول کے حکم میں نہیں ہے۔ صرف خلوت سے رجوع نہیں ہوگا بلکہ بوس وکنار اور زوجیت کے عمل سے یا رجوع کے قول سے رجوع ہوگا۔

خلوت یافتہ معتدہ شوہر کی وارث نہیں ہوگی:

٦۔ میراث: اگر شوہر خلوت یافتہ بیوی کو طلاق دے دے اور شوہر اس کی عدت میں فوت ہو جائے تو معتدہ شوہر کی وارث نہیں ہوگی بخلاف منکوحہ مدخولہ کے کہ اگر شوہر اس کو طلاق دے دے اور بیوی کی عدت میں شوہر

فوت ہو جائے تو عورت شوہر کی وارث ہو گی۔

خلوت یافتہ دوسرے نکاح میں باکرہ کی طرح ہو گی:

۷۔ شادی شدہ عورتوں کی طرح تزویج میں خلوت یافتہ منکوحہ مطلقہ کی تزویج اور دوسرا نکاح شادی شدہ مدخولہ کی طرح نہیں ہو گا بلکہ باکرہ لڑکیوں کی طرح ہو گا مہر اور اذن وغیرہ کے مسائل میں خلوت یافتہ کا حکم باکرہ والا ہو گا۔

۸۔ سقوط وطی: بیوی کا شوہر پر ایک مرتبہ وطی کا حق واجب ہوتا ہے۔ اگر شوہر نے ایک مرتبہ بھی زوجیت کا عمل ادا نہیں کیا تو بیوی قاضی سے تفریق کا مطالبہ کر سکتی ہے اور قاضی کو فرقت کا فیصلہ دینا واجب ہے۔ زوجیت کے عمل کے بغیر یہ حق ساقط نہیں ہوتا اور ایک مرتبہ زوجیت کے عمل سے زوجیت کا یہ حق ساقط ہو جائے گا مگر خلوت سے یہ حق ساقط نہیں ہو گا لہذا صرف خلوت یافتہ تفریق کا مطالبہ کر سکتی ہے۔

ایلاء میں خلوت سے رجوع نہیں ہو گا:

۹۔ ایلاء میں رجوع: اگر شوہر نے ایلاء کی قسم اٹھالی یعنی اس نے کہا میں چار ماہ تک بیوی کے ساتھ مباشرت نہیں کروں گا۔ اگر شوہر نے اسی مدت میں مباشرت کر لی تو رجوع ثابت ہو جائے گا اور قسم کا کفارہ ادا کرنا ہو گا چار ماہ گزرنے پر طلاق بائن واقع نہیں ہو گی مگر ایلاء میں شوہر نے اگر بیوی کے ساتھ صرف خلوت کر لی اور مباشرت نہیں کی تو رجوع ثابت نہیں ہو گا۔ چار ماہ کی تکمیل کے بعد اس کی بیوی کو طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔

روزے میں خلوت سے کفارہ لازم نہیں ہو گا:

۱۰۔ اگر رمضان المبارک میں روزہ کی حالت میں قصداً روزہ یاد ہوتے ہوئے ازدواجی عمل کر لیا تو کفارہ لازم ہو گا اور اگر خلوت کر لی تو کفارہ لازم نہیں ہو گا۔ اس پر اعتراض یہ ہے کہ یہ خلوت فاسدہ کا حکم ہے کیونکہ روزہ کی

حالت میں خلوت فاسدہ ہوتی ہے اور ہم خلوت صحیحہ پر کلام کر رہے ہیں۔

خلوت سے احرام اور اعتکاف وغیرہ فاسد نہیں ہوں گے:

۱۱۔ فساد عبادۃ: عبادت کے فاسد کرنے میں خلوت وطی کے حکم میں نہیں ہے۔ مثلاً احرام اور روزے اور نماز اور اعتکاف میں ازدواجی عمل سے عبادت فاسد ہو جاتی ہے مگر خلوت سے عبادت فاسد نہیں ہوتی۔ اس پر بھی اعتراض ہے کہ یہ خلوت فاسدہ ہے اور ہماری بحث خلوت صحیحہ میں ہے۔ بہر حال گیارہ احکام میں سے نو (۹) میں خلوت صحیحہ اور دو (۲) میں فاسدہ زوجیت کے عمل کے قائم مقام نہیں ہے۔

(۱) فائدہ: خلوت کے تمام اقسام میں عدت واجب ہے اگرچہ خلوت فاسدہ ہو مگر نکاح فاسد میں خلوت فاسدہ کی عدت نہیں ہوتی۔ اگر نکاح فاسد میں دخول پایا گیا تو عدت ہو گی مگر یہ عدت وطی کی عدت ہو گی، نکاح کی عدت نہیں ہو گی اور اس عدت میں طلاق واقع نہیں ہو گی۔

نکاحِ فاسد میں عدت وطی کی وجہ سے ہو گی:

(۲) نکاح فاسد جیسے بغیر گواہوں کے نکاح اور دو بہنوں کے ساتھ اکٹھے نکاح اور بیوی کی عدت میں اس کی بہن کے ساتھ نکاح اور کسی کی معتدہ کے ساتھ نکاح اور چوتھی بیوی کی عدت میں پانچویں سے نکاح اور حرہ بیوی کے بعد لونڈی کے ساتھ نکاح جبکہ اس صورتوں میں نلح کو حرمت کا علم نہ ہو، نکاح فاسد ہو گا۔ مگر ان میں دخول سے ہی عدت اور مہرِ مثلی واجب ہو گا جبکہ مہرِ مثلی معین مہر سے زائد نہ ہو اور اگر مہر معین مہر مثلی سے کم ہو تو مہر مثلی واجب ہو گا اور ان میں عدت بھی واجب ہو گی اور نسب بھی ثابت ہو گا۔

باطل نکاح میں عدت اور نسب ثابت نہیں ہوتا:

اور نکاح باطل جیسے اپنی محرم کے ساتھ نکاح یا دوسرے کی منکوحہ یا معتدہ

کے ساتھ نکاح جب حرمت کا علم ہو، باطل ہے۔ دخول سے مہر مثل تو واجب ہو گا مگر نسب اور عدت ثابت نہیں ہو گی۔ نکاح باطل اور فاسد میں صرف عدت اور نسب اور عدم عدت اور عدم نسب کا فرق ہے۔ (شامی)

اور اسی طرح نکاحِ موقوف جیسے خیار بلوغ اور خیار عتق اور نقصان مہر کی وجہ سے نکاح موقوف ہوتا ہے۔ اگر ان صورتوں میں دخول اور جنسی عمل کے بعد فرقت ہوئی تو عدت واجب ہو گی اور نسب بھی ثابت ہو گا اور مہرِ مثلی واجب ہو گا مگر نکاح فاسد کی عدت کی طرح ان کی عدت میں طلاق واقع نہیں ہو گی کیونکہ ان صورتوں میں فرقت اختیار کرنے نکاح موقوف مرتفع اور کالعدم ہو جاتا ہے گویا نکاح ہوا ہی نہیں تھا اور عدت کا نفقہ اور سکنٰی واجب نہیں ہو گا۔

- نکاح فاسد میں شرمگاہ میں جنسی عمل کرنے سے مہر مثلی واجب ہوتا ہے دیگر مواضع میں استمتاع اور خلوت سے مہر واجب نہیں ہوتا لہٰذا صرف نکاح فاسد سے مہر بطریق اولٰی واجب نہیں ہو گا۔

فائدہ: نکاح فاسد میں خلوت فاسدہ ہی ہوتی ہے اور خلوت سے عدت واجب نہیں ہوتی اور نکاح صحیح کی خلوت فاسدہ میں بھی عدت واجب ہو جاتی ہے۔

نکاحِ فاسد میں فوراً نکاح فسخ کرنا ضروری ہے، نکاحِ فاسد میں عدت تفریق کے بعد شروع ہو گی:

- نکاح فاسد میں زوجین میں سے ہر ایک کو فوراً نکاح فسخ کرنا ضروری ہوتا ہے خواہ دخول ہو چکا ہو یا نہ تاکہ معصیت لازم نہ آئے۔ اگر زوجین فرقت اختیار نہ کریں تو قاضی پر واجب ہے تفریق کرادے۔
- نکاح فاسد میں قضاء تفریق یا متارکہ کے بعد ہی عدت شروع ہو گی۔ آخری وطی کے بعد عدت شمار نہیں کی جائے گی اور دخول کی وجہ سے عدت واجب ہو گی، فرقت کی وجہ سے عدت واجب نہیں ہو گی۔ اور طلاق کی عدت تین حیض

یا تین ماہ یا وضعِ حمل عدت ہو گی۔ وفات کی صورت میں بھی طلاق کی عدت واجب ہو گی۔ وفات کی عدت چار ماہ دس دن واجب نہیں ہو گی۔

مگر دیانۃ اور عنداللہ نکاح فاسد میں آخری مرتبہ جنسی عمل کے بعد عدت شروع ہو جائے گی لہٰذا آخری مرتبہ جنسی عمل کے بعد تین حیض یا تین ماہ یا وضعِ حمل کے بعد اس عورت کے ساتھ دوسرے آدمی کا نکاح کرنا جائز ہے اگرچہ فرقت کے بعد عدت ابھی مکمل نہیں ہوئی۔ (شامی)

یہ اس صورت میں ہے آخری مرتبہ مباشرت کے بعد وطی کنندہ آئندہ کے لئے بیوی سے جدا ہو جائے اگر اس کے ساتھ رہے اور مفارقت اختیار نہ کرے تو پھر اس کے ساتھ دوسرے آدمی کا نکاح جائز نہیں ہو گا۔

نکاحِ فاسد میں نسب ثابت ہو گا:

• نکاح فاسد میں بغیر دعویٰ کے نسب ثابت ہو جائے گا بشرطیکہ آخری مرتبہ مباشرۃ کے بعد متارکہ یا فرقت چھ ماہ یا اس سے زائد مدت میں ولادت ہو اور اگر نکاح سے وضعِ حمل تک مدت چھ ماہ سے کم ہو تو نسب ثابت نہیں ہو گا۔ یہ اس وقت ہے جب فرقت واقع نہ ہوئی ہو۔ اگر فرقت واقع ہو جائے تو فرقت سے چھ ماہ یا زائد مدت میں وضعِ حمل سے نسب ثابت ہو گا اور کم میں ثابت نہیں ہو گا۔

نکاحِ فاسد میں تین طلاق دینے سے حلالہ کی ضرورت نہیں ہوتی:

• نکاح فاسد میں اگر شوہر بیوی کو تین طلاق دے دے، مطلقہ سے دوبارہ نکاح بغیر تحلیل شرعی کے جائز ہو گا۔ نکاح فاسد میں جب نکاح ہی نہیں تو تین طلاق واقع نہیں ہوں گی۔

امام شافعی کے مذہب پر حلالہ سے بچنے کا حکم:

• فائدہ: امام شافعیؒ کے نزدیک فاسق گواہوں کی موجودگی میں نکاح فاسد ہوتا ہے مگر حنفی فقہ میں نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ اگر تین طلاق دینے والا شخص کسی

شافعی قاضی سے اپنا نکاح فاسد ہونے کا فیصلہ لے کر مطلقہ کے ساتھ بغیر حلالہ دوبارہ نکاح کرلے تو یہ جائز ہے۔ مگر ایسا کرنے سے لازم آئے گا کہ طلاق سے پہلے نکاح فاسد ہونے کی وجہ سے ازدواجی عمل معصیت تھا اور اولاد ناجائز پیدا ہوئی مگر مبتلی آدمی پہلے حنفی فقہ کا مقلد ہو اور ضرورت کی وجہ سے شافعی فقہ میں داخل ہو کر درج بالا عمل کرلے تو انشاءاللہ! اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا۔

- فرقت سے پہلے ولادت میں نسب ہر صورت ثابت ہوگا اگر ولادت نکاح کے چھ ماہ بعد ہوئی اور فرقت کے بعد دو سال کے اندر اندر ولادت ہوگئی تو نسب ثابت ہو جائے گا اور دو سال سے زائد ہونے کی صورت میں نسب ثابت نہیں ہوگا۔

بیوی کے ساتھ سفر کرنے کے احکام:

- جب شوہر نے بیوی کا مہر معجل یا مؤجل اجل کے وقت ادا کردیا اور شوہر اپنی بیوی کے سفر میں محفوظ رہنے پر مطمئن ہے تو شوہر بیوی کو سفر پر لے جاسکتا ہے اور اگر مہر ادا نہیں کیا تو بیوی سفر پر جانے سے انکار کرسکتی ہے۔

بیوی پر شوہر کے مکان میں رہائش لازم ہے:

- اگر بیوی کے والدین کا مکان ایک شہر میں ہے اور شوہر کا مکان کسی دوسرے شہر میں ہے تو بیوی پر لازم ہے کہ وہ شوہر کے مکان میں جاکر رہے والدین کے گھر نہ رہے مگر یہ کہ شوہر کی اجازت ہو۔ کیونکہ قرآن مجید میں حکم ہے "اسکنوھن من حیث سکنتم" بیویوں کو رہائش اس جگہ دو جس جگہ تمہاری رہائش ہے۔ لہٰذا موجودہ دور میں بعض لوگ اپنے شہر سے دور دوسرے شہروں میں ملازمت کرتے ہیں بلکہ دوسرے ملکوں میں ملازمت یا کاروبار کرتے ہیں اور سالہا سال وہیں مقیم رہتے ہیں، اگر وہ لوگ بیوی کو مہر کی ادائیگی کے بعد اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہیں اور وہ جگہ بیوی کی جان و مال کی حفاظت کے حوالہ سے

تسلی بخش ہے تو بیوی وہاں جانے سے انکار نہیں کر سکتی۔ اگر انکار کرے گی تو گنہگار ہونے کے علاوہ ناشزہ ہونے کی وجہ سے نفقہ کی مستحق نہیں ہو گی۔

- ہاں اگر بیوی کو ضرر پہنچانے کی غرض سے شوہر بیوی کو سفر پر یا دوسرے شہروں میں لے جانا چاہتا ہے تو بیوی جانے سے انکار کر سکتی ہے۔
- بیوی کے ساتھ سفر کے جواز اور عدم جواز کا تعلق ہر دور کے حالات کے تقاضوں کے مطابق رہا ہے اور رہے گا اسی لئے کتب فقہ میں متضاد فتوے دیکھنے کو ملیں گے۔ موجودہ دور میں سفر اور دور دراز شہروں میں بیوی کو لے جانے میں فتنوں کا خوف نہیں ہوتا اور بیویاں بھی اپنے شوہر کے ساتھ رہنے کو پسند کرتی ہے اس لئے بیویوں کو اپنے ساتھ رکھنا مناسب ہے۔

خاک پائے اہلِ ایمان
محمد رفیق حسنی
غفرلہ اللہ الغنی القوی

عدت کا بیان

- ☆ عدت کے ارکان
- ☆ شوہر کے گھر عدت گزارنے کے احکام
- ☆ سفر میں عدت کے احکام
- ☆ کافرہ عورت کی عدت
- ☆ مرتدہ عورت کی عدت کا بیان

قرآن مجید میں عدت کا بیان

۱۔ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْھُنَّ لِعِدَّتِہِنَّ وَ اَحْصُوا
الْعِدَّۃَ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ رَبَّکُمْ لَا تُخْرِجُوْھُنَّ مِنْ بُیُوْتِہِنَّ وَ لَا یَخْرُجْنَ
اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ ؕ وَ تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ ؕ وَ مَنْ یَّتَعَدَّ
حُدُوْدَ اللّٰہِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَہٗ ؕ لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ
اَمْرًا۔ (سورۃ البقرۃ:۶۵)

”اے نبی! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لوگوں سے فرمادو جب تم عورتوں کو طلاق دو پس ان کو عدت کے وقت کے لئے طلاق دو اور عدت کو شمار کرو اور اپنے رب اللہ سے ڈرو نہ نکالو ان کو ان کے گھروں سے اور نہ نکلیں وہ خود مگر یہ کہ کھلی بے حیائی کریں (تو ان کو نکال دو) اور یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی حدوں سے تجاوز کرے گا پس بیشک اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔ تمہیں علم نہیں شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد نیا حکم بھیجے۔“

۲۔ وَ الْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِہِنَّ ثَلٰثَۃَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَ لَا یَحِلُّ لَھُنَّ اَنْ
یَّکْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ فِیْٓ اَرْحَامِہِنَّ اِنْ کُنَّ یُؤْمِنَّ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ
الْاٰخِرِ ؕ (۲/۲۲۸)

”طلاق شدہ عورتیں اپنے نفسوں کو تین حیض تک روکے رکھیں اور ان کے لئے حلال نہیں یہ کہ چھپائے رکھیں وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے ان کے

رحموں میں پیدا فرمائی ہے، اگر وہ عورتیں اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر
ایمان رکھتی ہیں۔''

۳۔ وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّ الّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ o(۶۵/۴)

''اور تمہاری عورتوں میں سے وہ جو حیض سے ناامید ہو گئیں اگر تم شک کرتے ہو پس ان کی عدت تین ماہ ہے اور ان عورتوں کی بھی جنہیں ابھی حیض نہیں آیا اور حمل والیاں ان کی عدت یہ ہے کہ وہ حمل جن لیں۔''

۴۔ وَ الَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَ یَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ فِیْمَا فَعَلْنَ فِیْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ o(۲/۲۳۴)

''تم میں سے وہ لوگ جو فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں وہ بیویاں چار ماہ اور دس دن اپنے نفسوں کو روک رکھیں پس جب وہ اپنی اپنی عدت اور اجل کو پہنچ جائیں پس تمہارے اوپر کوئی مواخذہ نہیں ان معاملات میں جو اپنے نفسوں کے حق میں کریں۔ شرع کے مطابق اور اللہ تعالیٰ وہ جو تم کرتے ہو اس سے باخبر ہے۔''

۵۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَکَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَکُمْ عَلَیْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا فَمَتِّعُوْهُنَّ وَ سَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا۔ (الاحزاب:۴۹)

''اے مسلمانو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر انہیں مباشرۃ سے پہلے طلاق دے دو پھر تمہارے لئے ان عورتوں پر کوئی

نہیں جسے تم شمار کرو پس انہیں فائدہ پہنچاؤ اور انہیں حسن سلوک کے ساتھ چھوڑ دو۔‘‘

احادیث میں عدت کا بیان:

حدیث نمبر-۱:

حضرت فاطمہ بنت قیس کی طلاق اور عدت کا بیان:

عَنْ اَبِیْ سَلْمَۃَ عَنْ فَاطِمَۃَ بِنْتِ قَیْسٍ اَنَّ عَمْرَو ابْنَ حَفْصٍ طَلَّقَھَا الْبَتَّۃَ وَ ھُوَ غَائِبٌ فَاَرْسَلَ اِلَیْھَا وَ کِیْلُہٗ الشَّعِیْرَ فَسَخَطَتْہٗ فَقَالَ وَ اللّٰہِ! مَا لَکِ عَلَیْنَا مِنْ شَیْءٍ فَجَائَتْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فَذَ کَرَتْ ذَالِکَ لَہٗ فَقَالَ لَیْسَ لَکِ نَفْقَۃٌ فَاَمَرَھَا اَنْ تَعْتَدَّ فِیْ بَیْتِ اُمِّ شَرِیْکٍ ثُمَّ قَالَ تِلْکَ امْرَأَۃٌ یَغْشَاھَا اَصْحَابِیْ اِعْتَدِّیْ عِنْدَ ابْنِ اُمِّ مَکْتُوْمٍ فَاِنَّہٗ رَجُلٌ اَعْمٰی تَضَعِیْنَ ثِیَابَکِ فَاِذَا حَلَلْتِ اٰذِنِیْنِیْ قَالَتْ فَلَمَّا حَلَلْتُ ذَکَرْتُ لَہٗ اَنَّ مُعَاوِیَۃَ ابْنَ اَبِیْ سُفْیَانَ وَ اَبَا جَھْمٍ خَطَبَا فِیَّ فَقَالَ اَمَّا اَبُوْ الْجُھْمِ فَلَا یَضَعُ عَصَاہُ عَنْ عَاتِقِہٖ وَ اَمَّا مُعَاوِیَۃَ فَصَعْلُوْکٌ لَا قَالَ لَہٗ اِنْکِحِیْ اُسَامَۃَ ابْنَ زَیْدٍ فَکَرِھَتْہٗ ثُمَّ قَالَ اِنْکِحِیْ اُسَامَۃَ فَنَکَحَتْہٗ فَجَعَلَ اللّٰہُ فِیْہِ خَیْرًا وَ اغْتُبِطَتْ وَ فِیْ رِوَایَۃِ عَنْھَا فَاَمَّا اَبُوْ جَھْمٍ فَرَجُلٌ ضَرَّابٌ لِلنِّسَاءِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَ فِیْ رِوَایَۃِ اَنَّ زَوْجَھَا طَلَّقَھَا ثَلٰثًا فَاَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ لَا نَفْقَۃَ لَکِ اِلَّا اَنْ تَکُوْنَ حَامِلًا ○

(مشکوۃ شریف)

’’حضرت ابی سلمۃؓ نے حضرت فاطمہ بنت قیسؓ سے روایت کیا کہ عمرو ابن حفصؓ نے انہیں بائن طلاق دے دی، جبکہ وہ غائب تھا۔ شوہر کے وکیل نے حضرت فاطمہؓ کی طرف جو بھیجے (شاید یہ نفقہ تھا) حضرت فاطمہؓ نے

جَوْ ناپسند کیے۔ پس وکیل نے کہا: اللہ کی قسم! تیرے لئے ہمارے اوپر کوئی چیز واجب نہیں۔ (شاید کراہت کی وجہ ''جو'' کی قلت یا ادنیٰ ہونا تھی اور وکیل کی مراد یہ ہو کہ یہی ''جو'' ہی ہمارے اوپر واجب تھے اس کے علاوہ کوئی چیز واجب نہیں) حضرت فاطمہؓ جناب رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور سارا قصہ عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیرے لئے نفقہ نہیں ہے'' (اس نفی سے مراد یا تو وکیل ہے کہ وکیل پر اس سے زیادہ کوئی چیز واجب نہیں، کیونکہ وہ مامور نہیں ہے یا یہ کہ جو سے اجود اور اچھا نفقہ تیرے شوہر پر واجب نہیں ہے) پھر آپ ﷺ نے فاطمہؓ کو حکم دیا کہ: ''وہ ام شُریک کے گھر عدت کے ایام گزارے'' پھر فرمایا: ''ام شُریک ایک ایسی عورت ہے جس کے گھر میرے صحابہ داخل ہوتے رہتے ہیں (اے فاطمہ!) تو ابن ام مکتوم کے گھر عدت پوری کر کیونکہ وہ نابینا آدمی ہے تو اپنے کپڑے اتار سکتی ہے (کپڑے اتارنے سے مراد یا تو زینت کے کپڑے ہیں یا اس سے گھر سے نہ نکلنا ہے یا یہ مراد ہے کہ نابینا کے گھر تجھے حجاب کی ضرورت نہیں ہے) (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تیری عدت ختم ہو جائے تو مجھے اطلاع دینا''۔ حضرت فاطمہ فرماتی ہیں جب میری عدت ختم ہو گئی میں نے (آپ ﷺ سے) عرض کیا کہ: ''معاویہ ابن سفیان اور ابو جہم نے مجھے نکاح کی دعوت دی ہے''۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مگر ابو جہم اپنا عصا کندھے سے نہیں اتارتا (یعنی ہر وقت سفر پر رہتا ہے یا بیویوں کو مارتا ہے، سخت مزاج ہے) اور معاویہ ابن ابی سفیانؓ فقیر ہے اس کے پاس مال نہیں ہے''۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو اسامہ ابن زیدؓ کے ساتھ نکاح کر لے'' پس حضرت فاطمہؓ نے اسامہؓ کو ناپسند کیا (شاید

اسامہ سخت سیاہ رنگ والے تھے اور غلام تھے) پھر فرمایا: ''اسامہ کے ساتھ نکاح کرلو''۔ حضرت فاطمہؓ نے حضرت اسامہؓ کے ساتھ نکاح کرلیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے نکاح میں خیر پیدا فرمائی حتی کہ حضرت فاطمہؓ اور اسامہؓ کی محبت پر رشک کیا جاتا تھا۔ حضرت فاطمہؓ سے ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ابو جہم عورتوں کو بہت مارتا ہے''۔ ایک روایت میں ہے کہ ابو عمرو نے حضرت فاطمہؓ کو تین طلاقیں دی تھیں پھر وہ نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیرے لئے کوئی نفقہ نہیں مگر یہ کہ تو حاملہ ہو''۔ (مشکوٰۃ)

عذر کی وجہ سے شوہر کے گھر کے علاوہ عدت گزارنا جائز ہے:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عذر کی وجہ سے عدت کے ایام شوہر کے گھر سے کسی دوسرے گھر منتقل ہو جانا جائز ہے۔ حضرت فاطمہؓ کے لئے عذر یا تو یہ تھا کہ ان کے شوہر کے گھر میں وحشت اور خوف تھا، جس طرح حضرت عائشہؓ نے دوسری روایت میں بیان فرمایا ہے، یا یہ کہ حضرت فاطمہؓ شوہر کے بھائیوں اور گھر کے افراد کو گالیاں دیتی تھیں، اس لئے فساد کا اندیشہ تھا، جیسا کہ کسی دوسرے صحابی نے بھی ذکر کیا۔ بہر صورت فقہاء کرام نے اس حدیث کی وجہ سے فرمایا: ''اگر عذر ہو تو عدت کے دنوں میں عورت شوہر کے گھر سے کسی دوسرے محفوظ گھر میں منتقل ہو سکتی ہے۔''

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس آدمی سے عورت کسی مرد سے نکاح کرنے میں مشورہ طلب کرے تو وہ اُسے ہونے والے شوہر کے عیب بتا سکتا ہے اور اسی طرح ہونے والی بیوی کے بھی عیب بتائے جا سکتے ہیں اور یہ غیبت نہیں ہے کیونکہ اس وقت شوہر یا بیوی کو دائمی مشقت سے بچانے کا عظیم مقصد ہوتا ہے۔

بائن طلاق شدہ عورت کے نفقہ اور سکنیٰ کے وجوب میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے۔ احناف کے نزدیک عدت کا نفقہ اور سکنیٰ، دونوں شوہر پر واجب ہیں اور احناف کے دلائل کتب فقہ میں مذکور ہیں۔

عدت کا مفہوم:

عدت کی لغوی تعریف:

عدت کے لفظ میں اگر عین کے حرف پر ''کسرہ'' ہو تو اس کا لغوی مفہوم ''شمار کرنا'' ہے۔ اگر ضمہ ہو تو اس کا مفہوم ''کسی امر کی استعداد'' ہے۔

خواتین کی عدت کو اس لئے ''عدت'' کہا جاتا ہے کہ اس میں عدت کے ایام شمار کئے جاتے ہیں، لہٰذا عدت میں شمار والا معنی پایا جاتا ہے۔ (در مختار)

عدت کی شرعی تعریف:

ایک مدت معینہ کے ختم ہونے تک عورت کا نکاح کرنے اور زینت کرنے اور گھر سے نکلنے سے باز رہنا جب باز رہنے کا سبب پایا جائے، عدت کہلاتا ہے۔ (در مختار)

عدت کی فقہی تعریف:

نکاح کے زوال یا شبہ کی بنیاد پر زوجیت کا عمل ہو جانے کے سبب کے زوال کے بعد ایک معینہ مدت کے گزرنے تک عورت کا انتظار کرنا (یعنی عورت کا کسی دوسرے آدمی سے نکاح نہ کرنا اور زینت اور گھر سے خروج سے باز رہنا) عدت کہلاتا ہے۔

عدت کے واجب ہونے کے اسباب:

عقد نکاح کے مؤکد ہو جانے کے بعد نکاح کا زوال عدت کا موجب ہوتا ہے اور نکاح کا زوال طلاق یا شوہر کی موت کی وجہ سے ہوتا ہے اور وطی بالشبہ میں ترک وطی یا تفریق کے بعد عدت واجب ہو جاتی ہے اور نکاح کا مؤکد ہونا عورت کی جانب سے جسم کے منافع شوہر کو تسلیم کرنے کی وجہ سے یا خلوت صحیحہ کی

وجہ سے یا زوجین میں سے کسی ایک کی موت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے عدت کے واجب ہونے کے تین اسباب ہیں:

عدت کے تین سبب:

۱۔ عقد نکاح یا شبہہ نکاح کے بعد ازدواجی عمل ہو جانے کے بعد نکاح یا نکاح کے شبہہ کا زوال۔

۲۔ نکاح صحیح کے بعد خلوت صحیحہ پائے جانے کے بعد نکاح کا زوال۔

۳۔ شوہر کی موت کی وجہ سے نکاح کا زوال۔

نوٹ: اگر عقد نکاح یا شبہہ نکاح کے بعد ازدواجی عمل یا نکاح کے بعد خلوت یا موت نہیں پائی گئی اور نکاح ختم ہو گیا، تو عدت واجب نہیں ہو گی۔ (در مختار)

لہٰذا غیر مدخولہ اور غیر خلوت یافتہ- مطلقہ عورت کے لئے عدت واجب نہیں ہو گی۔

زنا کی عدت نہیں ہوتی:

- اور اگر عقد نکاح یا شبہہ کے وجود کے بغیر ازدواجی عمل پایا گیا تو یہ زنا ہو گا اور زنا کی عدت بھی نہیں ہوتی۔ (در مختار)

عدت واجب ہونے کی دو شرطیں ہیں:

عدت کے واجب ہونے کی دو شرطیں ہیں:

۱۔ پہلی شرط: صحیح نکاح مؤکد کا زوال

۲۔ دوسری شرط: زوجیت کے عمل کے جواز کے شبہہ کے سبب کا زوال

مثلاً: نکاح فاسد زوجیت کے عمل کے جواز کا شبہہ پیدا کرتا ہے اس نکاح فاسد اور شبہہ کا زوال قاضی کی تفریق یا شوہر کی متارکت سے ہو گا۔ اس وقت عدت شروع ہو جائے گی۔

اور بیوی کی جگہ غیر بیوی کا سو جانا جنسی عمل کے جواز کا شبہہ پیدا کرتا ہے

لہٰذا وطی ہو جانے کے بعد صورت حال کا واضح ہونا وطی کے سبب اور شبہہ کا زوال ہوگا اور اس وقت عدت واجب ہو جائے گی۔

عدت کے ارکان:

عدت کے دوران دوسرا نکاح اور گھر سے باہر جانا اور زینت کرنا حرام ہے:

عدت کے ارکان متعدد اشیاء کا حرام ہو جانا ہے، جن میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ دوران عدت عورت کا شوہر کے غیر کے ساتھ نکاح کرنا۔

۲۔ دوران عدت عورت کا عدت کے گھر سے باہر جانا۔

۳۔ دوران عدت عورت کا زینت کرنا۔

۴۔ غیر مغلظ بائن اور رجعی طلاق کی عدت میں دیگر طلاقوں کے وقوع کا صحیح ہونا۔

نوٹ:

۱۔ اگر کوئی شخص طلاق رجعی یا بائن خفیف کی عدت میں دوسری یا تیسری صریح طلاق دے دے تو طلاق واقع ہو جائے گی مگر کنائی بائن طلاق کی عدت میں کنائی بائن واقع نہیں ہو گی، مگر یہ کہ بائن کنائی معلق ہو وہ شرط کے وجود کے وقت واقع ہو جائے گی۔(ردالمحتار)

۲۔ تین طلاقوں کی عدت میں دوسری اور تیسری طلاق واقع نہیں ہو گی کیونکہ مطلقہ محل طلاق نہیں رہتی۔

عدت کا حکم:

عدت میں بیوی کی بہن اور ذی رحم کے ساتھ نکاح باطل ہے:

عدت میں بیوی کی بہن اور بیوی کی ہر ذی محرم خاتون کے ساتھ شوہر کا نکاح حرام اور باطل ہے۔

لطیفہ: مشہور ہے کہ عدت عورت پر واجب ہوتی ہے مگر بیس (۲۰) مقامات

میں مرد پر بھی عدت واجب ہو جاتی ہے۔ یعنی بیس (۲۰) مقامات ایسے ہیں جن میں مرد فوراً نکاح نہیں کر سکتا اور اس پر شرعی عدت یعنی مدت معینہ کے گزرنے تک انتظار کرنا واجب ہوتا ہے۔ وہ بیس (۲۰) مقامات جن میں مرد نکاح نہیں کر سکتا درج ذیل ہیں:

۱۔ بیوی کی عدت میں بیوی کی بہن کے ساتھ۔

۲۔ بیوی کی خالہ کے ساتھ۔

۳۔ بیوی کی پھوپھی کے ساتھ۔

۴۔ بیوی کے بھائی کی بیٹی کے ساتھ۔

۵۔ بیوی کی بہن کی بیٹی کے ساتھ۔

۶۔ بیوی کی عدت میں پانچویں عورت کے ساتھ۔

۷۔ حرہ کی عدت میں لونڈی کے ساتھ۔

۸۔ نکاح فاسد کی عدت میں مدخولہ کی بہن یا ذی محرم عورت کے ساتھ۔

۹۔ اشتباہ کی وجہ سے مدخولہ کی عدت میں مدخولہ کی بہن اور ذی رحم محرم عورت کے ساتھ۔

۱۰۔ اشتباہ یا نکاح فاسد کی عدت میں چوتھی عورت کے ساتھ۔

۱۱۔ عدت میں شوہر کے غیر آدمی کا معتدہ کے ساتھ نکاح۔

۱۲۔ تحلیل شرعی کئے بغیر تین طلاق کے عدت والی کے ساتھ شوہر کا نکاح کرنا۔

۱۳۔ استبراء سے پہلے لونڈی کے ساتھ ازدواجی عمل۔

۱۴۔ زنا سے حمل والی منکوحہ عورت کے ساتھ ازدواجی عمل مگر نکاح جائز ہے۔

۱۵۔ ایک روایت پر دارالحرب سے مسلمان ہو کر ہجرت کر کے آنے والی حاملہ عورت کے ساتھ کسی مسلمان نے نکاح کر لیا ہو نکاح کرنا جائز ہے مگر وضع حمل تک زوجیت کا عمل ناجائز ہے۔

۱۶۔ گرفتار شدہ حرہ کافرہ کے ساتھ ازدواجی عمل حتی کہ حیض آجائے۔

۱۷۔ مکاتبہ لونڈی کے ساتھ ازدواجی عمل۔

۱۸۔ مشرکہ عورت کے ساتھ نکاح۔

۱۹۔ مرتدہ عورت کے ساتھ نکاح۔

۲۰۔ مجوسیہ عورت کے ساتھ نکاح۔ جب تک مشرکۃ اور مرتدۃ اور مجوسیہ مسلمان نہ ہو جائیں ان کے ساتھ نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

- مذکورہ بیس (۲۰) خواتین کے ساتھ نکاح یا ازدواجی عمل مرد کے لئے ایک مخصوص مدت تک حرام ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے کہہ دیا جاتا ہے کہ مرد پر بیس (۲۰) مقامات میں عدت واجب ہوتی ہے۔

عدت کی اقسام:

عدت کی تین اقسام ہیں:

۱۔ عدت الطلاق۔

۲۔ عدت الوفات۔

۳۔ عدت الفرقۃ۔

۱۔ عدت الطلاق کی تعریف: طلاق اور ہر وہ فرقت جو طلاق کے معنی میں ہے کے بعد عدت "عدت الطلاق" کہلاتی ہے۔

۲۔ عدت الوفات کی تعریف: شوہر کی وفات کے بعد عدت "عدت الوفات" کہلاتی ہے۔

۳۔ عدت الفرقۃ کی تعریف: نکاح فاسد اور وطی بالشبہہ میں فرقت ہو جانے کے بعد عدت "عدت الفرقۃ" کہلاتی ہے۔

عدت الطلاق کی طلاق شدہ عورتوں کے اعتبار سے اقسام:

طلاق کی عدت کی طلاق شدہ عورتوں کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں:

۱۔ حامل (حمل والی)۔
۲۔ آئسۃ (صغیرۃ یا پچپن یا اس سے زائد سال کی عمر والی)۔
۳۔ حائض (حیض والی)۔

۱۔حامل (حمل والی) کی تعریف:

حامل (حمل والی) سے مراد وہ عورت ہے جس کو جائز حمل ہو۔

۲۔آئسۃ کی تعریف:

آئسۃ اس عورت کو کہتے ہیں جو نو (۹) سال سے کم عمر ہو یا سن ایاس (یعنی پچپن (۵۵) سال کی عمر) کو پہنچ چکی ہو اور جس کا سن ایاس کو پہنچنے پر حیض منقطع ہو گیا ہو۔

۳۔حائض (حیض والی عورت) کی تعریف:

حائض (حیض والی) سے مراد وہ عورت ہے جس کو حیض آیا ہو اگرچہ ایک مرتبہ اور ایاس اور ناامیدی کے سن (یعنی پچپن (۵۵) سال کی عمر) تک نہ پہنچی ہو اور نو (۹) سال سے اُسکی عمر زائد ہو۔)

(یعنی نو (۹) اور پچپن (۵۵) سال کے درمیان چھیالیس (۴۶) سال تک عورت حیض والی عورتوں میں شمار ہوتی ہے)۔

عدت الطلاق میں عدت کی مدت:

طلاق کی عدت میں عدت کی مدت تین اقسام پر مشتمل ہے:

۱۔وضع حمل ۲۔ تین مہینے ۳۔ تین حیض۔

عدت الوفات میں عدت کی مدت کا صرف ایک قسم ہے:

۱۔چار ماہ دس دن۔

نوٹ: نکاح فاسد اور وطی بالشبہہ کی فرقت میں وفات کی عدت فرقت کی عدت کی طرح بھی تین ماہ یا تین حیض یا وضع حمل ہوتی ہے۔ چار ماہ دس دن

عدت نہیں ہوتی۔ (کتب فقہ)

عدت الفرقۃ میں عدت کی مدت:

ا۔ تین حیض ۲۔ تین ماہ ۳۔ وضع حمل

ا۔ حامل (حمل والی) کی مدت عدت:

حمل والی عورت کی عدت کی مدت وضع حمل ہے۔

۲۔ آئسہ کی مدتِ عدت:

آئسہ کی عدت کی مدت تین (۳) ماہ ہیں۔

۳۔ حائض (حیض والی) عورت کی مدتِ عدت:

حائض (حیض والی) عورت کی طلاق والی عورت کی عدت یعنی تین (۳) حیض ہیں۔

عدت کے لئے تین (۳) حیض کیوں:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَتَرَبَّصۡنَ بِأَنۡفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوۡءٍ

"(حیض والی طلاق شدہ عورتیں) اپنے آپ کو تین حیض) تک روکے رکھیں۔"

لہٰذا اس قرآنی حکم کے اعتبار سے مدتِ عدت تین حیض امر تعبدی ہے (یعنی ہر حال لازم ہے سمجھ میں آئے یا نہ آئے)۔

فقہاء کرام فرماتے ہیں، بنیادی طور پر عدت کی وجہ بچہ دانی کا طلاق دہندہ کے بچہ کے ساتھ مشغول نہ ہونے کو جاننا ہے۔ جب حیض آتا ہے تو پتہ چل جاتا ہے کہ ماں کے رحم میں بچہ نہیں ہے مگر یہ تو ایک حیض سے بھی معلوم ہو سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے تو تین حیض عدت کیوں بیان فرمائی؟ پہلا حیض بچہ دانی کے استبراء کے لئے اور دوسرا حیض حرمت عظمت نکاح کے لئے اور تیسرا حیض حریت کی آزادی کے لئے ہوتا ہے۔ (در مختار)

آج الٹرا ساؤنڈ کے ذریعے طلاق شدہ عورت کا بچہ دانی کے خالی ہونے کا علم حیض آنے سے پہلے بھی ہو سکتا ہے مگر اسلام پوری دنیا اور ہر دور کے لوگوں کے لئے نازل کیا گیا۔ قرون اولیٰ میں الٹرا ساؤنڈ نہیں تھا۔ اسی طرح دنیا کے اطراف اور اکناف کی غیر ترقی یافتہ ملکوں اور آبادیوں میں آج بھی الٹرا ساؤنڈ کی سہولت میسر نہیں ہے اور معلوم نہیں مستقبل میں الٹرا ساؤنڈ رہے گا یا نہیں رہے گا؟ اس لئے عدت کے لئے رحم کے خالی ہونے کی دلیل وہ رکھی گئی جو فطری، دائمی اور آفاقی ہے یعنی حیض کا جاری ہونا رحم کے خالی ہونے کی علامت ہے اور اس پر شرعی احکام کی مدار ہے۔

حیض والی منکوحہ مدخولہ کی عدت کے مسائل:

۱۔ نو سال کی عمر کے بعد اور پچپن سال سے پہلے اگر منکوحہ کو طلاق ہو جائے اور منکوحہ حقیقی مدخولہ ہو یہ کہ اس کیساتھ زوجیت کا عمل ہو چکا ہو یا یہ کہ حکمی مدخولہ ہو یہ کہ اس کے ساتھ شوہر کو خلوت صحیحہ یا فاسدہ حاصل رہی ہو لیکن زوجیت کا عمل نہ ہو سکا ہو اس منکوحہ کی عدت تین حیض ہے۔

۲۔ وہ عورت جس کے ساتھ صحیح نکاح ہو چکا ہو لیکن زوجیت کا عمل یا خلوت صحیحہ یا فاسدہ نہ پائی گئی ہو اگر اس عورت کو طلاق ہو جائے تو اس مطلقہ کے لئے طلاق کی عدت نہیں ہے مگر اس عورت کا شوہر فوت ہو جائے تو اس کو وفات کی عدت گزارنا ضروری ہے یعنی غیر مدخولہ کے لئے طلاق کی عدت نہیں ہے لیکن وفات کی عدت واجب ہے۔

۳۔ غیر منکوحہ مزنیہ کے لئے زنا کے بعد نہ طلاق کی عدت ہے اور نہ وفات کی عدت ہے کیونکہ زنا کے لئے مادہ منویہ کا کوئی احترام نہیں ہے اور عدت ماء محترم کے لئے ہوتی ہے اگرچہ غیر منکوحہ زنا سے حاملہ ہو گئی ہو لیکن اگر کسی شخص کی منکوحہ کو زنا کا حمل ہو جائے مگر شوہر کی اپنی اس منکوحہ کے

ساتھ نہ خلوت ہوئی اور نہ مباشرت پھر شوہر نے طلاق دے دی تو مزینہ پر منکوحہ ہونے کی وجہ سے عدت لازم ہے اور اس کی عدت وضع حمل ہے۔ (بحر الرائق)

۴۔ وہ عورت جس کے ساتھ نکاح فاسد ہوا۔ مثلاً: اس عورت کے ساتھ بغیر گواہوں کے نکاح کیا گیا ہو تو یہ نکاح فاسد ہو گا۔ اگر شوہر نے اس عورت کے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا کر لیا ہے، فرقت یا متارکت کے الفاظ کے بعد اس عورت کے لئے طلاق کی عدت ضروری ہے چونکہ وہ عورت نکاح فاسد ہونے کی وجہ سے نلکح پر حرام ہے جب شوہر اسے طلاق کے الفاظ سے چھوڑ دے یا اس کے ساتھ ازدواجی عمل ترک کرنے کا قول کرے یا قاضی دونوں کی علیحدگی کا فیصلہ کر دے اس کے بعد اس عورت کے لئے طلاق کی عدت گزارنا ضروری ہے مگر فاسد نکاح والی عورت پر وفات کی عدت بھی طلاق والی عدت کی طرح تین حیض یا تین ماہ یا وضع حل ضروری ہوتی ہے۔ چونکہ نکاح فاسد سے منکوحہ موطوئہ بالشبہہ ہونے کی وجہ سے شوہر کی حقیقی بیوی نہیں ہے لہٰذا اس پر وفات کی عدت چار ماہ دس دن واجب نہیں ہو گی۔

منکوحہ نکاح فاسد کی وفات کی عدت تین حیض یا تین ماہ ہے:

چنانچہ شامی میں ہے:

قوله الحيض جمع حيضة اى عدة المذكورات (المنكوحة بنكاح فاسدٍ و الموطوئة بشبهة و ام الولد) ثلاث حيض ان كن من ذوات الحيض و الا فالاشهر او وضع الحمل۔ (باب العدة)

ترجمہ: ''نکاح فاسد اور وطی بالشبہہ میں اور ام الولد کے لئے وفات کی عدت (طلاق کی طرح) تین حیض ہے اگر یہ عورتیں آئسہ ہیں تو تین ماہ عدت ہے اگر حاملہ ہیں تو وضع حمل ان کی عدت ہے۔'' (شامی)

• اگر نکاح فاسد میں نکح اور وطی بالشبہہ میں وطی کرنے والا شخص فوت ہو جائے اور ام الولد کا مولی فوت ہو جائے۔ ان کی وفات کی عدت فرقۃ اور متارکہ کی عدت کی طرح اور ام الولد کو آزاد کرنے کی طرح ہو گی۔ وفات کی عدت نہیں ہو گی کیونکہ اصل مقصد ان کے رحم کے خالی ہونے کو جاننا ہوتا ہے اس لئے ان کی عدت طلاق کی عدت ہوتی ہے اور مذکورۃ عورتوں کا جب نکاح ہی نہیں تھا تو ان پر وطی کنندہ کی موت پر سوگ بھی واجب نہیں ہے لہٰذا ان عورتوں کے لئے موت کی عدت چار ماہ دس دن کا کوئی مقصد نہیں۔ نکاح فاسد میں عدت کے واجب ہونے کے لئے متارکت یا طلاق کے الفاظ یا قاضی کی تفریق ضروری ہوتی ہے اور عدت متارکۃ یا تفریق کے فیصلہ کے بعد شروع ہو گی اور نکاح فاسد میں خلوۃ فاسدہ ہوتی ہے لہٰذا صرف خلوۃ بغیر دخول کے بعد عدت واجب نہیں ہو گی۔

اگر ایجاب اور قبول میں محدود وقت مشروط ہو تو یہ نکاح مؤقت ہے:

۵۔ وہ نکاح جس کے ایجاب اور قبول میں معین وقت مشروط ہو۔ مثلاً: شوہر عورت کو کہے میں نے آپ سے تین دن کے لئے نکاح کیا اور عورت کہے میں نے قبول کیا اور گواہ بھی موجود ہوں تو یہ نکاح مؤقت اور نکاحِ فاسد ہے اس میں بھی فرقت یا موت کے بعد عورت پر طلاق کی طرح عدت گزارنا ضروری ہے لیکن امام زُفر اس نکاح مؤقت کو دائمی اور صحیح نکاح قرار دیتے ہیں اس لئے ان کے نزدیک ایسی عورت کی عدت کے احکام نکاح صحیح والی عورت کی طرح ہوں گے۔ اور ایجاب و قبول میں اگر محدود وقت بطور شرط مذکور نہ ہو ایجاب اور قبول سے پہلے یا بعد میں وقت کا ذکر کیا گیا ہو ایسا نکاح بالاتفاق صحیح اور دائمی ہوتا ہے۔

نکاح متعہ کی عدت نہیں ہے:

٦۔ وہ عورت جس کے ساتھ نکاح متعہ کیا گیا ہو اس عورت کے لئے عدت نہیں

ہے۔ نکاح متعہ میں بغیر گواہوں کے مرد عورت سے کہتا ہے اتنی رقم کے معاوضہ میں اتنے وقت کے لئے تیرے جسم سے نفع اٹھاتا ہوں وہ کہتی ہے مجھے قبول ہے۔ یہ نکاح متعہ ہوتا ہے اور نکاح متعہ اکثر اہل سنت کے نزدیک باطل ہے اور اہل تشیع کے نزدیک جائز ہے تاہم متعہ میں عدت نہیں ہے۔ تفصیل ہماری کتاب ''رفیق العروسین'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

وطی بالشبہ کے اقسام اور احکام:

۷۔ وہ عورت جس کے ساتھ کسی مرد نے اشتباہ کی وجہ سے زوجیت کا عمل کرلیا اس عورت کے لئے بھی طلاق یا فرقت یا موت کے بعد طلاق کی عدت ضروری ہے۔ مثلاً شادی کی پہلی رات عورت کو اپنے شوہر کے غیر کے پاس بھیج دیا گیا۔ مرد نے سمجھا یہ میری بیوی ہے اور اس نے وظیفہ زوجیت ادا کرلیا یا کسی شخص نے اپنے بستر پر رات کو کسی عورت کو پایا اور بیوی سمجھ کر ہمبستری کرلی یا طلاق بائن غیر مغلظ کی عدت میں وطی کو حلال یا حرام سمجھ کر اپنی بیوی سے ہمبستری کرلی یا طلاق مغلظہ کی عدت میں شبہ کی وجہ سے حلال سمجھ کر ہمبستری کرلی۔ مذکورۃ سب عورتوں میں مفارقت کے بعد عورت کو طلاق کی عدت گزارنا ضروری ہے اور ان سب صورتوں میں بیوی کو موطوئہ بالشبہہ کہا جاتا ہے۔ اور منکوحہ موطوئہ بالشبہہ اپنے حقیقی شوہر پر عدت کے ایام تک حرام رہے گی اور عدت کے ایام کے بعد اصل نکاح والا آدمی اپنی بیوی کے ساتھ مباشرت کرسکتا ہے۔ اشتباہ کی وجہ سے مدخولہ کے لئے فرقت کی عدت یا وطی کرنے والے کی موت کی عدت دونوں تین حیض یا تین ماہ ہوں گی۔

طلاق مغلظہ میں حلال ہونے کے شبہ کی وجہ سے وطی کی عدت واجب ہے اور حرام سمجھنے والے کی وطی میں عدت نہیں ہے۔

۸۔ طلاق مغلظہ کی عدت میں اگر شوہر بیوی کے ساتھ ہمبستری کو حرام سمجھتا ہے حلت کا اسے شبہہ نہیں ہے، پھر بھی ہمبستری کرتا ہے تو وہ زنا ہے اور اس کی عدت نہیں ہے۔

عدم علم میں دوسرے کی بیوی منکوحہ کے ساتھ نکاح کا حکم:

۹۔ غیر کی منکوحہ کے ساتھ کسی شخص نے نکاح کر لیا اسے علم نہیں تھا کہ دوسرے آدمی کی منکوحہ ہے اور وظیفہ زوجیت بھی ادا کر لیا پھر ناکح کو معلوم ہوا کہ موصوفہ کا کسی آدمی کے ساتھ پہلے نکاح موجود ہے۔ دوسرے نکاح سے فرقت یا دوسرے نکاح کنندہ کی موت کی صورت میں موصوفہ پر طلاق کی عدت گزارنا ضروری ہے مگر فرقت کے فیصلہ کے بعد یا دوسرے شوہر کی موت کے بعد موصوفہ کو اپنے پہلے شوہر کے پاس رہنا ہوگا کیونکہ پہلے شوہر کا نکاح قائم ہے مگر شوہر اس کے ساتھ زوجیت کا عمل عدت تک نہیں کر سکتا۔ اگر موصوفہ نے رضا اور رغبت کے ساتھ دوسرا نکاح کر لیا تھا تو حقیقی شوہر پر عدت کا نفقہ اور لباس واجب نہیں ہوگا کیونکہ وہ ناشزۃ ہے اور اگر وہ راضی نہیں تھی جبر کے ساتھ دوسرا نکاح ہوا تھا تو پہلے شوہر پر لباس اور نفقہ واجب ہوگا۔

نکاح کا علم ہوتے ہوئے دوسرے کی بیوی کے ساتھ نکاح کرنے کا حکم:

در مختار میں ہے:

”ومنه تزوج امرأة الغير غير عالم بحالها“ (در مختار)

ترجمہ: اور اسی سے ہے غیر کی عورت کے ساتھ نکاح کرنا جب اس کے حال کا جاننے والا نہ ہو۔

اس عبارت سے معلوم ہوا اگر کسی شخص نے دوسرے آدمی کی منکوحہ کے ساتھ نکاح کو جانتے ہوئے نکاح کر لیا تو دوسرا نکاح باطل ہوگا اور اس عورت کے ساتھ دوسرے آدمی کی ہمبستری زنا ہوگی اگرچہ زانی اشتباہ کا دعوی کرے۔(در مختار)

لہٰذا اس عورت کی عدت نہیں ہوگی۔ البتہ امام محمد کے نزدیک بہتر ہے کہ شوہر اپنی زانیہ بیوی کیساتھ ایک حیض آنے تک ہمبستری نہ کرے تاکہ معلوم ہو جائے کہ زنا سے حمل تو نہیں ٹھہرا اور اگر حمل ہو جائے تو پہلا شوہر وضع حمل تک بیوی کے قریب نہ جائے تو بہتر ہے مگر حقیقی شوہر کے لئے ہمبستری حرام نہیں ہے۔

دو بھائیوں کا دو بہنوں کے ساتھ نکاح اور ہمبستری میں غلط فہمی پر امام اعظم کا فتویٰ:

لطیفہ: سیدنا امام اعظم کے زمانہ میں دو بھائیوں کی ایک ہی رات دو بہنوں کے ساتھ شادی اور رخصتی ہوئی۔ غلطی سے ہر ایک کی منکوحہ دوسرے کے کمرے میں چلی گئی ہر ایک نے بستر پر موجودہ عورت کے ساتھ اسے اپنی بیوی سمجھ کر وظیفہ زوجیت ادا کیا۔ صبح غلطی کا علم ہوا۔ علماء سے پوچھا گیا، انہوں نے جواب دیا: یہ وطی بالشبہہ ہے لہٰذا ہر ایک بہن پر عدت واجب ہے۔ عدت کے ایام کے بعد اپنے شوہر کے لئے منکوحہ حلال ہوگی۔ مگر امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا: اگر دونوں بھائی اپنے ساتھ رات گزارنے والی عورت کو بیوی بنانے پر راضی ہوں تو ہر بھائی اپنی بیوی کو طلاق بائن دے دے اور اسی وقت اپنی اپنی مدخولہ کے ساتھ نکاح کرلے اور زوجیت کا عمل کرتا رہے کیونکہ صاحب عدت اپنی معتدہ سے نکاح کر سکتا ہے اور اس کے لئے نکاح کے بعد ہمبستری جائز ہوتی ہے۔ اس جواب سے لوگ بہت خوش ہوئے اور امام اعظم ابو حنیفہؒ کی تحسین کی گئی۔ دونوں بھائیوں نے امام صاحب کے حکم کے مطابق عمل کر لیا۔(ردالمحتار)

بیوی کی بہن کے ساتھ زنا کی صورت میں بیوی عدت تک حرام ہو جاتی ہے:

۱۰۔ بیوی کے نکاح میں ہوتے ہوئے کسی آدمی نے بیوی کی بہن یا بیوی کی خالہ یا پھوپھی کے ساتھ زنا کر لیا یا نکاح کر کے زوجیت کا عمل کر لیا تو موصوف کا اپنی بیوی سے نکاح تو فاسد نہیں ہو گا لیکن جب تک بیوی کی بہن یا خالہ یا پھوپھی کی عدت تین حیض یا تین مہینے یا وضع حمل پوری نہیں ہو گی اس وقت تک اس کی اپنی منکوحہ بیوی اس پر حرام رہے گی اور منکوحہ کی مدخولہ بہن یا خالہ یا پھوپھی پر عدت واجب ہو گی۔

شامی میں ہے:

و انه تحرم علیه امرأته لو تزوج اختها فاسدا الی انقضاء العدة" (۳۲۴)

"اور بے شک حرام رہے گی شوہر پر اس کی بیوی اگر شوہر بیوی کی بہن کے ساتھ نکاح فاسد کرے بہن کی عدت ختم ہونے تک۔"

اپنی محرم کے ساتھ غلطی سے نکاح کرنے کا حکم:

۱۱۔ اپنی محرم کے ساتھ غلطی سے نکاح کر لیا اور زوجیت کا عمل بھی کر لیا۔ مثلاً: جانتے ہوئے کہ یہ میری رضاعی بہن یا ساس ہے اور اس کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے مگر رضاعی بہن یا ساس کے ساتھ بیوی کی وفات کے بعد نکاح کر لیا اور وظیفہ زوجیت بھی ادا کر لیا تو یہ نکاح فاسد ہے لیکن مدخولہ پر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک عدت گزارنا واجب ہو گا۔

شامی میں ہے:

(قوله نکاحا فاسدا) هی المنکوحة بغیر شهود و نکاح امرأة الغیر بلا علم بانها متزوجة و نکاح المحارم مع العلم بعدم

الحل فاسد عندہ خلافا لھما۔(فتح وشامی)

ترجمہ: ’’(مصنف کا قول نکاح فاسدا) یعنی عورت بغیر گواہوں کے منکوحہ ہے اور غیر کی عورت کے ساتھ نکاح بغیر علم کے کہ وہ نکاح والی ہے اور محرم عورتوں کے ساتھ باوجود عدم حلت کے علم ہونے کے امام صاحب کے نزدیک یہ نکاح فاسد ہے بخلاف صاحبین کے (ان کے نزدیک یہ نکاح باطل ہے)۔‘‘

اگر کوئی شخص محرم عورت کے ساتھ نکاح کرلے اس پر حد نہیں:

نوٹ: محرم عورتوں کے ساتھ بغیر نکاح وطی کرنا زنا ہے اور زنا کی عدت نہیں ہوتی اور اس میں نسب بھی ثابت نہیں ہوتا اور اگر کوئی شخص محرم عورتوں کے ساتھ نکاح کرلے تو امام اعظم کے نزدیک شبہہ عقد اور نکاح کی وجہ سے نکاح کرنے والے پر حد نہیں ہے مگر نکاح باطل ہے۔ تفریق کے بعد امام اعظم کے نزدیک اس کی عدت میں دو قول ہیں: ایک قول پر عدت واجب ہے لیکن مختار قول پر عدت نہیں ہے اور نسب بھی ثابت نہیں ہوگا۔ یہ خالص زنا ہے۔

- شامی کی مذکورہ عبارت غیر مختار قول کے مطابق ہے کیونکہ جب امام اعظم کے نزدیک غیر کی منکوحہ یا معتدہ کے ساتھ نکاح علم کے باوجود کہ یہ عورت غیر کی منکوحہ اور معتدہ ہے زنا ہے اور نکاح باطل ہے اور عدت نہیں ہے تو محارم کے ساتھ حرمت کے علم کے باوجود نکاح بطریق اولیٰ باطل ہوگا اور عدت بھی نہیں ہوگی اور نسب بھی ثابت نہیں ہوگا۔ محارم میں شبہہ عقد صرف حد کے لئے مُسقط ہے۔ (محمد رفیق حسنی)

دو بہنوں یا دو محرم عورتوں کے ساتھ بیک وقت نکاح کرنے کا حکم:

۱۲۔ دو بہنوں کے ساتھ بیک وقت نکاح کرنا یا بیوی کی عدت میں بیوی کی بہن کے ساتھ نکاح کرنا یا کسی آدمی کی عدت والی عورت کے ساتھ نکاح کرنا یا

چوتھی عورت کی عدت میں پانچویں کے ساتھ نکاح کرنا۔ یہ سب نکاح فاسد میں داخل ہیں بشرطیکہ حرمت کا علم نہ ہو اور اگر حرمت کا علم ہے تو نکاح باطل ہوگا اور وطی زنا ہوگی اور زنا کی عدت نہیں ہوتی۔ مگر محارم کے نکاح میں ایک روایت پر نکاح فاسد ہوگا اور عدت لازم ہوگی۔ (شامی)

لہٰذا مذکورہ نکاح فاسدہ والی عورتوں پر طلاق ہی کی عدت تین حیض یا تین ماہ یا وضع حمل فرقت اور موت دونوں صورتوں میں واجب ہوگی۔

تین طلاقوں سے مغلظہ کے ساتھ بغیر حلالہ کے نکاح کرنے کا حکم:

۱۳۔ اگر تین طلاق کی عدت میں شوہر نے بغیر حلالہ مطلقہ عورت کے ساتھ دوبارہ نکاح کرکے یا بغیر نکاح ہمبستری کرلی اور اس کو حرمت کا علم نہیں تھا بلکہ اس کو شبہہ تھا کہ میرے لئے مطلقہ کے ساتھ ہمبستری حلال ہے تو موطوئہ پر وطی کے وقت سے دوسری عدت لازم ہوجائے گی اور یہ وطی، وطی بالشبہہ میں داخل ہے اور اگر حرمت غلیظہ کے علم کے باوجود طلاق دہندہ نے تین طلاقوں سے مطلقہ بیوی کے ساتھ عدت میں ہمبستری کرلی تو یہ زنا ہوگا۔ موصوفہ کے لئے نئی عدت نہیں ہوگی۔

کنایات کے ساتھ طلاق بعض ائمہ کے نزدیک طلاقِ رجعی واقع ہوتی ہے:

۱۴۔ مال کے معاوضہ میں دی گئی طلاق اور خلع اور کنایات کے ساتھ دی گئی طلاق ہمارے نزدیک طلاق بائن ہوتی ہے۔ اگر کنایات سے دی گئی طلاق بائن کی عدت میں شوہر بغیر نکاح ثانی ہمبستری کرلے تو مدخولہ پر ہمبستری کے وقت سے دوسری عدت واجب ہوجائے گی خواہ شوہر کو حرمت کا یقین ہو یا نہ ہو اور حد واجب نہ ہوگی کیونکہ کنایات کے ساتھ طلاق میں بعض صحابہ کرام اور ائمہ نے فرمایا طلاق بائن واقع نہیں ہوتی بلکہ طلاق رجعی واقع ہوتی ہے۔

صحابہ کرام اور ائمہ کے اختلاف کی وجہ سے یہ وطی بالشبہہ میں داخل ہو گی لہٰذا تین طلاق سے بائن اور کنایات سے بائن مطلقہ میں فرق واضح ہو گیا۔ اور سب سے آخری وطی کے بعد متارکتہ یا فرقت کے الفاظ کہنے کے وقت سے عدت شروع ہو گی اور دونوں عدتوں میں تداخل ہو گا دونوں ساتھ ساتھ گزریں گی۔ اگر کوئی شخص کنایات کے الفاظ میں تین طلاق کی نیت کرے تو تین طلاق واقع ہو جائیں گی مگر ایسے کنائی لفظ کی عدت میں بھی وطی اور مباشرت سے دوسری عدت واجب ہو جائے گی اور یہ ہمبستری وطی بالشبہہ میں داخل ہو گی اگرچہ شوہر کو بیوی کے حرام مغلظ ہونے کا علم ہو، کیونکہ کنایات سے تین طلاق واقع ہونے میں بھی ائمہ کا اختلاف ہے۔

(شامی)

طلاق بالمال اور خلع میں طلاق ہونے پر اجماع ہے لہٰذا حرمت کے علم کے بعد وطی زنا ہو گی:

- اور اگر صریح طلاق مال کے معاوضہ میں دی گئی ہو یا خلع میں مال کا معاوضہ ہو تو طلاق بائن واقع ہو گی اور اس بائن میں ائمہ کا اجماع ہے کہ بائن واقع ہو گی۔ لہٰذا اگر مال کے معاوضہ میں طلاق اور خلع کی عدت میں شوہر کا گمان ہے کہ بیوی کیساتھ ہمبستری حلال ہے اور ہمبستری کر لی تو دوسری عدت واجب ہو گی اور اگر شوہر کو حرمت کا علم ہے تو بیوی کے ساتھ عدت میں ہمبستری زنا ہو گا، عدت نہیں ہو گی اور حد بھی قائم کی جائے گی۔ ہدایہ میں ہے:

و المختلعة و المطلقة علی مال بمنزلة المطلقة الثلاث لثبوت الحرمة بالاجماع۔ (شامی بحوالہ ہدایہ)

ترجمہ: ”اور مال پر خلع یافتہ اور طلاق شدہ عورت تین طلاقوں سے طلاق شدہ عورت کے حکم میں ہے کیونکہ ان کی حرمت پر اجماع

ہے۔‘‘

اور اگر صریح طلاق مال کے معاوضہ میں نہ ہو تو وہ طلاق رجعی ہے اس کی عدت میں وطی حلال ہوتی ہے اور اس سے رجوع واقع ہونے سے نکاح باقی رہتا ہے۔

اگر طلاق کی عدت ختم ہو جائے اور وطی بالشبہ کی عدت باقی ہو اس کا نفقہ واجب نہیں ہو گا اور باقی طلاقیں واقع نہیں ہوں گی:

۱۵۔ اگر طلاق کی عدت پہلے ختم ہو جائے اور ہمبستری کی عدت باقی ہو تو ہمبستری کی عدت کا شوہر پر نفقہ واجب نہیں ہو گا اور وطی کی عدت میں دوسری یا تیسری طلاق بھی واقع نہیں ہو گی۔

طلاق اور وطی بالشبہ کی عدتوں میں تداخل کا مفہوم:

۱۶۔ طلاق اور وطی بالشبہہ دونوں کی عدتوں میں تداخل سے مراد یہ ہے کہ طلاق کی عدت میں اگر وطی ایک حیض کے بعد کی گئی تو وطی کی عدت دوسرے حیض سے شروع ہو گی جو کہ طلاق کے لئے دوسرا اور وطی کے لئے پہلا حیض ہو گا لہٰذا وطی کی عدت چوتھا حیض ختم ہونے پر ختم ہو گی اسی پر باقی صورتوں کو قیاس کر لیں اور وطی کے بعد تین حیض پورے کریں اور اگر موصوفہ عورت آئسہ ہے تو مہینوں میں تداخل ہو گا اور حمل والی عورت کی عدت دونوں صورتوں میں وضع حمل ہو گی۔ اسی طرح اگر وفات کی عدت میں موصوفہ کے ساتھ شوہر کے غیر سے وطی بالشبہہ پائی گئی اور حمل نہیں ٹھہرا تو بھی تداخل ہو گا۔ وفات کی عدت مہینوں سے اور وطی کی عدت حیض والی عورت میں حیض سے اور آئسہ میں مہینوں سے پوری کی جائے گی۔

وطی بالشبہ میں حمل ہو جائے تو عدت وضعِ حمل ہو گی:

اگر بائن طلاق یا فسخ کی عدت میں وطی بالشبہہ پائی جائے اور حمل ہو جائے تو

اب وضع حمل ہی عدت ہو گی اور دونوں عدتوں میں تداخل سے بھی عدت وضع حمل سے ہی ختم ہو گی۔ اور وفات کی عدت میں وطی بالشبہہ کے پائے جانے سے اگر مدخولہ کو حمل ٹھہر گیا تو عدت وضع حمل ہو گی اور اگر وفات کی عدت میں زنا سے بغیر شبہہ کے معتدہ کو حمل ٹھہر گیا تو وفات کی عدت چار ماہ دس دن ہو گی وضع حمل عدت نہیں ہو گی کیونکہ حمل زنا سے ہوا ہے لہٰذا مزنیہ حاملہ کے ساتھ چار ماہ دس دن کے بعد نکاح ہو سکے گا۔

حمل ثابت النسب نہ بھی ہو عدت وضعِ حمل ہو گی:

علامہ شامی فرماتے ہیں:

لکن ھٰذا بالنظر الی الوفاۃ اما عدۃ الوطیء الذی حصل منہ الحمل فلا تنقضی الا بوضعہ ان کان الوطی بشبھۃ لانہ ثابت النسب بخلاف لو کان من زنا لان الزنا لا عدۃ لہ اصلاً۔

ترجمہ: ”لیکن یہ چار ماہ دس دن وفات کے اعتبار سے عدت ہے لیکن اس وطی کی عدت جس کے ساتھ حمل ٹھہر گیا ختم نہیں ہو گی مگر وضع حمل کے بعد اگر وطی بالشبہہ کی وجہ سے حمل تھا کیونکہ اس حمل کا نسب ثابت ہے بخلاف ان کے کہ وہ حمل عدت میں زنا ہونے سے ہو گیا ہو کیونکہ زنا کی کوئی عدت نہیں ہوتی۔“ (عالمگیری وشامی)

لہٰذا زنا کی وجہ سے حامل ہونے والی معتدہ عورت کی عدت چار ماہ دس دن ہو گی وضع حمل نہیں ہو گی اور وطی بالشبہہ سے حامل معتدہ عورت کی عدت وضع حمل ہو گی۔

عدت میں حمل ہو جائے یا پہلے موجود ہو دونوں صورتوں میں عدت وضعِ حمل ہو گی:

- حمل کی عدت وضع حمل ہوتی ہے خواہ حمل وجوب عدت کے وقت موجود

ہو یا وجوب عدت کے بعد عدت میں حمل ہو جائے خواہ عورت آزاد ہو یا کنیز ہو مسلمان ہو یا کتابیہ ہو۔ خواہ حامل کی عدت طلاق کی وجہ سے ہو یا وفات یا متارکہ یا وطی بالشبہہ میں تفریق کی وجہ سے ہو خواہ حمل ثابت النسب ہو یا نہ۔

حمل ثابت النسب نہ ہو اور عدت وضع حمل ہونے کی صورت:

(دقیقہ) حمل ثابت النسب نہ ہو پھر بھی عدت وضع حمل ہونے کی صورت یہ ہوگی کہ کسی شخص نے زنا سے حاملہ کنواری عورت سے نکاح کر لیا اور دخول اور خلوت سے پہلے منکوحہ کو طلاق دے دی یا خلوت یا دخول کے بعد طلاق دے دی اور بچہ نکاح ہونے کے بعد چھ ماہ سے پہلے پیدا ہو گیا لہٰذا اس حاملہ کی عدت وضع حمل ہوگی کیونکہ مطلقہ منکوحہ ہے اور عدت کا وجوب نکاح کی وجہ سے لازم ہوا۔ مگر اس بچے کا نسب نکح سے ثابت نہیں ہوگا اور اگر بچہ نکاح کے وقت سے چھ ماہ بعد پیدا ہوا تو بچے کا نسب نکح سے ثابت ہوگا۔ (عالمگیری/بحر الرائق)

نکاح سے پہلے زنا سے حاملہ اور نکاح کے بعد زنا سے حاملہ کی عدت کا حکم:

- بدائع اور بحر الرائق میں شوہر کے ساتھ خلوت اور دخول کے بغیر زنا سے حاملہ ہو جانے والی منکوحہ کی طلاق میں عدت کے وضع حمل ہونے کا ذکر تو ہے مگر نکاح کے بعد زنا سے حامل ہو جانے والی عورت کی عدت کے وجوب کے لئے نکح کے ساتھ خلوت یا دخول کے پائے جانے کی شرط کا ذکر نہیں ہے اور در مختار کی عبارت میں عدت کے وجوب کے لئے نکاح کے بعد نکح کے ساتھ دخول یا خلوت پائے جانے کا ذکر ہے مگر دخول یا خلوت کو عدت کے وجوب کے لئے شرط نہیں کہا گیا۔ معلوم ہوا جب نکاح ہونے سے پہلے زنا سے حامل ہو جانے والی کنواری مزنیہ عورت کے ساتھ کئے گئے نکاح سے منکوحہ عورت کی طلاق یا وفات کی عدت وضع حمل ہے۔ (زنا سے حمل کا علم اس طرح ہوگا کہ نکاح ہونے کے وقت سے چھ ماہ سے پہلے بچہ پیدا ہو جائے۔ اب اس بچے کا نسب ثابت

نہیں ہوگا مگر طلاق ہو جانے کی صورت میں اس عورت کی طلاق یا وفات کی عدت وضع حمل ہو گی۔) تو نکاح ہو جانے کے بعد اگر شوہر کے ساتھ خلوت یا دخول نہ ہو اور منکوحہ زنا سے حمل والی ہو جائے تو حمل کا نسب نکح سے ثابت ہو گا کیونکہ اس مزنیہ کا بچہ یقیناً نکاح کے وقت سے چھ ماہ پیدا ہو گا۔ اور اس مزنیہ حاملہ عورت کو اگر شوہر طلاق دے دے یا شوہر فوت ہو جائے تو اس عورت پر بھی عدت وضع حمل لازم ہو گی لہٰذا وضع حمل سے پہلے دوسرے آدمی کا اس عورت کے ساتھ نکاح نہیں ہو سکتا۔ (کتب فقہ)

جامعہ ضیاء الاسلام پنڈی سے پوچھے گئے سوال کا جواب اور قصہ:

- اصل قصہ یہ ہے کہ جامعہ ضیاء العلوم اسلام آباد سے شاید حضرت علامہ حسین الدین شاہ صاحب زید مجدہ نے حضرت مولانا مفتی منیب الرحمٰن صاحب زید مجدہ سے درج ذیل مسئلہ میں مشورہ طلب کیا کہ ایک آدمی نے ایک کنواری خاتون کے ساتھ نکاح کر لیا تھا ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی اور شوہر کے ساتھ منکوحہ کی خلوت یا مباشرت بھی نہیں پائی گئی مگر منکوحہ کسی دوسرے آدمی کے ساتھ ناجائز تعلقات کی وجہ سے نکاح ہو جانے کے بعد زنا سے حاملہ ہو گئی ہے۔ اب شوہر اسے لینے کے لئے تیار نہیں ہے اور طلاق دینا چاہتا ہے۔ اگر شوہر بعد از نکاح زنا سے حمل والی بیوی کو طلاق دے دے تو کیا منکوحہ کا غیر مدخولہ اور غیر خلوت یافتہ عورت کی طرح بغیر عدت اور وضع حمل دوسرے آدمی کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے؟ اگر ایسا ہو سکے تو حاملہ عورت کا عیب بھی مستور ہو سکتا ہے۔ مفتی منیب الرحمٰن صاحب نے اس مسئلہ میں مجھ سے مشورہ طلب کیا۔ میں نے عرض کیا: طلاق ہو جانے کی صورت میں موصوفہ کے لئے عدت لازمی ہو گی اور وضع حمل سے پہلے دوسرا نکاح باطل ہو گا اور حمل کا نسب بھی ثابت ہو گا۔ کیونکہ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ منکوحہ مشرق بعید میں ہو اور شوہر مغرب بعید

میں ہو اور شوہر حلفاً کہے میرے اپنی منکوحہ کے ساتھ جنسی تعلقات قائم نہیں ہوئے اور جنسی تعلق کا واقع ہونا خلاف عقل بھی ہے۔ فقہاء کے نزدیک اگر اس شوہر کی بیوی نکاح ہو جانے کے بعد حامل ہو جائے تو اس حمل کا نکاح والے آدمی سے نسب ثابت ہو گا اور طلاق کی صورت میں عدت بھی لازم ہو گی۔ میں نے عرض کیا: مسؤلہ صورت میں بھی طلاق ہونے کے بعد موصوفہ کے لئے عدت لازم ہے اور چونکہ وضع حمل تک عدت ہے اس لئے وضع حمل سے پہلے دوسرا نکاح باطل ہو گا۔ پھر میں نے در مختار اور بحر الرائق وغیرہما کو دیکھا تو مجھے اپنے قول کے صدق پر یقین ہو گیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالك۔

(محمد رفیق حسنی غفرلہ اللہ القوی الغنی)

چنانچہ در مختار میں ہے:

بان تزوج حبلی من زنا و دخل بها ثم مات او طلقها تعتد بالوضع۔ (جواہر الفتاوی)

ترجمہ: ''بایں طور کہ زنا سے حامل عورت کے ساتھ آدمی نے نکاح کیا اور اس کے ساتھ جنسی عمل کیا پھر وہ آدمی فوت ہو گیا یا اس نے مزنیہ حامل بیوی کو طلاق دے دی اس کی بیوی وضع حمل سے عدت گزارے گی۔''

- اس عبارت کے تحت رد المحتار (شامی) میں ہے:

افادان العدة ليست من اجل الزنا لما تقدم انه لا عدة على الحامل من الزنا اصلاً و انما العدة لموت الزوج او طلاقه قال الرحمتى و يعلم كون الحمل من زنا بولادتها قبل ستة اشهر من حين العقد (قوله دخل بها) هو قيد لغير المتوفى عنها لما مر ان عدة الوفاة لا يشترط لها الدخول ۔ ۔ ۔ الخ (رحمتی)

و نقل المسئلة فی البحر عن البدائع بدون قید الدخول۔

(دار الباز مکہ مکرمہ ۱۹۰، ج ۵)

ترجمہ: ''مصنف نے افادہ فرمایا عدت کا وجوب زنا کی وجہ سے نہیں اس لئے یہ گزر چکا ہے کہ زنا سے حامل کی عدت نہیں ہوتی اور بے شک عدت شوہر کی موت یا طلاق کی وجہ سے ہے (نکاح کے پائے جانے کی وجہ سے عدت ہے) رحمتی نے کہا اور حمل کا زنا سے ہونا عقد کے وقت سے چھ ماہ سے پہلے ولادت ہو جانے سے معلوم ہوا۔ (مصنف کا قول دخل بہا) یہ غیر متوفی عنہا (جس عورت کا شوہر فوت نہیں ہوا) کے لئے قید ہے اس لئے کہ یہ گزر چکا ہے کہ وفات کی عدت کے وجوب کے لئے منکوحہ کے دخول کی ضرورت نہیں ہوتی یہ مسئلہ بحر الرائق میں بدائع سے نقل کیا گیا ہے اس میں دخول کی قید کا ذکر نہیں ہے۔''

وطی بالشبہ میں عدت کے وجوب کے لیے متارکہ یا قاضی کی تعریف ضروری نہیں:

- سوال: کیا وطی بالشبہہ میں نکاح فاسد کی طرح عدت کے وجوب کے لئے متارکہ کے الفاظ یا قاضی کی تفریق ضروری ہے؟ جواب: ضروری نہیں۔ علامہ شامی فرماتے ہیں: وطی بالشبہ میں صرف حقیقت حال کا علم کہ یہ وطی حرام تھی اور علیحدہ ہو جانا کافی ہے لہٰذا نکاح فاسد میں تو عدت اس وقت شروع ہو گی جب تارک کے الفاظ یا قاضی کی جانب سے تفریق ہو گی۔ اگر نکاح فاسد میں صرف ترک وطی کا عزم کر لیا تو عدت شروع نہیں ہو گی اگرچہ کئی سال گزر جائیں مگر وطی بالشبہہ میں ترک وطی کے عزم کے وقت سے عدت شروع ہو جائے گی۔
- اگر طلاق کی عدت ختم ہو گئی تھی لیکن وطی بالشبہہ کی عدت باقی تھی تو واطی

کے لئے موطوئہ کی عدت میں موطوئہ کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے کیونکہ خود واطی صاحب عدت ہے اور صاحب عدت معتدہ کے ساتھ عدت میں نکاح کرسکتا ہے مگر کوئی دوسرا آدمی اور پہلا شوہر موطوئہ کے ساتھ وطی کی عدت میں نکاح نہیں کرسکتا۔

• اگر معتدہ رجعی طلاق کی عدت میں تھی اور کسی شخص نے اس معتدہ کے ساتھ شبہہ سے وطی کرلی تو طلاق دہندہ اپنی طلاق کی عدت تک صرف الفاظ کے ساتھ رجوع کرسکتا ہے اور وطی بالشبہہ کی بقیہ عدت میں الفاظ کے ساتھ بھی رجوع نہیں کرسکتا اگر طلاق کی عدت کے ایام ختم ہوگئے تھے۔

• اگر شوہر نے وطی بالشبہہ ہوجانے کے بعد اپنی بیوی کی عدت میں الفاظ کے ساتھ رجوع کرلیا اور ابھی وطی بالشبہہ کی عدت باقی ہے۔ رجوع کرنے والا شوہر وطی بالشبہہ کی عدت میں اپنی بیوی کے ساتھ وطی نہیں کرسکتا۔

(ردالمحتار بحوالہ بحرالرائق)

دوعدتوں میں تداخل کے وقت نفقہ کا حکم:

• جوہرہ سے شامی میں ہے اگر دوعدتوں میں تداخل تھا پہلی عدت طلاق رجعی کی تھی تو بیوی کی پہلی عدت کا نفقہ نہ طالق پر واجب ہے اور نہ واطی بالشبہہ پر اور اگر پہلی عدت طلاق بائن کی تھی تو بیوی کی پہلی عدت کا نفقہ شوہر پر واجب ہے۔ فرق کی وجہ یہ ہے کہ طلاق رجعی میں شوہر کی اپنی بیوی کے ہمبستری ممنوع نہ تھی لیکن بیوی نے وطی بالشبہہ کا ارتکاب کرکے وطی بالشبہہ کی دوسری عدت تک ہمبستری کرنے سے روک دیا ہے لہٰذا نفقہ کی مستحق نہیں ہے بخلاف طلاق بائن کے کہ اس میں بینونۃ کی وجہ سے ہمبستری ممنوع ہوگئی۔ وطی بالشبہہ سے واجب دوسری عدت کی وجہ سے ہمبستری ممنوع نہیں ہوئی اس لئے عدتوں میں فرق ہے۔ یہ کہ بائن کی عدت کا نفقہ واجب ہے اور رجعی کی عدت کا نفقہ واجب نہیں۔

عدت شروع ہونے کا وقت:

عدت فرقت سے شروع ہو جاتی ہے علم ہو یا نہ ہو:

شوہر کی طرف سے طلاق ہوتے ہی یا فرقت ہو جانے پر یا شوہر کی موت کے بعد فوراً عدت شروع ہو جاتی ہے۔ عورت کو شوہر کی موت کا یا طلاق اور فرقت کا علم ہو یا نہ ہو۔ ایام گزرنے کے ساتھ ساتھ عدت گزرتی رہتی ہے اور ختم ہو جاتی ہے کیونکہ عدت معینہ مدت اور مخصوص ایام کا نام ہے لہٰذا اس کے گزرنے کا علم شرط نہیں۔

- بالفرض شوہر طلاق دینے کا انکار کرے مگر گواہوں سے طلاق ثابت ہو جائے اور قاضی فرقت کا فیصلہ کر دے تو مطلقہ کی عدت طلاق واقع کرنے کے وقت سے شروع ہو جائے گی۔ جج کی قضاء اور فیصلہ کے وقت سے شروع نہیں ہو گی۔ مثلاً عورت نے شوال میں طلاق کا دعویٰ کیا اور قاضی (جج) نے محرم میں گواہی کی بنیاد پر فرقت کا فیصلہ کیا تو عدت شوال میں طلاق واقع کرنے کے دن سے شروع ہو گی۔ (در مختار)

عدت گواہی سے شروع ہو جائے گی:

- اگر بغیر دعویٰ گواہوں نے کسی آدمی کے خلاف بیوی کو طلاق بائن دے دینے کی گواہی دی چند دن بعد گواہوں کا تزکیہ اور تعدیل ہوئی اور قاضی نے فرقت کا فیصلہ کر دیا۔ عدت کی ابتدا گواہوں کی شہادت اٹھانے اور طلاق کے الفاظ سننے کے وقت سے ہو گی۔ گواہی ادا کرنے یا قاضی کے فیصلہ کے وقت سے نہیں ہو گی۔

طلاق حقوق اللہ سے ہے گواہی کے لیے دعویٰ شرط نہیں:

- فائدہ: طلاق حقوق اللہ سے ہے اس لئے اس میں عورت یا کسی دوسرے کی جانب سے عدالت میں دعویٰ کرنا شرط نہیں ہے بلکہ طلاق کے الفاظ سننے والوں

پر قاضی یا حاکم یا مفتی کے پاس جاکر گواہی دینا فرض ہے۔ عورت طلاق کا دعویٰ کرے یا نہ کرے۔ شہادت کے ترک سے گواہ گنہگار ہوں گے۔

طلاق کے اقرار کے زمانے سے عدت شروع ہوگئی:

- طلاق کے مسئلہ میں اگر کسی شخص نے بیوی کو طلاق بائن دے دی اور اس کو چھپالیا پھر عدت ختم ہونے کے بعد لوگوں کو بتایا کہ میں نے فلاں گزشتہ مہینہ میں بیوی کو طلاق دے دی تھی جس کی عدت بھی ختم ہوگئی ہے۔ گزشتہ زمانہ کے قول میں بغیر گواہوں کے اس شوہر کی تصدیق نہیں کی جائے گی بلکہ اقرار کے وقت سے طلاق واقع ہوجانے کا اعتبار کیا جائے گا اور عدت کی ابتداء شوہر کے اقرار اور اخبار کے وقت سے ہوگی خواہ اس کی بیوی گزشتہ زمانہ میں طلاق دینے کی تصدیق کرے یا تکذیب کرے۔

گزشتہ زمانے کی طلاق کی عدت کا حکم:

- اور اگر طلاق دینے والے نے طلاق کی خبر دے دی تھی چھپایا نہیں تھا مگر لوگوں میں خبر مشہور نہیں ہوئی تھی پھر عدت کے بعد طلاق گزشتہ کا اقرار کیا تو بھی عدت اقرار کے وقت سے شروع ہوگی کیونکہ ہوسکتا ہے ان دونوں صورتوں میں اس نے گزشتہ زمانہ میں طلاق دینے کا دعویٰ اس لئے کیا ہو کہ بیوی کی بہن کے ساتھ فوراً نکاح کرسکے یا پانچواں نکاح کرسکے یا انقضاء عدت کی وجہ سے بیوی کے لئے دین کا مرض الموت میں اقرار کرسکے۔ (درمختار) مگر ان دونوں صورتوں میں امام محمد کا قول یہ ہے کہ عدت زمانہ گزشتہ میں وقوع طلاق کے وقت سے معتبر ہوگی اور متاخرین نے مذکورہ احتمالات کی وجہ سے گزشتہ زمانہ میں طلاق کے اقرار کا اعتبار نہیں کیا اور فتح القدیر میں ہے متاخرین کا فتویٰ ائمہ اربعہ اور جمہور صحابہ اور تابعین کے قول کے خلاف ہے لہٰذا مذکورہ احتمالات کے زائل کرنے کے لئے دیگر ذرائع اور محل تلاش کئے جائیں اور ان دونوں صورتوں

میں فتویٰ گزشتہ زمانہ سے وقوع طلاق کا دیا جائے۔ اور علامہ سندیؒ نے اس مسئلہ میں فرمایا کہ: گزشتہ زمانہ کی بائن طلاق کا اقرار کرنے والا اگر اقرار تک بیوی کے ساتھ رہا تو میاں بیوی دونوں جھوٹے ہیں لہٰذا عدت اقرار سے شروع ہوگی اور اگر گزشتہ زمانہ میں الگ الگ رہنے لگے تھے تو عدت کی ابتداء گزشتہ زمانہ سے ہوگی۔ معلوم ہوا اگر قرائن سے معلوم ہو کہ گزشتہ زمانہ کا اقرار صحیح ہے اور اس سے اقرار کنندہ کوئی مفاد حاصل نہیں کر رہا تو گزشتہ زمانہ سے عدت شروع ہونے کا فتویٰ دیا جائے گا۔ (ردالمحتار)

اگر شوہر نے تین طلاق کی خبر عدت کے بعد دی تو عدت ختم ہوگئی:

- اگر شوہر نے طلاق ثلثہ کا اقرار اور خبر عدت کے بعد دی اور طلاق گزشتہ زمانہ میں مشہور ہوگئی تھی تو مطلقہ کی عدت ختم ہوگئی۔ اگر مطلقہ کے ساتھ حلت کے گمان کی بنیاد پر شوہر ہمبستری کرتا رہا تو دوسری عدت وطی بالشبہہ کی وجہ سے واجب ہو جائے گی اور ان میں تداخل ہوگا۔ جب تک آخری مرتبہ وطی بالشبہہ کی عدت ختم نہیں ہوگی اس وقت تک مطلقہ دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی اور اگر طلقات ثلثہ کے ساتھ بائن بیوی کے ساتھ شوہر بغیر شبہہ اور وطی حرام سمجھ کر وطی کرتا رہا تو یہ زنا ہوگا اور زنا کی عدت نہیں ہوتی۔ (درالمختار)

فاسد نکاح میں عدت قاضی کی تفریق یا متارکہ کے الفاظ سے شروع ہوگی:

- نکاح فاسد میں مدخولہ بیوی کی عدت کی ابتداء قاضی کی تفریق یا شوہر کی جانب سے متارکہ کے الفاظ کہنے کے وقت سے شروع ہوتی ہے۔ اگر قاضی کی تفریق کے بعد یا متارکہ کے الفاظ کہنے کے بعد اس شخص نے ہمبستری کرلی تو اس شخص پر زنا کی حد قائم کی جائے گی اور اس وطی کی عدت نہیں ہوگی۔

فائدہ: طلاق کا لفظ یا میں نے چھوڑ دیا یا ترک کیا یا میرا اس عورت کے ساتھ

نکاح نہیں ہے کے الفاظ سے متارکہ ہو جاتی ہے۔ (ردالمحتار)

- اگر نکاح فاسد میں منکوحہ کے ساتھ ہمبستری ایک مرتبہ ہو گئی تھی اور قاضی کی طرف سے تفریق یا شوہر کی طرف سے متارکہ کے الفاظ نہ ہوں صرف وہ شخص ہمبستری کے ترک کا ارادہ کر لے اور ہمیشہ کے لئے ہمبستری چھوڑ دے تو نکاح فاسد کی عدت ختم نہیں ہو گی اگرچہ کئی سال گزر جائیں۔

نکاحِ فاسد میں اگر منکوحہ غیر مدخولہ ہے تو تفریق کے بغیر دونوں کا الگ ہو جانا کافی ہے:

- اور اگر نکاح فاسد میں منکوحہ ابھی غیر مدخولہ ہے تو رفع معصیت کے لئے صرف دونوں کا الگ ہو جانا بھی کافی ہے متارکہ کے الفاظ ضروری نہیں ہیں اور عدت بھی واجب نہیں۔ کیونکہ نکاح فاسد میں دخول حقیقی کی وجہ سے ہی عدت واجب ہوتی ہے خلوت فاسدہ سے بھی عدت واجب نہیں ہوتی اور صرف خلوت پائے جانے سے نکاح فاسد میں مہر بھی واجب نہیں ہوتا کیونکہ خلوت کی وجہ سے عدت اور مہر صحیح نکاح میں واجب ہوتے ہیں لہٰذا غیر مدخولہ جس کا نکاح فاسد ہوا تھا دوسری جگہ فوراً نکاح کر سکتی ہے۔
- اگر نکاح فاسد میں شوہر بیوی کو طلاق دے دے تو یہ طلاق متارکہ شمار ہو گی اس لئے اس طلاق سے یا اس نکاح فاسد کی عدت میں مزید طلاق دینے سے طلاق کے تین عددوں میں فرق نہیں پڑے گا بالفرض اگر اسی شخص نے دوبارہ اسی عورت کے ساتھ صحیح نکاح کر لیا تو اس کو تین طلاق دینے کا حق حاصل ہو جائے گا۔

نکاحِ فاسد میں بیوی شوہر کے گھر عدت نہیں گزار سکتی:

- نکاح فاسد کی عدت میں بیوی موصوف شوہر کے گھر میں عدت نہیں گزار سکتی کیونکہ شوہر کے گھر عدت گزارنے کا حکم نکاح صحیح اور نافذ میں ہوتا ہے۔

اسی طرح نکاح فاسد میں منکوحہ کی عدت کا شوہر پر نفقہ اور منکوحہ پر شوہر کی موت سے سوگ واجب نہیں ہوگا اسی لئے شوہر کی موت کی صورت میں نکاح فاسد میں وفات کی عدت واجب نہیں ہوتی بلکہ طلاق کی عدت واجب ہوتی ہے نکاح فاسد حقیقت میں وطی بالشبہہ کی طرح ہوتا ہے اس میں طلاق کی عدت کا قول بھی احتیاطاً کیا گیا ہے ورنہ جب نکاح ہی نہیں تو عدت کی کیا ضرورت تھی؟

وفات کی عدت کا بیان:

حمل والی منکوحہ کے سواء سب کی عدت چار ماہ دس دن ہے:

شوہر کی وفات کی صورت میں نکاح صحیح میں بیوی (مدخولہ یا غیر مدخولہ صغیرہ یا کبیرہ) کے لئے عدت چار ماہ دس دن ہے مگر حمل والی بیوی کے لئے وفات عدت وضع حمل تک ہے۔ بالفرض شوہر کی وفات سے پانچ منٹ بعد ولادت ہوگئی تو بیوی کی عدت ختم ہوگئی لہٰذا بیوی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے وضع حمل کے بعد نہ بیوی پر سوگ واجب ہے اور نہ گھر سے خروج اور نہ زینت حرام ہے۔

طلاق کی عدت کا تفصیلی بیان:

- جس عورت کے ساتھ نکاح صحیح ہوا مگر اس کے ساتھ شوہر نے نہ ہمبستری کی نہ اس کے ساتھ خلوت صحیحہ یا فاسدہ ہوئی ہے اگر اس کو طلاق ہو جائے تو اس کے لئے عدت نہیں ہے وہ طلاق کے بعد فوراً دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

(بدائع الصنائع)

طلاق کی عدت کے لیے خلوت یا دخول ہونا شرط ہے:

- وہ منکوحہ جس کے ساتھ ہمبستری نہیں ہوئی مگر اس کے ساتھ شوہر کو خلوت صحیحہ یا فاسدہ مل گئی تھی اگر اس کو طلاق ہو جائے تو اس عورت کے لئے عدت گزارنا فرض ہے۔ عدت گزرنے تک وہ عورت دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی۔

وہ منکوحہ جسے دخول کے بعد طلاق دی گئی ہے اس پر عدت لازم ہے۔

خلوت صحیحہ اور فاسدہ کی وضاحت:

نوٹ: خلوت صحیحہ یہ ہے کہ شوہر اپنی منکوحہ کے ساتھ علیحدگی میں جمع ہو اور بیوی کو پہچانتا ہو اور ہمبستری اور مباشرت سے مانع شرعی یا حسی یا طبعی نہ پایا جائے۔ اور اگر مباشرت سے مانع شرعی یا حسی یا طبعی پایا جائے تو یہ خلوت فاسدہ ہو گی۔ مختار قول پر خلوت فاسدہ میں بھی عدت واجب ہوتی ہیں۔ خلوت فاسدہ وجوب مہر کے حق میں معتبر نہیں ہوتی مگر وجوب عدت کے حق میں معتبر ہوتی ہے۔ مثلاً خلوت صحیحہ کے وجود سے شوہر پر کل مہر واجب ہو جائے گا مگر خلوت فاسدہ کی وجہ سے مہر واجب نہیں ہو گا اور خلوت فاسدہ ہو یا صحیحہ دونوں کی وجہ سے طلاق اور فرقت کی عدت واجب ہو جائے گی۔ چنانچہ علامہ شامی نے فرمایا:

(قوله ای صحیحة) فیه نظر فان الذی تقدم فی باب المهر ان المذهب وجوب العدة للخلوة صحیحة او فاسدة۔

اور دوسری جگہ فرمایا:

> (قوله و لو فاسدة) اطلقها فشمل ما اذا کان فسادها لمانع حسی او شرعی هٰذا هو الحق کما بینا عند قوله صحیحة۔
>
> (اھ ح ۷/۲۸۱، مکتبہ دار الباز)
>
> ترجمہ: ”ماتن کا قول (ای صحیحة) پر اعتراض ہے کیونکہ مہر کے باب میں گزر چکا ہے کہ ہمارا مذہب خلوت صحیحہ اور فاسدہ دونوں میں وجوب عدت کا ہے (تا) اور (قوله و لو فاسدة) کو ماتن نے مطلق ذکر کیا یہ مانع حسی اور شرعی دونوں کی وجہ سے خلوت کے فساد کو شامل ہو گا یہی حق ہے جس طرح ہم ماتن کے قول صحیحہ کے تحت بیان کر چکے ہیں۔“

مانع حسی، شرعی اور طبعی کی وضاحت:

مانع حسی: مرد یا عورت کے مرض کی وجہ سے جنسی عمل نہ ہو سکے:

مانع حسی اور حقیقی سے مراد یہ ہے کہ زوجین میں سے کوئی ایک یا دونوں ایسے مرض میں مبتلا ہوں جس کی وجہ سے جنسی عمل نہ ہو سکے یا شوہر اتنا چھوٹا ہو کہ اس کی عمر کا بچہ جنسی عمل نہ کر سکتا ہو یا منکوحہ اتنی چھوٹی ہو کہ اس کی عمر کی بچی کے ساتھ جنسی عمل نہیں کیا جاسکتا یا عورت رتقاء ہو (یعنی جنسی عمل کے لئے عورت کی شرمگاہ میں مطلوب سوراخ نہ ہو) یا عورت کے مخصوص عضو میں گوشت یا ہڈی موجود ہو جس کی وجہ سے شوہر کے جنسی عمل کا آلہ داخل نہ ہو سکے۔ مذکورہ تمام صورتوں میں جنسی عمل سے مانع حقیقی اور حسی پایا جاتا ہے اس لئے ان موانع کے ہوتے ہوئے خلوت صحیحہ نہیں ہو گی۔

عنین اور خصی کے ساتھ خلوتِ صحیحہ ہوتی ہے:

- اگر شوہر عنین (نامرد) ہے یعنی اس کے آلہ تناسل میں ایستادگی نہیں آتی یا خصی ہے یہ کہ شوہر کے خصتین مردہ ہیں یا نہیں ہیں۔ ان دونوں کی اپنی منکوحہ کے ساتھ خلوت صحیحہ ہو سکتی ہے۔ نامرد ہونا یا خصی ہونا مانع حقیقی نہیں ہے اور اگر شوہر ذکر بریدہ ہے تو امام اعظم کے نزدیک اس آدمی کی منکوحہ کے ساتھ خلوت بھی خلوت صحیحہ ہو گی۔

شرعی مانع رمضان کے روزے یا احرام یا عورت حیض یا نفاس میں ہو:

- مانع شرعی سے مراد یہ ہے کہ زوجین میں سے کوئی ایک یا دونوں خلوت کے وقت رمضان المبارک کے روزہ کے ساتھ ہوں یا حج فرض یا نفل یا عمرہ کے احرام میں داخل ہوں یا عورت حیض یا نفاس کی حالت میں ہو۔ ان صورتوں میں جنسی عمل حرام ہوتا ہے اس لئے ان امور کے ہوتے ہوئے خلوت صحیحہ نہیں ہو گی۔ نفلی روزے اور نذر اور کفارات کے روزوں کو فقہاء نے مانع شرعی شمار

نہیں کیا۔

مانع طبعی یہ کہ جنسی عمل بے حیائی ہو:

• مانع طبعی سے مراد یہ ہے کہ زوجین کا حال خلوت کے وقت اس طرح ہو کہ ایسے حال اور کیفیت میں ان کے لئے جنسی عمل کرنا بے حیائی ہو۔ مثلاً: خلوت کے وقت کوئی تیسرا آدمی موجود ہو خواہ نابینا ہو یا عاقل بچہ ہو یا عورت یا کوئی عاقل مرد موجود ہو، جاگ رہا ہو یا نیند میں ہو۔ ان سب صورتوں میں مانع طبعی موجود ہے کیونکہ ان حالات میں جنسی عمل سے طبیعت پر انقباض ہوتا ہے۔ اسی طرح مسجد اور عام راستہ اور روڈ اور صحراء اور بالائی چھت جس پر کوئی پردہ نہ ہو ان مقامات پر جنسی عمل سے حیاء رکاوٹ ہوتی ہے اس لئے ان مقامات میں زوجین کے جمع ہونے سے خلوت صحیحہ نہیں ہوگی مگر رات کے وقت کاروں میں یا دور دراز صحراؤں میں اور سمندروں کے سواحل پر رات کے اندھیروں میں جمع ہونا خلوت صحیحہ ہوگی۔

اگر زوجین کا نکاح فاسد ہو جس طرح نکاح مؤقت فاسد ہوتا ہے اس میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ ایسی ہر صورت میں خلوت فاسدہ ہوگی اور یہاں مانع شرعی ہوگا۔

• اگر خلوت کے وقت مانع حقیقی یا طبعی یا شرعی موجود ہو تو خلوت فاسدہ ہوگی اگر موانع ثلثہ نہ ہوں تو خلوت صحیحہ ہوگی۔

کل مہر کے وجوب اور عدت میں خلوت دخول کے معنی میں ہوتی ہے:

• فائدہ: علماء احناف رحمہم اللہ کے نزدیک وجوب عدت اور کل مہر کے وجوب کے حق میں خلوت صحیحہ جنسی عمل اور وطی کے حکم میں ہوتی ہے۔ اس لئے زوجین کے درمیان خلوت صحیحہ کے پائے جانے پر دخول حقیقی کی طرح عورت پر عدت واجب ہوگی اور شوہر کو کل مہر ادا کرنا ہوگا۔ اگرچہ زوجین حلفاً اقرار کریں کہ ہم نے خلوت کے وقت جنسی عمل نہیں کیا۔

اور شوافع کے نزدیک خلوت صحیحہ کا حکم جنسی عمل اور دخول والا نہیں ان کے نزدیک صرف خلوت سے نہ عدت واجب ہوتی ہے اور نہ کل مہر واجب ہوتا ہے۔ معلوم ہوا خلوت صحیحہ کا بمنزلہ دخول ہونا عدت اور کل مہر کے حق میں اجتہادی مسئلہ ہے۔

- خلوت فاسدہ کا فساد اگر مانع حقیقی کی وجہ سے ہو تو احناف کے مفتی بہ قول پر اس خلوت کا حکم دخول والا نہیں ہے لٰہذا عدت اور کل مہر واجب نہیں ہوگا۔ اگر خلوت فاسدہ کا فساد مانع شرعی یا مانع طبعی کی وجہ سے ہے تو احتیاطاً عدت واجب ہوگی مگر کل مہر واجب نہیں ہوگا بلکہ طلاق کی صورت میں نصف مہر یا متعہ واجب ہوگا۔ (بدائع الصنائع: کتاب النکاح)

شامی کی سابقہ عبارت سے معلوم ہوا خلوت فاسدہ میں بھی عدت واجب ہوتی ہے۔

الحاصل! اگر منکوحہ بیوی کے ساتھ مباشرت ہوگئی تھی اور اسے طلاق ہوگئی اس کے لئے عدت واجب ہے جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

اگر صرف خلوت فاسدہ والی مطلقہ عورت حیض والی عورتوں میں سے ہے یعنی بالغہ ہے اور پچپن سال سے کم عمر ہے اور اس کو ہمیشہ ہر ماہ حیض آتا رہتا ہے اس کی عدت تین حیض ہے اور اگر فاسدہ خلوت یافتہ عورت منقطع الحیض اور آئسہ ہے یعنی پچپن سال کی عمر سے زائد عمر والی ہے اس کی عدت تین ماہ ہے۔

خلوت فاسدہ والی وہ عورت جو پندرہ (۱۵) سال عمر کے ساتھ بالغہ ہوئی اور اسے عمر بھر حیض نہیں آیا اس کی عدت تین ماہ ہے۔

ممتدۃ الطہر (طویل ترین طہر والی) عورت کی عدت کا حکم:

ممتدۃ الطہر کی عدت نو ماہ امام مالک کے مذہب پر ہے:

ممتدہ الطہر جس عورت کو ایک مرتبہ حیض آیا پھر نہیں آیا اس کو ممتدۃ

الطہر کہا جاتا ہے اس کے لئے طلاق کی عدت امام ملک کے قول پر نو ماہ ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

طویلۃ الطّہر کی احناف کے نزدیک عدت:

احناف کے نزدیک طویل طہر میں مبتلا عورت کو اگر طلاق ہو جائے تو وہ سن ایاس (پچپن سال) تک عدت میں رہے گی اور اس کا نفقہ شوہر پر واجب ہو گا، جب اس کی عمر پچپن سال ہو جائے گی آئسہ والی عدت یعنی تین ماہ گزرنے پر عدت اس کی ختم ہو گی اور وہ دوسری جگہ نکاح کر سکے گی اور اسے گھر سے خروج اور شوہر کے مکان کو چھوڑ دینے کا حکم ہو گا۔ چونکہ احناف کے اس قول پر عمل کرنا نہایت مشکل تھا اس لئے متاخرین احناف نے ایسی عورت کے لئے امام مالک کے قول پر یعنی نو ماہ عدت ہونے پر فتویٰ دیا جس طرح مفقود الخبر کی بیوی کے فسخ نکاح میں علماء احناف نے امام مالک کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔

نوٹ: اجتہادی مسائل میں اس بات کی گنجائش ہوتی ہے کہ اگر اپنے امام کے قول پر عمل مشکل ہو تو دوسرے امام کے قول پر عمل کر لیا جائے اور فتویٰ بھی دوسرے امام کے قول پر دینا جائز ہوتا ہے۔ (مفتی محمد رفیق حسنی)

اگر آپریشن سے حیض ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے اس کی عدت تین ماہ آئسہ والی ہو گی:

- موجودہ دور میں بچوں کی ولادت بند کرنے کے ارادہ سے بچہ دانی یا حیض کی نالی کاٹ دی جاتی ہے جس کی وجہ سے قطعی طور پر حیض کا آنا ہمیشہ کے لئے منقطع ہو جاتا ہے۔ ایسی خواتین کو حیض نہیں آتا لہٰذا ایسی خواتین جن کا آپریشن کے بعد حیض بند ہو گیا ہے اور ڈاکٹر نے کہا ان کو حیض ہمیشہ کے لئے نہیں آئے گا اور ان میں ولادت کی صلاحیت نہیں رہی۔ ایسی طویل طہر والی نوجوان عورتوں کے لئے طلاق کی عدت آئسہ والی ہونی چاہئے یعنی تین ماہ۔ اگرچہ منقطعۃ الرحم عورتیں سن

ایاس پچپن سال کو نہ پہنچیں ہوں۔ کیونکہ پچپن سال کی عورت کی طرح آپریشن والی عورت کا بھی ہمیشہ حیض منقطع ہو جاتا ہے لہٰذا آپریشن والی عورت کا حکم آئسہ کا ہونا چاہیئے۔ اگر یہ نہ ہو تو پھر ان کی ممتدۃ الطہر والی مدت نو ماہ عدت ہونی چاہیئے ورنہ ایسی آپریشن والی خواتین کو طلاق ہو جانے پر سن ایاس تک انتظار کرنا نہایت مشقت میں ڈالے گا۔ شوہر کے لئے عدت تک نان اور نفقہ اور بیوی پر ترک زینت اور شوہر کے گھر سے عدم خروج زوجین کے لئے پچپن سال کی عمر تک ان امور کا اہتمام نہایت مشکل امر ہے۔

استحاضہ والی عورت کی عدت کا حکم:

- استحاضہ والی عورت جس کا خون بند نہیں ہوتا ہمیشہ جاری رہتا ہے، کے لئے طلاق کی عدت کی دو صورتیں ہیں: اگر استحاضہ والی عورت کو حیض کے ایام کی عادت یاد ہے تو حسب عادت تین حیض اس کی عدت ہے۔ اور اگر متحیرۃ ہے اسے ایام حیض یاد نہیں ہیں اس کے لئے عدت سات ماہ ہے۔ دو دو ماہ طہر کے لئے اور دس دس دن ہر حیض کے لئے۔ کل سات ماہ عدت بنتی ہے۔

(درالمختار بحاشیہ ڈاکٹر فرفور دمشق)

صغیرہ مدخولہ کی عدت تین ماہ ہے:

- صغیرۃ (نو سال سے کم عمر منکوحہ) اگر مدخولہ ہے (جنسی عمل سے گزر چکی ہے) اس کے لئے طلاق کی عدت تین ماہ ہے لیکن نو سال اور پندرہ سال کے درمیان مراہقہ اور بالغہ ہو سکنے کے زمانہ میں اگر نابالغہ کو دخول سے حمل ٹھہر گیا تو وہ بالغہ ہے اور اس کی عدت وضع حمل تک ہے اور اگر حمل نہیں ٹھہرا اور جنسی عمل کے بعد حیض بھی نہیں آیا تو اس کی عدت تین ماہ ہے۔ (ردالمحتار)

نابالغ شوہر کی مطلقہ مدخولہ کی عدت کا حکم:

اگر نابالغ شوہر منکوحہ بیوی کے ساتھ وطی کر لے مگر انزال نہ ہو بالفرض

اس کی بیوی کو فرقت واقع ہو جائے، نکاح فاسد یا نکاح صحیح ہونے کی صورت میں عدت کے وجوب میں نابالغ شوہر کی مدخولہ بیوی بالغ کی بیوی کی طرح ہو گی۔

زوجۃ الفار (وراثت سے محروم کرنے کے ارادہ سے مرض الموت میں طلاق دینے والے کی بیوی) کی عدت کا بیان:

مطلقہ معتدہ کی عدت میں شوہر فوت ہو جائے تو وفات کی عدت واجب ہو گی اور بیوی وارث ہو گی:

اگر کسی شخص نے مرض الموت میں نکاح صحیح سے منکوحہ بیوی کو طلاق رجعی ایک یا دو طلاق صریح الفاظ کے ساتھ دے دیں اور طلاق کے معاوضہ میں مال یا نفقہ نہیں ہے اور عدت میں شوہر فوت ہو گیا۔ اس مطلقہ عورت کی عدت موت کی عدت چار ماہ دس دن ہو گی طلاق کی عدت نہیں ہو گی اور بیوی مرحوم شوہر کی وارث ہو گی خواہ طلاق دینے سے مرحوم کی نیت بیوی کو وراثت سے محروم کرنا تھا یا نہ۔ کیونکہ طلاق رجعی کی عدت میں عدت کے اختتام تک نکاح باقی ہوتا ہے اس لئے اس طلاق رجعی کا حکم حالت صحت میں دی گئی طلاق رجعی کا ہو گا اور حالت صحت میں دی گئی طلاق رجعی کی عدت میں شوہر کے فوت ہونے پر بیوی وراثت سے محروم نہیں ہوتی۔

طلاق بائن کی عدت میں شوہر فوت ہو جائے تو عدت ابعد الاجلین ہو گی:

- اور اگر کسی شخص نے مرض الموت میں بیوی کو اس کی رضا کے بغیر طلاق بائن دے دی اور پھر عدت میں فوت ہو گیا، اس عورت کی عدت ابعد الاجلین ہو گی یعنی اگر طلاق کی عدت کے تین حیض کے ایام چار ماہ دس دن سے زیادہ بنتے ہیں تو مطلقہ کی عدت حیض ہو گی اور اگر چار ماہ دس دن میں تین حیض ختم ہو گئے اس کے لئے وفات کی عدت چار ماہ دس دن ہو گی اور اس عورت کو وراثت میں حصہ بھی ملے گا۔ اس عورت کو زوجۃ الفار (وارث بنانے سے فرار کرنے والے

کی بیوی) کہا جاتا ہے۔ بائن طلاق سے اگرچہ نکاح ختم ہو جاتا ہے لیکن عورت کی رضا کے بغیر مرض الموت میں طلاق دینے سے مرحوم پر تہمت اور الزام ہوتا ہے کہ اس نے بیوی کو وراثت سے محروم کرنے کی نیت سے طلاق دی اس الزام کو زائل کرنے کے لئے فقہاء نے فرمایا: مرحوم کی بیوی کو وراثت میں حصہ ملے گا۔

بیوی کی رضامندی یا حالتِ صحت میں طلاق کی عدت میں عدت حیض ہوں گے اور عورت وارث نہیں ہو گی:

• اگر مرحوم نے بیوی کی رضا کے ساتھ طلاق بائن دی تھی یا حالت صحت میں طلاق بائن دی تھی اور طلاق کی عدت میں شوہر فوت ہو گیا اس صورت میں مطلقہ کی عدت طلاق کی عدت ہو گی اور بیوی کو وراثت میں کوئی حصہ نہیں ملے گا کیونکہ طلاق بائن کے بعد نکاح ختم ہو جاتا ہے اور بیوی سابقہ بیوی ہو جاتی ہے اور بیوی کو زوجۃالفار نہیں کہا جائے گا لہٰذا بیوی وراثت سے محروم ہو گی۔ اسی طرح اگر شوہر کی موت سے پہلے کسی بھی طلاق سے مطلقہ کی عدت تین حیض یا تین ماہ ختم ہو چکے تھے، بیوی کو وراثت میں حصہ نہیں ملے گا۔

(ردالمحتار ۲۹۳، ج ۱۰، مکتبۃ الثقافہ والتراث دمشق)

عدت کے اختتام میں شوہر اور بیوی کے اختلاف کا بیان:

اگر مطلقہ عورت خبر دیتی ہے کہ میری عدت گزر گئی ہے یا عدت والی عورت دوسرے آدمی کے ساتھ نکاح کر لیتی ہے اور عدت گزرنے کا احتمال ہے لیکن سابق شوہر کہتا ہے کہ یہ جھوٹ بولتی ہے یا شوہر کہتا ہے اس عورت نے عدت میں نکاح کر لیا ہے اس کی عدت ختم نہیں ہوئی تھی۔ اس اختلاف میں عورت کا قول حلف کے ساتھ قبول کر لیا جائے گا۔ کیونکہ اپنی عدت کے لئے عورت امین ہے اور امین کا جب تک ظاہری حال یا قرائن تکذیب نہ کریں تصدیق

کرنا ضروری ہوتا ہے۔

- اگر کسی عورت کو بچہ جننے سے پہلے کبھی حیض نہیں آیا مگر بچے کی ولادت ہو گئی پھر اسے شوہر نے طلاق دے دی طلاق کے بعد نو ماہ گزر گئے پھر اس نے دوسرے آدمی کے ساتھ نکاح کر لیا اگر اس عورت کے طلاق کے بعد نو ماہ میں تین حیض نہیں گزرے تھے تو اس کا دوسرا نکاح صحیح نہیں، باطل ہے کیونکہ یہ عورت ممتدۃ الطھر نہیں ہے تاکہ نو ماہ عدت کے بعد دوسرا نکاح کر سکے۔ ولادت کا وجود اس بات کی دلیل ہے کہ یہ عورت ذوات حیض سے ہے۔ جس عورت کو حیض نہیں آتا اس کو حمل نہیں ہوتا، حمل حیض کی علامت ہے۔ (در مختار)

سیدہ فاطمۃ الزہراء کو حیض نہیں آتا تھا اور اولاد ہوتی رہی:

عجیبہ: دار الثقافہ و التراث دمشق صوریۃ شام سے شائع حاشیہ ابن عابدین (شامی) کے حاشیہ صفحہ ۳۴۱ جلد دہم میں ہے:

(قول الشارح لان من لا تحیض لا تحبل) ذکر السندی عن الرحمتی اول الطلاق ان ممتدۃ الطهر قد تحبل حتی قیل ان فاطمۃ الزهراء رضی الله تعالیٰ عنها کانت لا تحیض و ولدت ثلث بنین و بنتین و لم تر الدم فی حیض و لا نفاس و لذا سمیت الزهراء رضی الله تعالیٰ عنها۔

"(شارح کا قول جس کو حیض نہیں آتا اس کو حمل نہیں ہوتا) علامہ سندی نے علامہ رحمتی سے طلاق کے اول باب میں نقل کیا ہے بیشک ممتدۃ الطہر (طویل طہر والی عورت) کبھی حمل والی ہو جاتی ہے حتیٰ کہ کہا گیا ہے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حیض نہیں آتا تھا اور ان کے تین بیٹے (حسن، حسین اور محسن رضی اللہ عنہم) اور دو بیٹیاں (زینب اور ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما) پیدا ہوئیں اور آپ نے کبھی

حیض اور نفاس کا خون نہیں دیکھا تھا اور اسی وجہ سے آپ کا نام زہراء رکھا گیا۔'' (حاشیہ فرفور)

مطلقہ ذات الحیض کی عدت ساٹھ دن بھی ہوسکتی ہے:

• اگر مطلقہ عورت ذوات اشہر سے ہے یعنی آسیہ یا صغیرہ ہونے کی وجہ سے اس کا حیض منقطع ہے اس کے لئے عدت گزرنے کی کم از کم ممکنہ مدت تین ماہ (نوے دن) ہیں اور اگر مطلقہ ذوات حیض سے ہے اس کی عدت کی کم از کم ممکنہ مدت ساٹھ دن ہوسکتی ہے کیونکہ طلاق کی عدت کے لئے تین حیض ضروری ہوتے ہیں اور طلاق کے لئے مسنون ہے کہ طلاق طہر میں دی گئی ہو۔ لہٰذا اگر کسی شخص نے طہر کی ابتدا میں طلاق دی تو کم از کم طہر کے پندرہ دن ہوتے ہیں، تین طہروں کے پینتالیس دن ہوگئے اور اوسط وقت حیض کے لئے پانچ دن ہے تو پندرہ دن تین حیض کے لئے کل ساٹھ (٦٠) دن ہوگئے بلکہ ذوات حیض عورتوں کے عدت کے لئے کم از کم ممکنہ مدت انتالیس دن بھی ہوسکتی ہے۔ مثلاً طہر کے آخر میں طلاق واقع ہوئی اور تین حیض، تین تین دن کے ہوئے لہٰذا نو دن حیض کے اور دو طہروں کے تیس دن کل انتالیس دن ہوگئے۔ لہٰذا مطلقہ اگر انتالیس دن کے بعد حلفاً کہتی ہے میری عدت ختم ہوگئی تو اس کی تصدیق کی جائے گی۔

موجودہ دور میں حیض کو تین دن تک کنٹرول کیا جاسکتا ہے اور اس کی عدت ۳۹ دن ہوسکتی ہے:

• بلکہ موجودہ زمانے میں تو ایسی ادویات اور انجیکشن (injection) بھی مل جاتے ہیں جن سے حیض کو تین دن تک کنٹرول کرنا ممکن ہوگیا ہے اس لئے اگر ذوات حیض میں سے کوئی طلاق شدہ عورت انتالیس (۳۹) دن میں عدت کے ختم ہونے کا اعلان کرتی ہے یا دوسرا نکاح کرلیتی ہے تو اس کی تصدیق کی جاسکتی

ہے مگر مفتی بہ قول ساٹھ دن کا ہے۔

بچہ اگر ایک سو بیس دن سے پہلے ساقط ہو جائے تو وضعِ حمل عدت نہیں ہو گی:

• اگر مطلقہ کہتی ہے طلاق کے وقت میں حامل تھی میرا حمل ساقط ہو گیا ہے لہٰذا میری عدت ساٹھ دن سے پہلے ختم ہو گئی ہے۔ اگر ولادت کے وقت بچے کے اعضاء پورے بن چکے تھے یعنی ایک سو بیس دن (چار ماہ) کا بچہ ساقط ہونے کا اقرار کرتی ہے تو حلف کے ساتھ اس کا قول معتبر ہو گا۔ اگر وہ کہتی ہے ایک سو بیس (۱۲۰) دن کا حمل نہیں تھا تو اس کا قول کہ عدت ختم ہو گئی ہے، معتبر نہیں ہو گا۔ اسے طلاق کے بعد کم از کم ساٹھ دن مکمل کرنا ہوں گے کیونکہ ایک سو بیس دن سے پہلے ساقط ہونے والے بچے کی ولادت کو وضع حمل نہیں کہا جاتا لہٰذا وہ عورت ذوات حیض سے ہو گی۔ اور ذوات حیض عورتوں کے لئے عدت تین حیض ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر طلاق رجعی کی عدت میں شوہر رجوع کر لیتا ہے لیکن عورت کہتی ہے رجوع کے وقت سے پہلے میرا حمل ساقط ہو گیا تھا اور عدت ختم ہو گئی تھی رجوع صحیح نہیں تو عورت کا قول حلف کے ساتھ معتبر ہو گا۔ بشرطیکہ بچے کے اعضاء مکمل ہو چکے ہوں اور ایک سو بیس دن یا اس سے زائد عمر کا بچہ ساقط ہوا ہو۔

عدت میں دوبارہ منکوحہ مطلقہ بغیر خلوت دوبارہ طلاق ہو جائے تو نئی عدت اور کل مہر دینا ہوتا ہے:

• اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے طلاق بائن کی عدت میں دوبارہ نکاح کر لیا لیکن بیوی کو دوسرے نکاح کے بعد بغیر خلوت اور جنسی عمل پھر طلاق دے دی تو شوہر پر بیوی کے لئے دوسرا مکمل مہر واجب ہے اور بیوی پر مدخولہ کی طرح نئی عدت لازم ہے کیونکہ موصوفہ موصوف کے گھر عدت گزار رہی تھی اس لئے

بیوی پر سابق نکاح سے قبضہ اور ہمبستری اور وطی نکاح ثانی کا قبضہ اور وطی اعتبار کی جائے گی اور دوبارہ طلاق دخول کے بعد والی عورت کی طلاق شمار ہو گی۔ (در مختار)

لیکن امام زفر کا قول ہے کہ اس صورت میں مطلقہ پر غیر مدخولہ اور غیر خلوت یافتہ کی طرح عدت ثانیہ نہیں ہو گی لہٰذا پہلی عدت کے بعد وہ عورت دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے۔

فقہاء کرام نے امام زفر کے قول پر فتویٰ دینے کے جواز پر بحث کی ہے لیکن اگر قاضی بغیر رشوت لئے امام زفر کے قول پر فیصلہ کر دے تو اس پر عمل کرنا لازم ہو گا کیونکہ یہ مسئلہ اجتہادی ہے اور اجتہادی مسائل میں گنجائش ہوتی ہے مگر ردالمحتار میں مذکور ہے اس قول پر فتویٰ نہ دیا جائے۔ (ردالمحتار)

شوہر کے گھر عدت گزارنے کے احکام:

عدت شوہر کے گھر گزارنا واجب ہے مگر یہ کہ عذر ہو:

- عدت کے احکام میں سے ایک حکم یہ ہے کہ بیوی عدت کے ایام شوہر کے گھر ہی گزارے۔
- فرقت یا بائن طلاق یا شوہر کی موت کے وقت عورت جس مکان میں مستقل رہائش پذیر تھی اسے عدت کے ایام اسی مکان میں رہنا ضروری ہیں خواہ وہ مکان شوہر کے ملک میں ہو یا ملک میں نہ ہو، کرایہ کا ہو یا عاریہ پر لیا ہوا ہو، حتی کہ اگر شوہر غائب تھا اور اس کی بیوی کرایہ کے مکان میں رہتی تھی، شوہر نے طلاق دے دی تو بیوی کو اسی کرایہ کے مکان میں عدت گزارنا لازم ہے اور شوہر پر واجب ہے کہ حسب سابق وہ عدت تک کرایہ ادا کرتا رہے اگر شوہر کرایہ نہ بھیجے اور بیوی سمجھتی ہے کہ طلاق کے بعد وہ کرایہ نہیں بھیجے گا اور نہ بعد میں دے گا تو عورت عدالت سے رجوع کر سکتی ہے اگر عدالت سے رجوع نہیں ہو سکتا تو بیوی کو اختیار ہے اسی مکان میں رہے یا کسی دوسرے مکان میں منتقل ہو جائے کیونکہ

عذر کی وجہ سے عدت کی رہائش کا مکان چھوڑنا جائز ہے۔

کرایہ کے مکان والی موت کی عدت دوسرے مکان میں گزار سکتی ہے:

• موت کی عدت میں چونکہ عورت کو خود کرایہ دینا ہوگا اس لئے اپنی استطاعت کے مطابق دوسرے مکان میں منتقل ہو کر عدت گزار سکتی ہے۔

• اگر بیوی ماں باپ کے گھر دائمی رہائش پذیر تھی یا کسی دوسرے رشتہ دار کے گھر میں دائمی رہائش رکھتی تھی۔ ماں، باپ یا رشتہ داروں سے ملاقات وغیرہ کے لئے وہاں عارضی اور چند دنوں کے لئے رہائش نہ تھی تو بیوی کے لئے حکم ہے کہ وہ دائمی رہائش گاہ (ماں باپ کے گھر) عدت گزارے یا دائمی رہائش گاہ (رشتہ دار کے گھر) عدت گزارے جہاں اس پر عدت واجب ہوئی تھی۔

عدت دائمی رہائش کی جگہ گزاری جائے:

• بیوی اگر ماں باپ کے گھر یا رشتہ داروں یا دوستوں کے گھر ملاقات کے لئے گئی تھی اور شوہر نے طلاق دے دی یا اس کا شوہر فوت ہو گیا تو بیوی پر لازم ہے کہ دائمی رہائش والے مکان میں واپس آ جائے اور اس میں عدت گزارے۔ یہ خیال غلط ہے کہ عارضی مکان جہاں عورت صرف چند روز ملنے کے لئے جائے اور اس پر عدت واجب ہو جائے تو اس عارضی رہائش کے مکان میں عدت گزارے۔

• اگر طلاق یا شوہر کی موت کے وقت بیوی کسی جھونپڑی میں یا خیمہ میں یا عاریہ اور منگالی کے مکان میں مستقل رہائش رکھتی تھی تو بیوی کو اسی جھونپڑی یا خیمہ یا عاریہ کے مکان میں عدت گزارنا ضروری ہے۔ (درالمحتار، ص: ۳۶۶)

شوہر کے گھر سے باہر عارضی رہائش والی جگہ سے معتدہ فوراً واپس دائمی رہائش کی جگہ آئے:

• بعض دفعہ عورت اپنے میکے ماں باپ کے گھر ملاقات کے لئے گئی ہوتی ہے اور اس پر عدت واجب ہو جاتی ہے تو اسے فوراً اپنی دائمی رہائش کی جگہ شوہر کے

مکان پر آنا ضروری ہے۔

در مختار میں ہے:

طلقت او مات و ھی زائرۃ فی غیر مسکنھا عادت الیہ فورا بوجوبہ علیھا۔(۲۶۶)

ترجمہ: ''کسی عورت کو طلاق دی گئی یا اس کا شوہر فوت ہو گیا اور وہ اپنے مسکن اور رہائش کے مکان کے غیر مکان میں ملاقات کے لئے گئی ہوئی تھی تو وہ فوراً اپنے مسکن اور رہائش کے مکان کی طرف واپس لوٹے کیونکہ اس پر لوٹنا واجب ہے۔''

دوسرے مکان میں منتقل ہو کر عدت گزارنے کے اعذار:

- اگر عدت والی عورت کو شوہر نے اپنے مکان سے نکال دیا یا وہ شوہر کے ساتھ یا اکیلی شوہر کی اجازت سے دوسرے آدمی کے مکان میں رہائش پذیر تھی اور اس عورت پر عدت واجب ہو گئی، دوسرے آدمی نے عورت کو اپنے مکان سے نکال دیا یا عدت کے دوران مکان گر گیا یا گر جانے کا خطرہ ہے یا عورت کو اس مکان میں مال یا جان کے ضائع ہونے کا غالب گمان اور خوف ہے یا اس مکان میں میت یا موت ہو جانے کی وجہ سے عورت خوف زدہ ہے اور اس کے ساتھ کوئی دوسرا آدمی نہیں رہنا چاہتا جس کی وجہ سے خوف زائل ہو جائے یا جس رہائش کے مکان میں شوہر نے بیوی کو طلاق بائن دی تھی۔ عورت کو یقین ہے کہ شوہر کے ساتھ اس مکان میں رہنے سے شوہر کے ساتھ زنا کا ارتکاب ہو جائے گا یا شوہر کے رشتہ داروں بھائی وغیرہ کے ساتھ بدکاری کا خطرہ ہے تو عدت گزارنے والی عورت کو ان سب صورتوں میں عدت کی رہائش گاہ اور شوہر کے مکان چھوڑ کر ماں باپ کے گھر یا بھائیوں کے گھر جس جگہ رہنے میں اسے کوئی خوف نہ ہو، منتقل ہو جانا جائز ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

(قوله و نحو ذالك) منه ما فی الظهيرته لو خافت من امر الميت و الموت و لا احد معها لها التحول لو الخوف شديدا و الا فلا۔ (مکتبہ دمشق، ص:۳۶۷)

ترجمہ: ''اگر میت اور موت کے امر سے عورت خوف زدہ ہے اگر اسے شدید خوف ہے اور اس کے ساتھ کوئی رہنے والا نہیں تو وہ عورت مکان چھوڑ سکتی ہے ورنہ نہیں چھوڑ سکتی۔''

تحلیلِ شرعی کے بعد عدت گزارنے کا حکم:

سوال: بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ تین طلاق دینے والا شوہر اپنی مطلقہ بیوی کے ساتھ تحلیل شرعی کے بعد دوبارہ نکاح کرنا چاہتا ہے اس کی عورت تین طلاق کی عدت سابق شوہر کے مکان میں شرعی حکم کے مطابق گزارتی ہے پھر عدت کے بعد تحلیل شرعی کے لئے وہ عورت دوسرے آدمی کے ساتھ نکاح کرتی ہے۔ عورت اور محلل وظیفہ زوجیت کے لئے کسی دوسرے آدمی کے مکان یا محلل کے مکان یا کس ہوٹل کے کمرہ میں چلے جاتے ہیں وظیفہ زوجیت ادا کرکے دوسرا شوہر اسے طلاق دے دیتا ہے تو وہ عورت محلل کی طلاق کی عدت کے ایام کہاں گزارے؟

جواب: واضح ہے کہ محللۃ عورت کا مستقل رہائش کا مکان سابق شوہر کا مکان تھا۔ عدت کے بعد وہ اپنے بچوں سے شرم وحیاء کی وجہ سے اور طلاق اور حلالہ کے معاملہ کو خفیہ رکھنے کی وجہ سے وہ عورت مستقل رہنے کے لئے ماں باپ یا کسی دوسرے مکان میں مقیم نہیں ہوئی تھی بلکہ دوسرے شوہر کے مکان میں یا کسی دوسری جگہ عارضی ایک دو رات کے لئے قیام پذیر ہوئی تھی لہٰذا ایسی عورت کو دوسرے شوہر کی طلاق کی عدت بھی پہلے شوہر کے مکان پر گزارنا جائز

ہے۔ میرے خیال میں طلاق اور تحلیل شرعی کو خفیہ رکھنا بھی عارضی مکان کے ترک میں شرعی عذر ہو سکتا ہے کیونکہ دوسرے شوہر کی طلاق کے وقت بغیر استحقاق موصوفہ کی رہائش کا مکان بھی سابق شوہر کا مکان تھا۔ عدت گزارنے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ عدت کا مکان عورت کی رہائش کا مکان ہو اگرچہ عاریہ کے طور پر ہو لہٰذا طلاق دہندہ محلل کا مکان یا وظیفہ زوجیت ادا کرنے کا عارضی کمرہ اور مکان دوسری عدت کے لئے ہونا عذر کی وجہ سے ضروری نہیں رہے گا۔ میرے نزدیک طلاق اور تحلیل شرعی پر ملامت اور ندامت کا خوف عدت کے مکان میں جان و مال اور عزت اور موت کے خوف سے کم نہیں ہے۔ جب جان و مال اور عزت اور موت کے خوف کی وجہ سے عدت کا مکان ترک کرنا جائز ہے تو ملامت اور ندامت کے خوف کی وجہ سے مطلقہ دوسرے شوہر کا مکان کیوں ترک نہیں کر سکتی؟ لہٰذا موصوفہ پہلے شوہر کے گھر دوسری طلاق کی عدت میں رہائش پذیر ہو سکتی ہے۔ (مفتی محمد رفیق حسنی)

مخفی نکاح سے طلاق شدہ کی عدت کا حکم:

• اسی طرح اگر کسی عورت کے ساتھ کسی شخص کا نکاح تھا مگر اس نے اپنے گھر والوں سے اسے خفیہ رکھا ہوا تھا اور منکوحہ اپنے ماں باپ کے گھر رہائش رکھتی تھی۔ ماں باپ کے گھر میں یا کسی ہوٹل یا ذاتی مکان میں لے جا کر شوہر ازدواجی اور جنسی عمل کرتا رہا تاکہ معاملہ پوشیدہ رہے پھر شوہر نے طلاق دے دی تو مطلقہ ماں باپ کے گھر عدت گزارے گی۔ کیونکہ عدت مستقل رہائش کے مکان میں گزارنا ضروری ہوتا ہے اگرچہ شوہر اس کا مالک نہ ہو۔

شوہر کے مکان پر عدت گزارنے کی شرطیں:

• شوہر کے مکان میں طلاق بائن کی عدت میں بیوی کے کمرے کا الگ اور شوہر کے کمرے کا الگ ہونا ضروری ہے اور موت کی عدت میں مرحوم کی بیوی اور

میت کے وارث بھائیوں وغیرہ کے کمروں کا الگ الگ ہونا ضروری ہے۔

معتدہ اور شوہر کے درمیان حائل ہونا ضروری ہے:

• بالفرض عدت کے مکان میں دو کمرے نہ ہوں ایک ہی کمرہ ہو اور سردی کی وجہ سے کمرہ میں سونا ضروری ہو تو طلاق کی عدت میں شوہر اور بیوی اور موت کی عدت میں مرحوم کے مرد وارث اور بیوی کے درمیان لکڑی یا کپڑے کا ایسا پردہ اور رکاوٹ ہونا ضروری ہے جس کی وجہ سے مرد اور عورت ایک دوسرے کی طرف آ، جا نہ سکیں تاکہ اجنبیہ عورت کے ساتھ حرام خلوت کا ارتکاب نہ ہو۔ کیونکہ مرد اور اجنبیہ عورت کے درمیان اگر خلوت میں پردہ حائل ہو تو وہ خلوت حرام نہیں ہوتی اور اگر پردہ حائل نہ ہو تو خلوت حرام ہوتی ہے۔ چنانچہ در مختار میں ہے:

و مفادہ ان الحائل یمنع الخلوۃ المحرمۃ۔(۳۶۹ ردالمحتار)

ترجمہ: ”اس کا مفاد یہ ہے کہ درمیان میں حائل پردہ حرام خلوت سے مانع ہوگا“ (مگر یہ پردہ اور حائل اس وقت مفید ہے جب شوہر فاسق نہ ہو)(محمد رفیق حسنی)

غیر محرم عورت کے ساتھ خلوت کا حکم:

• اگر غیر محرم عورتیں علماء اور مشائخ سے شرعی مسائل اور علم کے استفادہ کے لئے ملاقات کرتی ہیں ان کا تنہا ایک عورت کا خلوت میں بیٹھ کر استفادہ کرنا جائز نہیں اسی طرح تعلیمی درسگاہوں میں خواتین تلامذہ اور طالبات کے ساتھی طالب علم یا پڑھانے والے ٹیچر مردوں کا تنہا غیر محرم عورت کے ساتھ خلوت میں بیٹھنا حرام ہے۔ ہاں! اگر درمیان میں پردہ حائل ہو جس کی وجہ سے مرد عورت تک نہ پہنچ سکے تو حرمت نہیں رہے گی۔(محمد رفیق حسنی)

فاسق شوہر عدت کے ایام باہر گزارے:

• اگر شوہر فاسق ہو اور مکان تنگ ہو، شوہر پر واجب ہے کہ عدت کے ایام

اپنے مکان سے باہر گزارے اور بیوی اسی مکان میں رہے کیونکہ بیوی کا اس مکان میں رہنا شرعاً واجب ہے اور شوہر کا اس مکان میں رہنا شرعاً واجب نہیں لیکن اگر شوہر اس پر عمل نہ کرے تو بیوی یہ مکان چھوڑ دے دوسرے مکان میں عدت گزارے۔

آجکل فسق کے دور میں مطلقہ اپنے والدین کے گھر عدت گزارے تو بہتر ہے:

- اس قسم کی صورت میں بہتر یہ ہے کہ شوہر کے نفقہ پر یا بیت المال کے نفقہ پر عدت گزارنے والی عورت اور اس کے شوہر کے درمیان قاضی ثقہ عورت مقرر کر دے جو دونوں کی خلوت میں ہر وقت حائل رہے اور اسے حائل رہنے پر قدرت حاصل بھی ہو۔ واضح ہے ایسا انتظام قاضی ہی کر سکتا ہے۔ (ردالمحتار) نیز یہ اس وقت ہے جب شوہر باہر نہیں رہنا چاہتا۔ آج کل فسق و فجور عام ہے۔ بہت کم لوگ صالح ہیں اکثر شوہر فاسق ہوتے ہیں اس لئے موجودہ زمانے میں مطلقہ عدت والی عورت مذکورہ صورت میں ماں باپ کے گھر یا بھائیوں کے گھر عدت گزارے تو بہتر ہے۔ (مفتی رفیق الحسنی)

درمختار میں مجتبیٰ سے منقول ہے کہ: تین طلاق کے بعد اگر شوہر اور بیوی کو زنا کا خوف نہ ہو اور شوہر اور بیوی باہمی میاں بیوی کی طرح ملاقات نہ کریں یعنی فاسق نہ ہوں تو وہ میاں بیوی ایک مکان میں بقیہ زندگی اکٹھے گزار سکتے ہیں۔

ساٹھ ستر سال بوڑھے میاں بیوی عدت کے ایام میں اور اس کے بعد ایک مکان میں رہ سکتے ہیں:

- شیخ الاسلام خواہر زادہ سے سوال کیا گیا کہ شوہر اور بیوی کے درمیان فرقت ہو گئی اور دونوں ساٹھ ساٹھ سال کے ہیں اور دونوں کی اولاد مشترکہ ہے، دونوں کے لئے اپنی اولاد سے الگ رہنا متعذر ہے، وہ ایک مکان میں رہتے ہیں اور بستر پر

شوہر بیوی کی طرح جمع نہیں ہوتے، کیاان کے لئے جائز ہے؟

تو شیخ الاسلام نے جواب دیا کہ: ہاں جائز ہے۔

گناہ کا اندیشہ نہ ہو تو بچوں والے میاں بیوی ایک گھر میں رہائش رکھ سکتے ہیں:

• اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر مغلظہ طلاق سے طلاق شدہ بیوی اور شوہر کا عدت کے بعد کسی ضرورت یا کسی حاجت کی وجہ سے ایک مکان میں رہنا ضروری ہو تو جائز ہے۔ مثلاً الگ الگ رہنے کی وجہ سے چھوٹے چھوٹے بچوں کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو یہ کہ بچوں کے اخراجات اور تعلیم و تربیت کی کفالت باپ پر ہے اور اسی طرح بچوں کی صحت کا خیال رکھنا، ڈاکٹر کے پاس لے جانا باپ پر فرض ہے۔ اور ماں امور خانہ داری، روٹی، سالن اور بچوں کی غذا بناتی اور کھلاتی ہے، اگر طلاق شدہ عورت عدت کے بعد شوہر کے مکان سے دور دوسری جگہ الگ رہتی ہے تو بچے باپ کے ساتھ رہیں گے یا ماں کے ساتھ دونوں صورتوں میں بچوں کے ضائع ہونے کا قوی خوف ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں شوہر اور بیوی ایک مکان میں رہائش رکھ سکتے ہیں بشرطیکہ انہیں گناہ نہ کرنے کا اعتماد ہو۔ اسی طرح اگر طلاق دہندہ شوہر اور بیوی عمر رسیدہ ہیں یا دائمی بیمار ہیں ان کی عیالداری اور عیادت اور خدمت کے لئے کوئی دوسرا آدمی میسر نہیں ہے اور نہ خدمت کرنے والا اجرت پر لیا جاسکتا ہے۔ صرف وہ دونوں ہی ایک دوسرے کی خدمت کر سکتے ہیں یا زوجین نوجوان ہیں مگر کسی مجبوری کی وجہ سے الگ الگ نہیں رہ سکتے انہیں ایک مکان میں اجنبیوں کی طرح رہائش رکھنا جائز ہے۔

(ردالمحتار، ص:۳۷۲)

عدت والی عورت کے لئے عدت کے مکان سے خروج کے مسائل:

• عدت کے احکام سے ایک حکم یہ ہے کہ طلاق بائن یا فرقت کی عدت والی

آزاد عاقلہ بالغہ عورت پر واجب ہے کہ عدت کے ایام میں چوبیس گھنٹے عدت کے مکان میں رہے اور بغیر ضرورت نہ نکلے کیونکہ اس کے کھانے پینے کے جملہ اخراجات شوہر پر واجب ہیں۔اس لئے وہ گھر میں رہ کر عدت گزارے۔اسے گھر سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہے۔

عدت کے ایام میں گھر سے باہر نہ جانا حق الشرع ہے لہٰذا بیوی یہ حق ساقط نہیں کرسکتی:

- عدت کے ایام میں گھر سے باہر نہ جانا حق اللہ اور حق الشرع ہے۔اس لئے اگر بیوی شوہر سے شوہر کے گھر رہنے کے معاوضہ میں خلع حاصل کرلے تو بھی کرایہ دے کر عورت کو شوہر کے گھر رہنا واجب اور ضروری ہے۔کیونکہ عورت پیسے دے کر بھی واجب شرعی کے ساقط کرنے کا اختیار نہیں رکھتی، لہٰذا موصوفہ وہیں شوہر کے گھر رہ کر عدت کے ایام میں کھانے پینے اور لباس کے اخراجات وصول کرکے عدت گزارے اور شوہر کو مکان کا کرایہ ادا کرے۔

وفات کی عدت میں خروج کا حکم:

- موت کی عدت گزارنے والی عورت دن میں کسی وقت اور رات کے پہلے حصہ میں عدت کے مکان سے باہر جاسکتی ہے لیکن اسے اکثر رات عدت کے مکان میں رہنا ضروری ہے۔کیونکہ جس عورت کا شوہر فوت ہوجائے اس کی عدت کے ایام کا نفقہ اور اخراجات خود عورت پر واجب ہیں۔اس لئے نان نفقہ کے حاصل کرنے کے لئے وفات کی عدت والی کو باہر جانا پڑتا ہے مگر طلاق کی عدت والی کہ اس کا نفقہ زندہ شوہر پر واجب ہوتا ہے اس لئے باہر نہیں جاسکتی اور وفات کی عدت والی عورت معاش کے حصول کے لئے اہل زمان کی عادت کے مطابق دن میں جب چاہے اور رات کے پہلے حصہ تک گھر سے باہر جاسکتی ہے۔کیونکہ عموماً دن کو گھر سے جانے والے آدمی کو رات کے پہلے حصے میں گھر آنے کا

رواج ہوتا ہے۔

وفات اور طلاق کی عدت میں فرق:

• وفات کی عدت اور طلاق کی عدت میں فرق یہ ہے کہ طلاق کی عدت والی عورت دن رات باہر نہیں جاسکتی کیونکہ اسے باہر جانے کی حاجت نہیں ہے۔ وفات کی عدت والی عورت سارا دن جب چاہے اور رات کے کچھ حصہ تک معاشی حاجت کے لئے گھر سے باہر جاسکتی ہے۔ کیونکہ سارا معاش خود اس پر واجب ہے۔(در مختار)

جسمانی اور مالی ضرورت میں طلاق اور وفات کی عدت میں فرق نہیں:

• مگر جسمانی اور مالی ضرورت میں طلاق کی اور وفات کی عدت والی عورتوں میں فرق نہیں ہے۔ ضرورت اور مجبوری کے وقت دونوں گھر سے باہر بقدر ضرورت جاسکتی ہیں۔

کافی میں ہے:

اما الخروج للضرورۃ فلا فرق فیہ بینھما۔(شامی)

ترجمہ: لیکن ضرورت کی وجہ سے خروج پس اس میں دونوں عدت والی عورتوں کے درمیان فرق نہیں ہے۔

ضرورت یہ ہے کہ عدت میں گھر سے نہ نکلنے سے گھر سے باہر ہونے والے ذاتی مال کے ضائع ہو جانے یا جانی نقصان کا اندیشہ ہے۔اسی طرح بیمار عورت کے لئے ڈاکٹر اور معالج کے پاس جانا بھی ضرورت ہے۔اگر معتدہ عورت کے بچے بیمار ہوں اور ان کے علاج کے لئے کوئی شخص مدد نہ کرے، عورت خود ڈاکٹر کے پاس لے جائے تو یہ بھی ضرورت ہے۔ غسل جنابت، وضو اور قضاء حاجت ضرورت ہے اگر ان ضرورتوں کے لئے عورت کو گھر سے باہر جانا پڑے تو جاسکتی ہے۔شرعی گواہی اور ظلم سے تحفظ کے لئے عدالت جانا بھی ضرورت ہے۔

ضروری تنبیہ:

غیر معتدہ کے لیئے گھر سے خروج کی حرمت حق الزوج ہے:

- بیوی کا بغیر عدت بھی گھر سے نکلنا حرام ہوتا ہے لیکن اس کی حرمت شوہر کے حق کی وجہ سے ہے لہٰذا شوہر کی اجازت سے منکوحہ غیر مطلقہ بیوی گھر کے باہر جاسکتی ہے لیکن عدت میں نکلنے کی حرمت حق الشرع ہے لہٰذا شوہر کی اجازت سے بھی عدت والی عورت گھر سے باہر نہیں جاسکتی اگرچہ طلاق رجعی کی عدت ہو۔
- وفات کی عدت والی عورت کے پاس اگر معاشی کفایت کے لئے مال موجود ہے تو وہ بھی گھر سے باہر نہیں جاسکتی۔ اس وقت یہ وفات کی عدت والی طلاق کی عدت والی عورت کی طرح ہو جاتی ہے۔ عدت تک گھر میں رہنے کی پابند ہے۔

نفقہ پر خلع والی معتدہ بھی گھر سے باہر نہیں جاسکتی:

- اگر بیوی عدت کے اخراجات اور نفقہ کے معاوضہ میں خلع حاصل کرلے پھر بھی شوہر کے گھر سے نہ نکلے۔ اس صورت میں شوہر پر واجب نفقہ تو ساقط ہو جائے گا کیونکہ نفقہ عورت کا حق ہے مگر مکان میں رہائش اور عدم خروج شرع کا حق ہے، وہ ساقط نہیں ہوگا۔

اجتہادی مسائل میں مبتلی کی آسانی ملحوظ رہے:

- فتح القدیر میں ہے، حق یہ ہے کہ خصوصی واقعات میں مفتی غور و فکر کرے اگر اجتہادی مسائل کی مختلف روایات میں لچک دیکھے تو مبتلیٰ آدمی کے لئے آسانی اور یسر کی روایات پر فتوی دے اس ضابطہ کی اساس پر موصوفہ عورت کے متعلق اگر مفتی کو علم ہے کہ اگر نفقہ کے معاوضہ میں خلع یافتہ عورت اسی گھر میں رہنے سے اپنی معاش کے مسئلہ سے عاجز ہے اور اس کے پاس مال نہیں ہے تو مفتی اس کو باہر جانے کے جواز کا فتویٰ دے دے اور اللہ تعالیٰ کے کرم سے امید ہے کہ اللہ

تعالیٰ اپنا حق معاف فرمادے گا۔ اور اگر وہ عورت گھر میں اپنی معیشت کا انتظام کر سکتی ہے تو حرمت کا فتویٰ دے۔ (ردالمحتار)

طلاق کی عدت میں بوقت ضرورت خروج جائز ہے:

• در مختار میں قنیہ سے منقول ہے کہ طلاق کی عدت والی عورت کے لئے بھی ضروری امور کی اصلاح کے لئے باہر جانا ہو تو وہ جاسکتی ہے۔ مثلاً وہ عورت اپنی زراعت کی دیکھ بھال کرتی رہتی ہے اور اس کا کوئی وکیل نہیں تو وہ زراعت کی اصلاح کے لئے باہر جائے تو جائز ہے۔

در مختار میں ہے:

وجوز فی القنیة خروجها لاصلاح ما لا بد لها منه کزراعة و لا وکیل لها۔ (۳٦٦)

ترجمہ: ''قنیہ والے نے قنیہ میں عورت کے لئے گھر سے باہر جانے کا اس چیز کی اصلاح کے لئے ضروری ہے، جائز کہا ہے۔ جیسے زراعت کی اصلاح ہے جبکہ اس عورت کے لئے کوئی وکیل نہیں ہے۔''

اگر ملازم پیشہ عورتوں پر عدت واجب ہو جائے تو وہ رخصت لے لیں:

• مذکورہ جزئیات سے معلوم ہوا بائن طلاق یا فرقت والی عورت کا جسمانی ضروریات اور مالی ضروریات کے لئے گھر سے خروج جائز ہے۔ مثلاً ڈاکٹر سے اپنے یا اپنی اولاد کے علاج وغیرہ کے لئے یا مالی ضروریات۔ مثلاً کاروبار کے لئے عدت کے مکان سے دن یا رات میں بقدر ضرورت باہر جانا جائز ہے۔ آجکل کافی تعداد میں خواتین کاروبار اور تجارت کرتی ہیں اور دفتروں، اسکولوں، ہوائی جہازوں، لائبریریوں اور ہوٹلوں میں نوکریاں اور ملازمت بھی کرتی ہیں۔ خصوصاً کافروں کے ممالک برطانیہ، امریکہ، جرمنی، فرانس اور جاپان وغیرہ میں اکثر مسلمان عورتیں ملازم پیشہ اور کاروباری ہوتی ہیں۔ لہٰذا ملازم پیشہ اور

کاروباری خواتین پر اگر طلاق کی عدت واجب ہو جائے تو ملازم پیشہ خواتین عدت کے ایام کی رخصت لے لیں اور تاجر خواتین وکیل کے ذریعے تجارت اور کاروبار چلائیں اور گھر میں عدت گزاریں۔

اگر ملازم خواتین کو رخصت تو مل جائے لیکن رخصت کے ایام کی تنخواہ کاٹ لی جائے یا رخصت لینے سے نوکری کے ختم ہونے کا اندیشہ ہو یا رخصت ہی نہ ملے۔ ان صورتوں میں خواتین کا عدت کے ایام میں بقدر ضرورت گھر سے باہر جانا، ملازمت کے امور نبھانا اور رہنا جائز ہے۔

تجارت کرنے والی خواتین کو اگر وکیل مل جائے تو عدت گھر میں گزاریں:

اسی طرح کاروبار اور تجارت کرنے والی خواتین اور کمپنیوں کی مالکہ خواتین کو اگر وکالت کے لئے آدمی نہ ملے تو ان کے لئے اپنے کاروبار کی اصلاح کے لئے باہر جانا جائز ہے، بشرطیکہ خود ان کے بغیر کام نہ چل سکے۔ شریعت کا قاعدہ ہے:

الضروریات تبیح المحذورات۔

ترجمہ: ''یعنی ضروریات ممنوع اور محذور امور کو مباح کر دیتی ہیں۔''

عدت میں والدین کی زیارت یا فوت ہونے پر چہرہ دیکھنے کے لیے خروج جائز نہیں ہے:

- عدالتوں میں کیس وغیرہ کرنے کے لئے یا وکیل کے تقرر کے لئے اگر مجبوری ہو تو عدت کے ایام میں عورت باہر جاسکتی ہے۔ کیونکہ یہ ضروریات سے ہے۔
- عدت کے ایام میں والدین اور رشتہ داروں کی ملاقات اور زیارت کے لئے عدت والی عورت گھر سے باہر نہیں جاسکتی کیونکہ یہ ضروریات سے نہیں ہے۔
- اگر عدت والی عورت کا والد یا والدہ یا بھائی فوت ہو جائے یا شدید بیمار ہو جائے تو ان کا چہرہ دیکھنے یا عیادت کرنے کے لئے یا ان کے سوئم یا چہلم کے

اجتماعات میں شرکت کے لئے گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے کیونکہ معتدہ کا صرف اپنی جسمانی یا مالی ضروریات کے لئے خروج جائز ہوتا ہے اور مذکورہ امور عدت والی عورت کے لئے جسمانی یا مالی ضروریات سے نہیں ہیں، لہٰذا باہر نہیں جاسکتی۔ عموماً لوگ والدین اور قریبی رشتہ داروں کے سوئم اور چہلم کی تقریبات میں عدت والی عورت کے جانے کا مسئلہ پوچھتے ہیں، انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ سوئم اور چہلم کی تقریبات میں شرکت نہ حاجت ہے اور نہ ضرورت لہٰذا ان تقریبات میں جانا منع ہے۔

حج، عمرہ، تبلیغ، جمعہ کی نماز کے لیے معتدہ کو گھر سے نکلنا جائز نہیں ہے:

- تبلیغ دین یا عمرہ اور حج اور جمعہ کی نماز اور اعتکاف کے لئے عدت کے ایام میں عورت کا گھر سے خروج جائز نہیں ہے (اسی لئے حج کے شرائط سے ہے کہ عازمہ حج عورت عدت میں نہ ہو) تو اسی طرح میلاد اور دیگر جلسوں اور جلوسوں اور مرنے والوں کی زیارت کے لئے عدت والی کا گھر سے باہر جانا بطریق اولیٰ ناجائز ہے۔

معتدہ دوسروں کے گھر نہیں جاسکتی اگرچہ متصل ہوں:

- عدت والی عورت کا اپنے گھر سے متصل دوسروں کے گھر جانا بھی منع ہے جیسا کہ آجکل پلازوں اور فلیٹوں میں رہائش کے مکانوں کا اتصال ہوتا ہے اور عورتیں ایک دوسرے کے گھر آتی جاتی ہیں۔ عدت والی عورت دوسرے آدمی کے متصل گھر میں نہیں جاسکتی۔

شوہر کے گھر کے سارے کمروں میں عدت والی عورت جاسکتی ہے:

- عدت والی عورت کے شوہر کے رہائش کے لئے مکان کے اگر متعدد کمرے، منزلیں، باورچی خانہ اور اسٹور وغیرہ ہیں تو عدت والی سب منزلوں، سب کمروں، کچن اور اسٹور میں جاسکتی ہے۔ یہ خیال غلط ہے کہ عدت والی صرف ایک کمرہ تک محدود رہے اور اسے ایک کمرہ میں بند رکھا جائے اور کسی کے ساتھ

کلام وسلام بھی نہ کرے۔

گھر رہتے ہوئے معتدہ محرم اور غیر محرم سے بات کر سکتی ہے:

• عدت کے مکان میں عدت والی سے محرم بلا حجاب اور غیر محرم لوگ حجاب میں ملاقات کر سکتے ہیں اور کلام و سلام بھی کر سکتے ہیں۔ اور اگر عدت والی عورت عمر رسیدہ ہے یا نوجوان ہے مگر نوجوان عورت کے نوجوان غیر محرم کے ساتھ گھر میں آمنے سامنے ملاقات ہونے اور سلام و کلام کرنے میں شہوانی ارادے نہیں ہیں تو غیر محرم عدت والی کا حکم بغیر عدت والی کی طرح ہے یعنی ان کا بلا حجاب سلام و کلام جائز ہے۔(تفصیل ہماری کتاب ''رفیق العروسین'' میں ملاحظہ فرمائیں۔)

عدت کے دنوں میں عورت کا کسی غیر محرم سے بات نہ کرنا اور کسی غیر محرم کو منہ نہ لگانا یہ جاہلانہ بات ہے کیونکہ عدت کے ایام اور دوسرے ایام میں حجاب اور ملاقات کے مسائل میں فرق نہیں ہے لہٰذا شرعی حجاب کے ساتھ غیر محرم مرد سے عدت والی اور غیر عدت والی کا کلام و سلام کرنا ممنوع نہیں ہے۔

سفر میں عدت کے احکام:

• وہ عورت جس پر سفر میں عدت واجب ہو جائے، اس عورت کے لئے ہمیشہ خصوصاً آج کل سفر میں اُسے دو(۲) قسم کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے:

۱۔ عدت والی عورت کے لئے سفر کا ممنوع ہو جانا۔

۲۔ اگر شوہر فوت ہو جائے یا طلاق بائن دے دے تو اس کے ساتھ سفر میں محرم کا ضروری ہونا۔

عدت میں محرم کے باوجود سفر منع ہے۔ اگر سفر میں شوہر فوت ہو جائے تو معتدہ کیا کرے؟

نوٹ: عدت میں محرم کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی عورت کا سفر کرنا منع

ہے۔ اگر شوہر فوت ہو جائے اور عدت واجب ہو جائے، عورت اکیلی ہو جائے گی اور اگر شوہر طلاق بائن دے دے اور عدت واجب ہو جائے، شوہر اجنبی ہو جائے گا۔ اس لئے عدت میں شوہر کے ساتھ بھی سفر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ دونوں مشکلات کو دور کرنے یا کم کرنے کے لئے فقہاء کرام نے درج ذیل جزئیات کا ذکر فرمایا ہے:

ا۔ اگر عورت سفر میں اپنے شوہر کے ساتھ تھی، شوہر نے اسے طلاق بائن دے دی یا اس عورت کا شوہر سفر میں فوت ہو گیا۔ ایسی صورت میں فقہاء نے فرمایا: اگر عورت اپنے شہر سے شرعی سفر کی مسافت (اٹھانوے (98.734) کلومیٹر یا (61) میل (دو فرلانگ بیس گز کے فاصلہ تک) دور نہیں گئی تھی، اس عورت پر عدت واجب ہے، سفر ترک کر کے اپنے گھر واپس آجائے اور گھر میں عدت پوری کرے تاکہ عدت میں سفر نہ ہو۔

۲۔ اگر منزل مقصود کے اتنا قریب پہنچ گئی تھی کہ عدت کے واجب ہونے کی جگہ سے منزل مقصود تک شرعی سفر کی مسافت نہیں بنتی اور گھر سے عدت کے وجوب کے مقام تک شرعی سفر کی مسافت بنتی ہے یا زیادہ بنتی ہے، منزل مقصود پر چلی جائے تاکہ لوٹنے سے نئے سفر کی ابتداء نہ ہو۔

۳۔ اگر عدت کے واجب ہونے کی جگہ سے اپنا شہر اور منزل مقصود دونوں کے سفر کی مسافت زیادہ ہے اور معتدہ عدت کے واجب ہونے کے وقت کسی شہر میں نہیں بلکہ غیر آباد جگہ پر ہے، عورت کو اختیار ہے کہ گھر واپس لوٹ جائے یا منزل مقصود پر چلی جائے لیکن اپنے شہر لوٹنا بہتر ہے تاکہ اپنے شوہر کے گھر عدت گزار سکے۔

نوٹ: اپنے شوہر کے گھر واپس لوٹنا بہتر ہے واجب نہیں، کیونکہ عدت میں شوہر کے گھر اگرچہ رہنا واجب ہے مگر مذکورہ صورت میں عورت پر سفر لازم آتا

ہے۔ لہٰذا فقہاء کرام نے ایسی صورت میں شوہر کے گھر لوٹنے کو بہتر کہا ہے۔

۴۔ اگر عدت واجب ہونے کی جگہ شہر ہے تو وہیں عدت گزارے تاکہ عدت میں سفر لازم نہ آئے کیونکہ لوٹنے اور نہ لوٹنے دونوں میں سفر لازم آتا ہے اور شہر میں آبادی کی وجہ سے اسے تکلیف نہیں ہوگی۔

۵۔ اگر عدت ایسی جگہ واجب ہوئی جہاں شہر اور منزل دونوں جانب مدت سفر نہیں ہے تو واپس لوٹنا واجب ہے۔

۶۔ اگر غیر آباد جگہ عدت واجب ہونے کی وجہ سے واپس رہائش گاہ کی طرف لوٹتے ہوئے یا منزل مقصود کی طرف جاتے ہوئے راستے میں کوئی آباد جگہ یا گاؤں موجود ہے تو معتدہ کو چاہئے کہ اپنی عدت کے ایام اسی آباد جگہ یا گاؤں میں گزار کر محرم کے ساتھ اور اگر محرم نہ ہو تو غیر محرم کے ساتھ (عذر کی وجہ سے) واپس رہائش گاہ یا منزل کی طرف چلی جائے، کیونکہ عدت میں سفر کرنا جائز نہیں تھا لیکن آباد جگہ یا اجنبی گاؤں میں رہنا اس وقت صحیح ہوگا جب اسے اپنی جان و مال کا خطرہ نہ ہو اور ہر وہ چیز اسے مل سکے جسے اس کی حاجت ہو اور رہائش کے مکان کے اندر تمام سہولیات بھی موجود ہوں اور عدت گزارنے کے ایام تک اخراجات اٹھانے کے لئے اس کے پاس مال موجود ہو۔

آجکل سفر کے دوران کسی شہر میں عدت کے لیے رکنا صحیح نہیں ہے:

نوٹ: آجکل واپس آتے ہوئے یا منزل کی طرف جاتے ہوئے راستے میں کسی آباد جگہ یا گاؤں میں بلکہ بعض اوقات منزل مقصود میں بھی عورتوں کے لئے طلاق کی عدت تین حیض یا وفات کی عدت چار ماہ دس دن قیام کرنا بہت مشکل ہے بلکہ کسی اجنبی شہر میں مردوں کے لئے بھی اتنا عرصہ رہنا کافی مشکلات کا

سبب بن سکتا ہے۔ لہٰذا موجودہ دور میں وہ عورت جس پر سفر میں عدت واجب ہو جائے وہ اپنے شہر لوٹ آئے اور شوہر کے مکان میں سابقہ تفصیل کے مطابق عدت گزارے کہ منزل مقصود سے ہو کر واپس آئے یا راستہ سے واپس لوٹ آئے۔ (محمد رفیق حسنی)

حج یا عمرہ کے سفر میں عدت واجب ہونے کا حکم:

مثلاً عمرہ یا حج پر شوہر کے ساتھ جانے والی عورت پر اگر اپنے ملکی ایئرپورٹ (جس سے حج یا عمرہ کے لئے روانہ ہونا ہے) پر پہنچنے سے پہلے یا جہاز کی روانگی سے پہلے عدت واجب ہو گئی تو عورت گھر واپس آجائے اور شوہر کے مکان میں عدت گزارے۔ اگر احرام باندھ لیا تھا تو حرم مکہ میں دم ذبح کرائے اور دم کے ذبح ہو جانے کے بعد حلال ہو جائے۔ اگر جہاز پر سوار ہو گئی، جہاز روانہ ہو گیا اور اس کے بعد اس پر عدت واجب ہو گئی، وہ عورت عمرہ یا حج کے افعال ادا کر کے اپنے ملک واپس آکر عدت گزارے کیونکہ اگر وہ عورت عدت کی وجہ سے بغیر عمرہ اور حج ادا کئے سعودیہ سے واپس آجائے اور حرم میں دم ذبح کے بعد احرام کھول دے اور عدت کے بعد دوبارہ عمرہ یا حج پر جائے تو اس عورت کا اپنے ملک سے عمرہ یا حج کے لئے دوبارہ آنا مشکل ہو جائے گا نیز جدہ سے یا کسی دوسرے شہر سے بغیر عمرہ یا حج ادا کئے واپس آنے میں ٹکٹ وغیرہ کے اخراجات بغیر عمرہ یا حج، اٹھانے سے مالی نقصان ہو گا۔ اسی طرح عمرۃ یا حج کر کے منزل مقصود میں عدت گزارنا یعنی جدہ یا مدینہ منورہ یا مکہ مکرمہ میں تین حیض یا چار ماہ دس دن گزارنا عدت والی عورت کے لئے نہایت مشکل ہو جائے گا۔ کیونکہ اسے حاجت کے مطابق ہر چیز لینے اور مکانات یا ہوٹلوں کے اخراجات زیادہ اٹھانے ہوں گے اور اگر وہ فقیر اور تنگدست عورت ہے تو اسے مزدوری کر کے وفات کی عدت کا نفقہ حاصل کرنا نہایت متعذر اور مشکل ہو گا۔ لہٰذا سعودیہ پہنچ جانے والی معتدہ عمرۃ یا حج ادا کر کے

اپنے وطن واپس آکر شوہر کے گھر عدت پوری کرے۔

- اسی طرح اپنے ملک سے دوسرے ملک کاروبار یا عزیز وا قارب سے ملاقات کے لئے جانے والی عورت پر اگر اپنے ملک کے ایئر پورٹ سے جہاز کے پرواز کرنے تک جاتے جاتے عدت واجب ہو جائے تو وہ واپس آجائے اور جہاز کا ٹکٹ کینسل کرادے۔ اگر جہاز کی پرواز کے بعد عدت واجب ہو جائے، مالی نقصان اور ضرر سے بچنے کی وجہ سے موصوفہ کے لئے منزل مقصود تک جانے اور جس مقصد کے لئے سفر کیا تھا وہ کام کرکے واپس آنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ مالی اور جانی خسارہ اور ضرر سے بچنا جواز کے لئے عذرِ شرعی ہے۔ (مفتی رفیق الحسنی)

اپنے شہر کے علاوہ دوسرے شہروں میں آجکل عدت گزارنا نہایت خطرہ کی بات ہے لہٰذا عورت گھر واپس آکر عدت گزارے اور عمرہ یا حج بھی ترک نہ کرے کیونکہ شرعی عذر کی وجہ سے عدت میں سفر محرم ہو یا بغیر محرم جائز ہو جاتا ہے۔اس لئے عورت سفر کر سکتی ہے۔

در مختار میں ہے:

تنتقل المعتدۃ المطلقة بالبادية (الیٰ) ان تضررت بالمکث فی المکان الذی طلقها فيه فله ان يتحول بها و الا لا۔

وہ عورت جس کو کسی غیر آباد میدان میں طلاق دی گئی اور مطلقہ عورت خیمہ یا جھونپڑی میں رہتی تھی اور طلاق دہندہ شخص ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا رہتا تھا جس طرح خانہ بدوش ہوتے ہیں) اور بیوی کو طلاق کی عدت اس جھونپڑی میں گزارنے سے جس میں اسے طلاق ہوئی ہے، ضرر پہنچتا ہے، وہ عورت اس خیمہ سے شوہر کے علاوہ دوسرے محرم لوگوں کے ساتھ محفوظ جگہ منتقل ہو سکتی ہے۔ اور اگر محرم نہ ہو تو شوہر کے لئے جائز ہے وہ بیوی کے ساتھ جاکر اسے دوسرے مکان میں منتقل کردے اور اگر ضرر نہیں پہنچتا تو عورت

دوسری جگہ منتقل نہ ہو البتہ شوہر کے ساتھ دوسرے محفوظ مکان میں انتقال کی صورت میں اگر شوہر فاسق ہے تو سفر کے دوران کوئی ثقہ عورت مقرر کی جائے اگر یہ نہیں ہو سکتا تو کوئی پردہ اور ساتر ہونا ضروری ہے۔

معتدہ بغیر محرم یا شوہر بوقت ضرورت ہوائی جہاز کا سفر کر سکتی ہے:

- آجکل گاڑیوں اور جہازوں کا دور ہے اگر عورت کے ساتھ محرم یا شوہر نہ بھی ہو تو ہوائی جہازوں میں سفر کر سکتی ہے کیونکہ مسافر خواتین کو ہوائی سفر میں آج کل مال اور جان اور عزت کا کوئی خوف نہیں ہوتا لٰہذا عدت والی عورت ضروری سفر عذر کی وجہ سے طلاق دہندہ شوہر یا محرم کے بغیر اکیلی بھی کر سکتی ہے۔
- اپنے ملک سے دوسرے ملک کاروبار یا عزیز واقارب کی ملاقات کے لئے جانے والی عورت پر اگر اپنے ملک کے ایئرپورٹ سے جہاز کے پرواز تک جاتے جاتے عدت واجب ہوگئی، وہ عورت واپس آجائے اور جہاز کی ٹکٹ کینسل کرادے اور اگر جہاز کی پرواز کے بعد عدت واجب ہوگئی۔ مالی نقصان اور ضرر سے بچنے کے لئے موصوف کے لئے منزل مقصود تک جانے اور جس کام کے لئے سفر کیا تھا وہ کام کر کے واپس آنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس کا یہ سفر معصیت نہیں ہوگا کیونکہ مالی اور جانی خسارہ اور ضرر سے بچنا سفر کے جواز کے لئے شرعی عذر ہے۔

عزیز واقارب کے ہاں عدت کے ایام گزارنا جائز ہے:

- آج کل حج اور عمرہ ادا کرنے والے حضرات کے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور جدہ میں اور کاروباری حضرات کے لئے اپنے ملک سے باہر دوسرے ممالک میں مختلف شہروں میں عزیز واقارب مقیم ہوتے ہیں۔ میرے دوستوں میں سے بعض حضرات کی بیٹیاں، بیٹے، بہنیں، بھائی اور بیوی کے عزیز واقارب سعودی

عرب کے مختلف شہروں میں خصوصاً مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور جدہ میں قیام پذیر ہیں۔ خود میرا بیٹا اور بیٹی انگلینڈ کے شہر مانچیسٹر میں ہیں۔ اسی طرح اپنے ملک کے ہر شہر میں رشتہ داریاں بھی ہوتی ہیں۔ ان حالات میں اگر طلاق یا موت کے حادثہ کی صورت میں اپنے ملک کے دوسرے شہروں یا دوسرے ملک میں ہوتے ہوئے عورت پر عدت واجب ہو جائے تو وہ عورت عدت کے ایام تک سفر نہ کرے اور عدت اپنے عزیزوں کے گھر میں گزارے کیونکہ اسے عزیزوں کے گھر میں عدت گزارنے سے جانی اور مالی ضرر پہنچنے کا اندیشہ نہیں ہے۔ بالفرض ایسی عورت عدت میں اپنے وطن اور گھر واپس آجائے تو گنہگار ہوگی، اس کا سفر معصیت ہوگا۔

- عدت میں طلاق بائن سے مطلقہ عورت کے ساتھ شوہر کا سفر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ بائن طلاق کے بعد شوہر اجنبی ہو جاتا ہے اور اگر رجعی طلاق کی عدت ہے تو شوہر کا بیوی کے ساتھ سفر کرنا جائز ہے مگر رجعی طلاق میں سفر کے بقیہ احکام بائن طلاق کی طرح ہیں لہٰذا رجعی طلاق والی عورت سفر میں اپنے شوہر سے جدا نہ ہو اور بائن طلاق والی شوہر سے الگ ہو جائے۔

عدت والی عورت کو نکاح کی دعوت دینے کا حکم:

- عدت کے احکام میں سے ایک حکم یہ بھی ہے کہ موت کی عدت گزارنے والی عورت کو عدت کے اختتام تک صریح الفاظ کے ساتھ کسی شخص کا نکاح کی دعوت دینا منع ہے مگر تعریض اور کنایۃ کے الفاظ سے دعوت دینا جائز ہے۔ مثلاً کہا جائے: تو بہت خوبصورت ہے یا مجھے آپ میں دلچسپی ہے یا تو بہت نیک ہے یا پڑھی لکھی ہے یا مجھے امید ہے کہ ہم جمع ہوں گے وغیرہ وغیرہ۔

(ردالمحتار، ص:۳۵۸)

- بائن طلاق کی عدت والی عورت کو عدت میں اجنبی مرد کا صریح لفظوں اور

کنایات اور اشارات کے ساتھ نکاح کی دعوت دینا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ طلاق شدہ عورت کا عدت میں شوہر کے گھر سے نکلنا ممنوع ہے، اس لئے اس کے ساتھ کسی اجنبی مرد کا کلام کرنا مشکل ہوگا۔ اگر کسی وقت اس عورت سے کسی اجنبی مرد یا عورت کو اس مرد سے نکاح کی دعوت پر بات کرنے کا موقع مل گیا اور اس کے سابق شوہر کو علم ہو گیا تو یہ عداوت کا باعث بنے گا لہٰذا طلاق سے معتدہ کو مطلقاً نکاح کی دعوت دینا جائز نہیں ہے۔

- چونکہ فقہاء کے نزدیک طلاق شدہ عدت والی عورت کو نکاح کا پیغام دینے کی حرمت کی وجہ طلاق دہندہ کی عداوت کا اندیشہ ہے۔ موجودہ دور میں فون خصوصاً فون پر دعوت دینے میں عداوت کا خطرہ نہیں ہوتا کیونکہ فون کی کلام سابق شوہر نہیں سن سکتا۔ لہٰذا فون پر نکاح کی دعوت دینے کو جائز کہا جائے تاکہ کفو فوت نہ ہو جائے لہٰذا خفیہ ذرائع سے پیغام میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہیئے۔

(مفتی محمد رفیق حسنی)

- وطی بالشبہہ یا نکاح فاسد کی عدت میں معتدہ (عدت والی عورت) کو نکاح کی دعوت کنایات یا صریح الفاظ کے ساتھ دینا جائز ہے، خواہ فرقت کی عدت ہو یا جنسی عمل کرنے والے یا نکاح فاسد کرنے والے کی موت کی عدت ہو کیونکہ جب نکاح ہی نہیں ہے تو اس عورت کی عدت حقیقی عدت نہیں ہے۔

(درمختار اور ردالمحتار)

معتدہ کے علاوہ اجنبیہ کو نکاح کی دعوت دینا جائز ہے بشرطیکہ فساد کا اندیشہ نہ ہو:

- عدت والی عورت کے علاوہ کسی بھی اجنبیہ عورت کو براہِ راست یا بالواسطہ صریح الفاظ یا کنایات کے ساتھ نکاح کی دعوت دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نکاح کرنے کی نیت سے اجنبیہ عورت سے بات کرنے اور اس کے چہرہ کو دیکھنے

میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ مزید تفصیل ''رفیق العروسین'' میں ملاحظہ فرمائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کافرۃ عورت کی عدت:

کفر کے حوالے سے نکاح اور طلاق اور عدت کے تین قسم کے مسائل کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱۔ کافروں کے باہمی نکاح، طلاق اور عدت کے مسائل۔

۲۔ شوہر اور بیوی کافر تھے، ان میں سے ایک مسلمان ہو گیا یا دونوں مسلمان ہو گئے۔

۳۔ شوہر اور بیوی مسلمان تھے ان میں سے ایک کافر مرتد ہو گیا یا دونوں مرتد ہو گئے۔

کافر زوجین میں سے ایک مسلمان ہو جائے یا مسلم زوجین میں سے ایک کافر ہو جائے تو عدت لازم ہے:

درج ذیل مسائل کی جن جزئیات میں فرقت یا طلاق کے بعد عدت نہیں ہے، یہ کافر شوہر اور کافرۃ بیوی کے درمیان طلاق یا فرقت کی صورتوں میں ہوتا ہے اور کافر زوجین میں سے اگر ایک فریق مسلمان ہو جائے یا مسلم زوجین میں سے ایک فریق اسلام پر قائم رہے اور دوسرا مرتد ہو جائے اور فرقت ہو جائے تو عدت لازم ہوتی ہے۔

- اسلامی ملکوں میں عموماً غیر مسلم شادی شدہ عورتیں لالچ میں مسلمان ہو جاتی ہیں یا کسی مسلمان مرد کے ساتھ ناجائز تعلقات کے بعد اپنے شوہر سے آزاد ہونے کے لئے اور مسلمان دوست سے شادی کے ارادہ سے اسلام قبول کر لیتی ہیں چونکہ غیر مسلم معاشرہ میں غیرت کا وجود نہیں ہے اس لئے غیر مسلم عورتیں مسلمان مردوں کے ساتھ بھی بغیر خوف وحیاء کے جنسی تعلقات قائم

کرلیتی ہیں اور انجام شادی ہوتا ہے۔ بعض ایسی منکوحہ عورتیں شوہروں سے آزاد ہونے کے لئے بھی اسلام قبول کرلیتی ہیں اور ہمارے علماء اور خطباء کے پاس جاکر اسلام قبول کیا پھر مولوی صاحبان نے کلمہ پڑھانے کے بعد اسی عورت کا فوراً مسلمان مرد کے ساتھ نکاح کردیا۔ نہ اس عورت کے کافر شوہر کو اطلاع دے کر اسلام کی دعوت دی جاتی ہے اور نہ عدت گزرنے اور قاضی یا حکم کی جانب سے فرقت کے فیصلہ کرنے کا انتظار کیا جاتا ہے۔

کافرہ شادی شدی عورت مسلمان ہو جائے تو دوسرے نکاح کے لیے تین شرطیں ہیں:

مولوی حضرات سمجھتے ہیں شاید ایک فریق کے اسلام لانے سے نکاح باقی نہیں رہتا بس اتنا کافی ہے، دوسرا نکاح کرلیا جائے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ دوسرے نکاح سے پہلے تین چیزیں ضروری ہیں:

بغیر قضاء دوسرا نکاح نہیں کرسکتی:

۱۔ اول: اگر کافر شوہر کی بیوی دارالاسلام میں مسلمان ہو جائے اس کی فرقت اور نکاح فسخ کرنے کے لئے جج / قاضی یا کسی عالم حکم کا نکاح فسخ کرنے کا فیصلہ اور حکم ضروری ہے۔ بغیر فیصلہ دس سال بھی گزر جائیں کافر کی اسلام لانے والی بیوی دوسرے آدمی کے ساتھ نکاح نہیں کرسکتی۔

اگر شوہر بھی مسلمان ہو جائے دوسرا نکاح نہیں ہو سکتا:

۲۔ دوم: اسلام لانے والی عورت کے شوہر کو اس کی بیوی کے اسلام لانے کی اطلاع دے کر اسے اسلام کی دعوت دی جائے اگر اس عورت کا شوہر بھی اسلام قبول کرلے تو اسی کا نکاح قائم رہے گا اگر وہ غور و فکر اور مشاورت کے لئے وقت طلب کرے تو اسے وقت دیا جائے۔ اگر وہ خاموش رہے تو اسے تین مرتبہ بلا کر اسلام کی دعوت دی جائے اگر اسلام لانے سے

مسلسل انکار کرے تو حکم یا جج نکاح کے فسخ کا فیصلہ کردے۔

فرقت کے بعد عدت گزارنا لازم ہے:

۳۔ سوم: فرقت اور نکاح کی تنسیخ کے فیصلہ کے بعد اسلام لانے والی عورت کی عدت گزر جائے پھر اس عورت کے ساتھ مسلمان مرد کا نکاح ہو سکے گا۔ (کتب فقہ)

• دار الاسلام میں دائمی رہائش رکھنے والی کافرہ عورتیں یہودیہ، نصرانیہ، آغاخانیہ، قادیانیہ، ہندو، سکھ اور بدھ مت وغیرہ جملہ غیر مسلم عورتوں کو فقہاء کی اصطلاح میں ذمیہ کہا جاتا ہے اور کافر مرد کو ذمی کہا جاتا ہے۔ مثلاً پاکستان یا دیگر اسلامی ریاستوں میں دائمی مقیم کافر عورتیں اور مرد ذمی کہلائیں گے۔

اگر غیر مسلم مرد مسلمان عورت سے نکاح کرے تو نکاح باطل اور عدت بھی نہیں، نہ نسب ثابت نہ وراثت:

• عیسائی، یہودی اور کسی کافر مرد کا مسلمان عورت کے ساتھ نکاح باطل ہوتا ہے اور باطل نکاح سے فرقت یا طلاق میں عدت نہیں ہوتی اور نہ نسب ثابت اور نہ وراثت ثابت ہوتی ہے۔ جس طرح محرم عورتوں کے ساتھ نکاح مفتی بہ قول پر باطل ہوتا ہے اور فرقت پر عدت نہیں ہوتی۔ (شامی باب نکاح الفاسد)

قادیانیوں کے ساتھ مسلمان لڑکیوں کا نکاح باطل ہوتا ہے، ان کی عدت نہیں ہوتی:

• پاکستان میں بعض پاکستانی مسلمان لڑکیاں غیر مسلم قادیانیوں اور آغاخانیوں کے ساتھ نکاح کر لیتی ہیں، ان لڑکیوں پر فرض ہے کہ ایسے نکاحوں سے اجتناب کریں اور ان کے وارثوں بلکہ جملہ مسلمانوں پر فرض ہے کہ ایسے نکاحوں میں علیحدگی پر لڑکیوں کو مجبور کریں اور تفریق کے بعد ان لڑکیوں کے لئے کوئی عدت نہیں کیونکہ ان کا نکاح باطل تھا اور ہمبستری زنا تھی۔

یہودیہ اور عیسائیہ عورتوں کے ساتھ نکاح جائز ہے اور طلاق یا وفات کی عدت بھی واجب ہے:

- اور اہلِ کتاب کفار مثلاً: یہودی اور عیسائی لڑکیوں کے ساتھ مسلمانوں کا نکاح جائز ہے مگر مکروہ ہے۔ اور غیر اہل کتاب مشرک، ہندو، سکھ اور بدھ مت لڑکیوں کے ساتھ مسلمان مرد کا نکاح جائز نہیں ہے اور ان غیر اہل کتاب لڑکیوں کے ساتھ نکاح باطل ہوگا اور عدت نہیں ہوگی۔

اگر غیر مسلم شوہر کے دین میں عدت نہیں ہے تو اس عورت پر طلاق یا وفات کی عدت نہیں ہے:

- اگر کافرہ ذمیہ کتابیہ عورت حمل کے ساتھ نہ ہو اور اس کو غیر مسلم شوہر طلاق دے دے یا اس کا شوہر فوت ہو جائے۔ اگر غیر مسلم شوہر کے مذہب میں طلاق یا موت کی عدت نہیں ہے تو اس عورت کی عدت بھی نہیں ہوگی۔ طلاق یا شوہر کی موت کے بعد وہ کافرہ عورت اگر اہل کتاب سے ہے تو دوسری جگہ بغیر عدت کسی مسلم یا اہل کتاب ہم مسلک آدمی کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے اور اگر وہ کافرہ عورت اہل کتاب سے نہیں ہے تو کسی بھی ہم عقیدہ غیر مسلم کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے، کسی مسلمان کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتی۔

عدت شوہر کا حق ہوتا ہے اور اسلام شوہر کے مذہب کا اعتبار کرتا ہے:

عدت شریعت میں شوہر کا حق ہوتا ہے اور شریعت عدت کے سلسلہ میں شوہر کے مذہب کا اعتبار کرتی ہے اس لئے اگر کافر شوہر اور بیوی نے بغیر گواہوں کے نکاح کیا تھا یا کسی کافر کی عدت میں دوسرے کافر نے نکاح کیا تھا اور شوہر کے مذہب میں یہ نکاح جائز تھا اب دونوں مسلمان ہوگئے تو ان کو امام اعظم کے نزدیک تجدید نکاح کی ضرورت نہیں ہے ان کا سابقہ نکاح باقی ہے۔ مگر صاحبین کے نزدیک تجدید نکاح کی ضرورت ہوگی مگر یہ اختلاف اس وقت ہے جب

دونوں کا اسلام لانا عدت کے ایام میں ہو اور اگر ان کا اسلام لانا اور قاضی کے پاس دعویٰ کرنا عدت کے ایام کے بعد واقع ہو تو تینوں ائمہ کے نزدیک مسلمان ہو جانے والے زوجین کا سابق نکاح قائم رکھا جائے گا۔

چنانچہ در مختار میں ہے:

”کل نکاح حرم بین المسلمین لفقد شرط کعدم شهود یجوز فی حقهم اذا اعتقدوه عند الامام و یقرون علیه بعد الاسلام۔“ (در مختار باب نکاح الکافر“

ترجمہ: ہر وہ نکاح جو نکاح کی کسی شرط کے فقدان کی وجہ سے مسلمانوں میں حرام ہے جیسے گواہوں کا نہ ہونا وہ نکاح امام اعظم کے نزدیک کافروں کے حق میں جائز ہے جب وہ اس کے جواز کا اعتقاد رکھتے ہوں اور اسلام لانے کے بعد انہیں اسی نکاح پر برقرار رکھا جائے گا۔) یعنی تجدید نکاح کی ضرورت نہیں ہو گی۔

عدت کی حرمت شرعاً بھی نہیں کیونکہ کافر شرع کے مکلف نہیں اور حقِ شوہر کی وجہ سے بھی نہیں کیونکہ شوہر کا اعتقاد نہیں ہے (امام اعظم):

شامی میں ہے:

قوله (عدم شهود) و عدة من کافر (قوله عند الامام) هو الصحیح کما فی المضمرات قهستانی و عند زُفر لا یجوز و هما مع الامام فی النکاح بغیر شهود و مع زفر فی النکاح فی عدة الکافرة قال فی الهدایة و لابی حنیفة ان الحرمة لا یمکن اثباتها حقا للشرع لانهم لا یخاطبون بحقوقه و لا وجه الی ایجاب العدة حقا للزوج لانه لا یعتقده خلاف ما اذا کانت تحت مسلم لانه یعتقده و ظاهره انه لا عدة من الکافر عند

الامام اصلا و الیہ ذھب بعض المشائخ فلا تثبت الرجعة للزوج بمجرد طلاقھا و لا یثبت نسب الولد اذا اتت بہ لاقل من ستة اشھر بعد الطلاق۔(باب نکاح الکافر)

ترجمہ: ”مصنف کا قول (عدم شھود) اور کافر کی عدت میں کافر کا نکاح کیا گیا ہو اور مصنف کا قول (امام کے نزدیک) وہی صحیح ہے جیسے کہ مضمرات میں ہے (قہستانی) اور امام زفر کے نزدیک یہ نکاح جائز نہیں ہے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد کافر کے نکاح میں گواہوں کے بغیر نکاح میں امام اعظم کے ساتھ ہیں کہ وہ نکاح جائز ہو گا اسلام لانے کے بعد تجدید کی ضرورت نہیں ہو گی اور کافر کی عدت میں نکاح کے عدم جواز میں امام زفر کے ساتھ ہیں کہ ایسے نکاح میں زوجین کے اسلام لانے کی صورت میں تجدید نکاح کی ضرورت ہو گی کیونکہ یہ نکاح باطل تھا۔ ہدایہ میں ابو حنیفہؒ کی جانب سے دلیل یہ ہے کہ بغیر شرط کے کئے گئے نکاحوں میں حرمت کا اثبات حق شرع کی وجہ سے ثابت کرنا ممکن نہیں کیونکہ کافر حقوق شرع کے ساتھ مخاطب نہیں اور زوج کے حق کی وجہ سے عدت کے واجب کرنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ کافر شوہر اس کا اعتقاد ہی نہیں رکھتا مگر یہ کہ طلاق شدہ کافرہ عورت مسلمان شوہر کے تحت ہو کیونکہ مسلمان عدت کے وجوب کا اعتقاد رکھتا ہے اور اس روایت کا ظاہر یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک کافر کے لئے (اس کی کافرہ بیوی کی) بالکل عدت نہیں ہوتی اسی طرف مشائخ گئے ہیں۔ پس کافر شوہر کے لئے بیوی کو صرف طلاق دیتے ہی رجوع کرنے کا حق نہیں رہے گا (کیونکہ مطلقہ کی عدت ہی نہیں ہے) اور اس کافر شوہر کی کافرہ مطلقہ بیوی اگر طلاق کے بعد چھ ماہ سے کم مدت میں بچے کی

ولادت کرے تو بچے کا اس شوہر سے نسب ثابت نہیں ہو گا۔"

عدت کے ختم ہونے کے بعد مسلمان ہونے والے زوجین کا نکاح قاضی قائم رکھے گا:

و فی الهداية الاسلام و المرافعة بما اذا كانا و الحرمة قائمة قال فی العناية و اما اذا كانا بعد انقضاء العدة فلا يفرق بينهما بالاجماع۔ (شامی باب نکاح الکافر)

ترجمہ: "ہدایہ میں ہے اسلام اور قاضی کے پاس دعوی لے جانا اس وقت ہے جب حرمت قائم ہو۔ عنایہ میں ہے لیکن اسلام اور عدالت میں کیس کرنا جب عدت کے گزر جانے کے بعد ہو امام اور صاحبین کے نزدیک بالاتفاق مسلمان ہونے والے زوجین کی تفریق نہیں کی جائے گی۔"

ایک جگہ فرمایا:

الظاهر انه اراد الزوج الاول و هو الذی طلقها لان العدة حق الزوج المطلق فاذا كان لا يعتقده لا يمكن ايجابها بخلاف لو كانت تحت مسلم كما قدمناه قريباً عن الهداية فتامل۔

ترجمہ: "اور ظاہر یہ ہے کہ پہلا شوہر مراد ہے یعنی طلاق دینے والا کیونکہ عدت طلاق دینے والے شوہر کا حق ہوتی ہے جب کافر شوہر کا اعتقاد عدت کے وجوب کا نہیں ہے تو عدت کا اثبات ممکن نہیں ہے بخلاف اس کے کہ کتابیہ کافرہ مسلمان شوہر کے تحت ہو جس طرح ہم نے قریب ہی ہدایہ سے نقل کیا ہے۔"

علامہ شامی نے نہر الفائق کا رد کیا:

- نہر الفائق شرح کنز الدقائق میں ذکر کیا گیا تھا کہ: اگر کوئی مسلم کافرہ ذمیۃ

کے ساتھ کافر شوہر کی عدت میں طلاق شدہ عورت کے ساتھ نکاح کر لے تو مسلمان کے اعتقاد کے مطابق وجوب عدت ہونے کی وجہ سے نکاح جائز نہیں ہوگا اور اس کے ساتھ وطی جائز نہیں ہوگی مگر علامہ شامی اس کا رد فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

قلت قوله و ینبغی اذ قد یقال فیه انه مما لا ینبغی لما مر من ان العدۃ انما تجب حقا للزوج ای الذی طلقها و لا تجب له بدون اعتقاده و لما قدمنا ایضا عن ابن کمال من اعتبار دین الزوج خاصة و کذا ما قدمناه من ترجیح القول بانه لا عدۃ من الکافر عند الامام اصلاً تامل۔ (باب نکاح الکافر، ص: ۳۵۳)

ترجمہ: ''میں کہتا ہوں نہر الفائق کتاب والے مصنف کا قول ''وینبغی ... الخ'' کہا جاتا ہے کہ یہ ان اقوال سے ہے جو لاینبغی ہیں کیونکہ پہلے گزر چکا ہے۔ عدت اس شوہر کے حق کی وجہ سے واجب ہوتی ہے جس نے طلاق دی ہے اور اس لئے عدت کا وجوب اس کے اعتقاد کے بغیر نہیں ہو سکتا اور اس لئے کہ ہم نے ابن کمال سے نقل کیا ہے صرف زوج کے دین کا اعتبار ہوگا بیوی کے دین کا اعتبار نہیں ہوگا اور اسی طرح ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ اس قول کو ترجیح ہے کہ امام اعظم کے نزدیک کافر سے مطلقہ یا متوفاۃ بیوی کے لئے بالکل عدت نہیں ہے۔''

عدت شوہر اور شرع کا حق ہے مگر کافر شرع کا مکلف نہیں:

- ان عبارات سے معلوم ہوا عدت شوہر اور شرع دونوں کا حق ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا عدت کے مسائل میں صرف کافر شوہر کے اعتقاد کا اعتبار ہوگا اس کی کافرہ بیوی کے اعتقاد کا اعتبار نہیں ہوگا۔ اگر شوہر کافر کے نزدیک عدت ہوتی

ہے تو اس شوہر کی طلاق یا وفات کے بعد عدت لازم ہو گی اور عدت میں دوسرے کافر کا نکاح باطل ہو گا۔

کافر کی مطلقہ سے بغیر عدت دوسرا کافر نکاح کر سکتا ہے:

اگر کافر شوہر کے اعتقاد میں عدت نہیں ہوتی تو اس کے مطلقہ یا متوفی عنہا بیوی کے ساتھ کسی کافر کا عدت میں نکاح کرنا جائز ہو گا۔

کافر زوجین میں سے کسی ایک کے اسلام لانے پر فرقت کے بعد عدت کا حکم:

زوجین کافر ہوں ان میں ایک مسلمان ہو جائے، اس کی ۳۲ صورتیں ہیں:

شامی باب نکاح الکافر میں ہے اگر زوجین دونوں کافر تھے پھر ایک مسلمان ہو گیا تو اس مسئلہ کی بتیس (۳۲) صورتیں بنتی ہیں۔ مگر ان صورتوں میں یہ صورت ہو کہ شوہر مسلمان ہو گیا تو اس کی بیوی پر اسلام پیش کیا جائے اگر بیوی اسلام قبول کرنے سے انکار کر دے دیکھا جائے اگر وہ عورت یہودیہ یا عیسائیہ ہے تو نکاح قائم رہے گا کیونکہ مسلمان کا نکاح اہل کتاب عورتوں کے ساتھ جائز ہے اور اگر وہ عورت یہودیۃ اور عیسائیہ نہیں بلکہ ملت سماویہ کے علاوہ کسی دوسرے دین پر ہے تو اس کا نکاح قاضی یا حکم کی تفریق سے ختم ہو جائے گا اور یہ فرقت فسخ کہلائے گی، کیونکہ عورت کے انکار کی وجہ سے فرقت کا ہونا عورت کی طرف سے طلاق نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا اگر وہی عورت مسلمان ہو جائے اور سابق شوہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کر لے تو شوہر کو تین طلاق کا حق حاصل ہو گا اور مسلمان ہو جانے والے شوہر کے نکاح کے فسخ ہو جانے کے بعد اس کی کافرہ بیوی کے لئے عدت لازم ہے کیونکہ اس کا شوہر مسلمان ہو چکا ہے اور عدت کے وجوب کا حکم ہر مسلمان کے لئے لازم ہے۔

اگر عورت مسلمان ہو جائے تو شوہر پر اسلام پیش کیا جائے اگر وہ انکار

کر دے تو قاضی یا حکم کے فیصلہ سے نکاح ختم ہو جائے گا اور یہ فرقت طلاق شمار ہو گی آئندہ شوہر کو دو طلاق کا حق ہو گا بشرطیکہ وہ مسلمان ہو کر دوبارہ اس بیوی کے ساتھ نکاح کر لے اور عورت پر عدت لازم ہو گی کیونکہ وہ اسلام کی وجہ سے تمام اسلامی احکام پر عمل کرنے کا التزام کر چکی ہے اور دونوں صورتوں میں فسخ اور طلاق کے بعد عدت تک عورت طلاق کا محل رہے گی اسے مزید طلاقیں دینے سے مغلظہ طلاق دی جا سکتی ہے۔ (ردالمحتار بحوالہ فتح)

مرتدۃ عورت کی عدت کا بیان:

مرتدہ عورت کے ساتھ کسی مسلمان کا نکاح نہیں ہو سکتا:

• مرتدۃ وہ کافرہ عورت ہے جو پہلے مسلمان ہو پھر اسلام چھوڑ کر کفر اختیار کر لے اگر مرتدۃ عورت کا شوہر مسلمان ہو تو اس کا نکاح ختم ہو جائے گا لیکن مرتدۃ کے ساتھ جب تک وہ ارتداد پر قائم ہے کسی دوسرے آدمی یا پہلے شوہر کا نکاح نہیں ہو سکتا اگر مرتدہ دوبارہ اسلام قبول کر لیتی ہے اور کسی دوسرے مسلمان سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو اس کے ساتھ عدت کے بعد دوسرے آدمی کا نکاح کرنا جائز ہو گا مگر عدت میں نکاح کرنا جائز نہیں ہو گا اور اگر پہلے شوہر کے ساتھ نکاح کرنا چاہتی ہے تو عدت میں بھی اس کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے۔

معتدہ کے ساتھ صاحبِ عدت عدت میں نکاح کر سکتا ہے:

صاحب عدت اپنی معتدہ کے ساتھ عدت میں نکاح کر سکتا ہے۔ مرتدۃ عورت کے اکثر احکام حربیہ کافرہ والے ہوتے ہیں۔

• اگر العیاذ باللہ عزوجل! مسلمان عورت کا مسلمان شوہر مرتد ہو جائے اور اسلام چھوڑ دے تو اس کا مسلمان بیوی کے ساتھ نکاح فسخ ہو جائے گا اور یہ فسخ طلاق شمار ہو گا۔ دوبارہ اسلام لانے کے بعد نکاح کر لینے پر شوہر کو صرف دو طلاق کا حق باقی ہو گا۔ مرتد کی بیوی پر طلاق کی عدت واجب ہو گی۔ (باب المرتد شامی)

اگر فسخِ نکاح طلاق ہو تو دوبارہ دو طلاق کا حق ہوگا ورنہ تین طلاق کا حق ہوگا:

فائدہ-۱: اگر زوجین کے درمیان فرقت واقع ہو جائے اور وہ فرقت طلاق شمار ہوتی ہو اس فرقت کی وجہ سے شوہر کے لئے دوبارہ نکاح کرنے کی صورت میں دو طلاق کا حق باقی ہوتا ہے۔ آئندہ دو طلاق سے اس کی بیوی طلاق مغلظہ کے ساتھ ہمیشہ حرام ہو جائے گی اور ہر وہ فرقت جو فسخ شمار ہوتی ہو دوبارہ نکاح کے بعد شوہر کو سابقہ بیوی پر تین طلاق کا حق ہوگا۔

طلاق اور وہ فسخ جو طلاق کے حکم میں ہو اس کی عدت میں طلاق واقع ہو سکتی ہے:

فائدہ-۲: طلاق اور ہر وہ فرقت جو طلاق شمار ہوتی ہو اس کی عدت میں دوسری اور تیسری طلاق، طلاق واقع ہو سکتی ہے۔

اگر فسخ نکاح طلاق نہ ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں:

ہر وہ فرقت جو فسخ قرار پائے اس کی دو صورتیں ہیں کہ فسخ سے حرمت ابدی وجود میں آ گئی ہو یا حرمت ابدی نہیں آئی بلکہ زائل ہو سکتی ہے۔ اگر فسخ ایسا ہے کہ حرمت ابدی پیدا ہو گئی اس کی عدت میں طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ حرمت ابدی کی وجہ سے نکاح فسخ ہونے کے بعد طلاق کا کوئی فائدہ نہیں اور اگر فسخ نکاح سے حرمت ابدی نہیں ہے جیسے کافر زوجین میں سے شوہر مسلمان ہو جائے اور اس کی زوجہ اسلام سے انکار کر دے تو یہ فرقت فسخ ہوگی کیونکہ فرقت کی نسبت بیوی کی طرف اسلام سے انکار کی وجہ سے ہے اور بیوی کی جانب سے فرقت کو طلاق نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ طلاق کی مالک نہیں ہوتی مگر یہاں حرمت ابدی نہیں ہے کیونکہ عورت کے دوبارہ مسلمان ہونے کی صورت میں شوہر کا دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔ اسی طرح مسلمان زوجین میں سے اگر بیوی مرتدہ ہو جائے تو یہ فرقت بھی فسخ ہے اور طلاق نہیں ہے۔ ان دو فسخوں کی

عدت میں پہلی، دوسری اور تیسری طلاق واقع ہو سکتی ہے۔ مگر فسخ کے دوسرے اقسام جو طلاق نہیں بنتے، مثلاً خیار بلوغ اور خیار عتق کی وجہ سے فرقت بھی فسخ ہوتی ہے اور یہ فسخ طلاق نہیں بنتے، ان کی عدت میں طلاق واقع نہیں ہو گی۔ علامہ شامی نے کنایات کے باب کے آخر میں فرمایا:

فصار الحاصل ان الطلاق یلحق فی عدة فرقة عن طلاق او اباء او ردة بدون لحاق بدار الحرب۔ (۴/۵۵۱ مکتبہ دار الباز)

ترجمہ: ”پس بحث کا حاصل یہ ہے کہ طلاق سے فرقت کی عدت اور اسلام سے انکار کی وجہ سے فرقت کی عدت اور ارتداد سے فرقت کی عدت میں طلاق لاحق ہو گی بشرطیکہ مرتدہ یا مرتد دار الحرب نہ چلا جائے۔“

کسی فسخ کی عدت میں طلاق واقع نہیں ہوتی مگر زوجہ کے ارتداد اور اسلام سے انکار کی وجہ سے فسخ میں طلاق واقع ہو جاتی ہے:

- زوجہ کا اسلام لانے سے انکار کی وجہ سے فرقت فسخ ہوتی ہے مگر یہ طلاق شمار نہیں ہوتی۔ اسی طرح زوجہ کے ارتداد کی وجہ سے فرقت فسخ کہلائے گی اور طلاق شمار نہیں ہو گی مگر ان دونوں فسخوں میں عورت پر عدت میں طلاق واقع ہو سکتی ہے اور ان دو فسخوں کے علاوہ نکاحوں کے فسخ کی عدتوں میں طلاق واقع نہیں ہوتی کیونکہ فسخ کا معنی رفع النکاح ہے۔ جب نکاح ہی نہیں تھا گویا عورت اجنبیہ تھی اور اجنبیہ کی عدت میں طلاق نہیں ہوتی اور اباء اور ارتداد کی وجہ سے دو فسخوں کی عدت میں بیوی کے مدخولہ ہونے کی وجہ سے طلاق واقع ہو جاتی ہے چنانچہ علامہ شامی نے باب نکاح الکافر میں فتح القدیر سے نقل فرمایا:

اذا اسلم احد الزوجین الذمیین ففرق بینهما باباء الآخر فانه یقع علیها طلاقه و ان کانت هی الآبیة مع ان الفرقة

فسخ۔(۳۶۱/۴ مکتبہ دارالباز)

ترجمہ: ”جب کافر ذمی زوجین میں سے ایک اسلام قبول کرلے اور دوسرے کے انکار کی وجہ سے دونوں کے درمیان تفریق کردی جائے پس بیشک عورت پر طلاق واقع ہوگی۔ اگرچہ انکار کرنے والی عورت ہی ہو باوجودیکہ یہ فرقت فسخ ہوگی۔“

بحرالرائق سے نقل فرمایا:

نعم فی البحر اول کتاب الطلاق انه لا یقع فی عدة الفسخ الا فی ارتداد احدهما و تفریق القاضی باباء احدهما عن الاسلام۔(۳۶۱/۴)

ترجمہ: ”ہاں! بحرالرائق کتاب الطلاق کے اول میں ہے، بیشک فسخ کی عدت میں طلاق واقع نہیں ہوتی مگر زوجین میں ایک کے ارتداد اور اسلام سے کسی ایک کی جانب سے انکار کی وجہ سے تفریق میں۔“

ثابت ہوا ارتداد اور اباء عن الاسلام اگرچہ عورت کی طرف سے ہو اور نکاح فسخ ہوجائے عدت میں طلاق واقع ہوگی یعنی مرتدۃ اور کافرہ عدت تک محل طلاق ہوں گی۔

نکاح کی تنسیخ کے دوسبب ہیں: اسلام سے انکار یا ترکِ اسلام:

مسلمان شوہر اور بیوی میں سے کسی ایک کے (العیاذ باللہ) مرتد ہونے کے بعد عدت کا حکم:

نکاح کی تنسیخ کے دوسبب ہیں زوجین میں سے کسی ایک کا اسلام سے انکار جیسا کہ ابھی گزرا ہے اور زوجین میں سے کسی ایک کا ترک اسلام یعنی کسی مسلمان مرد یا عورت کا مرتد یا کافر ہوجانا۔ پہلی صورت میں تفریق کے لئے قاضی یا حکم کی ضرورت ہوگی قاضی یا حکم کے فیصلہ کے بغیر نکاح کی تنسیخ جائز

نہیں ہو گی۔

اسلام سے انکار کی وجہ سے فسخ بغیر قضاء نہیں ہو گا:

شامی میں ہے:

"(قوله فرق بينهما) و ما لم يفرق القاضي فهي زوجته۔۔۔۔الخ"

ترجمہ: مصنف کا قول تفریق کر دی جائے ان دونوں کے درمیان۔

اور جب تک قاضی تفریق نہیں کرے گا وہ عورت اس کی بیوی ہو گی حتی کہ اگر شوہر اپنی کافرہ بیوی کے اسلام لانے سے پہلے فوت ہو گیا تو اس کے لئے کامل مہر واجب ہو گا اگرچہ شوہر نے اس کے ساتھ جنسی عمل نہیں کیا تھا کیونکہ نکاح قائم تھا اور موت سے مؤکد ہو گیا مگر ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے کیونکہ وراثت سے کفر مانع ہے۔ کافر مسلم کا وارث نہیں ہو سکتا۔

ارتداد کی وجہ سے فسخ بغیر قضاء کے ہو جاتا ہے:

مسلمان ہونے والی عورت کی عدت کا حکم:

دوسری صورت یہ ہے کہ کسی ایک کے مرتد ہونے کی صورت میں فوراً بغیر قضاء اور فیصلہ کے نکاح کی تنسیخ ہو جائے گی اور فقہاء کی اصطلاح میں شوہر یا بیوی کے ارتداد سے نکاح کی تنسیخ فسخ کہلائے گی۔ در مختار میں ہے:

و ارتداد احدهما اى الزوجين فسخ فلا ينقص عددا عاجل بلا قضاء (نکاح الکافر)

ترجمہ: "اور زوجین میں سے کسی ایک کا ارتداد نکاح کے لئے فسخ ہے اس سے طلاق کا عدد کم نہیں ہو گا یہ فسخ اسی وقت بغیر قضاء اور فیصلہ کے ہو جائے گا اور اس صورت میں بھی عدت لازم ہو گی۔"

لہٰذا پاکستان یا کسی ملک میں جو کافرہ عورتیں مسلمان ہو جاتی ہیں اگر ان کے شوہر بھی مسلمان ہو جائیں تو ان کا نکاح قائم رہتا ہے اگرچہ ان کا نکاح بغیر

گواہوں کے یا کافر کی عدت میں ہوا تھا پھر بھی تجدید نکاح کی ضرورت نہیں ہو گی اور اگر مسلمان ہو جانے والی عورت کے شوہر پر اسلام پیش کیا گیا شوہر نے انکار کر دیا یا شوہر نے طلاق دے دی تو شوہر کا نکاح ختم ہو جائے گا اور اس کی مسلمان ہو جانے والی بیوی کی عدت میں نکاح کرنا ناجائز ہو گا کیونکہ بیوی مسلمان ہے اور مسلمان ہونے کی وجہ سے حقوق شریعت کے احکام اس پر لازم ہوں گے اور عدت حقوق شریعت سے ہے۔

اگر کافرہ عورت کا شوہر مسلمان ہو جائے تو عدت شوہر کے حق کی وجہ سے واجب ہے:

شامی میں ہے:

و اشار بالطلاق الی وجوب العدۃ ان دخل بہا لان المرأۃ ان کانت مسلمۃ فقد التزمت احکام الاسلام و من حکمہ وجوب العدۃ۔۔۔الخ (باب نکاح الکافر)

ترجمہ: ''اور فرقت کو طلاق کہنے سے ماتن نے وجوب عدت کی طرف اشارہ کیا اگر جنسی عمل یا خلوت پائی گئی تھی کیونکہ اگر عورت مسلمان ہوئی ہے تو اس نے اسلامی احکام کا التزام کیا ہے اور اسلام کے حکم سے عدت ہے اور اگر وہ کافرہ ہے اور عدت کے واجب ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتی مگر اس کا شوہر مسلمان ہوا ہے۔ عدت شوہر کا حق ہے لہٰذا کافر عورت پر عدت لازم ہے کیونکہ ہم مسلمانوں کے حقوق کافروں کے دین کی وجہ سے باطل نہیں ہوتے اور مصنف نے اشارہ فرمایا ہے کہ اس عورت کی عدت کا نفقہ بھی شوہر پر واجب ہو گا اگر عورت مسلمان ہوئی ہے کیونکہ نفع اٹھانے سے رکاوٹ شوہر کی جانب سے ہے برخلاف اس کے کہ وہ کافرہ ہے اور شوہر نے اسلام قبول کیا کیونکہ اب

رکاوٹ بیوی کی جانب سے ہے (لہٰذا عورت کا نفقہ نہیں ہوگا) اسی لئے دخول سے پہلے فرقت کی صورت میں اس عورت کے لئے مہر بھی واجب نہیں ہوگا (الی) اور مصنف نے اشارہ کیا جب تک وہ عورت عدت میں ہے طلاق واقع ہوسکتی ہے جس طرح خلع اور ذکر بریدہ ہونے اور نامرد ہونے کی وجہ سے فرقۃ میں ہوتا ہے۔''

(۶۲۳/۴ ‏• مکتبہ دارالباز)

• ان عبارات سے معلوم ہوا اگرچہ شوہر کے اعتقاد میں عدت واجب نہ ہو، مسلمان ہو جانے والی اس کی بیوی کے ساتھ عدت میں دوسرا نکاح کرنا جائز نہیں ہوگا اسی طرح وفات کی صورت میں عدت کے وجوب کا مسئلہ ہے اگر وفات پانے والے شوہر کافر کے نزدیک عدت واجب نہیں تھی اوراس کی بیوی نے بھی اسلام قبول نہیں کیا تھا اس کے ساتھ بغیر عدت کسی کافر کا نکاح جائز ہوگا اور اگر مسلمان ہوگئی تھی تو نکاح جائز نہیں ہوگا۔

نکاح خوانوں کو مسلمان ہو جانے والی عورت کا فوراً بغیر عدت نکاح کرنا باطل ہے:

• پاکستانی نکاح خواں خطباء اور علماء کو مذکورہ بالا تفصیلات یاد رکھنی چاہیئے کافرہ عورت کے اسلام لانے پر بغیر عدت فوراً دوسرا نکاح نہیں کرنا چاہیئے۔

کتابیہ عورت اگر مسلمان کی بیوی ہے اس پر عدت واجب ہے اور اگر کافر کی بیوی ہے اس میں تفصیل ہے:

• عالمگیری میں ہے اگر کتابیہ عورت مسلمان مرد کی بیوی ہے تو اس کے لئے عدت کے احکام مسلمانوں والے ہوں گے اور اگر کتابیہ عورت کافر ذمی کی بیوی ہے اور شوہر کے اعتقاد میں عدت واجب نہیں ہے تو اس کی بیوی پر طلاق اور موت کی عدت نہیں ہوگی۔ اور اگر کافروں کے مذہب میں طلاق اور موت کی

عدت ہوتی ہے تو عدت لازم ہے۔ عدت کے گزرنے کے بعد ہی دوسرا نکاح ہو سکے گا کیونکہ مسلمانوں کو حکم ہے کہ ہم کافروں کے اور ان کے اعتقاد میں مداخلت نہ کریں۔ جس طرح ان کا اعتقاد ہے اسی طرح ان کو عمل کرنے دیں۔

در مختار میں ہے:

لانا امرنا بترکھم وما یعتقدون۔

ترجمہ: ''کیونکہ ہمیں حکم دیا گیا ہے ان کو اور ان کے اعتقاد کو چھوڑنے کا۔''

مثلاً: پاکستان میں اگر یہودیہ یا نصرانیہ عورت کو طلاق ہو جاتی ہے یا اس کا شوہر فوت ہو جاتا ہے اور یہودیوں یا عیسائیوں کے مذہب میں عدت نہیں ہوتی تو اس یہودیہ یا نصرانیہ کے ساتھ مسلم اور غیر مسلم مگر کتابی آدمی بغیر عدت نکاح کر سکتا ہے۔ اور اگر ان کے مذہب میں عدت ہوتی ہے تو عدت میں نکاح جائز نہیں ہوگا۔

- اور اگر کافرہ ذمیہ عورت کو حمل میں طلاق ہو جائے یا اس کا شوہر فوت ہو جائے اس کی عدت وضع حمل تک ہوگی۔

دارالحرب میں مقیم کافرہ کی عدت کا بیان:

کافرہ حربیہ کی اسلامی ملک میں عدت نہیں ہے:

حربی کافر جمادات اور موتی کی طرح ہوتے ہیں، مردوں اور زندوں میں نکاح نہیں ہوتا:

- اگر کافرہ عورت دارالحرب سے مجاہدین کے ہاتھ گرفتار ہو گئی تھی اور وہ کسی کافر شخص کی بیوی تھی۔ دارالاسلام میں آنے کے بعد اس کا نکاح منسوخ ہو جائے گا اور اس کی عدت بھی نہیں ہے کیونکہ عدت آدمی کا حق ہے اور اس کا شوہر کافر حربی ہے اور حربی کافر جمادات (پتھر) اور اموات کی طرح ہوتے ہیں اور مردوں اور زندوں میں نکاح نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اس عورت کا حکم ایسا ہے

جیسا کہ غیر منکوحہ عورت کا ہے لیکن اگر وہ عورت حمل سے ہے تو وضع حمل تک وہ عدت میں ہے کیونکہ حمل کا اعتبار ہوتا ہے لہٰذا غیر حمل والی دار الاسلام میں دار الحرب سے گرفتار شدہ کافرہ کتابیہ عورت کا فوراً دوسری جگہ نکاح ہو سکتا ہے اور حمل والی کافرہ کے ساتھ وضع حمل تک نکاح نہیں ہو سکتا۔(در مختار)

عراقی یا شامی مسلمان کسی کافرہ عورت منکوحہ کو گرفتار کرلیں اس کی عدت نہیں ہو گی:

• مثلاً موجودہ دور میں اسرائیل (یہودی ریاست) دار الحرب ہے اور اسرائیل اور لبنان کی جنگ جاری ہے اسی طرح امریکہ اور دیگر یورپی ممالک بھی دار الحرب ہیں اور ان کی عراق اور افغانستان کے مسلمانوں کے ساتھ جنگ ہو رہی ہے۔ یہ جنگ دو ہزار ایک سے آج دو ہزار سات تک مسلسل جاری رہے۔ بالفرض عراقی یا افغانی مسلمان کسی عیسائیہ یا یہودیہ عورت کو گرفتار کرلیں یا غلبہ پالیں اور وہ عورت دار الحرب میں کسی کافر شوہر کی منکوحہ ہو، اس عورت کا نکاح فسخ ہو جائے گا اور اس عورت کے لئے عدت بھی نہیں ہو گی لہٰذا مسلمان اس یہودیہ یا عیسائیہ کے ساتھ فوراً نکاح کر سکتے ہیں اور اگر وہ عورت حاملہ ہے تو وضع حمل کے بعد اس کے ساتھ نکاحھو سکے گا۔

پاکستان اور سعودیہ میں مسلمان کتابیہ عورتوں کے ساتھ نکاح کرتے ہیں:

• اگر یہودیہ یا عیسائیہ عورت کسی مسلمان کی بیوی ہو اور اسے شوہر طلاق دے دے تو مطلقہ کے لئے عدت ضروری ہے کیونکہ مسلمان عدت کے وجوب کا اعتقاد رکھتا ہے اور عدت شوہر کا حق بھی ہے۔ آدمیوں کے حقوق کافروں پر بھی لازم ہوتے ہیں جس طرح مسلمانوں پر لازم ہوتے ہیں مگر احناف کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے حقوق کافروں پر لازم نہیں ہوتے جب تک ایمان نہ لائیں لہٰذا عدت کے حکم میں کافرہ بیوی بھی مکلف ہو گی۔ اس کافرہ کے ساتھ عدت کے بعد

ہی دوسرا نکاح ہو سکتا ہے۔ پاکستان میں بھی بعض لوگ اہل کتاب عورتوں کے ساتھ نکاح کرتے رہتے ہیں اور سعودیہ اور عرب امارات میں تو کافی مسلمان یہودی اور عیسائی عورتوں کے ساتھ نکاح کرتے ہیں۔ ایسے مسلمانوں کو یہ سب مسائل معلوم ہونے چاہئیں۔

اگر حربیہ کافرہ منکوحہ دار الاسلام میں آجائے اس کا نکاح فسخ اور عدت بھی نہیں ہے:

- اگر دارالحرب سے کوئی کافرہ عورت خود دار الاسلام آگئی، دارالحرب میں اسلام قبول کرلیا تھا پھر ہجرت کی یا دار الاسلام میں آکر اسلام قبول کرلیا یا دار الاسلام میں بغیر اسلام لانے کے ہمیشہ رہنے کے لئے آئی یا کچھ دنوں کے ویزے پر دار الاسلام آگئی پھر مسلمان ہوگئی یا دائمی رہائش کرلی اور ذمیہ ہوگئی اور دار الحرب میں اس کا شوہر موجود ہے۔ ان سب صورتوں میں اس عورت کا نکاح فسخ ہو جائے گا۔ (کتب فقہ) اس کی عدت بھی نہیں ہو گی اس کے ساتھ دوسرا نکاح بغیر عدت ہو سکتا ہے بشرطیکہ حمل والی نہ ہو۔ اگر حمل والی ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔

حربی کافر کی بیوی پر عدت واجب نہیں ہوتی:

- مثلاً اسرائیل اور امریکہ یا یورپی دار الحرب قرار پانے والے ممالک سے اگر کوئی کافرہ منکوحہ عورت ہمیشہ کے لئے پاکستان یا سعودی عرب یا دیگر اسلامی ریاستوں سے کسی میں مقیم ہو جاتی ہے اور اسے نیشنلٹی مل جاتی ہے، وہ عورت ذمیہ ہو جائے گی۔ اس کتابیہ عورت کے ساتھ بغیر عدت نکاح ہو سکتا ہے کیونکہ تباین دار کی وجہ سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے اور حربی کافر کی عدت نہیں ہوتی لہذا اگر دار الحرب (اپنے ملک میں) منکوحہ غیر حامل تھی تو اس کا نکاح ختم ہو گیا اس عورت کی عدت بھی نہیں ہے مگر حمل والی کے لئے عدت ہے۔ اگر وہ حربیہ

عورت مسلمان ہو جائے یا مسلمان ہو کر آئے یا وہ عورت اہل کتاب سے ہو اس کے ساتھ کسی بھی مسلمان کا بغیر عدت فوراً نکاح ہو سکتا ہے۔ اگر وہ عورت کافرہ، مشرکتہ، دہریہ اور مرتدہ ہے اور اس نے اسلام قبول نہیں کیا تو اس کے ساتھ کسی مسلمان کا نکاح نہیں ہو سکتا۔

کافر دار الاسلام میں اسلام قبول کرلے اس کی حربیہ بیوی پر عدت نہیں ہے:

- اگر کوئی کافر شخص دار الحرب سے ہمیشہ کے لئے دار الاسلام آجائے اور اسلام قبول کر لے یا ذمی بن کر رہے اس کی دار الحرب میں رہنے والی بیوی کا نکاح ختم ہو جائے گا اور عدت بھی نہیں ہو گی لہٰذا وہ شخص سابقہ بیوی کی بہن کے ساتھ فوراً نکاح کر سکتا ہے۔ (در مختار)

فائدہ: دار الحرب میں رہنے والے مسلمانوں کے لئے نکاح، طلاق اور عدت کے جملہ اسلامی احکام پر عمل کرنا لازم ہوتا ہے بشرطیکہ دار الحرب میں رہنے والے مسلمانوں کو شرعی احکام کا علم ہو ورنہ وہ معذور ہوں گے ان کے لئے ان احکام شرعی پر عمل کرنا ضروری نہیں ہو گا اور دار الاسلام میں رہنے والے مسلمانوں کو شرعی احکام کا علم نہ ہو تو وہ معذور نہیں ہوں گے۔ (کتب فقہ)

اگر دار الاسلام سے زوجین میں سے ایک دار الحرب چلا جائے تو نکاح فسخ نہیں ہوتا:

- اگر دار الاسلام سے مسلم زوجین میں سے بیوی یا شوہر دار الحرب چلا جائے تو نکاح قائم رہتا ہے کیونکہ مسلمانوں کے حق میں تباین دارین کا اعتبار نہیں ہوتا۔ مسلمانوں کے لئے اسلامی احکام دونوں دار الحرب اور دار الاسلام میں لازم ہوتے ہیں۔

دور (غائب) رہنے والے شوہر کی عدت کے مسائل:

- اگر کسی مسلمان عورت کا شوہر اتنا دور رہتا ہو کہ اس کی طرف منسوب خبر کی تصدیق یا تکذیب نہ کی جاسکے۔ مثلاً عورت کو کسی آدمی نے خبر دی کہ شوہر نے تجھے طلاق دے دی ہے یا خبر دی کہ تمہارا شوہر فوت ہو گیا ہے اور غائب شوہر سے رابطہ نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ بہت دور ہے۔ اگر اس عورت کا غالب گمان یہ ہے کہ خبر صادق ہے تو وہ عورت عدت کے بعد دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ (در مختار) موجودہ دور میں آدمی کی خبر کی تصدیق کرنا اس وقت معتبر ہو گا جب فون یا خط یا فیکس یا انٹرنیٹ اور جدید طریقوں سے بھی تصدیق کر لی جائے۔ صرف آدمی کی خبر بغیر تحقیق مفید نہیں ہو گی۔

معلوم الحیاۃ غائب کی بیوی کا قول معتبر ہو گا بشرطیکہ شوہر سے رابطہ ممکن نہ ہو:

- اسی طرح اگر معلوم الحیاۃ غائب شوہر کی بیوی کہتی ہے میرے شوہر نے مجھے طلاق دے دی ہے اور میری عدت ختم ہو چکی ہے۔ اس کے ساتھ دوسرا آدمی نکاح کر سکتا ہے۔ (در مختار) اگر اس عورت کی تصدیق کے لئے خود شوہر کے ساتھ رابطہ کرنا ممکن ہو تو عورت کے قول کا اعتبار نہ کیا جائے۔
- کیونکہ مذکورہ دونوں صورتیں ایک سو سال پہلے تک معتبر تھیں کیونکہ بیوی کا دور رہنے والے شوہر سے رابطہ نہیں ہو سکتا تھا لیکن موجودہ دور میں معتبر اور قابل عمل نہیں رہیں کیونکہ دنیا سمٹ کر ایک گاؤں کی طرح ہو گئی ہے۔ اب کوئی شہر اور کوئی ملک ایسا نہیں جس میں دور رہنے والے غائب معلوم الحیاۃ آدم کی خبر نہ مل سکے اور اس کے ساتھ رابطہ نہ ہو سکے۔ لہٰذا آنے جانے والے لوگوں اور ٹیلیفون وغیرہ کے ذریعہ ہر خبر کی تصدیق ہو سکتی ہے لہٰذا ہر خبر کی جدید ذرائع کے ساتھ پہلے تصدیق کی جائے پھر اس کے مطابق عمل کیا جائے۔

• البتہ مفقود الخبر ہونا یعنی کسی شخص کا لا پتہ ہو جانا وہ آج بھی ممکن ہے اور مفقود الخبر آدمی کی بیوی قاضی یا حکم سے امام مالک کے مذہب کے مطابق تفریق کا فیصلہ لے کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے جس کا بیان مفقود الخبر کے بیان میں گزر چکا ہے۔

اسلامی ملک میں اسلام لانے والی عورتوں کے احکام کی تفصیل:

اسلام لانے والی عورت کا نکاح فوراً فسخ نہیں ہوتا بلکہ شوہر کے اسلام سے انکار پر ہوتا ہے:

• اگر کسی اسلامی ملک میں کافرہ ذمیہ اسلام قبول کرلے اور وہ کافر کی منکوحہ ہو اس عورت کے اسلام لانے سے اس کا نکاح فوراً فسخ نہیں ہوگا کیونکہ نکاح کا فسخ ہونا اسلام قبول کرنے سے انکار کی وجہ سے ہوتا ہے نہ کہ کسی کے اسلام لانے سے۔ اسلام جوڑتا ہے توڑتا نہیں لہٰذا فرقت اور فسخ کی نسبت اسلام کی طرف نہیں جائے گی بلکہ کفر کی طرف کی جائے گی۔ لہٰذا اسلام لانے والی عورت کے شوہر کو بلا کر اسے اسلام کی دعوت دی جائے اور اسے بتا دیا جائے کہ اسلام سے انکار کی صورت میں آپ کا نکاح فسخ ہو جائے گا اگر وہ شخص غور و فکر کے لئے ٹائم طلب کرلے تو قاضی یا حاکم اسے اتنا ٹائم دے دے جتنا وہ مناسب سمجھتا ہے اور اگر ٹائم طلب نہ کرے تو بھی اسے تین دن کا ٹائم دے دیا جائے بالفرض شوہر اسلام لانے سے فوراً انکار کردے یا ٹائم گزرنے کے بعد انکار کردے تو قاضی یا حکم کی جانب سے فرقت کے فیصلہ سے نکاح ختم ہو جائے گا اور اگر شوہر بھی مسلمان ہو جائے تو دونوں کا نکاح قائم رہے گا۔ اسلام لانے والی عورت اس کی بیوی رہے گی۔ اس صورت میں شوہر اگرچہ کافر ہے مگر مطلقہ مسلمہ ہے اس لئے حق شرع کی وجہ سے اس پر عدت لازم ہوگی۔ مسلمان ہونے والی منکوحہ عورت کا دوسری جگہ بغیر عدت فوراً نکاح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ عدت شوہر اور شریعت

دونوں کا حق ہوتا ہے اور شوہر اگرچہ عدت کا قائل نہیں مگر اس کی مطلقہ بیوی نے اسلامی احکام پر چلنے کا التزام کر لیا ہے اس لئے عدت لازم ہو گئی۔(در مختار)

مسلمان ہونے والی عورت کی عدت لازمی ہے:

• اگر مسلمان ہونے والی عورت ذوات حیض سے ہے تو قاضی یا حکم کی تفریق کے فیصلہ کے بعد تین حیض عدت گزار نا ضروری ہے، اگر آئسہ ہے تو تین ماہ اور اگر عورت حامل ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے کیونکہ عورت مسلمان ہے اور مسلمان کے لئے عدت لازم ہوتی ہے اور مسلمان حامل عورت کی عدت وضع حمل ہے۔

اگر شوہر اسلام قبول کر لے اور عورت انکار کر دے، اس کی تفصیل:

• اگر کافر زوجین سے شوہر اسلام قبول کر لے اس کی بیوی کو اسلام کی دعوت دی جائے گی اگر بیوی بھی اسلام قبول کر لے تو نکاح قائم رہے گا اور اگر بیوی اسلام لانے سے انکار کر دے اور وہ یہودیہ یا عیسائیہ ہے تو بھی نکاح قائم رہے گا کیونکہ مسلمان شوہر کا کتابیہ کافرہ عورت کے ساتھ نکاح جائز ہے اگر منکرہ بیوی غیر کتابیہ ہے تو اسے طلب کردہ ٹائم دیا جائے گا اگر انکار کر دے تو فیصلہ کرنے سے نکاح فسخ ہو جائے گا۔ اس کے بعد اس پر عدت لازم ہو گی کیونکہ کافرہ عورت کا شوہر مسلمان ہے۔ مسلمان کی بیوی پر عدت لازم ہوتی ہے۔

مسلمان ہونے والی عورت کا فوراً نکاح کرنے کا حکم:

مسلمان ہونے والی منکوحہ عورت کا فوراً دوسری جگہ نکاح نہ کیا جائے:

• اسلامی ریاستوں میں نکاح والی غیر مسلم اکثر عورتیں مسلمانوں کے ساتھ نکاح کرنے کی غرض سے اسلام قبول کر لیتی ہیں اور مولوی لوگ انہیں کلمہ پڑھا کر فوراً خواہشمند مسلمان شوہر کے ساتھ نکاح کرا دیتے ہیں۔ انہیں ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ مولوی حضرات پر لازم ہے کہ اسلام لانے والی عورت کے شوہر کو

بلائیں اور اسے اسلام کی دعوت دیں اگر شوہر فوراً اسلام قبول کرلے یا مقرر کردہ وقت کے اندر اسلام قبول کرلے تو پہلے شوہر کا نکاح فسخ نہیں ہوگا اور اگر انکار کر دے اور عدالت سے یا حکم سے تفریق کا فیصلہ ہو جائے تو اس عورت کا نکاح فسخ ہو جائے گا، عدت کے بعد دوسرا نکاح ہو سکے گا۔ بغیر عدت دوسرا نکاح باطل ہوگا۔ یعنی تفریق کے فیصلے کا ہونا بھی ضروری ہے۔

• یہی طریقہ شوہر کے اسلام لانے کے بعد ہوگا۔ اگر مسلمان ہونے والے شوہر کی کافرہ عورت بھی اسلام قبول کرلے تو نکاح قائم رہے گا اور اگر عورت انکار کر دے اور وہ عورت اہل کتاب عیسائیہ یا یہودیہ ہو تو اس کا نکاح قائم رہے گا کیونکہ اہل کتاب عورتوں کے ساتھ مسلمانوں کا نکاح جائز ہوتا ہے اور اگر وہ عورت اہل کتاب سے نہیں ہے تو اس کا نکاح فسخ ہو جائے گا اور عدت لازم ہوگی کیونکہ عدت میں شوہر کا بھی حق ہوتا ہے اور شوہر مسلمان ہو گیا ہے اس لئے اس کی کافرہ بیوی پر عدت لازم ہوگی۔ (جس طرح پہلے گزر چکا ہے)

اسلام لانے والی قادیانی یا پرویزی یا ذکری فرقہ سے تعلق رکھنے والی عورت کا حکم:

• پاکستان میں اسلام لانے والی عورتیں عموماً اہل کتاب سے نہیں ہوتیں: قادیانی فرقہ، پرویزی، ذکری، ہندو فرقہ، مشرکہ، سکھ، بدھ مت اور دہری فرقہ یعنی بے دین فرقوں سے ہوتی ہیں اور بعض مرتبہ یہودیہ اور عیسائیہ عورتیں بھی اسلام قبول کرلیتی ہیں۔ مذکورہ فرقوں کی کافرہ عورتیں اگر مسلمان ہو جائیں ان کی عدت کے احکام درج بالا تفصیل کے مطابق ہوں گے۔ علماء کو مسلمان ہونے والی خواتین کا دوسرا نکاح کرتے وقت اسکا خیال کرنا ضروری ہے۔

کافروں کے اجمالاً تین گروپ ہیں:

۱۔ اہل کتاب ۲۔ مشرک / غیر اہل کتاب کافر ۳۔ مرتد

اہل کتاب اور مشرک اور مرتد کی توضیح:

ا۔ اہل کتاب وہ کافر ہیں جو کسی نبی کی نبوت پر ایمان رکھتے ہوں اور اس پر نازل آسمانی کتاب کو حق مانتے ہوں۔

۲۔ مشرک سے مراد وہ کافر ہیں جو کسی نبی کی نبوت پر ایمان نہیں رکھتے اور نہ کسی آسمانی کتاب کو مانتے ہیں۔

۳۔ مرتد وہ کافر ہیں جو پہلے صحیح مسلمان ہوں، اسلام کے بعد کفر اختیار کر لیں۔

احکام:

اہلِ کتاب کفار کی ذبیحہ حلال اور ان کی لڑکیوں کے ساتھ نکاح جائز ہے:

☆ اہل کتاب کفار کی ذبیحہ حلال ہے اور ان کی لڑکیوں کے ساتھ مسلمانوں کا نکاح کرنا جائز ہے مگر مسلمان لڑکیوں کے ساتھ اہل کتاب مردوں کا نکاح جائز نہیں۔ اور اہلِ کتاب کافروں کے لئے مغفرت کی دعا اور ان کی نمازِ جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔

مسلمان لڑکیوں کے ساتھ اہل کتاب کا نکاح جائز نہیں ہے:

☆ اہل شرک اور غیر اہل کتاب کافر لوگوں کی ذبیحہ حرام ہے اور ان کی عورتوں کا مسلمان مردوں کے ساتھ اور مسلمان عورتوں کا ان کے مردوں کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے لیکن باہم ایکدوسرے کے ساتھ ان کے نکاح جائز ہیں۔ اور ان کافروں کے لئے مغفرت کی دعا اور ان کی نمازِ جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔

☆ مرتدین کفار کی ذبیحہ حرام اور ان کے مردوں کے ساتھ مسلمان عورتوں کا اور ان کی عورتوں کے ساتھ مسلمان مردوں کا نکاح جائز نہیں اور مرتدین کافروں کا ایک دوسرے کے ساتھ بھی نکاح جائز نہیں۔ اور ان کے لئے مغفرت کی دعا اور انکی نمازِ جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (کتب فقہ)

اہلِ کتاب کی تعیین:

کسی کافر کے لیے مغفرت کی دعا جائز نہیں اور نمازِ جنازہ بھی جائز نہیں:

محققین فقہاء ابن ہمام اور شامی وغیرہما کے نزدیک وہ فرقہ جو انبیاء عظام علیہم السلام میں سے کسی نبی پر ایمان رکھتا ہے اور اس پر نازل شدہ کتاب کے ساتھ اپنے اعتقادات پر استدلال کرتا ہے، وہ کافر اہل کتاب سے ہے اگرچہ اس کا عقیدہ مشرکانہ اور کافرانہ ہو۔

چنانچہ یہودی اپنے معتقدات پر تورات سے اور عیسائی اپنے معتقدات پر انجیل (بائیبل) سے استدلال کرتے ہیں اس لئے یہودی اور عیسائی اہل کتاب ہیں اگرچہ یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا ہونے کا اعتقاد رکھنے کی وجہ سے مشرک بھی ہیں لیکن جمہور فقہاء کے نزدیک سارے یہودی اور عیسائی اہل کتاب سے شمار ہوں گے۔ ان کی ذبیحہ حلال اور ان کی لڑکیوں کے ساتھ نکاح جائز ہے۔

مدعیانِ اسلام سے کافر فرقوں کا بیان

☆ مدعیانِ اسلام سے کافر فرقے

☆ قادیانیوں کا حکم

☆ آغاخانیوں کا حکم

☆ پرویزیوں کا حکم

مدعیانِ اسلام سے کافر فرقوں کا بیان

مدعیانِ اسلام سے کافر فرقے:

قادیانی، آغاخانی وغیرہا فرقوں کا ذکر:

- پاکستان میں موجود قادیانی، آغاخانی اور بعض علماء کے نزدیک پرویزی اور ذکری لوگ کفریہ اعتقادات کی وجہ سے کافر ہیں لہٰذا اگر یہ فرقے کسی نبی اور کسی کتاب منزل پر ایمان رکھتے ہیں اور دوسری اور تیسری پشت اور نسل کے لوگ ہیں تو انہیں اہل کتاب کافر کہنا زیادہ صحیح ہے اور غالی گستاخانِ صحابہؓ اور گستاخانہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اگر گستاخانہ کفریہ اعتقادات ان کا مذہب ہے تو وہ بے شک من حیث المذہب کافر ہیں کیونکہ اگر کفر کسی فرقہ کا مذہب ہو تو وہ پورا فرقہ کافر ہوتا ہے۔

کفریہ اعتقادات کا مذہب ہونا اور کفریہ کلمات کا صادر ہونا دو الگ الگ امر ہیں:

کفریہ اعتقادات کا مذہب ہونا اور کسی آدمی سے اتفاقیہ کفریہ کلمات کا صادر ہو جانا الگ الگ امر ہیں۔ مذہب اور صدور میں التزام اور لزوم کا فرق ہے لہٰذا اگر کفریہ اعتقادات کسی فرقہ کا مذہب نہیں مگر ان کے بعض افراد سے کفریہ کلمات کا صدور ہو تو وہ پورا فرقہ جماعت کی حیثیت سے کافر نہیں ہوگا، صرف اس فرقہ کے وہ افراد کافر ہوں گے جن سے کفر کا صدور ہوا اور انہوں نے اس کا التزام کر لیا لہٰذا گستاخ وہابی اور دیوبندی فرقوں کے متعلق ہمارے علماء کا فتویٰ ہے کہ ان کی

پوری جماعت کافر نہیں کیونکہ گستاخی جس کی وجہ سے انہیں کافر کہا جاتا ہے، ان کا مذہب نہیں ہے بلکہ انبیاء علیہم السلام کی توہین ان کے مذہب میں بھی کفر ہے۔ ان کے بعض افراد گستاخ تھے اور جو افراد گستاخ تھے یا ہیں وہ کافر ہیں اور بخلاف قادیانیوں کے۔

کیا قادیانی فرقہ کی پہلی نسل کے بعد قادیانی کافر اصل ہیں یا اہلِ کتاب یا مرتد ہیں؟

ختمِ نبوت کا انکار قادیانیوں کا مذہب ہے اس وجہ سے پوری قادیانیت کافر ہے۔ مگر اس میں اختلاف ہے کہ قادیانی لوگ مرتد ہیں یا کافر مشرک ہیں یا اہل کتاب کافروں میں سے ہیں؟ اگر دیکھا جائے کہ یہ لوگ اشرف الانبیاء ﷺ کی نبوت پر ایمان تو رکھتے ہیں مگر خاتم النبیین صفت کا انکار کرتے ہیں اور اپنے حساب کی نمازیں، روزے اور حج بھی کرتے ہیں اور اسلام کو اپنا دین ہونا دعوی کرتے ہیں اور اپنے معتقدات پر قرآن مجید سے استدلال بھی کرتے ہیں مگر بعض گستاخانہ اعتقادات کفریہ کی وجہ سے کافر ہیں تو یہ اہلِ کتاب کی طرح کافر ہیں کیونکہ ان کی دوسری نسل سے کفر اصلی بچپن سے شروع ہو جاتا ہے، طاری نہیں ہوتا، ان کے بچے بھی جناب رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین نہیں مانتے اور مرزا غلام احمد لعنہ اللہ کو نبی مانتے ہیں لہٰذا ان کا کفر طاری نہیں تو ان کے احکام اہلِ کتاب جیسے ہونے چاہئیں مگر قادیانیوں کے پہلی مرتبہ قادیانی ہونے والے لوگ جو اسلام چھوڑ کر مرزائی بن گئے وہ مرتد ہیں۔ یہی تفصیل آغاخانی اور پرویزی اور ذکری فرقوں کے متعلق بھی ہونی چاہیئے آئندہ انشاءاللہ مزید تفصیل ذکر کی جائے گی۔ اور وہ گستاخ جن کی کفریہ گستاخیاں ان کا مذہب ہیں اور وہ اپنے معتقدات پر قرآن مجید سے استدلال کرتے ہیں اور وہ آیات جو ان کے اعتقادات کے منافی ہیں ان کی تاویل کر کے الٹا اپنی تصدیق میں پیش کرتے ہیں اور جناب

رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی تصدیق کرتے ہیں جس طرح گستاخ صحابہ شیعوں کا حال ہے۔ دیکھا جائے تو ان کی پہلی نسل کے بعد کفر اصلی ہوتا ہے اور ان کے نابالغ بچے بھی قذف ام المؤمنین عائشہؓ کے معتقد اور صحبتِ صدیق کے منکر اور قرآن مجید کے ناقص ہونے کے معتقد ہوتے ہیں لہٰذا ان کا کفر بھی اصلی کفر ہے اور اہلِ کتاب کے کفر کی طرح ہے لہٰذا اس فرقہ کے لئے اہلِ کتاب جیسے احکام ہونے چاہئیں کیونکہ محقق ابن ہمام اور آپ کے تلامذہ کی تحقیق کی روشنی میں ایسے فرقے اہل کتاب کافر قرار پاتے ہیں۔

فتح القدیر میں اہلِ کتاب کی تعین:

چنانچہ فتح القدیر میں کتابی کافر کی تعریف میں مذکور ہے:

الکتابی من یؤمن بنبی و یقر بکتاب والسامریة من الیھود و اما من آمن بزبور داؤد و صحف ابراھیم و شیث فھم اھل کتاب تحل منا کحتھم عندنا۔ (کتاب النکاح)

ترجمہ: ”کتابی وہ شخص ہے جو کسی نبی پر ایمان لایا ہو اور کسی آسمانی کتاب کا اقرار کرتا ہو۔ سامری فرقہ بھی یہودی اور اہل کتاب سے ہے لیکن وہ لوگ جو حضرت داؤد علیہ السلام کی زبور اور حضرت ابراہیم اور شیث علیہ السلام کے صحیفوں کے ساتھ ایمان لائے ہیں پس وہ اہل کتاب ہیں۔ ہمارے نزدیک ان کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے۔“

(۲۲۱/۳ مکتبہ علمیہ بیروت)

اہل کتاب یعنی کتابی کی اس تعریف کے مطابق دنیا میں موجود ضروریات دین کے منکر فرقے اہل کتاب قرار پائیں گے۔

معتزلہ کا حکم:

پھر فرمایا:

و اما المعتزلة فمقتضى الوجه حل مناكحتهم لان الحق عدم تكفير اهل القبلة و ان وقع الزاما فى المباحث بخلاف من خالف القواطع المعلومة بالضرورة من الدين مثل القائل بقدم العالم و نفى العلم بالجزئيات على ما صرح به المحققون و اقول و كذا القول بالايجاب بالذات و نفى الاختيار۔ (۲۲۱/۳ فتح القدیر)

ترجمہ: ''اور معتزلہ پس دلیل کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے ساتھ باہمی مناکحت حلال ہے کیونکہ حق یہ ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے اگرچہ بحث میں کفر کا لازم ہونا واقع ہو بخلاف ان لوگوں کے جو قطعی امور جن کا دین سے ہونا غور و فکر کے بغیر معلوم ہے کے مخالف ہیں (وہ اہلِ قبلہ نہیں ہیں اور وہ کافر ہیں) جیسے عالم کے قدیم ہونے کے قائل اور اللہ کے لئے جزئیات کے علم کی نفی کے قائل جیسا کہ محققین نے اس کی تصریح کی ہے اور میں کہتا ہوں اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اختیار کی نفی اور اللہ تعالیٰ سے اشیاء کے صدور کا بغیر اختیار کے ایجاب اور اضطرار بالذات کا قول بھی کفر ہے۔''

اسی مقام پر علامہ شامی نے فرمایا:

(و قوله و ان وقع الزاما فى المباحث) معناه و ان وقع التصريح بكفر المعتزلة و نحوهم عند البحث معهم فى رد مذهبهم بانه كفر اى يلزم من قولهم بكذا الكفر و لا يقتضى ذالك كفرهم لان لازم المذهب ليس بمذهب و ايضا فانهم ما قالوا ذالك الا لشبهة دليل شرعى على زعمهم و ان اخطؤا فيه و لزمهم المحذور على ان ليسو بادنى حالا من

اهل الكتاب بل هم مقرون باشرف الكتب و لعل القائل بعدم حل منا كحتهم يحكم بردتهم بما اعتقدوه و هو بعيد لان ذالك اصل اعتقادهم فان سلم انه كفر لا يكون ردة قال فى البحر و ينبغى ان من اعتقد مذهباً يكفر به ان كان قبل تقدم الاعتقاد الصحيح فهو مشرك و ان طرأ عليه فهو مرتد اه و بهذا ظهر ان الرافضى ان كان ممن يعتقد الالوهية فى على او ان جبرائيل غلط فى الوحى او كان ينكر صحبة الصديق او يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة بخلاف ما اذا كان يفضل عليا او سب الصحابة فانه مبتدع لا كافر كما اوضحته فى كتابى (تنبيه الولاة و الحكام على احكام شاتم خير الانام او احد اصحابه الكرام عليه و عليهم الصلوٰة و السلام)۔

(۱۳۵/۴ مکتبہ دار الباز مکۃ مکرمۃ)

الزامی کفر کی وجہ سے معتزلہ اور معتزلہ جیسے فرقے کافر نہیں:

مذہب کا لازم مذہب نہیں ہوتا:

ترجمہ: ''مصنف کا قول (وان وقع الزاما فی المباحث) کا معنی یہ ہے اگرچہ معتزلہ اور معتزلہ جیسے فرقوں کے لئے ان کے ساتھ بحث کرتے وقت کفر کی تصریح واقع ہو ان کے مذہب کو رد کرتے ہوئے کہا جائے کہ یہ کفر ہے یعنی ان کے ایسا قول کرنے سے کفر لازم آتا ہے اس طرح کی تصریح ان کے کافر ہو جانے کا تقاضا نہیں کرتی کیونکہ مذہب کا لازم مذہب نہیں ہوتا اور نیز بیشک معتزلہ نے وہ قول نہیں کیا مگر دلیل

شرعی کے شبہہ کی وجہ سے اپنے گمان میں اگرچہ اس میں معتزلہ نے خطا کی اور ان کو ممنوع امر لازم آگیا علاوہ ازیں بیشک معتزلہ کا حال اہل کتاب سے کمتر نہیں ہے بلکہ معتزلی سب کتابوں سے اشرف کتاب (قرآن) کے ساتھ اقرار اور تصدیق رکھتے ہیں شاید معتزلہ کے ساتھ نکاح کو حلال نہ کہنے والا شخص ان کے اعتقادات کی وجہ سے ان پر مرتد ہونے کا حکم کرتا ہے اور یہ حکم بعید ہے، کیونکہ یہ اعتقادات ان کا اصل اعتقاد ہیں (طاری نہیں) پس اگر بالفرض تسلیم کر لیا جائے کہ ان کے اعتقادات کفریہ ہیں تو یہ کفر ارتداد نہیں ہوگا۔ صاحب بحر الرائق نے بحر الرائق میں فرمایا اور مناسب ہے کہ جو شخص ایسے مذہب کا اعتقاد رکھتا ہے جس کے ساتھ اس کی تکفیر کی گئی ہے اگر اس کا کفریہ اعتقاد صحیح اعتقاد کے تقدم سے پہلے ہے تو وہ شخص کافر ہے اور اگر صحیح اعتقاد پر طاری ہے تو وہ مرتد ہے۔ اھ۔ اور اس تحقیق سے ظاہر ہوا بیشک رافضی اگر ان لوگوں سے ہیں جو حضرت علی میں الوہیت کا اعتقاد رکھتے ہیں یا ان کا اعتقاد ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے وحی میں غلطی کی (کہ غلطی سے وحی جناب رسول اکرم ﷺ پر نازل کر دی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر نہیں کی) یا وہ رافضی حضرت ابو بکر صدیق کی صحابیت کا منکر ہے یا ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت کا اعتقاد رکھتا ہے تو وہ رافضی کافر ہے کیونکہ وہ رافضی شخص قطعی امور جن کا قرآن مجید سے صراحت کے ساتھ ثبوت ہے اور ان قطعی امور کا دین سے ہونا بغیر غور و فکر کے ثابت ہے، کا مخالف اور منکر ہے بخلاف اس رافضی کے جو حضرت علی کرمہ اللہ وجہہ الکریم کو خلفاء ثلاثہ پر فضیلت دیتا ہے یا صحابہ کرام کو گالیاں دیتا ہے وہ بدعتی

ہے کافر نہیں ہے جیسا کہ میں نے اس کی وضاحت اپنی کتاب (تنبیہ الولاۃ والاحکام) میں کر دی ہے۔

علامہ امام ابن ہمام اور علامہ شامی کی تحقیق کی روشنی میں درج ذیل امور معلوم ہوئے:

معتزلہ فرقے کے ساتھ مناکحۃ کا حکم:

ا۔ معتزلہ جو آدمی کو اپنے افعال کا خالق مانتے ہیں یعنی دو خالق بلکہ اربوں خالق مانتے ہیں اور خلق قرآن کے قائل ہیں اور اللہ کی صفات کے منکر ہیں کہ صفات اللہ تعالیٰ کی ذات کے ماسوا کا نام نہیں بلکہ عین ذات ہیں اور اللہ تعالیٰ پر اصلح کے صدور کو واجب مانتے ہیں اور بندے کے افعال کے وجود سے قبل اللہ تعالیٰ کے علم کی نفی کرتے ہیں باوجود مذکورہ اعتقادات کے ان کے ساتھ مناکحت اور رشتہ کرنا جائز ہے اور ان کو کافر کہنا جائز نہیں اگر کافر ہیں تو پھر اہل کتاب جیسے کافر ہیں لہٰذا ان کے ساتھ مناکحت جائز ہے۔

اولاً اس لئے کہ وہ کافر نہیں ہیں مسلمان ہیں لہٰذا ان کے ساتھ نکاح کا معاملہ مسلمانوں کے ساتھ معاملہ ہے۔

ثانیا بالفرض والتسلیم اگر وہ کافر ہیں تو پھر اہل کتاب کفار جیسے ہیں اور جب اہل کتاب کفار (یہود و نصاریٰ) کیساتھ مناکحت جائز ہے تو معتزلہ کے ساتھ بطریق اولیٰ جائز ہے۔

لہٰذا جن علماء نے معتزلہ کے نکاح کو جائز نہیں رکھا انہوں نے معتزلہ کو مرتد قرار دیا مگر یہ بعید ہے کیونکہ معتزلہ کے معتقدات اگر کفریہ ہیں تو یہ معتقدات اصل اعتقادات ہیں طاری اور ایمان کے بعد عارض ہونے والے نہیں لہٰذا ان کو مرتد کہنا غلط ہوگا۔ اگر معتزلہ کافر ہیں تو اصلی کافر اور اہل کتاب میں سے ہوں گے۔

رافضہ کا حکم:

۲۔ دوم معلوم ہوا رافضی جماعت کے وہ لوگ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی الوہیت یا جبرائیل علیہ السلام کی وحی میں غلطی کے قائل ہیں یا صحبت صدیق کے منکر ہیں یا قذف سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قائل ہیں، ایسے رافضی قرآن کے منکر ہیں اور ان امور کے منکر ہیں جن کا قطعی ہونا اور دین سے ہونا بدیہی ہے لہٰذا یہ لوگ کافر ہیں مگر تفضیلی اور صحابہ کرام کو سب کرنے والے رافضی کافر نہیں ہیں۔ واضح ہے جو رافضی یا شیعہ کافر نہیں ہیں ان کے ساتھ مناکحت جائز ہے اور وہ رافضی جو کافر ہیں یا تو وہ مرتد ہیں یا پھر اصلی کافر ہیں؟ اگر اصلی کافر ہیں تو اہل کتاب جیسے ہیں یا مشرک ہیں؟ اگر کہا جائے ان کے اعتقادات کفریہ اصل اعتقادات ہیں ایمان پر طاری نہیں اور اپنے اعتقادات پر قرآن مجید کے ساتھ استدلال بھی کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی مانتے ہیں تو یہ رافضی اہل کتاب کفار جیسے ہیں، ان کے ساتھ بھی مناکحت جائز ہونی چاہئے۔

امام ابن ہمام اور شامی کی تحقیق سے یہی معلوم ہوتا ہے اور ظاہر بھی یہی ہے کیونکہ کافروں کی طرح ان کے نابالغ بچوں کے اعتقادات بھی بڑوں کی طرح کفریہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان کے غیر بالغ عاقل بچے بھی کافر ہوتے ہیں اور بالغ ہونے کے بعد ان کے کفری اعتقادات اصلی ہوتے ہیں ایمان پر طاری نہیں ہوتے لہٰذا انہیں اہل کتاب کفار سے شمار کرنا ظاہر ہے اور انہیں غیر اہل کتاب مرتد کہنا محل نظر ہے اگرچہ عالمگیری میں زیدیہ اور بعض انتہائی غالی رافضیوں کے متعلق ہے کہ ان کے احکام مرتدین کے احکام ہوں گے۔ مگر فتح القدیر اور شامی کی درج بالا تحقیق کی روشنی میں ان کا اہلِ کتاب ہونا ظاہر ہے۔

عالمگیری میں زیدیہ اہلِ تشیع کا حکم:

عالمگیری کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

و یجب اکفار الزیدیة کلھم فی قولھم بانتظار نبی من العجم ینسخ دین نبینا سیدنا محمد ﷺ کذا فی الوجیز للکردری۔ و یجب اکفار الروافض فی قولھم برجعة الاموات الی الدنیا او بتناسخ الارواح و بانتقال روح الا له الی الآئمة و بقولھم فی خروج امام باطن و بتعطیلھم الامر و النھی الی ان یخرج الامام الباطن و بقولھم ان جبرائیل علیہ السلام غلط فی الوحی الی محمد ﷺ دون علی ابن طالب رضی اللہ تعالیٰ عنه و ھؤلاءالقوم خارجون عن ملة الاسلام و احکامھم احکام المرتدین۔(۲/۲۶۴ مکتبہ ماجدیہ)

ترجمہ: ’’شیعوں کے زیدیہ سارے فرقہ کو کافر کہنا واجب ہے کیونکہ وہ عجمی نبی کے انتظار کا قول کرتے ہیں جو ہمارے نبی ﷺ کے دین کو منسوخ کردے گا اسی طرح وجیز کردری میں ہے اور روافض کی تکفیر ان کے اس قول کی وجہ سے واجب ہے کہ مردے دنیا میں واپس لوٹ آتے ہیں اور ارواح میں تناسخ ہوتا ہے (میت سے روح نکل کر زندہ میں داخل ہو جاتی ہے) اور اللہ تعالیٰ کی روح ائمہ کی طرف منتقل ہوتی ہے اور ان کے اس قول میں کہ امام باطن کا خروج ہوگا اور امام باطن کے خروج تک اوامر اور نواہی معطل ہیں اور ان کے اس قول میں کہ جبرائیل علیہ السلام نے وحی میں غلطی کی کہ محمد ﷺ کو وحی پہنچائی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو نہیں پہنچائی۔ یہ قوم ملت اسلامی سے خارج اور ان کے احکام مرتدوں کے احکام ہیں۔ اسی طرح فتاوی ظہیریہ میں ہے۔‘‘

- اگر روافض کا کوئی فرقہ اور براہچ عالمگیری میں تحریر کردہ اعتقادات رکھتی

ہے تو یقیناً کافر ہیں اور وہ اگر بچپن سے یہی اعتقادات رکھتے ہیں تو مشرکوں یا اہل کتاب کی طرح اصلی کافر ہیں کیونکہ وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن مجید کو نہیں مانتے۔ انہیں مرتد کافر کہنا ہماری سمجھ سے ماوراء ہے۔ مگر یہ کہا جائے کہ عالمگیری کی عبارت سے مراد وہ زیدیہ ہیں جو پہلے زیدیہ نہیں تھے پھر زیدی بن گئے، واضح ہے اسلام ترک کر کے کافر ہو جانے والے لوگ مرتد ہوتے ہیں۔ ہمارے علم کے مطابق آج کل پاکستانی روافض ایسے نہیں ہیں بلکہ اکثر تفضیلی ہیں یا پھر سبی ہیں۔

ٹی وی پر ایک شیعہ عالم کا واقعہ:

مشاہدہ: ٹی وی کے پروگرام ''عالم آن لائن'' میں ہمارے ساتھ شریک ایک شیعہ عالم جو نہایت معتدل عالم تھے، ایک پروگرام میں ہمارے مولانا شبیر اظہری صاحب کے ساتھ شریک تھے۔ میزبان جناب ڈاکٹر عامر لیاقت نے سوال کیا کہ یزید اور امام حسین میں کیا فرق ہے؟ تو شیعہ عالم نے جواب دیا کہ: یزید شجرۃ ملعونۃ کا ثمر ہے اور امام حسین رضی اللہ عنہ شجرۃ طیبۃ کا ثمر ہے، ان میں ایک فرق یہ ہے۔ شیعہ عالم نے اس جواب میں کاتبِ وحی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعنت کر کے سب کا ارتکاب کیا۔ اس دن سے مجھے اندازہ ہوا کہ شیعہ آدمی کتنا ہی نرم ہو وہ سبّی ضرور ہو گا۔ اگرچہ ہمارے آبائی گھر ضلع بھکر میں اکثر شیعاؤں کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب و شتم کرنا عادت معلوم تھی مگر وہ جاہل ہیں۔ میں سمجھتا تھا شیعہ علماء ایسے نہیں ہوں گے مگر شیعہ علماء بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب کرتے ہیں، نہایت تعجب ہوا۔

شیعہ عالم حامد موسوی کا ذکر:

- جناب ڈاکٹر محمد طاہر القادری زیدہ مجدہ کے جامعہ منہاج القرآن لاہور میں ایک مرتبہ شیعہ اور سنی علماء کی میٹنگ ہوئی جس میں تقریباً چالیس علماء شریک تھے۔ میرے ساتھ کراچی سے مولانا غلام دستگیر افغانی بھی شریک ہوئے۔

سیاسی اتحاد کی ضرورت کی وجہ سے اتحاد کے نکات پر دستخط کرائے گئے۔ ان نکات میں ایک نکتہ یہ تھا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو سب و شتم کرنے والا آدمی اور ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کو سب و شتم کرنے والا آدمی کافر ہوگا۔ جب شیعہ عالم حامد موسوی نے دستخط کر دیئے تو میں نے انہیں کہا کہ: آپ نے دستخط بطور تقیہ کر دیئے ہیں یا آپ واقعی صحابہ کرام کی سب و شتم کو کفر سمجھتے ہیں؟ میں نے کہا: میرا گھر ضلع بھکر حافظ آباد میں ہے وہاں تو اہلِ تشعیع صبح کی آذان کے بعد بھی کبھی کبھی اسپیکر پر صحابہ کرام کو گالیاں بکتے ہیں مثلاً صدیق پر لعنت عمر پر لعنت وغیرہا بلند آواز سے کہتے ہیں اور سارے لوگ سنتے ہیں، آپ سب و شتم کو کفر کیسے کہہ رہے ہیں؟ حامد موسوی نے جواب دیا کہ: میں رافضی نہیں ہوں۔ ہمارے متعدد فرقے ہیں۔ گالیاں دینے والا فرقہ رافضی کہلاتا ہے وہ شیعہ نہیں ہے، ہم شیعہ فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کو گالیاں دینا کفر ہے۔

- پروگرام میں شریک شیعہ عالم نے اولی الامر کی وضاحت کے سوال کے جواب میں کہا کہ: اولی الامر تو صرف امام حسینؓ تھے اور ان کا اولی الامر ہونا اتنا قوی تر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے سمندر پر عصا مارا تو سمندر نے راستے چھوڑ دیئے۔ اگر امام حسینؓ عصا مارتے تو سمندر خشک ہو جاتا۔ اس جواب میں شیعہ عالم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی امام حسینؓ کو بڑھا دیا۔ (لا حول و لا قوۃ الا باللہ) یہ ان کے معتدل علماء کا حال ہے معلوم نہیں متشدد اور متعصب علماء کا کیا حال ہوگا؟ مجھے افسوس ہوا کہ ٹی وی پر جس کو دنیا سن رہی ہے، صحابہ کرامؓ کو سب و شتم کیا گیا مگر ہمارے مولانا شبیر اظہری صاحب نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (محمد رفیق حسنی)

قادیانیوں کا حکم:

۳۔ قادیانی بیشک کافر ہیں اگر ان کے کفریہ اعتقادات بھی اصلی ہیں طاری نہیں تو انہیں مرتد کافر کہنا محل تامل ہے کیونکہ ارتداد طاری کفر کا نام ہے یہ واضح ہے کہ بظاہر قادیانی قرآن مجید اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کو تو مانتے ہیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے اور قطعی ہے اور آپ کے خاتم النبیین کا دین سے ہونا بدیہی ہے۔ لہٰذا خاتم النبیین کی صفت کا انکار بالاتفاق کفر ہے۔

کیا مرزائی اصلی کافر یا مرتد یا اہلِ کتاب ہیں؟

مگر مرزائی اصلی اہل کتاب کافر ہیں یا مرتد کافر ہیں ان کی بیٹیوں کے ساتھ مناکحت جائز ہے یا جائز نہیں ہے؟ اور ان کی ذبیحہ حلال ہے یا نہ؟ اس میں غور و فکر کی ضرورت ہے؟ بعض علماء کے خیال میں مرزائی اہل کتاب کفار کی طرح ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ یہودی اور عیسائی جب ہمارے نبی محترم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام انسانوں کے لئے مبعوث نہیں مانتے بلکہ نبوت کا ہی انکار کرتے ہیں اور اور قرآن مجید کو نہیں مانتے ہمارے نزدیک پھر بھی وہ اہل کتاب ہیں۔ مرزائی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صرف خاتم النبیین زمانی نہیں مانتے اور قرآن مجید کی آیات کی تاویل کرتے ہیں اور اپنے معتقدات پر قرآن مجید سے استدلال کرتے ہیں اور ان کے نابالغ بچے بھی بڑوں والے اعتقادات رکھتے ہیں تو ان کا حکم اہل کتاب جیسا ہونا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

آغاخانی شیعوں کا حکم:

۴۔ میری معلومات کے مطابق آغاخانی شیعہ ہمارے علماء کے نزدیک بالاتفاق کافر ہیں مگر یہ اصلی کافر ہیں ان کے ساتھ مناکحت جائز نہیں ہے اور ان کی ذبیحہ حلال نہیں ہے۔ کیونکہ یہ لوگ مشرکوں کی طرح شرک کرتے ہیں، اہلِ کتاب

نہیں ہیں۔ آغا خان کی عبادت کرتے ہیں اور آغا خان کو الوہیت میں شریک مانتے ہیں اور آخرت پر صحیح ایمان نہیں رکھتے۔ نماز اور رمضان کے روزوں اور حج کی فرضیت کے منکر ہیں۔ بعض علماء ان کو مرتد کافر کہتے ہیں، ظاہر یہ ہے کہ یہ لوگ مشرکوں کی طرح اصلی کافر ہیں۔ کیونکہ ان کے عقائد بچپن سے کافرانہ اور اصلی ہوتے ہیں۔

پرویزی اور غامدیہ فرقے کا حکم:

۵۔ میری معلومات کے مطابق پرویزی جملہ احادیث اور انبیاء عظام علیہم السلام کے معجزات کے منکر ہیں اور جملہ احادیث اور معجزات کا انکار کفر ہے اور قرآن مجید کی بعض آیات کی من گھڑت تاویلات کرتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو یہ لوگ کافر ہیں یہ لوگ قرآن مجید کو بھی نہیں مانتے۔ سنا ہے خنزیر جانور کو حلال کہتے ہیں اور قرآن مجید میں لفظِ خنزیر کے معنی غدود اور گلٹیوں کا کرتے ہیں۔ یعنی جانور کے اعضاء میں گلٹیاں اور غدود حرام ہیں مگر ان کے نزدیک جنگلی جانور خنزیر حرام نہیں ہے۔ ابابیل بمعنی پرندوں کی کنکروں سے ابرہ کے لشکر کا ہلاک ہونا تسلیم نہیں کرتے۔ قرآن مجید کی آیات کے معانی کفر اور جہالت کے دور کی لغت عربی کے تناظر میں کرتے ہیں اور صحابہ کرام اور علماء حق کے بیان کردہ معانی کو تسلیم نہیں کرتے۔ اس قسم کے فرقہ کے لئے شرح عقائد میں ہے:

و رد النصوص بان ینکر الاحکام التی دلت علیھا النصوص القطعیة من الکتاب و السنة کحشر الاجساد مثلا کفر لکونہ تکذیبا صریحا للہ و رسولہ۔ (ص:۵۶۶)

ترجمہ: ”اور نصوص کا رد کرنا اس طرح کہ کوئی شخص ایسے احکام کا انکار کرے جن پر کتاب اور سنت سے نصوص قطعیہ غیر محتملہ دلالت کرتی ہیں مثلاً اجسام کے حشر کا انکار کفر ہے اس لئے کہ یہ صراحۃ اللہ

تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کی تکذیب ہے۔“

پرویزی نظریہ کے حامل بھی بعض قطعی احکام کا انکار کرتے ہیں اور قرآن مجید کے احکام کو کفراور جہالت کے دور کی عربی لغت کے تناظر میں ثابت کرتے ہیں اس لئے بعض علماء نے انہیں کافر قرار دیا ہے۔

ناروے اور دیگر بیرونی ممالک میں ان لوگوں کی کثیر تعداد موجود ہے۔ان کے ساتھ مناکحت بھی جائز نہیں کیونکہ یہ لوگ ملحدین کافروں کی طرح یامرتد ہیں کیونکہ ان کے عاقل بچے کلمہ توحید اور اجمالی اقرار کی وجہ سے مسلمان ہو جاتے ہیں مگر جب بالغ ہو کر تفصیلات پر مطلع ہوتے ہیں اور پرویزی معتقدات کی تصدیق کرتے ہیں اسلام ترک کر کے کافر ہو جاتے ہیں اسی لئے مرتد ہوں گے۔

ہندو، بدھ مت، دہری کافروں کا ذکر:

۶۔ ہندو، سکھ، دہری، بدھ مت اور اسی قسم کے دوسرے لوگ بے دین اصلی کافر ہیں۔ یہ کسی نبی اور آسمانی کتاب کے ساتھ ایمان نہیں رکھتے۔ان کے ساتھ نکاح جائز نہیں مگر یہ کہ یہ لوگ مسلمان ہو جائیں۔ان میں سے اگر کوئی عورت مسلمان ہو جائے یااس کا شوہر مسلمان ہو جائے قاضی یا مفتی دوسرے فریق کو اسلام کی دعوت دے گا انکار کی صورت میں فرقت واقع ہو جائے گی، چونکہ اسلام لانے کی وجہ سے مسلمان ہونے والے شوہر یااس کی بیوی نے اسلامی احکام پر چلنے کا التزام کیا ہے اس لئے فرقت کے بعد دونوں صورتوں میں عدت لازم ہوگی۔ جس طرح پہلے گزر چکا ہے اور اگر کافر زوجین میں بغیر اسلام لائے فرقت اور طلاق واقع ہو جائے تو شوہر کے اعتقاد کے مطابق عدت کا حکم ہوگا اگر دوسرا کافر مطلقہ کافرہ کے ساتھ نکاح کرنا چاہے تو شوہر کے عقیدہ کے مطابق عدت کے لزوم یاعدم لزوم پر عمل کیا جائے گا۔

بعض فقہاء کے نزدیک روافض وغیرہ مرتد ہیں:

افادۃ: بعض فقہاء کے نزدیک اسلام کا دعویٰ کرنے والے فرقے جن کے اعتقادات کفریہ ہیں اور کفران کا مذہب ہے، وہ فرقے کافر مرتد ہیں جیسا کہ فتاوی رضویہ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ اعلیٰحضرت کے نزدیک روافض وغیرہ بد مذہب فرقے مرتد کافر ہیں۔ اور ارتداد کی وجہ ان کے نابالغ بچوں کو مسلم قرار دینا اور پھر اسلام پر کفر کا طاری ہونا بیان فرماتے ہیں، ان کی ذبیحہ کو حرام اور ان کی لڑکیوں سے نکاح کو باطل قرار دیتے ہیں۔ مگر فتح القدیر اور شامی کی عبارتوں سے واضح ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کا حکم اہلِ کتاب کی طرح ہونا چاہئے۔ فتاوی رضویہ میں ہے فی الواقع جو بدعتی ضروریات دین میں سے کسی شی کا منکر ہو باجماع مسلمین یقیناً قطعاً کافر ہے اگرچہ کروڑ بار کلمہ پڑھے پیشانی اس کی سجدے میں ایک ورق ہو جائے بدن اس کا روزوں میں ایک خاکہ رہ جائے عمر میں ہزار حج کرے لاکھ پہاڑ سونے کے راہِ خدا پر دے واللہ ہرگز ہرگز قبول نہیں جب تک حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان تمام ضروری باتوں میں جو وہ اپنے رب کے پاس سے لائے تصدیق نہ کرے۔

ضروریاتِ دین مثلاً ہزار ہیں ان میں سے ایک کا انکار ایسا ہے جیسے ۹۹۹ کا:

ضروریاتِ اسلام مثلاً ہزار ہیں تو ان میں سے ایک کا بھی انکار ایسا ہے جیسا نو سو ننانوے (۹۹۹) کا (تا) اگر ضروریاتِ دین کا انکار بھی کفر نہیں تو اے عزیزو! بت پرستی میں کیا زہر گھل گیا ہے وہ بھی آخر اس لئے کفر ٹھہری کہ اول ضروریاتِ دین یعنی توحید الٰہی عزوجل کے خلاف ہے (تا) یہ سب فرقے بالقطع و الیقین کافر مطلق ہیں (تا) اور جو شخص ابتداء میں صحیح الاسلام تھا بعدہ ان خرافات کی طرف رجوع کی اس کے مرتد ہونے میں شبہ نہیں اس قدر پر تو اجماع قطعی قائم ہے اب رہی تحقیق اس بات کی کہ ان میں جو شخص قدیم سے ایسے ہی عقائد

پر ہو اور بچپن سے یہی کفریات سیکھے جیسے وہ مبتدعین جن کے باپ دادا سے یہی مذاہب مکفرۃ چلے آتے ہیں ان کی نسبت کیا حکم ہونا چاہئے کہ کفار چند قسم ہیں کچھ ایسے کہ باوجود کفر شرع مطہر نے ان کی عورتوں سے نکاح اور ذبائح کا تناول جائز فرمایا وہ کتابی ہیں اور بعض وہ جن کے نساء و ذبائح حرام مگر ان سے جزیہ لینا مناسب ہو تو صلح کرنا غلبہ پائیں تو رفیق بنانا جائز ہے اور انہیں خواہی نخواہی اسلام پر جبر نہ کریں گے وہ مشرکین ہیں اور بعض ایسے جن کے ساتھ یہ سب باتیں ناجائز وہ مرتدین ہیں آیا ان ہمیشہ کے بدعتی کفار مدعیان اسلام پر کسی قسم کے حکم جاری ہوں مطالعہ کتب فقہ سے اس بارے میں چار قول مستفاد ہوتے ہیں جن کی تفصیل فقیر نے رسالہ "المقالة المفسرة عن احکام البدعة المکفرة" میں بما لا مزید علیہ کی ان میں مذہب صحیح و معتمد علیہ یہی ہے کہ یہ مبتدعین بحکم شرع مطلقا مرتدین ہیں خواہ یہ بدعت ان کے باپ داد سے چلی آتی ہو یا خود انہوں نے ابتداء سے اختیار کی ہو۔ (۱۲۸/۱۴ مکتبہ ضیاء فاؤنڈیشن)

بدعتی کفاروں کی اولادوں کے متعلق چار قول مستفاد ہیں:

- اعلیٰحضرت قدس سرہ فرماتے ہیں (اس بارہ میں چار قول مستفاد ہوتے ہیں)

اہل علم جانتے ہیں اگر مبتدعین فرقوں کو مرتد تسلیم کیا جائے تو ان کا قتل کرنا جائز بلکہ واجب اور ان کی ذبائح حرام اور ان کے ساتھ مناکحت اور بیع و شراء حرام اور باطل قرار پائیں گے ان کی جائیدادیں زندگی میں تقسیم کرنا پڑیں گی وہ کسی کے وارث نہیں ہوں گے کیونکہ مرتد کافروں کا حکم یہی ہے۔ (کما فی الدار المختار)

آجکل بدعتی کفار کی اولادوں کو مرتد قرار دینا مشکل ہے:

مگر حقائق یہ ہیں کہ ان پر عمل کرنا نہایت مشکل ہے۔ آج کل تمام فرقے ہر ملک میں باہمی معاملات میں شریک ہیں اور اکثر برادریوں میں مختلف فرقے رشتوں میں منسلک ہیں اگر انہیں اہلِ کتاب قرار دیا جائے جیسا کہ فقہاء کرام سے

ابن ہمام کا قول ہم نقل کر چکے ہیں تو مشکلات دور ہو سکتی ہیں کیونکہ ہمارا مشاہدہ ہے جو بعض علماء مذکورۃ فرقوں کو مرتد سمجھتے ہیں ان کے ساتھ مرتدین کے احکام کے مطابق معاملات نہیں کرتے۔ لہٰذا اگر فتح القدیر اور شامی کی تحقیق کے مطابق ان فرقوں کو اہل کتاب قرار دیا جائے تو اس میں آسانی ہو گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

- کسی کافر کا خواہ اہل کتاب سے ہو یا غیر اہل کتاب سے مسلمان عورت کے ساتھ نکاح نہیں ہو سکتا۔ اگر نکاح ہو جائے تو فوراً مسلمان عورت کو شوہر سے الگ ہو جانا فرض ہے اور عدت نہیں ہے۔

اگر کسی مسلمان نے یہودیہ یا عیسائیہ عورت سے عدت میں نکاح کر لیا اس کے نکاح کا حکم:

- اگر کسی مسلمان مرد نے عیسائیہ یا یہودیہ عورت کے ساتھ کافر کی عدت میں نکاح کر لیا اگر عورت کے شوہر کے دین میں عدت نہیں ہے تو نکاح جائز ہو گا۔ کیونکہ کافر کی عدت اس وقت ہوتی ہے جب وہ عدت کا اعتقاد رکھتا ہو عدت شوہر کے اعتقاد کی وجہ سے یا اسلام کی وجہ سے لازم ہوتی ہے چونکہ عورت اور اس کا شوہر کافر ہیں اس لئے اسلام کے فروعی احکام ان پر واجب نہیں ہیں لہٰذا عدت بھی واجب نہیں ہے اور نکاح جائز ہو گا اور خود شوہر کے اعتقاد کا اعتبار ہو گا اگر شوہر کے مذہب میں عدت ہوتی ہے تو نکاح نہیں ہو گا۔ غیر مسلموں کے ساتھ نکاح کے مسائل ہماری کتاب ”رفیق العروسین“ میں ملاحظہ فرمائیں۔ مذکورہ فرقوں کے ذکر کرنے سے ان فرقوں کے ساتھ نکاح اور عدت کے مسائل کو واضح کرنا تھا۔ جب کسی آدمی کا مسلم ہونا یا غیر مسلم ہونا واضح ہو گا تو عدت کے مسائل کا استخراج آسان ہو جائے گا۔

سوگ کا بیان

☆ دورانِ عدت سوگ کے مسائل

☆ طلاقِ بائن پر ترکِ زینت اور سوگ کا حکم

سوگ کا بیان

قرآن مجید میں ہے:

وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَ لٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ؕ وَ لَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ؕ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۠

(پارہ ۲، آیت: ۲۳۵)

ترجمہ: ''اور تم پر گناہ نہیں اس میں کہ تم اشارہ سے عورتوں کو نکاح کا پیغام دو یا اپنے نفسوں میں پوشیدہ رکھو۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے بیشک تم عنقیرب ان عورتوں کو یاد کرو گے اور لیکن ان سے خفیہ وعدہ نہ کرو مگر یہ کہ ان کے ساتھ شرع کے مطابق بات کرو اور عقد نکاح کا پختہ ارادہ نہ کرو جب تک کتاب کا حکم اپنی میعاد کو نہ پہنچے اور جان لو بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے وہ جو تمہارے نفسوں میں ہے پس اس سے ڈرو اور جان لو بیشک للہ تعالیٰ بخشنے والا حلم والا ہے۔''

حدیث:

لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر ان تحد فوق ثلث الا علىٰ زوجها فأنها تحد أربعة اشهر و عشرا۔

(اخرجہ البخاری فی الجنائز ۱۲۸۰/۱۲۸۱، مشکوٰۃ)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان لانے والی کسی عورت کے لئے حلال نہیں کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زائد سوگ منائے مگر اپنے شوہر پر پس بیشک وہ سوگ منائے اور اظہار افسوس کرے چار ماہ دس دن۔''

دوران عدت سوگ کے مسائل:

سوگ صرف تین دن تک ہے مگر زوجہ کے لیے:

- عدت کے لوازمات میں سے ایک حکم سوگ منانا اور افسوس کا اظہار کرنا بھی ہے۔ سوگ زینت کی تمام اشیاء سے اجتناب کرنے کا نام ہے کیونکہ نکاح میں بیوی کے نفقہ اور عفت اور حفاظت کی ضمانت شوہر کے ذمہ ہوتی ہے اس لئے نکاح بیوی کے لئے ایک عظیم نعمت ہے۔ جب عظیم نعمت کا زوال ہو جائے تو شرع کا حکم یہ ہے کہ اس پر افسوس کا اظہار کیا جائے اسی کا نام سوگ ہے اور اس نعمت کے زوال پر افسوس کرنے کا طریقہ اور مدت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائی۔

ارشاد فرمایا:

''کسی عورت کے لئے جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے تین دن سے زیادہ سوگ کرنا حلال نہیں ہے مگر اپنے شوہر کی وفات پر یہ کہ وہ چار ماہ اور دس دن سوگ کرے۔'' (الحدیث)

ماں، باپ، بھائی، بہنیں اور اولاد بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت ہیں مگر یہ نعمتیں شوہر کی نعمت سے کم ہیں۔ اس لئے شوہر کے علاوہ سب کے لئے اظہار افسوس کی مدت تین دن ہے مگر شوہر کے لئے مدت چار ماہ اور دس دن ہے۔

حضرت ام حبیبہؓ نے والد اور حضرت زینبؓ نے بھائی کی وفات کے تیسرے دن خوشبو لگائی:

- ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد حضرت ابو سفیانؓ فوت ہو گئے۔ وفات کے بعد تین دن گزر گئے تو آپ رضی اللہ عنہا نے خوشبو منگوا کر

استعمال فرمائی۔ اسی طرح حضرت ام المؤمنین سیدہ حضرت زینبؓ کے بھائی فوت ہوئے، آپ نے تیسرے دن کے بعد خوشبو استعمال فرمائی اور دونوں ازواج مطہرات نے فرمایا: ”ہمیں خوشبو استعمال کرنے کی ضرورت نہیں تھی مگر ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لانے والی عورت کے لئے حلال نہیں کہ وہ تین دن کے بعد سوگ منائے مگر شوہر کی وفات پر بیشک وہ چار ماہ دس دن سوگ منائے۔ اس لئے ہم نے والد کی وفات پر تین دن سوگ منایا۔“

- کسی مرد یا عورت کے لئے ماں، باپ، بیٹا، بھائی، بہن اور دیگر رشتہ داروں کی وفات پر تین دن تک سوگ منانے کا حکم ہے لیکن تین دن کے بعد سوگ منانا جائز نہیں ہے لہٰذا اہل میت کے لئے تین دن کے بعد سوگ کے لئے بنائی گئی مخصوص جگہ باقی رکھنا اور اس میں تعزیت کے لئے آنے والوں کے لئے بیٹھے رہنا جائز نہیں ہے۔ (در مختار)

سوگ سے مراد زینت کا ترک ہے:

- مگر بیوی کے لئے ضروری ہے کہ شوہر کی وفات پر چار ماہ دس دن اظہار افسوس کے لئے سوگ منائے یہی اس کی عدت ہے۔ عدت کے ایام میں اظہار افسوس کے لئے بیوی پر زینت حرام ہے لہٰذا زینت کی نیت سے زیورات اور زینت کے کپڑے اور زینت کی نیت سے سرخی، پاؤڈر، خوشبودار کریمیں، باڈی اسپرے، پرفیوم، عطر، سادہ تیل مہندی، سرمہ، خضاب اور ناخن پالش وغیرہ حتی کہ بالوں میں باریک کنگھا اور بالوں کا الیکٹرک مشینوں سے سنوارنا منع ہے۔ لہٰذا جس عورت کا شوہر فوت ہو گیا ہے چار ماہ دس دن تک زینت کی اشیاء زینت کی نیت سے استعمال نہ کرے کیونکہ اس کے لئے عدت کے ایام میں زینت حرام ہے۔

(در مختار)

منکوحہ غیر مدخولہ پر بھی سوگ واجب ہے:

• اگر منکوحہ غیر مدخولہ (بالغہ جس کی رخصتی نہیں ہوئی ابھی تک ماں باپ کے گھر ہے اور جنسی عمل سے نہیں گزری) اگر شوہر فوت ہو جائے اس پر بھی سوگ منانا اور ترک زینت واجب ہے۔ اور منکوحہ صغیرہ پر عدت واجب ہے کیونکہ عدت شوہر کا حق ہے اور حق العبد ساقط نہیں ہوتا مگر سوگ واجب نہیں کیونکہ سوگ حق الشرع ہے اور صغیرہ سے حق الشرع ساقط ہے۔

• نکاح فاسد اور وطی بالشبہہ میں ناکح اور واطی کی موت کی صورت میں حیض والی عورت کے لئے تین حیض اور آئسہ (حیض سے مایوس) کے لئے تین ماہ اور حامل کے لئے وضع حمل عدت ہے مگر اس عورت پر ناکح اور واطی کی موت پر سوگ واجب نہیں ہے کیونکہ سوگ نکاح صحیح اور نافذ کے زوال پر ہوتا ہے اور نکاح فاسد نکاح ہی نہیں ہے۔ (در مختار)

طلاق بائن پر ترک زینت اور سوگ کا حکم:

• طلاق بائن تین طلاق کے ساتھ ہو یا کنایات اور خلع اور طلاق بامعاوضہ مال کے ساتھ ہو سب کی عدت میں مطلقہ پر سوگ اور ترک زینت واجب ہے۔ کیونکہ نکاح زائل ہو گیا ہے۔

طلاق رجعی میں سوگ نہیں:

• مگر طلاق رجعی میں عدت تک نکاح قائم رہتا ہے، زائل نہیں ہوتا اس لئے طلاق رجعی کی عدت میں مطلقہ کے لئے جائز ہے کہ وہ زینت کی اشیاء استعمال کرے تاکہ شوہر رجوع کر لے اور گھر دوبارہ آباد ہو جائے۔

• ذَکَر بُریدہ اور نامرد آدمی سے فرقت کے بعد بلکہ ہر فرقت جس میں عورت کا نکاح ختم ہو جاتا ہے اس میں عورت پر عدت اور سوگ اور ترک زینت واجب ہے۔

سوگ منانا شرع کا حق ہے:

- چونکہ سوگ اور ترک زینت شریعت کا حکم ہے یعنی خالص حق شرع ہے اس لئے طلاق دہندہ اگر بیوی کو کہے یا مرنے والا شوہر بیوی کو وصیت کرے کہ میرے لئے سوگ نہ کرنا تو بیوی اس پر عمل نہ کرے۔ کسی بندے کو شریعت اور اللہ تعالیٰ کا حق ساقط کرنے کا اختیار نہیں ہے۔(در مختار)
- اگر کوئی عورت خوشبودار اشیاء کا کاروبار کرتی ہے۔ مثلاً خوشبودار اشیاء فروخت کرتی ہے یا خریدتی ہے، عدت کے ایام میں اس کے لئے خوشبودار اشیاء کی خرید وفروخت بھی منع ہے۔(در مختار)

بیماری کے عذر میں زینت جائز ہے:

- اگر کوئی عذر ہو۔ مثلاً بیماری وغیرہ کی وجہ سے زینت کی اشیاء کے استعمال کی ضرورت ہو تو زینت کی اشیاء استعمال کرنا جائز ہے۔ کیونکہ زینت کی اشیاء زینت کی نیت سے استعمال کرنا جائز نہیں ہوتا۔ عذر کی وجہ سے سے جائز ہے۔ مثلاً آنکھ میں درد ہے تو سرمہ استعمال کرنا جائز ہے کیونکہ یہ اس وقت دوا ہے زینت نہیں ہے۔

آٹھ عورتوں کے لیے سوگ نہیں ہے:

فائدہ: آٹھ عورتوں کے لئے بائن طلاق یا فرقت اور شوہر کی موت کے بعد عدت میں سوگ نہیں ہے۔(شامی)

۱۔ کافرہ ۲۔ صغیرۃ ۳۔ مجنونۃ

۴۔ عتق کی وجہ سے عدت گزارنے والی جیسے ام الولد جس کو مولی آزاد کردے۔

۵۔ نکاح فاسد کی عدت والی عورت۔

۶۔ وطی بالشبہہ کی عدت والی عورت۔

۷۔ طلاق رجعی کی عدت والی عورت۔

۸۔ طلاق بائن کے ساتھ دخول اور جنسی عمل سے پہلے طلاق شدہ عورت۔

ان سب عورتوں کے لئے سوگ نہیں ہے۔(در مختار اور شامی)

• جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے عدت حق اللہ اور حق العبد بھی ہے مگر سوگ خالص حق الشرع ہے چونکہ کتابیہ کافرہ، صغیرۃ اور مجنونہ حقوق الشرع کے ساتھ مکلف نہیں ہیں۔ لہٰذا ان کے لئے سوگ نہیں ہے مگر وفات کی عدت ہر منکوحہ کے لئے اور طلاق کی عدت غیر مدخولہ کے لئے ضروری ہے کیونکہ عدت شوہر کا حق بھی ہے اور شوہر مسلم ہے اس لئے شوہر کے حق کی وجہ سے عدت کافرہ، صغیرۃ اور مجنونۃ پر بھی لازم ہے۔ در مختار میں ہے:

"و العدۃ للموت اربعۃ اشھر (الی) مطلقا وطئت او لا و لو صغیرۃ او کتابیۃ تحت مسلم" (۶۵۵/۲، در مختار، مکتبہ ماجدیہ)

ترجمہ: "اور موت کی عدت چار ماہ دس دن ہیں مطلق موطوئہ ہو یا نہ، اگرچہ صغیرہ ہو یا کتابیہ مسلمان کے تحت۔"

اور ام الولد کنیز، منکوحہ فاسدہ اور موطوءۃ بالشبہہ حقیقی بیوی ہی نہیں ہیں اس لئے ان پر بھی سوگ نہیں ہے لیکن ان پر عدت احتیاطاً واجب ہے اور مطلقہ رجعی کا نکاح قائم ہے اس لئے اس کے لئے سوگ نہیں ہے بلکہ زینت استعمال کرے تاکہ شوہر رجوع کرلے اور غیر مدخولہ غیر خلوت یافتہ طلاق شدہ عورت پر جب طلاق کی عدت ہی نہیں ہے تو سوگ جو عدت کا تابع ہے وہ بھی نہیں ہے۔

و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین

خاک پائے اہلِ ایمان

محمد رفیق حسنی

غفرلہ اللہ القوی الغنی

تعلیقِ طلاق کا بیان

- ☆ طلاقِ معلق کے اہم مسائل
- ☆ یمین کی تعریف اور تقسیم
- ☆ عجز کے دو مفہوم
- ☆ اکراہ ملجی اور غیر ملجی میں فرق
- ☆ یمینِ فور کے مسائل

ضمیمہ:

الاستفتاء

• کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں زید کی بیوی عرصۂ دراز سے شوہر کے ساتھ ظالمانہ رویہ رکھے ہوئی تھی، اپنے شوہر کو فحش گالیاں دینا، کہنا نہ ماننا، شوہر پر ہاتھ اٹھانا اور ہسپتال تک پہنچانا، انتقاماً بچوں کو مارنا پیٹنا، بغیر اجازت غیر محرم کے ہاں قیام کرنا اور سفر کرنا، گھر کا دروازہ شوہر کے لیے بند کر دینا، بچوں کو گھر سے نکال دینا، اپنی قسمت اور مقدر پر پورا پورا دن روتے رہنا، ہر وقت عزیز و اقارب کو لعن طعن کرنا اور کوسنا، شوہر کو قتل کرنے اور زہر دینے کی دھمکی دینا، ناراض اور روٹھ کر میکے چلے جانا، شادی (سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے برملا نفرت کا اظہار کرنا، شوہر پر جھوٹے الزامات لگانا، ڈاکٹروں، دوکانداروں اور عاملین کے سامنے شوہر کے گلے شکوے کرنا، بازاروں اور سڑکوں پر چلتے موٹر سائیکل سے چھلانگ لگا کر بھاگ پڑنا، ہر جگہ شوہر کی تذلیل اور بے عزتی کرنے کا اپنا شیوہ بنا لینا، سمجھانے اور بجھانے پر جلی کٹی سنانا، ناراضگی پر خلع اور طلاق کا مطالبہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔

• زید نے مذکورہ پس منظر میں سب سے پہلے بیوی کے والدین کو صورت حال سے آگاہ کرنا چاہا لیکن انہوں نے شفقتِ دختری کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ہر بار اپنے داماد کو قصوروار ٹھہرایا اور داماد کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے بے التفاتی کا مظاہرہ کیا، شوہر موصوف نے اپنے سر کردہ رشتہ داروں کے سامنے چیدہ چیدہ حالات و واقعات گوش گزار کیے لیکن عورت کی مظلومیت اور مکر بازی کو مد نظر رکھتے ہوئے، سوچ سمجھ کر اور دوست واحباب اور عزیز و اقارب سے مشاورت

کے بعد زید نے ایک رشتہ دار کے ذریعے اپنی بیوی اور سسرال والوں کو مشروط طلاق کا خط لکھ کر ارسال کیا اور انہوں نے طلاقِ بائنہ کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر دیا۔ مشروط الفاظ کی عبارت حسبِ ذیل ہے:

”اگر زید کی بیوی اپنی سابقہ اور موجودہ غلطیوں کا اعتراف نہ کرے اور اپنے کیے پر معافی نہ مانگے تو زید کی طرف سے ہمیشہ کے لیے آزاد ہے۔“

مذکورہ بالا مشروط الفاظ کی روشنی میں:

۱۔ کیا زید کی بیوی اگر غلطیوں کا اعتراف نہ کرے اور معافی نہ مانگے تو طلاق واقع ہو جائے گی؟

۲۔ بالفرض زید کی بیوی یہ کہتی ہو کہ میں کبھی غلطیوں کا اعتراف نہیں کروں گی اور کبھی معافی نہیں مانگوں گی تو طلاق واقع ہو جائے گی؟

۳۔ اگر طلاق واقع ہو گی تو کون سی طلاق واقع ہو گی اور کب واقع ہو گی؟

۴۔ اگر میاں بیوی صلح کر کے زوجین کی حیثیت سے بقیہ زندگی گزارنا چاہیں تو اس کی صورت کیا ہو گی؟

۵۔ منسلکہ فتاویٰ میں سے کون سا فتویٰ صحیح اور صواب ہے؟

قرآن و حدیث کی روشنی میں مفصل جواب تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

جَزَاکُمُ اللّٰہُ خَیْرَ الْجَزَاءِ۔ السائل بندۂ خدا

(باسمہ تعالیٰ)

الجواب ومنہ الصدق والصواب

• صورتِ مسئولہ میں مذکورہ مشروط الفاظ سے زید کی بیوی پر زوجین میں سے کسی ایک کے فوت ہونے تک طلاق واقع نہیں ہو گی لیکن شوہر یا بیوی کی زندگی کے آخری لمحہ میں طلاقِ بائن واقع ہو جائے گی۔ جس دن زید یا زید کی موصوفہ بیوی فوت ہو گی اسی دن موت سے پہلے زندگی کے آخری لمحہ اور جزء میں طلاق واقع ہو جائے گی۔ لہٰذا اگر زید کی بیوی کی خواہش ہو کہ مذکورہ الفاظ سے طلاق ہو تو اس کو اپنی یا شوہر کی موت کا انتظار کرنا ہو گا تا کہ زندگی کے آخری لمحے میں آزاد ہو سکے کیونکہ طلاق مشروط اور معلق غیر مؤقت میں اگر عدمی اور منفی شرط کا ذکر ''اِنْ'' کے ساتھ ہو تو جب تک شرط کی نقیض اور مخالف جہت سے مایوسی نہ ہو، اس وقت تک عدمی اور منفی شرط کا تحقق نہیں ہوتا، لہٰذا اس شرط پر معلق طلاق بھی واقع نہیں ہوتی، یعنی منفی شرط میں جب تک امکان برقرار رہتا ہے اس وقت تک حالف حانث نہیں ہوتا۔

اگر طلاق نہ دوں تو تجھے طلاق ہے:

۱۔ پہلی مثال: شوہر نے بیوی سے کہا ''اگر تجھے طلاق نہ دوں تو تجھے طلاق ہے۔'' پھر طلاق نہیں دی تو یہ معلق طلاق زوجین میں سے پہلے فوت ہونے والے فرد کی زندگی کے آخری لمحہ میں واقع ہو گی، کیونکہ یہاں منفی شرط کا ذکر کلمہ ''اِنْ'' کے ترجمہ کلمہ ''اگر'' کے ساتھ ہے اور شرط مذکور کی نقیض طلاق دینا ہے اور طلاق دینے کا امکان زوجین میں سے کسی ایک کی موت تک رہتا ہے، اس لیے کسی ایک کے مرنے تک طلاق واقع نہیں ہو گی اور مرنے سے پہلے منفی شرط جس پر طلاق معلق ہے، متحقق نہیں

ہو گی۔ حالانکہ شوہر طلاق نہیں دے رہا اور کہہ بھی رہا ہو کہ میں طلاق نہیں دوں گا پھر بھی ''تجھے طلاق نہ دوں'' منفی شرط کا تحقق نہیں ہو گا۔ لہٰذا ''انت طالق'' سے معلق طلاق واقع نہیں ہو گی۔ (فتح القدیر)

اگر تمہارے شہر نہ آؤں تو تجھے طلاق ہے:

۲۔ دوسری مثال: شوہر نے بیوی سے کہا کہ ''اگر میں تمہارے فلاں شہر نہ آؤں تو تجھے طلاق ہے۔'' شوہر بیوی کے مذکورہ شہر نہیں گیا تو فوراً طلاق نہیں ہو گی کیونکہ شرط کی نقیض یعنی شوہر کا بیوی کے شہر جانے کا امکان جب تک باقی رہے گا، منفی شرط کا تحقق تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ اس منفی شرط پر معلق طلاق بھی واقع نہیں ہو گی، جس وقت شوہر فوت ہو گا اس وقت شوہر کے لیے مذکورہ شہر اور بلدیہ جانے کا امکان نہیں رہے گا اور منفی شرط شہر نہ آنے کا وجود تسلیم کیا جائے گا۔ لہٰذا مذکورہ صورت میں شوہر کے مرنے سے پہلے زندگی کے آخری لمحے میں طلاق واقع ہو جائے گی۔
(فتح القدیر)

اگر تو نے خبر نہ دی تو تجھے طلاق ہے:

۳۔ تیسری مثال: شوہر نے بیوی سے کہا کہ ''اگر تو نے مجھے فلاں امر کی خبر نہ دی تو تجھے طلاق ہے۔'' بیوی نے خبر نہیں دی اور کہتی بھی ہے کہ میں خبر نہیں دوں گی، پھر بھی طلاق واقع نہیں ہو گی، کیونکہ جب تک منفی شرط کی مخالف جہت اور پہلو (خبر دینا) ممکن رہے گا اس وقت تک وجودِ شرط (خبر نہ دینا) متحقق نہیں ہو گا اور شرط پر معلق طلاق بھی واقع نہیں ہو گی اور جب بیوی فوت ہو جائے گی، اس وقت شرط کی نقیض اور مخالف پہلو ممکن نہیں رہے گا اور شرط متحقق ہو جائے گی، لہٰذا بیوی کی زندگی کے آخری لمحہ میں طلاق واقع ہو جائے گی۔ (فتح القدیر)

پہلی دو مثالوں میں شوہر نے طلاق کو اپنے فعل کی نفی پر معلق کیا اور تیسری مثال میں شوہر نے بیوی کے قول اور عمل کی نفی پر طلاق کو معلق کیا اور اگر شوہر طلاق کو کسی اجنبی کے فعل کی نفی پر اردو لغت میں کلمہ اگر کے ساتھ معلق کرے گا تو اس کا بھی یہی حکم ہو گا۔

• صورتِ مسئولہ میں بھی شوہر نے طلاق کو بیوی کے دو قولوں اور عملوں کی نفی پر کلمہ اگر کے ساتھ معلق کیا ہے۔ پہلا عدم اعتراف اور دوسرا عدم طلبِ معافی لہٰذا جب تک غلطیوں کے اعتراف اور طلبِ معافی کا امکان رہے گا اس وقت تک طلاق واقع نہیں ہو گی اور یہ امکان بیوی یا شوہر کے مرنے پر ختم ہو جائے گا۔ جب اعتراف اور طلبِ معافی کا امکان نہیں رہے گا اس وقت منفی شرط کا تحقق ہو گا اور بیوی کی زندگی کے آخری لمحہ میں طلاق واقع ہو جائے گی۔

• الحاصل! صورتِ مسئولہ میں اگر بیوی غلطیوں کا اعتراف کرلے اور معافی مانگ لے طلاق واقع نہیں ہو گی، میاں بیوی کا نکاح قائم ہے اور اگر بیوی غلطیوں کا اعتراف نہ کرے اور معافی نہ مانگے تو زوجین میں سے کسی ایک کی زندگی کے آخری لمحہ میں طلاق واقع ہو جائے گی، اس سے پہلے طلاق واقع نہیں ہو گی۔

• صورتِ مسئولہ میں تعلیق کے الفاظ یہ ہیں ''اگر زید کی بیوی سابقہ اور موجودہ غلطیوں کا اعتراف نہ کرے اور معافی نہ مانگے تو زید کی طرف سے ہمیشہ کے لیے آزاد ہو گی۔'' مذکورہ الفاظ کا واضح مفہوم یہ ہے کہ بیوی کو شوہر سے معافی نہ مانگنے اور غلطیوں کا اعتراف نہ کرنے کی صورت میں طلاق ہو گی، اس لیے زوجین میں سے کسی ایک کی وفات سے امکان بر نہیں رہے گا اور زید حانث ہو جائے گا اور زید یا بیوی کی زندگی کے آخری لمحے میں طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ شوہر سے معافی مانگنے سے ناامیدی اور یاس جس طرح بیوی کے فوت ہو جانے سے ثابت ہو جائے گی اسی طرح شوہر کے فوت ہونے سے بھی ثابت

ہو جائے گی کیونکہ زندہ شوہر سے معافی مانگی جاتی ہے، میت سے معافی نہیں مانگی جاتی۔

• لہٰذا اگر بیوی اپنی غلطیوں کا اعتراف نہ کرے اور معافی نہ مانگے بلکہ وہ یہ بھی کہے کہ میں کبھی غلطیوں کا اعتراف نہیں کروں گی اور معافی نہیں مانگوں گی تو بھی زندگی بھر طلاق واقع نہیں ہوگی، بیوی کے فوت ہونے پر اس کی زندگی کے آخری لمحے میں طلاق واقع ہو جائے گی۔ بیوی زندہ رہے اور شوہر فوت ہو جائے، شوہر کی زندگی کے آخری لمحے میں طلاق واقع ہو جائے گی۔

زوجین ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے:

• بیوی کے پہلے فوت ہونے کی صورت میں شوہر بیوی کا وارث نہیں ہوگا اور شوہر کے پہلے فوت ہونے کی صورت میں بیوی شوہر کی وارث نہیں ہوگی کیونکہ طلاق شدہ بیوی کا شوہر وارث نہیں ہوتا اور شوہر کی وفات پر مطلقہ بیوی وارث نہیں ہوتی۔

وفات کی صورت میں بھی طلاق کی عدت لازم ہوگی:

• چونکہ شوہر کی وفات سے ایک لمحہ قبل طلاق واقع ہوگی، دوسرے لمحے سے موصوفہ کی عدت شروع ہو جائے گی لہٰذا موصوفہ پر طلاق کی عدت لازم ہوگی کیونکہ شوہر کی وفات سے ایک لمحہ پہلے طلاق واقع ہو گئی تھی لہٰذا وفات کی عدت لازم نہیں ہوگی۔

بیوی کو وراثت سے محروم کرنے کی نیت سے زندگی کے آخری عمل پر طلاق معلق کرنے کا حکم:

• اگر بالفرض شوہر نے بیوی کو وراثت سے محروم کرنے کے لیے معلق طلاق دی تھی تو زوجۃ الفار کی طرح زید کی بیوی زید کی وفات کی صورت میں زید کی جائیداد میں وارث ہوگی۔

• مذکورہ مسئولہ صورت میں اگر زید کہتا ہے، میری مراد اللہ تعالیٰ سے معافی نہ مانگنے کی صورت پر طلاق کا معلق کرنا تھا تو اب زید کے ساتھ بر کا تعلق نہیں رہا اور زید کی وفات سے موصوفہ کو طلاق نہیں ہو گی لیکن زید کی وفات سے نکاح ختم ہو جائے گا اور زید کے فوت ہونے کی وجہ سے تعلیق باطل ہو جائے گی، اب موصوفہ پر وفات کی عدت لازم ہو گی اور موصوفہ شوہر کی وارث بھی ہو گی۔ اور اس شرط کی صورت میں طلاق صرف شوہر کی زندگی میں بیوی کی وفات کی وجہ سے ہو گی۔

• مسئولہ صورت میں اگر بیوی تعلیق کے بعد زید کے حقوق ادا نہیں کر رہی تو وہ ناشزہ ہے، بیوی کے اخراجات شوہر پر واجب نہیں ہوں گے۔ کیونکہ ناشزہ یعنی زوجیت کے حقوق ادا نہ کرنے والی بیوی کے اخراجات شوہر پر واجب نہیں ہوتے۔

• قارئین پر واضح ہو کہ صورتِ مسئولہ میں تعلیق غیر موقت ہے، اس لیے ہم نے تعلیق غیر موقت کا حکم بیان کیا ہے۔

ہدایہ میں مذکور ہے:

"ولو قال انت طالق ان لم اطلقك لم تطلق حتى يموت لان العدم لا يتحقق الا باليأس عن الحياة وهو الشرط كما في قوله ان لم اٰت البصرة وموتها بمنزلة موته هو الصحيح۔"

(ہدایہ مع الفتح، ص:۲۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، باب اضافۃ الطلاق)

ترجمہ: "اگر شوہر کہے تجھے طلاق ہے اگر میں تجھے طلاق نہ دوں، تو طلاق واقع نہیں ہو گی حتیٰ کہ شوہر فوت ہو اس لیے کہ عدم طلاق کا تحقق نہیں ہو گا مگر حیات سے مایوس ہونے کے وقت اور وہی عدم طلاق ہی شرط ہے جس طرح شوہر کے قول اگر میں بصرہ نہ آؤں کے قول میں ہے اور

بیوی کی موت بھی شوہر کی موت کے حکم میں ہے اور یہی صحیح ہے۔"
یعنی ہدایہ میں ذکر کردہ مفروضہ صورت میں شوہر اور بیوی کی موت کا ایک ہی حکم ہے۔
فتح القدیر میں ہے:

"(قوله ولو قال انت طالق ان لم اطلقك لم تطلق حتی یموت باتفاق الفقهاء لان الشرط ان لا یطلقها و ذالك لا یتحقق الا بالیاس عن الحیاة لانه متی طلقها فی عمره لم یصدق انه لم یطلقها بل صدق نقیضه و هو انه طلقها والیأس یکون فی اٰخر جزء من اجزاء حیاته و لم یقدره المتقدمون بل قالوا تطلق قبل موته فان کانت مدخولة بها ورثته بحکم الفرار و الا لا ترثه۔" (فتح القدیر، باب اضافۃ الطلاق)

ترجمہ: "صاحبِ ہدایہ کا قول کہ تجھے طلاق ہے اگر تجھے طلاق نہ دوں سے طلاق نہیں ہوگی حتیٰ کہ شوہر فوت ہو، اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کیونکہ شرط "لا یطلقها" ہے اور یہ شرط متحقق نہیں ہوگی مگر حیات سے مایوس ہونے کے وقت کیونکہ اپنی زندگی میں جب بھی شوہر بیوی کو طلاق دے گا اس پر یہ صادق نہیں آئے گا کہ اس نے طلاق نہیں دی بلکہ "لا یطلق" کی نقیض "طلقها" صادق آئے گی اور حیات سے مایوسی شوہر کی حیات کے اجزاء سے آخری جزء میں ہوگی اور آخری جزء کے مقدار میں متقدمین علماء کا کوئی فارمولا نہیں ہے بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ شوہر کی موت سے تھوڑا سا پہلے طلاق واقع ہو جائے گی پھر اگر وہ عورت مدخولہ ہے اور اس معلق طلاق سے شوہر کا ارادہ بیوی کو وراثت سے محروم کرنے کا ہے (تو بیوی باوجود طلاق یافتہ ہونے کے) شوہر کی وارث

ہو گی اور اگر شوہر کا یہ ارادہ نہیں تھا تو بیوی وارث نہیں ہو گی۔'' (فتح القدیر)

• صورتِ مسئولہ مبحوث عنہا میں بالفرض اگر زید کی مراد اللہ تعالیٰ سے معافی نہ مانگنے پر طلاق کو معلق کرنا ہے تو صرف بیوی کے فوت ہونے کی صورت میں طلاق واقع ہو گی جیسے پہلے ہم لکھ چکے ہیں اگر شوہر فوت ہو جائے تو معلق طلاق تو واقع نہیں ہو گی لیکن شوہر کے فوت ہونے کی وجہ سے نکاح ختم ہو جائے گا اور تعلیق باطل ہو جائے گی اور بیوی اپنے شوہر کی وارث بھی ہو گی اور بیوی پر وفات کی عدت واجب ہو گی۔ ہدایہ اور فتح القدیر کی جس صورت میں بحث ہے وہ شوہر کا قول ''انت طلاق ان لم اطلقها'' ہے اور اس قول میں بر سے عجز کا تعلق دونوں میاں بیوی کی موت کے ساتھ ہے اس لیے مفتی بہ قول پر اس صورت میں زوجین کی موت کا ایک ہی حکم ہے اور اگر صورتِ مسئولہ میں زید کی مراد زید سے معافی نہ مانگنے پر طلاق کو معلق کرنا ہو اور یہی ظاہر ہے تو یہاں بھی زوجین کی موت کا ایک ہی حکم ہو گا کیونکہ اس وقت بر سے یأس اور عجز کا محل شوہر اور بیوی دونوں کی موت ہو گی۔

ان لم اٰت البصرۃ کی توضیح:

• فتح القدیر میں ہے:

''(قوله كما في ان لم اٰت البصرة) اعطاء نظير والمراد ان كل شرط بان منفي حكمه كذالك و هو ان لا يقع الطلاق او العتاق اذا علق به الا بالموت لما ذكرنا و زاد قيدا حسنا في المبتغىٰ بالغين المعجمة قال اذا قال لامرأته ان لم تخبريني بكذا فانت طالق ثلثا فهو على الابد اذا لم يكن ثم ما يدل على الفور انتهى و من ثم قالوا لو اراد ان يجامع امرأته فلم تطاوعه فقال ان لم تدخلي البيت معي فانت طالق فدخلت

بعد ما سکنت شھوتہ طلقت لان مقصودہ من الدخول کان قضاء الشھوۃ و قد فات...." (فتح القدیر)

ترجمہ: "صاحب ہدایہ کا قول "کما فی ان لم اٰت البصرۃ۔" یہ مذکورہ مسئلہ کی نظیر ذکر کرنا ہے اور ان کی مراد یہ ہے کہ ہر منفی شرط جس کو کلمہ "ان" کے ساتھ ذکر کیا گیا ہو اس کا حکم یہی ہو گا اور وہ حکم یہ ہے کہ طلاق یا عتاق کو جب منفی شرط پر کلمہ "ان" کے ساتھ معلق کیا جائے تو طلاق یا عتاق واقع نہیں ہوں گے مگر موت کے وقت اس وجہ سے جس کا ہم نے ذکر کیا (یعنی یأس کی وجہ سے) اور مبتغی میں مصنف نے اسی صورت میں ایک اچھی قید کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے، جب شوہر اپنی بیوی سے کہتا ہے اگر تو نے مجھے فلاں امر کی خبر نہ دی تو تجھے تین طلاق، تو خبر نہ دینے سے مراد ابد اور ہمیشگی ہو گی جب وہاں فوراً اور حاضر وقت پر کوئی قرینہ دلالت کرنے والا موجود نہ ہو۔"

کمرے میں داخل نہ ہوئی تو تجھے طلاق ہے:

- اور اسی وجہ سے علماء فرماتے ہیں، اگر شوہر نے بیوی کے ساتھ مجامعت کا ارادہ کیا اور بیوی نے اس کی موافقت نہیں کی یعنی کہنا نہیں مانا، شوہر نے کہا، اگر آپ میرے ساتھ کمرے میں داخل نہیں ہوئی تو تجھے طلاق ہے لیکن بیوی کمرے میں اس وقت داخل ہوئی جب شوہر کی شہوت ساکن اور ٹھنڈی ہو گئی تھی تو بیوی کو طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ شوہر کا کمرے میں دخول پر طلاق معلق کرنے سے مقصود وہ دخول تھا جو فوری ہو تا تا کہ قضائے شہوت ہو سکے اور شوہر کی شہوت ختم ہونے کی وجہ سے وہ فوت ہو چکا تھا اس لیے طلاق واقع ہو جائے گی (یعنی یہاں حال قرینہ ہے کہ یہاں فوری دخول مراد ہے)۔
- فتح القدیر کی مذکورہ عبارت ذکر کرنے سے اوّلاً مقصود یہ ہے کہ ہم نے

صورتِ مسئولہ میں طلاق معلق کی جو تین مثالیں ذکر کی تھیں وہ کتبِ فقہ میں موجود ہیں، ثانیاً طلاقِ معلق میں کبھی شوہر کی مراد حاضر وقت اور فوری وقت بھی ہوتا ہے اگرچہ حاضر وقت کا ذکر نہیں ہوتا۔ ہمارے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اگر طلاقِ معلق یا غیر معلق میں وقت کا ذکر نہ ہو لیکن کوئی لفظی یا معنوی قرینہ فوری اور حاضر وقت مراد ہونے کا موجود ہو تو طلاق میں فوری وقت اور حاضر وقت کا اعتبار کیا جائے گا ورنہ کل دائمی اور ابدی وقت مراد ہوگا۔ اگر طلاقِ معلق میں شرط سے متکلم کی مراد فوری عمل کرنا ہو اور اس پر کوئی قرینہ ہو تو فوراً طلاق واقع ہو جائے گی ورنہ موت کے وقت واقع ہو گی۔

شہوت کے وقت بیوی کو بلانے پر تعلیق:

• علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے مبتغی سے ایک ایسا جزئیہ نقل کیا جس میں طلاق معلق کی شرط سے مراد فوراً دخول ہے۔ مثلاً شوہر شہوت کی حالت میں بیوی کو اپنی شہوت پوری کرنے کے لیے اپنے کمرے میں بلاتا ہے لیکن بیوی شوہر کے کمرے میں آنے سے انکار کر دیتی ہے پھر شوہر کہتا ہے اگر تو میرے کمرے میں داخل نہ ہوئی تو تجھے طلاق ہے، بیوی پھر بھی داخل نہیں ہوتی، تھوڑی دیر کے بعد داخل ہوتی ہے لیکن اس وقت شوہر کی شہوت اور طلب ختم ہو چکی ہوتی ہے تو موصوفہ کو طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ یہاں کمرہ میں دخول سے مراد موت تک دخول نہیں بلکہ دخول سے مراد شہوت کے وقت کا دخول ہے۔ اگرچہ فوری وقت کا ذکر نہیں لیکن شوہر کی یہی مراد ہے اور قضائے شہوت قرینہ ہے اس لیے طلاق واقع ہو جائے گی۔ یہاں معنوی قرینہ فوراً دخول کے مراد ہونے پر دلالت کر رہا ہے اور لفظی قرائن کی مثالیں بحر الرائق باب اضافۃ الطلاق کے آخر میں مذکور ہیں، خواہش ہو تو ملاحظہ فرمالیں۔

• صورتِ مسئولہ جس میں ہماری بحث جاری ہے، زید کی طرف سے یمین فور کا

کوئی امکان نہیں ہے، حال اور مقال سے کوئی قرینہ اور دلیل ایسی نہیں جس کی دلالت ہو کہ شوہر کی مراد فوراً طلاق کا واقع کرنا ہے کیونکہ میاں بیوی کے درمیان مسافت کے باوجود ایک عرصہ سے تعلقات اور باہمی گفتگو متروک ہو چکی تھی شوہر نے بغیر غصہ کے اور ٹھنڈے دل ودماغ سے کافی غور وخوض کے بعد بیوی کو معلق طلاق کا خط سسرال روانہ کیا، اس لیے یہاں دائمی وقت مراد ہو گا اور بیوی یا شوہر کی وفات سے ہی شرط کا وجود معتبر ہو گا اور فوت ہونے سے پہلے زندگی کے آخری لمحے میں موصوفہ کو طلاق واقع ہو جائے گی۔

بحث کا خلاصہ:

- الحاصل! زید کی بیوی سابقہ اور موجودہ غلطیوں کا اعتراف اور معافی طلب کرے یا انکار کرے، دونوں حالتوں میں فوراً طلاق واقع نہیں ہو گی۔ اگر اعتراف کر لے اور معافی مانگ لے تو تعلیق ختم ہو جائے گی، کبھی بھی طلاق واقع نہیں ہو گی اور اگر اعتراف نہ کرے، انکار کرتی رہے اور معافی نہ مانگے تو وفات کے وقت طلاق واقع ہو جائے گی البتہ شوہر کو اختیار ہے وہ طلاق غیر معلق سے جب چاہے بیوی کے فوت ہونے سے پہلے بیوی کو آزاد کر سکتا ہے۔
- تحریر کیے گیے سوالات کے جوابات بالترتیب حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ فوراً طلاق نہیں ہو گی۔ ۲۔ طلاق واقع نہیں ہو گی۔

۳۔ زندگی کے آخری لمحہ میں طلاق واقع ہو گی تو طلاقِ بائن واقع ہو گی۔

۴۔ نکاح قائم ہے، صلح کر لیں اور ایک دوسرے کو برداشت کریں۔

نوٹ: میں نے صورتِ مسئولہ کی قدرے تفصیل اس لیے بیان کر دی تاکہ فریقین کو اچھی طرح مسئلہ کا علم ہو جائے اور فریقین کے اوہام اور شکوک اچھی طرح زائل ہو جائیں اگر صلح کرنا چاہیں تو صلح ہو سکتی ہے۔

طلاقِ معلق کے بعض دیگر اہم مسائل

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیّہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

عدمی شرط میں وقت گزرنے پر حنث:

مسئلہ: اوّلاً تعلیق کی دو قسمیں ہیں: تعلیق مؤقت اور تعلیق مطلق۔ پھر ہر تعلیق کی دو دو قسمیں ہیں شرط عدمی ہو یا وجودی ہو لہٰذا تعلیق موقت جس میں حانث ہونے کی شرط عدمی ہو، اس میں اگر مذکورہ وقت گزرنے تک برّ کا عمل موانع نہ ہونے اور باوجود اختیار کے ہوتے نہ کیا جائے تو حالف حانث ہو جاتا ہے۔ جیسے کسی شخص نے بیوی سے کہا، اگر میں آج تجھے نہ ماروں تو تجھے طلاق ہے، جب غروبِ آفتاب ہو گا طلاق واقع ہو جائے گی۔

عدمی شرط میں اکراہ اور جبر کا حکم:

مسئلہ: تعلیق موقت جس میں حانث ہونے کی شرط عدمی ہو، مذکورہ وقت گزرنے تک اگر موانع اور اکراہ اور اختیار نہ ہونے کی وجہ سے برّ کا عمل نہ کیا جاسکے اور وقت گزر جائے تو بھی حالف حانث ہو جاتا ہے۔ مثلاً حالف کو رسیوں سے باندھ دیا گیا ہو یا کسی کمرے میں بند کر دیا گیا ہو اور تالا لگا دیا گیا ہو جس کی وجہ سے موصوف بیوی کو نہیں مار سکا تو غروبِ آفتاب کے بعد طلاق واقع ہو جائے گی، اکراہ اور جبر سے حانث ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

عدمی شرط میں برّ سے عجز شرط کے محال عادی ہونے کی وجہ سے ہو:

مسئلہ: تعلیقِ موقت جس میں حانث ہونے کی شرط عدمی ہو اور برّ کی شرط کے محال عادی ہونے کی وجہ سے عمل نہ ہو سکے اور وقت گزر جائے تو وقت گزرتے ہی حالف حانث ہو جائے گا مثلاً حالف نے کہا، اگر آج میں نے

آسمان کو نہ چھوا تو میری بیوی کو طلاق ہو گی۔ اس صورت میں غروبِ آفتاب کے بعد طلاق واقع ہو جائے گی۔

برّ کی شرط محال ہونے پر فوراً طلاق:

• اور اگر تعلیق میں شرط عدمی ہے اور برّ کا عمل محال ہے اور وقت کا ذکر نہیں ہے تو کلام سے فارغ ہوتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی۔ مثلاً کسی شخص نے کہا، اگر میں آسمان کو نہ چھوؤں تو میری بیوی کو طلاق ہے تو فوراً طلاق واقع ہو جائے گی۔

برّ سے پہلے محل فوت ہونے کا حکم:

• تعلیقِ موقت جس میں حانث ہونے کی شرط عدمی ہو اور ذکر شدہ وقت سے پہلے برّ کا محل فوت ہو جائے تو یمین باطل ہو جائے گی اور حالف حانث نہیں ہو گا اور طلاق واقع نہیں ہو گی۔ مثلاً مذکورہ بالا صورت میں غروبِ آفتاب سے پہلے حالف فوت ہو جائے یا مضروب ہونے والی عورت فوت ہو جائے تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔

زندگی کے آخری لمحہ حنث:

• تعلیق غیر موقت اور مطلق ہو جس میں حانث ہونے کی شرط عدمی ہو اور برّ کا عمل اختیار کے ساتھ یا بغیر اختیار کے نہ ہو سکے، حالف محل کے فوت ہونے کے وقت سے ایک لمحہ پہلے حانث ہو جائے گا۔ مثلاً شوہر نے بیوی سے کہا، اگر میں تجھے نہ ماروں تو تجھے طلاق ہو گی پھر زندگی بھر بیوی کو نہیں مارا خواہ موانع کی وجہ سے مثلاً بیوی بیرونِ ملک چلی گئی یا بغیر موانع کے نہیں مارا تو زندگی کے آخری لمحہ سے پہلے لمحات تک حانث نہیں ہو گا لیکن زندگی کے آخری لمحہ میں طلاق واقع ہو جائے گی اور حالف حانث ہو جائے گا۔

حلف کے وقت اگر برّ ممکن نہ ہو:

• تعلیق موقت ہو یا غیر موقت ہو اور حانث ہونے کی شرط عدمی ہو، اگر حلف

کے وقت برّ ممکن نہیں تھی تو یمین منعقد نہیں ہوگی بلکہ باطل ہوگی اور حالف حانث نہیں ہوگا جیسا کہ کوزہ کے مسئلہ میں تفصیل ذکر کی جائے گی۔

وجودی شرط کے متعدد احتمالات کا حکم:

• اگر تعلیق میں حانث ہونے کی شرط وجودی ہے اور وجودی امر ممتد اور زمانی ہے تو ایسی تعلیق تنجیز کے حکم میں ہوگی، کلام سے فارغ ہوتے ہی فوراً طلاق واقع ہو جائے گا۔

• اگر حانث ہونے کی شرط وجودی ہے اور شرط محال ہے تو حالف حانث نہیں ہوگا جیسے کسی نے کہا، اگر میں نے آسمان کو چھوا تو میری بیوی کو طلاق ہوگی، موصوف کی بیوی کو کبھی طلاق نہیں ہوگی۔

جبر اور اکراہ اور اختیار کی وجہ سے وقوعِ طلاق میں فرق:

• اگر حانث ہونے کی شرط وجودی ہے اور موانع کی وجہ سے برّ سے حالف عاجز ہے تو حالف حانث نہیں ہوگا۔ لہٰذا وجودی شرط میں جبر اور اکراہ سے حانث کرانے سے بھی حالف حانث نہیں ہوگا اور عدمی شرط میں جبر اور اکراہ سے حانث کرانے میں حالف حانث ہو جائے گا۔ دونوں میں فرق آنے والی توضیح میں ملاحظہ فرمائیں۔

یمین کی تعریف اور تقسیم

مزید توضیح:

• شرع شریف میں طلاق اور عتاق کی کسی شرط پر تعلیق یمین کی ایک قسم ہے کیونکہ یمین کی دو قسمیں ہیں: یمین باللہ اور یمین بالتعلیق۔ یمین کا لغوی معنی قوت ہے اور شرعی معنی یہ ہے کہ یمین ایسا عقد ہے جس کے ساتھ حالف کسی چیز کے فعل یا ترک پر اپنا عزم قوی اور مضبوط کرتا ہے۔ چونکہ تعلیق میں یہ معنی موجود ہے اس لیے تعلیق بھی یمین ہے۔ مثلاً حالف کہتا ہے ''ان لم ادخل الدار فزوجتی طالق'' اگر میں دار میں داخل نہ ہوا تو میری بیوی کو طلاق ہو گی، اس میں حالف دخول دار کے فعل پر عزم اور ارادہ کو تعلیق سے قوی کر رہا ہے کہ میں ضرور دار میں داخل ہوں گا اور اگر حالف اس طرح کہے ''ان دخلت الدار فامرأتی طالق'' اگر میں دار میں داخل ہوا تو میری بیوی کو طلاق ہو گی، اس میں حالف ترک دخول کے عزم کو تعلیق سے قوی کر رہا ہے۔ (شامی)

• معلوم ہوا تعلیق طلاق کی ہو یا عتاق کی، شرع شریف میں اس کو یمین کہا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص قسم کھاتا ہے اور کہتا ہے، اللہ کی قسم! میں قسم نہیں اٹھاؤں گا، پھر طلاق معلق کا قول کر لیتا ہے تو حانث ہو جائے گا۔ معلوم ہوا تعلیق بھی یمین اور قسم اور حلف کا ایک نوع ہے۔

تعلیق کے لیے یمین ہونے کی حیثیت سے شرطیں:

• تعلیق کی توضیح اور تعریف آنے والے صفحات پر ذکر کی جائے گی۔ تعلیق کی دو جہتیں اور حیثیتیں ہیں، تعلیق بحیثیت نفس تعلیق اور شرط اور جزاء اور تعلیق بحیثیت یمین۔ تعلیق کے لیے یمین ہونے کی جہت اور حیثیت سے حالف کا عاقل ہونا اور برّ کا ممکن ہونا شرط ہے لیکن تعلیق اور شرط اور جزاء ہونے کی حیثیت سے

تعلیق کے لیے مسلمان ہونا شرط نہیں ہے، کافر کی تعلیق بھی صحیح ہوتی ہے۔ (شامی)

• مذکورہ شرائط کے علاوہ تعلیق کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ شرط اور معلق علیہ ایسا امر ہو جو تعلیق کے وقت معدوم ہو لیکن اس کا وجود ممکن ہو یعنی تعلیق سے پہلے موجود بھی نہ ہو اور محال بھی نہ ہو۔

شرطِ موجود پر تعلیق کا حکم:

• اگر شرط تعلیق سے پہلے موجود ہے اور شرط اصلی اور امر ممتد ہے فوراً منقطع ہونے والا امر نہیں تو تعلیق تنجیز ہوگی اور طلاق یا عتاق معلق فوراً اسی وقت اور حال میں واقع ہو جائیں گے۔ کیونکہ شرط برانگیختہ کرنے یا منع اور روکنے کے لیے ہوتی ہے اور یہاں دونوں متصور نہیں ہو سکتے، اس لیے فوراً طلاق واقع ہو جائے گی۔

اصلی شرط اور عارضی میں فرق:

• مثال کے طور پر کوئی شخص کہتا ہے، اگر آسمان ہمارے اوپر ہے تو تجھے طلاق۔ چونکہ آسمان اوپر موجود ہے اس لیے فوراً طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر شرط اصلی اور امر ممتد اور غیر منقطع امر ہے جیسے کے ابصار اور استماع اور صحت کو شرط بنا دیا جائے تو بھی تعلیق تنجیز کے حکم میں ہوگی۔ مثلاً کہا جائے، اگر تو دیکھنے والی یا سننے والی یا صحت والی ہے تو تجھے طلاق ہے جبکہ بیوی بصیرہ یا سمیعہ یا صحیحہ ہے تو اسی وقت طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ دیکھنا یا سننا یا صحت مند ہونا اصلی صفت ہے عارض نہیں ہے بخلاف حیض اور عارض مرض کے کیونکہ یہ امور عارض ہوتے ہیں، اصلی نہیں ہیں، منقطع ہونے والے ہیں۔ اگر کہا جائے تو حیض والی یا مرض والی ہے تو تجھے طلاق ہے اور بیوی حیض یا مرض والی تھی تو فوراً طلاق نہیں ہوگی بلکہ آنے والا حیض اور مرض مراد ہوں گے، مستقبل میں اس وقت

طلاق واقع ہو گی مگر یہ کہ حالف کی نیت موجودہ حیض اور مرض ہو تو اسی وقت طلاق ہو جائے گی۔ (شامی)

شرط میں عجز حقیقی ہو تو یمین لغو ہو گی:

• اور اگر شرط ایسا امر ہے جو کہ عادۃً محال ہے یمین لغو اور باطل ہو گی یعنی طلاق واقع نہیں ہو گی کیونکہ شرط محال ہے اور واقع نہ ہونے والی ہے لہٰذا اس پر معلق طلاق بھی واقع نہیں ہو گی بلکہ یمین منعقد بھی نہیں ہو گی کیونکہ برّ کا امکان یمین کے انعقاد کے لیے شرط ہے اور یہاں برّ کا امکان نہیں ہے۔ (تفصیل عنقریب ذکر کی جائے گی)

مثلاً اگر کہا جائے اگر اونٹ سوئی کے سوراخ میں داخل ہوا تو تجھے طلاق ہو گی، یہ تعلیق لغو ہے کیونکہ اس کا اور اس جیسی تعلیقات کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

سم الخیاط کا مسئلہ:

• فائدہ: جب سم الخیاط کے مسئلہ میں محال عادی شرط ہو جانے کی بناء پر یمین لغو ہوتی ہے تو یمین معلق میں اگر محال عقلی شرط بنایا گیا ہو تو یمین کا لغو ہونا بطریق اولیٰ ہو گا۔ مثلاً اگر کوئی شخص کہے اگر دو نقیضوں کا اجتماع یا ارتفاع ہوا تو تجھے طلاق ہے یا اس طرح کہے اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ہے تو تجھے طلاق ہے، یہ یمین لغو اور باطل ہو گی۔

شرط اور جزاء میں اتصال شرط ہے:

• تعلیق کی صحت کے لیے شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ شرط اور جزاء میں اتصال ہو اور درمیان میں فاصلہ نہ ہو مثلاً اگر تو نے گالی دی تو تجھے طلاق ہے۔

شرط اور جزاء میں مجازات نہ ہو:

• اور تعلیق کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ شرط سے مقصود مجازاۃ مراد نہ ہو۔ مثلاً بیوی نے شوہر سے کہا، اے بیوقوف۔ شوہر نے کہا، اگر میں ایسا

ہوں جیسا آپ نے کہا تو تجھے طلاق ہے، تو اسی وقت طلاق واقع ہو جائے گی خواہ نفس الامر میں وہ بیوقوف ہو یا نہ مگر شوہر اگر تعلیق کی نیت کرے تو معتبر ہو گی۔

• اور تعلیق کے شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ شرط کا ذکر کیا گیا ہو، اگر صرف حرف شرط کا جزاء کے ساتھ ذکر ہے تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔ مثلاً شوہر کہے اگر تجھے طلاق ہے، مفتی بہ یہی قول ہے کہ طلاق نہیں ہو گی۔

شرط میں حالف کا حقیقی یا حکمی ملک ہو:

• اور تعلیق کے لزوم کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ تعلیق اپنے ملک میں ہو، ملک حقیقتاً ہو یا حکماً، اپنے عبدِ مملوک میں ملک حقیقی ہوتا ہے اور اپنی منکوحہ میں ملک حکمی ہوتا ہے اور طلاق شدہ معتدۃ میں عدت تک حکمی ملک حکماً ہوتا ہے۔ (شامی)

اجنبیہ کے ساتھ نکاح کی تعلیق:

• یا پھر تعلیق میں ملک حقیقی کی طرف اضافۃ ہو، جیسے اجنبیہ عورت کو کہا جائے اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا تو تجھے طلاق ہو گی، جب بھی اس کے ساتھ وہ شخص نکاح کرے گا طلاق واقع ہو جائے گی۔

اور اگر اجنبیہ سے کہا جائے تو نے اگر فلاں سے ملاقات کی تو تجھے طلاق ہو گی، یہ تعلیق لغو ہے، یہاں تعلیق نہ ملک میں ہے اور نہ تعلیق ملک کی طرف مضاف ہے۔

شرط کے ساتھ ان شاء اللہ کا حکم:

• تعلیق کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ شرط ان شاء اللہ تعالیٰ کا لفظ نہ ہو۔ مثلاً اگر کوئی شخص کہے، "ان شاء الله انت طالق" تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔

چند اصطلاحی فائدے:

• تعلیق میں شرط اور جزاء والا حکم ہوتا ہے اور جزاء کو شرط پر معلق کیا جاتا ہے۔ چنانچہ فقہاء کرام نے جو تعلیق کی تعریف کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے، دوسرے جملے کے مضمون کے حصول اور وجود کا پہلے جملے کے مضمون کے حصول اور وجود کے ساتھ ربط ہونا تعلیق کہلاتا ہے۔ (شامی) دوسرے جملے سے مراد جزاء ہے اور پہلے جملے سے مراد شرط ہے یعنی جزاء کا حصول اور وقوع شرط کے حصول اور وقوع پر موقوف ہوتا ہے۔

• ہماری بحث چونکہ طلاق کے مسائل میں ہے اس لیے مسائل کی جزاء میں طلاق کا ذکر ہوگا جس کو شرط پر معلق کیا گیا ہوگا۔ مثلاً کوئی شخص کہے، اگر میری بیوی نے فلاں کام کیا تو اس کو طلاق ہوگی۔

شرط کے وجود سے جزاء کا وجود:

• طلاق کے مسائل میں طلاق کے لیے شرط کبھی عدمی ہوتی ہے اور کبھی وجودی۔ اگر شرط عدمی ہو تو عدمی کی وقوع اور تحقق سے طلاق واقع ہو جائے گی۔ کہا جاتا ہے جب شرط پائی جائے گی، مشروط پایا جائے گا۔ فقہاء کرام کی اصطلاح میں کہا جائے گا، حالف حانث ہو گیا کیونکہ یمین بالتعلیق میں حانث ہونے کی صورت میں کفارہ نہیں ہوتا بلکہ جزاء کا واقع ہونا ہوتا ہے۔ بخلاف یمین باسماء اللہ تعالیٰ کہ اس میں حانث ہونے سے کفارہ لازم آتا ہے۔

علمائے منطق اور فقہاء کا "محال" کے مفہوم میں فرق:

• کیونکہ تعلیق سے مقصود یمین سے برّ اور بری ہونا ہوتا ہے اور برا ور حنث باہمی ایک دوسرے کی ضد ہیں لہٰذا بری ہونے کی شرط حانث ہونے کی شرط کی بھی ضد ہوگی اور بر کی شرط سے کبھی کبھی حالف عاجز ہوتا ہے یا تو حلف کے وقت ہی عاجز ہوتا ہے یا بعد میں عاجز ہو جاتا ہے۔ عاجز ہونے کی دو صورتیں ہوتی ہیں:

ایک یہ کہ عجز حقیقی و دائمی ہو، اس طرح کہ شرط البر ایسا امر ہو جو محالِ عقلی ہو یا ایسا محال عادی ہو جس کو فقہاء محال عقلی کہیں اگرچہ منطقی علماء محال عقلی نہ کہیں کیونکہ فقہاء کرام اس امر کو بھی محال عقلی کہہ دیتے ہیں جس امر سے انسان کا عاجز ہونا حقیقی ہوتا ہے اگرچہ نفس الامر میں وہ محال محالِ عقلی نہیں ہوتا۔ جس طرح اونٹ کا سوئی کے سوراخ میں داخل ہونا یا کوزے میں پانی کا نہ ہونا اگر حالف حلف اٹھائے کہ آج میں اس کوزے اور لوٹے میں موجود پانی پیوں گا۔ حالانکہ اس کوزے میں پانی موجود ہی نہیں ہے، ایسا محال عادی فقہاء کے نزدیک محال عقلی کی طرح ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر وہ یمین جو مسئلۃ الکوز کی طرح ہو اور جس میں بر کا محل موجود نہ ہو وہ محال فقہاء کے نزدیک محالِ عقلی کی طرح ہو گا کیونکہ اس میں بری ہونے سے عجز حقیقی واقع ہو جاتا ہے۔ عجز کی دوسری صورت یہ ہے کہ برّ کی شرط کے وقوع سے عارضی طور پر موانع موجود ہوں، اس میں عجز دائمی نہیں ہوتا، موانع کے ارتفاع سے عجز ختم ہو جاتا ہے۔ برّ کے محل سے مراد وہ ذات یا عمل ہے جس کی وجہ سے برّ کا عمل ہو سکتا ہے اور برّ واقع ہو سکتی ہے۔ اسی لیے حالف اور محلوف علیہ کو بھی محل کہا جا سکتا ہے کیونکہ ان کے وجود سے برّ کا امکان ہو سکتا ہے۔ چنانچہ کوزے کے مسئلہ میں بر کا محل حالف اور اس کی بیوی اور پانی ہو گا۔ مثلاً شوہر کہتا ہے، اگر میں نے اس کوزے میں موجود پانی نہ پیا تو میری بیوی کو طلاق ہے۔ اس مثال میں حالف اور کوزہ میں موجود پانی محل کہلائیں گے، اگر کوزہ میں پانی موجود ہو اور زوجین میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے تو طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ برّ ممکن تھی اور اگر کوزے میں پانی نہ ہو یا نہ رہے تو عجز حقیقی اور محل فوت ہونے سے یمین لغو ہو گی کیونکہ برّ ممکن ہی نہیں۔

• اگر شوہر کہتا ہے ''ان لم اطلقك فانت طالق'' (اگر میں تجھے طلاق نہ

دوں تو تجھے طلاق ہے) اس میں برّ کا محل حالف اور اس کی بیوی ہے، ان میں سے جو بھی فوت ہو گا طلاق واقع ہو جائے گی۔

معلق طلاق میں وراثت کا حکم:

• اور تعلیق کی سابقہ صورت میں طلاق کے وقوع کا وقت موت سے پہلے حیات کا آخری لمحہ ہو گا، اگر شوہر فوت ہو گیا اور بیوی زندہ ہے اور شوہر کا مقصد اس طلاقِ معلق سے بیوی کو وراثت سے محروم کرنا تھا، مطلقہ وارث ہو گی کیونکہ شوہر کی بیوی زوجۃ الفار (فرار کرنے والا) کی بیوی ہے اور اگر شوہر کا مقصد بیوی کو وراثت سے محروم کرنے کا نہیں تھا تو بیوی وارث نہیں ہو گی اور اگر بیوی پہلے فوت ہو جائے تو شوہر بیوی کا وارث نہیں ہو گا کیونکہ موت سے پہلے بیوی طلاق شدہ ہو چکی تھی اور یہ طلاق طلاقِ بائن واقع ہو گی اگرچہ تعلیق میں طلاق صریح واحد کا ذکر ہے کیونکہ یہ ایسی طلاق ہے جس میں طلاق کی عدت نہیں ہے۔ مردہ عورت معتدۃ نہیں ہوتی لہٰذا بیوی مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ، دونوں صورتوں میں طلاق بائن ہو گی اور بائن طلاق سے مطلقہ بیوی کا شوہر وارث نہیں ہو سکتا۔

برّ کے محل کی وجہ سے متعدد جزئیات:

• شوہر نے کہا، اگر میں دار میں داخل نہ ہوا تو تجھے طلاق ہے، اس میں برّ کا محل حالف اور دار ہے۔ حالف کی موت سے طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ شوہر دار میں داخل نہیں ہوا لیکن بیوی کی موت سے طلاق واقع نہیں ہو گی اور اگر شوہر بیوی کے فوت ہونے کے بعد دار میں داخل ہو گیا تو بری ہو جائے گا اور طلاق واقع نہیں ہو گی اور بیوی کے فوت ہونے پر بیوی پر طلاق اس لیے واقع نہیں ہو گی کہ بیوی میت ہے اور بیوی میت طلاق کا محل نہیں ہوتی۔ (بحر الرائق، باب الاضافۃ) معلوم ہوا محل وہ امور ہوتے ہیں جن کے ساتھ یمین سے بر کا تعلق ہوتا ہے۔

تعلیق میں برّ اور حنث کا مفہوم:

• تعلیق میں بر اور حنث کا مفہوم: اگر یمین تعلیق کی صورت میں ہو تو طلاق کا واقع ہو جانا حنث ہے اور عدم وقوع بر ہے۔ مثلاً شوہر نے بیوی سے کہا ''ان دخلت الدار فانت طالق'' اگر تو دار میں داخل ہوئی تجھے طلاق ہو گی۔ اگر موصوف کی بیوی دار میں داخل ہو جائے تو طلاق واقع ہو جائے گی اور حالف حانث ہو جائے گا اور اگر داخل نہ ہوئی تو حالف کو بار اور غیر حانث کہا جائے گا۔ دخول حنث کی شرط ہے اور عدم دخول برّ کی شرط ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کے ساتھ یمین ہو اس اسمائے مبارکہ میں برّ یہ ہے کہ برّ کا عمل کیا جائے تاکہ کفارہ واجب نہ ہو اور حنث یہ ہے کہ کفارہ واجب ہو جائے۔

تعلیق مؤقت اور غیر مؤقت کا حکم:

• تعلیق کی دو قسمیں ہیں: موقت جس میں کسی وقت کا ذکر ہو اور غیر موقت جس میں وقت کا ذکر نہ ہو۔ موقت کی مثال ''ان لم اضربك الیوم فانت طالق'' اور غیر موقت کی مثال ''ان لم اضربك فانت طالق''۔ موقت تعلیق میں حانث ہونا وقت کے گزرنے پر موقوف ہوتا ہے۔ مذکورہ مثال میں اگر موصوف نے دن گزرنے تک بیوی کو نہ مارا تو موصوف حانث ہو جائے گا اور طلاق واقع ہو جائے گا اور اگر دن گزرنے سے پہلے حالف یا بیوی فوت ہو گئے یعنی برّ کا محل ختم ہو گیا تو حالف حانث نہیں ہو گا کیونکہ امکانِ برّ باقی نہ رہنے سے یمین باطل ہو گئی، حالف نے یوم کے گزرنے پر حانث ہونا تھا، اس وقت وہ میت ہے تو میت حانث ہونے کے ساتھ موصوف نہیں ہو سکتا۔ اور غیر موقت تعلیق میں صرف محل کے فوت ہونے تک حالف حانث نہیں ہوتا جب محل فوت ہو گا حالف حانث ہو جائے گا اور حالف کی زندگی کے آخری لمحے میں طلاق واقع ہو جائے گی اور چونکہ اس مثال میں بیوی پہ ضرب واقع کرنا برّ کی شرط ہے اس

لیے یہاں بیوی کے فوت ہونے پر بھی موصوف حانث ہو جائے گا، یہاں محل شوہر اور بیوی دونوں ہیں۔

- مذکورہ دونوں مثالوں میں حانث ہونے کی شرط عدمی ہے، موقت میں حانث ہونے کی صرف ایک صورت ہے کہ یوم کے گزرنے تک حالف بیوی کو نہ مارے، اگر دن گزرنے سے پہلے حالف برّ سے یعنی ضرب سے عاجز ہو گیا، یہ کہ یوم گزرنے سے پہلے خود فوت ہو گیا یا بیوی فوت ہو گئی تو حالف حانث نہیں ہو گا اور طلاق واقع نہیں ہو گی کیونکہ موقت تعلیق میں حانث ہونا وقت گزرنے پر موقوف ہوتا ہے اور وقت سے پہلے محل کے فوت ہونے کی صورت میں تعلیق باطل ہو جاتی ہے اور حالف حانث نہیں ہوتا اور تعلیق مطلق میں محل کے فوت ہونے پر تعلیق باطل نہیں ہوتی اس لیے حالف زندگی کے آخری لمحے میں حانث ہو جاتا ہے کیونکہ مطلق میں حانث ہونا کسی وقت پر موقوف نہیں ہوتا چونکہ زندگی تک یمین مطلق میں برّ کا امکان رہتا ہے اور زندگی کے آخری لمحے میں برّ سے مایوس ہونا متحقق ہوتا ہے لہٰذا اسی وقت حانث ہونے کا حکم کیا جائے گا۔

قابلِ توجہ کلام:

- فقہاء کرام کا یہ قول اور ضابطہ ''ان فوات المحل یبطل الیمین'' میں یمین سے مراد یمین موقت ہے اور علامہ شامی کے قول ''اذا کان شرط الحنث عدمیا فان عجز عن شرط البرّ بفوات محلہ لا یحنث'' سے مراد بھی یمین موقت ہے۔ گویا موقت عدمی اور مطلق عدمی میں ایک فرق یہ ہے کہ موقت میں ذکر شدہ وقت سے پہلے محل کے فوت ہونے سے حنث اور طلاق واقع نہیں ہوتی اور مطلق میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔
- اگر حنث کی شرط عدمی ہو تو موقت اور مطلق میں ایک فرق یہ بھی ہوتا ہے کہ موقت میں امکان برنہ رہے تو یمین موقت باطل ہو جاتی ہے اور یمین مطلق میں

امکان بر نہ رہے تو یمین باطل نہیں ہوتی بلکہ قائم رہتی ہے۔ درجِ ذیل تفصیل ملاحظہ ہو۔

یمین موقت اور مطلق میں فرق:

• یمین موقت اور مطلق جس میں شرط عدمی ہو، مذکور فرق کہ یمین موقت میں ذکر کردہ وقت سے پہلے امکانِ برّ نہ رہے اور مایوسی اور عجز پیدا ہو جائے تو یمین باطل ہو جاتی ہے اور حالف حانث نہیں ہوتا مثلاً وقت سے پہلے محل فوت ہو جائے تو امکانِ برّ نہیں رہتا تو یمین باطل ہو جائے گی لیکن یمین مطلق میں محل کے فوت ہونے سے پہلے تک امکانِ برّ باقی رہتا ہے یمین باقی رہتی ہے اور جب محل فوت ہوتا ہے تو امکانِ برّ نہیں رہتا لیکن حالف زندگی کے آخری یاس کے لمحے میں حانث ہو جاتا ہے اور طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ مجھے کافی عرصہ تک اس میں شرحِ صدر نہ ہوا اور اس کی وجہ سمجھ نہیں آئی لیکن در مختار اور شامی کے مطالعہ سے الحمد للہ شرحِ صدر ہوا اور اس کی وجہ سمجھ آگئی۔

مجھے دیر سے شرحِ صدر ہوا:

• خصوصاً در مختار کتاب الایمان میں اکل و شرب کی وجہ سے یمین کی فصل میں ذکر شدہ مسائل سے میری الجھن ختم ہوئی۔ در مختار میں ہے:

"امکان تصور البر فی المستقبل شرط انعقاد الیمین و لو بطلاق و بقاءھا اذ لا بد من تصور الاصل لتنعقد فی حق الخلف و ھو الکفارۃ۔"

ترجمہ: "مستقبل میں برّ کے تصور کا امکان یمین (اگرچہ یمین طلاق کے ساتھ ہو) کے انعقاد کے لیے شرط ہے اور اس کی بقاء کے لیے بھی شرط ہے کیونکہ اصل کا تصور اور امکان ضروری ہے تاکہ یمین خلف یعنی کفارہ کے حق میں منعقد ہو جائے۔"

• ردالمحتار میں علامہ شامی نے فرمایا:

”فالمراد امکان وجوده فی المستقبل ای امکانه عقلا و ان استحال عادة احترازا عما لا یمکن عقلاً و لا عادةً کما فی المثال الاٰتی فهذا لا تنعقد فی الیمین و لا تبقی منعقدة بخلاف ما امکن وجوده عقلاً و عادةً او عقلاً فقط مع استحالته عادة کما فی مسئلة: صعود السماء و قلب الحجر ذهباً فانها تنعقد کما سیأتی۔“

ترجمہ: ”پس مراد مستقبل میں اس کے وجود کا امکان ہے یعنی اس کا عقلاً امکان ہو اگرچہ عادةً محال ہو احتراز کرتے ہوئے اس سے جو غیر ممکن ہو عقلاً اور عادةً جیسے کہ آنے والی مثال میں ہے، پس یہ یمین منعقد نہیں ہوگی اور نہ باقی رہے گی بخلاف اس کے کہ اس کا وجود عقل اور عادة میں ممکن ہو یا صرف عقل میں ممکن ہو باوجود عادةً محال ہونے کے جیسے صعود السماء اور حجر کو سونے میں تبدیل کرنے میں ہے کیونکہ ایسی یمین منعقد ہو جاتی ہے جیسا کہ ان شاءاللہ ذکر آئے گا۔“

امکانِ برّ کے ضابطہ کا ذکر:

• در مختار میں امکانِ برّ کا ضابطہ ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

”ثم فرع علیه ففی حلفه لا شربن ماء هذا الکوز الیوم و لا ماء فیه او کان فیه ماء فصب و لو بفعله او بنفسه فی یومه قبل اللیل او اطلق یمینه عن الوقت و لا ماء فیه لا یحنث سواء علم وقت الحلف فیه ماء او لا فی الاصح لعدم امکان البر و ان اطلق و کان فیه ماء فصب حنث لوجوب البر فی المطلقة کما فرغ و قد فات بصبه اما المؤقتة ففی آخر الوقت و هذا الاصل

فروعه کثیرۃ۔"

ترجمہ: "پھر اس پر تفریع کی گئی ہے کہ حالف کے حلف اٹھانے میں کہ آج میں اس لوٹے میں موجود پانی ضرور پیوں گا حالانکہ لوٹے میں پانی نہیں ہے یا لوٹے میں پانی تھا پھر گرادیا گیا اگرچہ اپنے فعل کے ساتھ یا خود گر گیا۔ اسی دن رات سے پہلے یا اپنی یمین کو حالف نے وقت سے مطلق رکھا یعنی وقت کے ساتھ مقید نہیں کیا اور لوٹے میں پانی نہیں ہے تو حالف حانث نہیں ہوگا خواہ حالف حلف کے وقت یہ جانتا تھا کہ لوٹے میں پانی ہے یا نہیں۔ اصح قول میں دونوں کا حکم برابر ہے کیونکہ دونوں صورتوں میں برّ ممکن نہیں اور اگر یمین کو وقت سے مطلق رکھا اور لوٹے میں پانی موجود تھا پھر اسے گرادیا گیا تو حالف حانث ہو جائے گا کیونکہ یمین کے الفاظ سے فارغ ہوتے ہی برّ واجب تھی اور بے شک پانی کے گرادینے سے وہ فوت ہو گئی اور لیکن یمین موقتہ پس یمین موقتہ میں برآخر وقت میں واجب ہے (فوراً واجب نہیں) اور یہ اصل ہے جس کی فروع بے شمار ہیں۔"

یمینِ مؤقت میں برّ وقت کے آخر میں واجب ہوتی ہے:

- منقولہ عبارت سے معلوم ہوا مطلق یمین میں حالف کے فارغ ہوتے ہی برّ واجب ہو جاتی ہے لیکن موقت یمین میں وقت کے آخر میں برّ واجب ہوتی ہے اس لیے دونوں میں فرق ہے اور مسئلہ کوزا اور اس کی امثال میں حکم مختلف ہے۔
- سوال یہ ہوتا ہے، آخر یہ فرق کیوں ہوتا ہے؟ اس سوال کی تفصیل فتح القدیر میں ہے کہ یہاں کوئی شخص سوال کر سکتا ہے مطلق یمین میں برّ کا حال میں واجب ہونے کا مفہوم اگر یہ ہے کہ زمانہ حال برّ کے لیے متعین ہے حتیٰ کہ دوسرے زمانہ میں حانث نہیں ہوگا، پس اس میں شک نہیں کہ ایسا نہیں ہے اور

اگر یہ مفہوم ہے کہ وجوب کا وقت موسع موت تک ہے اور حیات کی آخری جزء میں حالف حانث ہوگا پھر تو موقت بھی اسی طرح ہے کیونکہ موقت میں بھی ذکر شدہ وقت کے آخری جزء میں ہی حالف حانث ہوتا ہے پس موقت میں آخری جزء مطلق میں حیات کی آخری جزء کی طرح ہے پس کس وجہ سے محل کے فوت ہونے سے موقتہ میں وقت کے آخری جزء میں یمین باطل ہو جاتی ہے اور مطلقہ میں حیات کے آخری جزء میں یمین باطل نہیں ہوتی؟ اھ (شامی، ص: ۵۹۰)

علامہ شامی کا جواب:

• اس سوال کا ایک جواب نہر الفائق والے نے دیا تھا، علامہ شامی اس سے مطمئن نہیں تھے، خود اس کا جواب دیتے ہیں، فرماتے ہیں، مجھے اس کا یہ جواب ظاہر ہوا کہ موقتہ مقیدہ یمین میں جب یمین کی انتہاء معلوم ہے (کہ فلاں وقت ہے) تو فعل اور برّ کے لیے یمین کا آخری وقت متعین ہوگا جب محل فوت ہوا تو برّ کے وجوب سے پہلے فوت ہوگیا، یمین باطل ہوگئی لہٰذا برّ کے وجوب کے لیے متعین وقت میں امکان برّ نہ رہنے کی وجہ سے حالف حانث نہیں ہوگا۔

• لیکن مطلق یمین میں اس کی غایت اور انتہاء حیات کا آخری جزء ہے اور اس وقت میں نہ بر ممکن ہے اور نہ برّ کا خلف کفارہ دینا ممکن ہے لہٰذا برّ کو آخری جزء تک مؤخر کرنا حالف کو ضرر پہنچانا ہے کیونکہ جب حالف آخری جزء میں حانث ہوگا اس کے لیے نہ کفارہ ادا کرنا ممکن ہے اور نہ وہ وصیت کر سکتا ہے، تو وہ گنہگار رہے گا لہٰذا وجوب کے لیے آخری جزء سے پہلے کا کوئی وقت مقرر کرنا پڑے گا جب ایک وقت کی جزء کو دوسری جزء پر ترجیح نہیں ہے لامحالہ برّ کا وجوب حلف کے بعد متصل وقت میں ہوگا لیکن وجوب آخر وقت تک موسع ہوگا۔ اس شرط کے ساتھ کہ فوت نہ ہو جائے جب محل فوت ہوا تو ظاہر ہوا کہ وجوب کا وقت تنگ اور مضیق تھا جو کہ اوقاتِ امکان سے پہلا وقت تھا (اس لیے حانث

ہو جائے گا) اس کی نظیر حجِ موسع کے وجوب میں دی گئی تقریریں ہیں، اس سے وہ معنی ظاہر ہو گیا جس کی وجہ سے موقتہ میں وقت کی آخری جزء کا اعتبار ہوتا ہے اور مطلقہ وجودیہ میں حیات کی آخری جزء کا اعتبار نہیں ہوتا۔ (شامی، کتاب الایمان)

عدمی مؤقت اور مطلق میں مشترک امر:

- عدمی موقت اور مطلق میں مشترک امر یہ ہے کہ اگر حلف کے وقت برّ کا امکان نہ ہو تو یمین خواہ مؤقت ہو یا مطلق دونوں باطل ہو جائیں گی، دونوں میں حالف حانث نہیں ہو گا اور طلاق واقع نہیں ہو گی جس طرح کوزے میں پانی نہ ہونے کی صورت میں تعلیق کی مثال میں ہوتا ہے۔
- اگر حانث ہونے کی شرط عدمی ہو اور برّ کی شرط سے مانع شرط کا عادۃ محال ہونا ہو، اگر شرط عدمی موقت ہے تو وقت گزرنے پر حالف حانث ہو جائے گا اور اگر شرط عدمی مطلق ہے تو اسی حال میں حالف حانث ہو جائے گا۔
- مثلاً حالف کہتا ہے:

آسمان کو چھونے اور ہوا میں اڑنے اور پتھر کو سونا کرنے کی یمین کا حکم:

"ان لم امس السماء الیوم یا ان لم اطرفی الھواء الیوم یا ان لم احول الحجر ذھبا الیوم یا ان لم اشرب ماء دجلۃ الیوم۔"

ترجمہ: "اگر میں نے آج آسمان کو نہ چھوا یا اگر میں آج ہوا میں نہ اڑا یا اگر میں نے پتھر کو سونے میں تبدیل نہ کیا یا اگر میں نے دریائے دجلہ کا سارا پانی نہ پیا۔"

مذکورہ صورتوں میں یمین منعقد ہو جائے گی اور یوم کے گزرنے پر حالف حانث ہو گا اور اگر انہی مثالوں میں الیوم کا ذکر نہ ہو تو معلق کلام کے ختم ہوتے ہی حالف حانث ہو جائے گا۔ کیونکہ محالات عادیہ کا یہی حکم ہے۔

بحر الرائق میں ہے:

"فباعتبار التصور فی الجملة انعقدت الیمین و باعتبار العجز الثابت عادة حنث للحال۔"

ترجمہ: "پس فی الجملہ تصور برّ اور امکان کی وجہ سے یمین منعقد ہو جائے گی اور عادۃً عجز ثابت ہونے کی وجہ سے اسی حال اور وقت میں حالف حانث ہو جائے گا۔"

عدمی شرط میں برّ سے مانع شرط کا محال ہونا ہو تو حالف فوراً حانث ہو جائے گا:

- معلوم ہوا اگر تعلیق میں حانث ہونے کی شرط عدمی غیر موقت یعنی مطلق ہے اور برّ کی شرط کے وقوع سے مانع ہونا برّ کی شرط کا محال ہونا ہے تو حالف فوراً اسی وقت حانث ہو جائے گا۔
- اور عدمی مطلق شرط میں اگر برّ کی شرط کے وقوع سے قید و بند یا مرض وغیرہ مانع ہے یا کوئی بھی مانع نہیں، حالف محل کے فوت ہونے کے وقت حانث ہو جائے گا۔ اور اگر محل متعدد امور ہیں تو کسی ایک کے فوت ہونے پر حانث ہونا ثابت ہو جائے گا اور طلاق واقع ہو جائے گی۔ مثلاً اگر محلوف علیہ ہلاک ہو جائے تو حالف محلوف علیہ کے ہلاک کے وقت حانث ہو جائے گا اور اگر حالف خود فوت ہو جائے تب بھی حالف حانث ہو جائے گا۔ مثلاً حالف نے کہا، اگر میں نے اس کوزے کا پانی نہ پیا تو میری بیوی کو طلاق۔ اگر حلف کے وقت کوزے میں پانی موجود تھا، یمین منعقد ہو گئی پھر پانی گرا دیا گیا تو جس وقت محلوف علیہ پانی ہلاک اور ضائع ہوا اسی وقت حالف حانث ہو جائے گا اور اگر خود حالف ہلاک ہو جائے اور پانی باقی رہے تو حالف اپنی زندگی کے آخری لمحے میں حانث ہو جائے گا اور طلاق واقع ہو جائے گی۔
- حاشیہ بحر الرائق میں ہے:

"والحاصل انها ان كانت مطلقة و فيها ماء فما دام الحالف والمحلوف عليه قائمين لا يحنث و اذا هلك احدهما يحنث غير انه اذا هلك المحلوف يحنث وقت الهلاك و ان هلك الحالف يحنث فی آخر جزء من اجزاء حياته لان الحنث بفوات البرّ فی جميع عمره و قد تحقق لوقوع اليأس عن الفعل و ان كان موقتة ان كان الحالف و المحلوف عليه قائمين و مضى الوقت حنث فی قولهم لوقوع اليأس عن الفعل فی الوقت المشروط و ان هلك الحالف والمحلوف عليه قائم و مضى الوقت لا يحنث عندهم لانه انما يحنث فی اٰخر جزء من اجزاء الوقت المشروط لان شرط الحنث ترك الفعل فی جميع اجزاء الوقت فاذا كان ميتا فی اٰخر الوقت فالميت لا يوصف بالحنث و لو هلك المحلوف عليه والوقت باق والحالف قائم بطلت اليمين عندهما و عند ابی يوسف حنث۔" (اھ، ص:۳۳۹، حاشیہ بحر)

ترجمہ: بحث کا حاصل یہ ہے کہ اگر یمین مطلق ہے اور کوزے میں پانی ہے جب تک حالف اور محلوف علیہ (پانی) قائم ہیں، حالف حانث نہیں ہو گا اگر ان میں سے ایک ہلاک ہو گیا تو حالف حانث ہو جائے گا مگر جب محلوف (پانی) ہلاک ہو گا، حالف پانی کے ہلاک ہونے کے وقت حانث ہو جائے گا اور اگر حالف ہلاک ہو گا تو اپنی حیات کے اجزاء سے آخری جزء میں حانث ہو جائے گا کیونکہ حانث ہونا حالف کی ساری عمر میں برّ کے فوت ہونے پر ہوتا ہے اور برّ کا فوت ہونا فعل سے مایوس ہونے کی وجہ سے متحقق ہو گیا ہے اور اگر یمین موقتہ ہے اگر حالف اور محلوف علیہ دونوں قائم ہیں اور وقت گزر گیا تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حالف حانث

ہو جائے گا کیونکہ ذکر کردہ وقت میں فعل سے ناامیدی واقع ہے اور اگر حالف ہلاک ہو گیا اور محلوف علیہ قائم ہے اور وقت گزر گیا، تینوں اماموں کے نزدیک حالف حانث نہیں ہو گا کیونکہ موقت میں حانث ہونا ذکر شدہ وقت کے اجزاء سے آخری جزء میں ہوتا ہے کیونکہ حانث ہونے کی شرط ذکر کردہ وقت کے سارے اجزاء میں ترکِ فعل سے ہوتی ہے۔ پس جب حالف ذکر کردہ وقت کے آخر میں میت ہے تو میت حانث ہونے سے موصوف نہیں ہوتا اور اگر محلوف علیہ ہلاک ہو گیا اور وقت باقی ہے اور حالف زندہ ہے تو طرفین کے نزدیک یمین باطل ہو جائے گی اور حالف حانث نہیں ہو گا اور امام ابو یوسف کے نزدیک حالف حانث ہو جائے گا۔

ہم نے ذکر شدہ بحث علامہ شامی کے حاشیہ منحۃ الخالق کی نقل کردہ عبارت سے اخذ کی ہے، توجہ کے ساتھ مطالعہ فرمائیں۔

کوزے کے پانی کے ساتھ تعلیق کا حکم:

- کتبِ فقہ میں برّ کے امکان اور عدم امکان کے حوالے سے لوٹے میں پانی ہونے یا نہ ہونے کی بنیاد پر کوزے کا مسئلہ ذکر کیا گیا ہے جو کہ کافی مشہور ہے اس لیے کوزے کے مسئلہ پر تفصیل ملاحظہ کرنے کے لیے بحر الرائق کی درج ذیل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ بحر الرائق میں ہے:

"وقد ذكر المصنف مسئلة الكوز وهي مفرعة على هٰذا الاصل و ذكر انها على اربعة اوجه، وجهان في المقيدة و وجهان في المطلقة اما في المقيدة فهي على وجهين اما ان لا يكون فيه ماء اصلا او كان فيه ماء وقت الحلف ثم صب قبل مضي الوقت و في كل منهما لا يحنث لعدم انعقاد اليمين في الاول و لبطلانها

عند الصب فی الثانی عندهما و لا فرق فی الوقت بین ان یکون الیوم او الشهر او الجمعة و اما المطلقة فعلی وجهین اما ان لا یکون فیه ماء اصلاً فلا یحنث لعدم انعقاد الیمین او کان فیه و صب فانه یحنث لانعقادها لامکان البر ثم یحنث بالصب لان البرّ یجب علیه کما فرغ فاذا صب فقد فات البر فیحنث فی ذالك الوقت کما لو مات الحالف والماء باق۔" (ص:۳۳۰)

ترجمہ: "اور بے شک مصنف نے کوزے کا مسئلہ ذکر کیااور یہ اسی قاعدہ پر متفرع اور مبنی ہے اور ذکر کیا گیا بے شک کوزے کے مسئلہ کی چار وجوہات ہیں، دو مقیدۃ اور موقتہ میں اور دو مطلقہ میں لیکن مقیدۃ میں دو وجوہات اس طرح ہیں کہ لوٹے میں بالکل پانی نہ ہو یااس میں حلف کے وقت پانی موجود ہو پھر پانی کو یمین میں ذکر کردہ وقت گزرنے سے پہلے گرادیا جائے، ان دونوں صورتوں میں حالف حانث نہیں ہوگا۔ پہلی صورت میں یمین منعقد نہ ہونے کی وجہ سے طرفین کے نزدیک اور دوسری صورت میں پانی گرادینے کے وقت یمین منعقدہ کے باطل ہوجانے کی وجہ سے اور وقت میں کوئی فرق نہیں، دن کاذکر ہو یامہینہ کا یا ہفتہ کا۔اور یمین مطلقہ میں دو وجوہات یہ ہیں کہ لوٹے میں پانی بالکل نہ ہو تو حالف حانث نہیں ہوگا کیونکہ یمین منعقد نہیں ہوئی یالوٹے میں پانی ہو اور اسے گرادیا جائے، اس صورت میں حالف حانث ہوجائے گا، امکانِ برّ کی وجہ سے یمین منعقد ہوجائے گی اور پھر پانی گرادینے کی وجہ سے حالف حانث ہوجائے گا کیونکہ فارغ ہوتے ہی حالف پر برّ واجب تھی، جب پانی گرادیا گیا برّ فوت ہوگئی پس پانی گرانے کے وقت میں حالف حانث ہوجائے گا جس طرح حالف فوت ہونے کے وقت حانث

ہو جاتا ہے جبکہ پانی باقی ہو۔

عدمی مؤقت شرط میں حانث ہونے کی صرف ایک صورت:

- معلوم ہوا اگر حانث ہونے کی شرط عدمی ہو اور موقت ہو اس میں حانث ہونا صرف ایک صورت میں ہوگا کہ حالف اور محلوف علیہ باقی ہوں اور وقت گزرنے تک بری ہونے کا عمل نہ ہو سکے خواہ موانع کی وجہ سے نہ ہو سکے یا بغیر موانع کے نہ ہو سکے، دونوں صورتوں میں حالف حانث ہو جائے گا۔

اور اگر حانث ہونے کی شرط عدمی مطلق ہو تو منعقد ہونے کے بعد حالف یا محلوف علیہ کے فوت ہونے سے حالف حانث ہو جائے گا کیونکہ مطلق میں برّ کسی معین وقت پر معلق نہیں ہوتی لہٰذا برّ سے مایوسی برّ کے محل کے فوت ہونے کی صورت میں ہوگی صرف وقت کے ذکر اور عدم ذکر کی وجہ سے حکم مختلف ہو جاتا ہے۔

شوہر اور لڑکی کے باپ کے تنازع کی تعلیق کا حکم:

- مذکورہ قاعدہ کی توضیح کے لیے مزید جزئیات ملاحظہ ہوں۔

”و منها لو قال رجل لامرءته ان لم تهبی لی صداقك الیوم فانت طالق و قال ابوها ان وهبت له صداقك فامك طالق فحیلة عدم حنثها ان تشتری منه بمهرها ثوبا ملفوفا و تقبضه فاذا مضی الیوم لم یحنث ابوها لانها لم تهب صداقها و لا الزوج لانها عجزت عن الهبة عند الغروب لان الصداق سقط عن الزوج بالبیع ثم اذا ارادت عود الصداق ردته بخیار الرویة۔“

ترجمہ: ”اس قاعدہ پر متفرع جزئیات سے ایک جزئیہ یہ بھی ہے کہ شوہر بیوی سے کہتا ہے، اگر تونے آج غروبِ آفتاب سے پہلے اپنا مہر مجھے

ہبہ نہ کیا تو تجھے طلاق ہے۔ بیوی کے باپ نے بیٹی سے کہا، اگر تو نے آج اپنا مہر شوہر کو ہبہ کیا تو تیری ماں کو طلاق ہو گی تو اس کا حیلہ جس کی وجہ سے دونوں حانث نہ ہوں اور کسی پر طلاق واقع نہ ہو یہ ہے کہ بیوی اپنے شوہر سے مہر کے معاوضہ میں ایک ملفوف کپڑا خرید لے (ملفوف اس لیے کہ خیارِ رویت سے واپس کر سکے) اور اس کپڑے پر قبضہ کر لے جب دن گزر جائے گا تو اس کا باپ حانث نہیں ہو گا کیونکہ عورت نے شوہر کو مہر ہبہ نہیں کیا اور شوہر بھی حانث نہیں ہو گا اس لیے کہ غروبِ آفتاب سے پہلے اس کی بیوی برّ کے محل فوت ہونے کی وجہ سے ہبہ کرنے سے عاجز ہو گئی تھی کیونکہ مہر کے معاوضہ میں اس نے شوہر سے کپڑا خرید لیا تھا (چونکہ یمین موقت تھی اس میں یمین کی بقاء کے لیے بھی امکانِ برّ شرط ہوتا ہے لہٰذا شوہر حانث نہیں ہو گا)، بیع کی وجہ سے بیوی کا مہر شوہر سے ساقط ہو گیا تھا اور ساقط کا ہبہ نہیں ہو سکتا۔ پھر جب بیوی چاہے کہ مہر واپس مل جائے تو ملفوف کپڑے کو خیارِ رویت کی وجہ سے واپس کر دے اور مہر واپس لے لے۔

اگر تو نے صبح کی نماز نہ پڑھی تو تجھے طلاق:

"و منها ما فی المبتغی و فی یمینه لامرءته ان لم تصلی صلاۃ الفجر غدا فانت کذا لا یحنث بحیضها بکرۃ فی الاصح وبطلت عند ابی حنیفة و محمد خلافا لابی یوسف (الی) اقول ان قوله ان لم اخرّب و ان لم اذهب بك و ان لم اخرج و ان لم تحضری منزلی سواء فی ان القید والمنع لا یمنع الحنث لانه اکراه و للاکراه تاثیر فی الفعل بالاعدام کالسکنی لا فی العدم والمعلق علیه فی هذه المسائل العدم فلم یوثر فیه الاکراه۔" (ص: ۱۹/۴، ج ۲)

ترجمہ: ''ان جزئیات سے ایک جزئیہ مبتغی میں مذکور ہے، وہ یہ کہ یمین میں حالف نے اپنی بیوی سے کہا، اگر تو نے کل صبح کی نماز نہ پڑھی تو تجھے طلاق ہے (اتفاق سے) بیوی صبح حیض والی ہو گئی اور نماز نہیں پڑھی تو اصح قول میں طلاق واقع نہیں ہو گی۔ پس حاصل کلام یہ ہے کہ جب محلوف علیہ فعل سے حالف محل کے فوت ہونے کی وجہ سے عاجز ہوا اور یمین موقت ہو، امام اعظم ابی حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک یمین باطل ہو جائے گی بخلاف سیدنا ابی یوسف کے کہ ان کے نزدیک یمین باطل نہیں ہو گی۔ (ان کے نزدیک یمین موقت کی بقاء کے لیے امکان بر شرط نہیں ہے) (تا) میں کہتا ہوں بے شک حالف کا قول ''ان لم اخرب و ان لم اذهب بك و ان لم اخرج و ان لم تحضري الليلة'' سب اس بات میں برابر اور مساوی ہیں کہ قید اور منع حانث ہونے کو منع نہیں کرتے کیونکہ قید اور منع حانث کرانے پر جبر اور اکراہ ہے اور اکراہ اور جبر فعل کے معدوم کرنے میں مؤثر ہوتا ہے جیسے سکنی والی صورت میں ہے لیکن عدم میں اکراہ اور جبر مؤثر نہیں ہوتا مذکورہ سب مسائل میں معلق علیہ اور حنث کی شرط عدم ہے، اس میں اکراہ اثر نہیں کرے گا۔''

- فائدہ: قسم اٹھوانے میں نسیان اور خطا اور جبر و اکراہ اور حالف پر جبر اور اکراہ اور دباؤ سے حانث کرانے کے بعض مسائل ان شاء اللہ بعد میں ذکر کیے جائیں گے۔

شرط بلا اختیار وجود میں آنے کا حکم:

- متفرع جزئیات سے ایک جزئیہ یہ ہے کہ شوہر نے بیوی سے کہا، اگر تو فلاں شخص کو ابھی نہ لائی یا تو نے میرا کپڑا ابھی واپس نہ کیا تو تجھے طلاق ہے۔ پھر فلاں شخص دوسری طرف سے خود آ گیا اور شوہر نے بیوی کے واپس کرنے سے پہلے خود کپڑا لے لیا تو شوہر حانث نہیں ہو گا۔ اسی طرح اگر بیوی سے شوہر نے کہا، اگر

میں تجھے وہ دینار جو تیرے لیے میرے اوپر واجب ہے، آنے والے ماہ کی پہلی تاریخ تک واپس نہ کروں تو تجھے طلاق ہے پھر بیوی نے شوہر کو ذکر کردہ ماہ سے پہلے بری کر دیا تو یمین باطل ہو جائے گی۔ (در مختار) در مختار میں مذکور جزئیات میں لفظ الساعۃ مذکور ہے جس کا ہم نے ترجمہ ابھی کے لفظ سے کیا ہے مگر علامہ شامی نے لفظ الساعۃ پر نوٹ لکھا ہے کہ الساعۃ کی قید دونوں صورتوں کے ساتھ لگے گی اور مصنف نے دونوں مثالوں میں اس قید کا ذکر اس لیے کیا کیونکہ ان میں یہ قید نہ ہو تو حالف اس وقت تک حانث نہیں ہوگا جب تک بری ہونے سے مایوس نہیں ہوگا اور مایوس ہونا اس طرح ہوگا کہ حالف فوت ہو جائے یا کپڑا ضائع ہو جائے۔

عدمی شرط میں عجز کا حکم:

- مذکورہ تینوں مثالوں سے واضح ہے کہ اگر شرط عدمی موقت ہو اور ذکر شدہ وقت سے پہلے حالف محل کے فوت ہونے سے بری ہونے سے عاجز ہو جائے تو حالف حانث نہیں ہوگا کیونکہ امکان بر نہ ہونے کی وجہ سے یمین باطل ہو جائے گی اور معلوم ہوا اگر مذکورہ مثالوں میں وقت کا ذکر نہ ہو اور مطلق ذکر کی جائیں تو حالف تب حانث ہوگا جب بری ہونے کا محل حالف یا کپڑا یا دینار ہلاک اور ضائع ہو جائیں گے۔
- در مختار میں ہے:

"ولو حلف ان لم یخرب بیت فلان غدا فقید و منع حتی مضی الغد حنث و کذا ان لم اخرج من ھذا المنزل فکذا فقید او ان لم اذھب بك الی منزلی فاخذھا فھربت منه او ان لم تحضری اللیلة منزلی فکذا منعھا ابوھا حنث فی المختار بخلاف لا اسکن فاغلق الباب او قید لا یحنث فی المختار۔"

ترجمہ: ”کسی شخص نے قسم کھائی کہ اگراس نے فلاں آدمی کا گھر کل تک خراب نہ کیا(تواس کی بیوی کو طلاق ہوگی) پھر حالف کو باندھ کر منع کر دیا گیا، کل گزر گئی تو طلاق واقع ہو جائے گی اوراسی طرح شوہر نے قسم اٹھائی کہ اگر میں اس گھر سے نہ نکلا تو بیوی کو طلاق پھر شوہر کو باندھ دیا گیا یاشوہر نے حلف اٹھایااور بیوی سے کہااگر میں تجھے اپنے گھر نہ لے گیاتو تجھے طلاق ہے، بیوی کو پکڑا لیکن وہ اس سے بھاگ گئی یاشوہر نے بیوی سے کہا اگر تو آج رات میرے گھر نہ آئی تو تجھے طلاق ہے پھر بیوی کے باپ نے بیٹی کو منع کر دیااور نہیں گئی توان صورتوں میں حالف حانث ہو جائے گا، طلاق واقع ہو جائے گی حالانکہ حالف کو جبر اور اکراہ کے ساتھ حانث کرایا گیا۔ بخلاف اس کے کہ حالف نے کہا اگر میں اس گھر میں رہوں تو میری بیوی کو طلاق پھر دروازہ بند کر دیا گیا یااسے باندھ دیا گیااور وہ ذکر کردہ وقت میں اسی گھر میں رہاتو حانث نہیں ہوگااور طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ وجودی شرط میں جبر اوراکراہ سے حانث کرانے سے حالف حانث نہیں ہوتا۔“

مانع حسی یا غیر حسی کی وجہ سے شرط نہ پائے جانے کا حکم:

- مذکورہ مثالوں سے واضح ہے اگر شرط عدمی موقت ہواور برّ کی شرط سے حالف عاجز ہو لیکن اس کا عاجز ہونا محل کے فوت ہونے کی وجہ سے نہ ہو بلکہ کسی دوسرے مانع حسی جیسے قید وغیرہ یا غیر حسی جیسے تالا وغیرہ سے دروازوں کو بند کرنے کی وجہ سے ہو تو حالف حانث ہو جائے گااور موانع کی طرف فعل کے عدم کی نسبت کا اعتبار نہیں ہوگااور عاجز ہونے کو حقیقی عاجز ہونا شمار نہیں کیا جائے گا لہٰذا یمین باطل نہیں ہوگی اور یہ عجز امکانِ برّ کے منافی نہیں ہوگا۔
- یہ بھی معلوم ہوا کہ عدمی موقت میں وقت سے پہلے برّ سے عاجز ہو جانا اگر

فواتِ محل کی وجہ سے ہو تو یمین باطل ہو جاتی ہے اور طلاق واقع نہیں ہوتی اور اگر ذکر شدہ وقت سے پہلے برّ سے دیگر موانع اور جبر و اکراہ کی وجہ سے عاجز ہونا ہو تو یمین باطل نہیں ہوتی اور طلاق واقع ہو جاتی ہے لہٰذا جب بھی ذکر کردہ وقت گزرے گا طلاق واقع ہو جائے گی۔

- اور اگر حانث ہونے کی عدمی شرط موقت نہ ہو مطلق ہو اور حالف برّ سے موانع کی وجہ سے عاجز ہو جائے تو بھی یمین باطل نہیں ہو گی اور حالف صرف فواتِ محل سے حانث ہو گا، دیگر موانع کی وجہ عجز سے حانث نہیں ہو گا اس لیے حالف زندگی کے آخری لمحہ میں حانث ہو گا یا محلوف علیہ کے ہلاک ہونے کے وقت حانث ہو گا گویا یمین عدمی مطلق میں کسی قسم کا عجز ہو، فواتِ محل کی وجہ سے ہو یا دیگر موانع کی وجہ سے، حالف کو حانث ہونے سے نہیں بچا سکتا لیکن زندگی کے آخری حصے میں حانث ہو گا اور طلاق واقع ہو گی مگر یمین عدمی موقت میں موانع کی وجہ سے برّ سے عجز میں تو حانث ہو جاتا ہے لیکن محل کے فوت ہونے کی وجہ سے حانث نہیں ہوتا۔ عدمی مطلق اور موقت میں فرق صرف محل کے فوت ہونے کی وجہ سے عجز میں ہے۔

وجود شرط میں حانث پر جبر کا حکم:

- مذکورہ جزئیات کے آخر میں "لا اسکن" کی مثال سے اشارہ فرمایا کہ اگر حانث ہونے کی شرط وجودی ہو اور حالف کو حانث ہونے پر مجبور ہونا پڑے اور بری ہونے سے عاجز کر دیا جائے تو حالف حانث نہیں ہو گا یعنی حانث ہونے کی وجودی شرط میں بری ہونے کی شرط سے اگر حالف خود عاجز ہو جائے یا عاجز کرا دیا جائے تو اس عجز اور موانع کا اعتبار ہو گا، حالف کو معذور سمجھا جائے گا۔
- اگر وجودی شرط موقت ہو اور برّ کی شرط سے حالف عاجز ہو جائے اور حانث ہونے پر مجبور کر دیا جائے، عجز فواتِ محل کی وجہ سے ہو یا کسی دوسرے مانع کی

وجہ سے ہو، حسی مانع ہو یا غیر حسی مانع ہو، سب صورتوں میں حالف حانث نہیں ہوگا۔

• مثلاً ''لا اسکن'' میں حالف کو گھر میں باندھ دیا گیا یا شدید مرض کی وجہ سے حالف گھر میں ٹھہرا رہا یا دروازہ بند کر دیا گیا تاکہ حالف کی بیوی کو طلاق ہو جائے، سب صورتوں میں طلاق واقع نہیں ہوگی اور اگر بالفرض حالف نے کہا تھا اگر میں آج غروبِ آفتاب تک اس گھر میں رہا تو میری بیوی کو طلاق ہو گی، غروبِ آفتاب سے پہلے حالف مر گیا یا گھر برباد ہو گیا تو حالف حانث نہیں ہوگا کیونکہ غروبِ آفتاب تک کی شرط نہیں پائی گئی۔

• حالف نے کہا، اگر میں آسمان کو چھوؤں تو میری بیوی کو طلاق تو طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ حانث ہونے کی شرط آسمان کو چھونا ہے اور وہ عادۃً محال ہے لہٰذا بری ہونا غیر اختیاری ہے پھر بھی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ (شامی)

اگر حانث ہونے کی شرط وجودی ہو، موانع جبر و اکراہ کی وجہ سے عجز میں حنث نہیں ہوگا:

• معلوم ہوا حانث ہونے کی شرط اگر وجودی ہو، موانع اور جبر و اکراہ کی وجہ سے بری ہونے سے حالف کو عاجز کر دیا جائے یا بری ہونا اس کی مجبوری ہو جائے تو حالف حانث نہیں ہوگا۔

• در مختار میں ہے:

''ان دخل الجمل فی سم الخیاط فانت طالق۔''

ترجمہ: اگر سوئی کے سوراخ میں اونٹ داخل ہو گیا تو تجھے طلاق ہے۔

اگر کسی نے مذکورہ الفاظ سے طلاق معلق ذکر کی تو طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ شرط وجودی ہے اور عادۃً محال ہے گویا شرط کا محال ہونا حانث ہونے سے مانع ہے اور اگر کوئی شخص کہے ''ان ضربتك فانت طالق'' اگر تجھے میں نے مارا تو تجھے

طلاق ہے۔ اب شوہر پر جبر کیا گیا جس کی وجہ سے اس نے بیوی کو مارا تو شوہر حانث نہیں ہوگا۔ کیونکہ حانث ہونے کی وجودی شرط میں جبر اور اکراہ سے حانث کرانے سے حالف حانث نہیں ہوتا اور فعل کی نسبت جابر اور مکرہ کی طرف ہو جاتی ہے اور حالف حانث ہونے سے محفوظ رہتا ہے۔ اور حانث ہونے کی عدمی شرط میں جبر اور اکراہ سے حانث کرانے سے حالف حانث ہو جاتا ہے اور عدم کی نسبت حالف کی طرف باقی اور قائم رہتی ہے، اکراہ اور جبر کا عدم میں اثر معتبر نہیں ہوتا۔

عدمی شرط میں اکراہ اور جبر سے حالف حانث ہو جاتا ہے:

- علامہ شامی ''لا اسکن'' کے تحت لکھتے ہیں:

''لان شرط الحنث وجودی ھو سکناہ بنفسہ والوجودی یمکن وجودہ بالاکراہ والمنع بان ینسب لغیرہ و ھو المکرہ بالکسر بخلاف لا یخرج لان شرط الحنث عدمی و ھو لا یمکن اعدامہ بالاکراہ لتحققہ من المکرہ بالفتح و ھذا معنی قولھم الاکراہ یوثر فی الوجودی لا فی العدمی۔''

ترجمہ: ''(کسی شخص نے کہا اگر میں اس گھر میں ساکن رہا تو میری بیوی کو طلاق ہے پھر اس شخص کو گھر میں باندھ دیا گیا یا دروازہ بند کر کے تالا لگا دیا گیا تو حالف حانث نہیں ہوگا۔) کیونکہ حانث ہونے کی شرط وجودی ہے اور محلوف علیہ حالف کا بنفسہ بغیر اکراہ کے رہنا اور سکنی ہے اور وجودی کا وجود اور وقوع اکراہ اور منع سے اس طرح ممکن ہے کہ وجود اور وقوع کی نسبت حالف کے غیر کی طرف کی جائے اور حالف کا غیر مکرہ (را کے کسرہ کے ساتھ) ہے۔ لہٰذا سکنی کی مکرہ کی طرف نسبت کی جائے گی۔ بخلاف ''لا یخرج'' کے کیونکہ اس میں حانث ہونے کی شرط عدمی ہے

اور عدمی کا اعدام اکراہ سے ممکن نہیں کیونکہ وہ مکرہ (را کے فتح کے ساتھ) سے متحقق ہے اور یہی ان کے قول کے معنی ہے کہ اکراہ وجودی میں اثر کرتا ہے اور عدمی میں اثر نہیں کرتا۔"

- طرفین امام اعظم ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک یمین کے انعقاد کے لیے امکانِ برّ شرط ہے خواہ یمین مطلق یا مؤقت اور اگر یمین موقت ہو تو امکانِ برّ اس کی بقاء کے لیے بھی شرط ہے اور اگر یمین مطلق ہو تو اس کی بقاء کے لیے امکانِ برّ شرط نہیں ہے۔ بحر الرائق میں ہے:

امکانِ برّ یمین کے انعقاد اور بقاء کے لیے شرط ہے:

"و لهما انه لا بد من تصور الاصل لتنعقد فی حق الخلف و بهذا الا تنعقد الغموس موجبة للكفارة۔" (بحر)

ترجمہ: "طرفین کی دلیل یہ ہے کہ اصل کا تصور ضروری ہے تاکہ یمین خلف (کفارہ کے) حق میں منعقد ہو جائے اس وجہ سے یمین غموس اور جھوٹی قسم سے کفارہ واجب نہیں ہوتا۔"

منحۃ الخالق حاشیہ بحر الرائق میں ہے:

"(و قوله هو امكان البر فی المستقبل) قال الرملی و اما العجز عن التصور فلا يمنع انعقادها و لا بقاءها كما اطبقت عليه اصحاب المتون فی مسئلة صعود السماء و قلب الحجر ذهبا فتامل و كن علی بصيرة۔" اھ۔

ترجمہ: "(شارح کا قول کہ مستقبل میں امکانِ برّ شرط ہے) علامہ خیر الدین رملی نے فرمایا لیکن تصور سے عاجز ہونا یمین کے نہ انعقاد کو منع کرتا ہے اور نہ بقاء کو جیسا کہ اصحابِ متون کا آسمان پر چڑھنے اور پتھر کو سونے میں تبدیل کرنے کے مسئلہ میں اجماع ہے پس فکر کر اور بصیرہ پر

ہو جا۔" اھ۔ ۴/۰۳۳۔

پھر فرمایا:

"اقول المراد بامکان تصور البر تصوره حقیقة ای بان یکون ممکنا عقلا و ان استحال عادة کما فی مسئلة صعود السماء و قلب الحجر ذهبا و لذا انعقدت الیمین فیه و لم تبطل بالعجز عنه عادة کما یأتی اما ھٰهنا فانه اذا لم یکن فی الکوز ماء لا تنعقد الیمین اصلاً لعدم امکان شربه اصلاً لا حقیقةً و لا عادة و اذا کان فیه ماء فصب تنعقد الیمین ثم تبطل عند الصب لعروض العجز حقیقةً و عادةً فعلم ان المراد بعدم التصور ھٰهنا عدم الامکان حقیقةً و عادةً۔" (منحۃ الخالق)

برّ کا حقیقی تصور یمین کے انعقاد کے لیے شرط ہے:

ترجمہ: "میں کہتا ہوں برّ کے تصور کے امکان سے مراد برّ کا حقیقی تصور ہے، وہ یہ کہ برّ عقلاً ممکن ہو اگرچہ عادۃ محال ہو جس طرح آسمان پر چڑھنے اور حجر کو ذہب میں تبدیل کرنے میں ہے اور اسی وجہ سے اس میں یمین منعقد ہو جاتی ہے اور عادۃ عاجز ہونے سے باطل نہیں ہوتی جیسا کہ آنے والا ہے لیکن یہاں جب لوٹے میں پانی نہیں ہے، یمین بالکل منعقد نہیں ہو گی کیونکہ پانی کے پینے کا امکان بالکل نہیں ہے، نہ حقیقتاً اور نہ عادۃ اور جب کوزے میں پانی تھا (یمین کے وقت) پھر گرادیا گیا یمین منعقد ہو گئی پھر پانی گرادینے کے وقت باطل ہو گئی کیونکہ حقیقتاً اور عادۃ عاجز ہونا عارض ہو گیا پس معلوم ہوا یہاں عدم تصور سے حقیقتاً اور عادۃ عدم امکان ہے۔ (منحۃ الخالق)

امکانِ برّ اور عجز جمع ہو سکتے ہیں:

- مذکورہ عبارت سے امکانِ برّ کے قاعدہ کی وضاحت مقصود تھی اس لیے ہم نے

خواہشمند حضرات کے لیے نقل کر دی ہے، وہ یہ کہ امکانِ برّ اور عجز جمع ہو سکتے ہیں عاجز ہونے سے لازم نہیں آتا کہ امکانِ برّ نہ رہے جیسے صعود السماء وغیرہ میں ہے۔ امکانِ برّ اور عجز دونوں جمع ہیں اور یہاں عجز حقیقی عجز نہیں ہے اگر عجز حقیقی ہو جیسا کہ کوزہ کے مسئلے میں ہے تو امکانِ برّ ختم ہو جائے گا۔ گویا عجز کی دو قسمیں ہیں: ایک عجز وہ جو امکانِ برّ کے عدم سے پیدا ہو اور ایک عجز وہ ہے جو دیگر موانع سے پیدا ہو۔ پہلا قسم یمین کے انعقاد سے مانع ہے مگر دوسرا قسم یمین کے انعقاد سے مانع نہیں۔

عجز کے دو مفہوم ہیں:

- ایک جگہ اس کی توضیح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"توضیحه ما قاله الامام الحصیری فی التحریر شرح الجامع الکبیر ان هذه یمین غیر معقودة فلا تجب الکفارة کالیمین الغموس لان لیس ههنا معقود علیه موجود و لا متوهم الوجود و عدم المعقود علیه یمنع انعقاد العقد و هذا لان الیمین انما تنعقد لتحقق البرّ فان من اخبر بخبر او وعد بوعد یو کده بالیمین لتحقق الصدق فکان المقصود هو البرّ ثم تجب الکفارة خلفا منه لرفع حکم الحنث هو الاثم لیصیر بالتکفیر کالبار فاذا لم یکن البر متصورا لا تنقعد فلا تجب الکفارة خلفا عنه لان الکفارة حکم الیمین و حکم الشیء انما یثبت بعد انعقاده کسائر العقود بخلاف صعود السماء و تحویل الحجر ذهبا والطیران فی الهواء و شرب ماء دجلة لان البرّ متصور فی الجملة لجواز ان یقدر الله تعالیٰ عبدا من عبادہ علی صعود السماء و مسها وغیرہ فتوهم وجوده الا تری انه صعد الانبیاء

علیھم السلام والملئکة علیھم السلام تصعد فی کل وقت و کما اکرم آصف وزیر سلیمان علیہ السلام حیث قال انا آتیك به قبل ان یرتد الیك طرفك و انه خلاف العادة۔ فباعتبار التصور فی الجملة انعقدت الیمین و باعتبار العجز الثابت عادة حنث للحال۔'' (منحۃ الخالق)

ترجمہ: ''اس کی وہ توضیح جو امام حصیری نے جامع کبیر کی شرح التحریر میں ذکر فرمائی، وہ یہ ہے کہ (کوزے) والی یمین منعقد نہیں ہے۔ پس کفارہ واجب نہیں ہوگا جیسے جھوٹی یمین میں کفارہ واجب نہیں ہوتا کیونکہ یہاں وہ امر (پانی) جو معقود علیہ ہے، وہ موجود نہیں ہے اور نہ اس کے وجود کا وہم ہے اور معقود علیہ امر کا نہ ہونا عقد کے انعقاد کو منع کرتا ہے۔ یہ اس لیے کہ یمین کا انعقاد برّ کے واقع کرنے کے لیے ہوتا ہے کیونکہ جو شخص کسی امر کی خبر دیتا ہے یا کسی امر کا وعدہ کرتا ہے اس کو یمین سے مضبوط کرتا ہے تاکہ صدق متحقق ہو جائے پس مقصود برّ ہی ہوتا ہے پھر کفارہ واجب ہوتا ہے تاکہ حانث ہونے کا گناہ مرتفع ہو جائے اور تاکہ حالف کفارہ دینے سے بار کی طرح ہو جائے۔ جب برّ متصور نہیں ہوگی تو یمین منعقد نہیں ہوگی تو کفارہ جو کہ برّ کا خلف ہے واجب نہیں ہوگا کیونکہ کفارہ یمین کا حکم ہے اور شیء کا حکم اس کے انعقاد کے بعد ثابت ہوتا ہے جیسا کہ باقی عقود میں ہوتا ہے بخلاف صعود کا آسمانوں میں اور پتھر کو سونے میں تبدیل کرنے میں اور ہوا میں اڑنے میں اور دریاد جلہ کے پانی پینے میں کیونکہ ان میں برّ فی الجملۃ متصور ہے کیونکہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کسی بندے کو آسمان پر چڑھنے اور اس کے چھونے کی اور اس کی مثل کی قدرت عطا فرمادے پس اس کا وجود متوہم

ہو گا۔ کیا تجھے معلوم نہیں انبیاء علیہم السلام نے آسمانوں پر صعود فرمایا اور ملائکہ ہر وقت آسمانوں میں صعود فرماتے ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر آصف پر کرم فرمایا جب اس نے کہا میں آپ کے پاس (بلقیس کا تخت) آپ کی آنکھوں کی پلکوں کے پلٹنے سے پہلے لے آؤں گا حالانکہ یہ خلافِ عادت ہے، ان امور کے تصور فی الجملہ کی وجہ سے یمین منعقد ہے اور عجز دائمی ثابت ہونے کی وجہ سے حالف اسی وقت حانث ہو جائے گا۔"

معین دینار اور کپڑے کی قسم کا ذکر:

- معین دینار اور معین کپڑے کے واپس کرنے میں عاجز ہونے کی صورت میں یمین موقت اور مطلق میں فرق بیان کرتے ہوئے علامہ شامی لکھتے ہیں:

"حاصلہ انہ اذا کانت الیمین مقیدۃ بالوقت یحنث بمضیہ الا اذا عجزت عن ردہ بان ضاع او اذیب اما لو کانت مطلقۃ فلا یحنث و ان ضاع ما دام حیین لامکان وجدانہ اما لو مات احدھما او علم انہ اذیب او سقط فی البحر فانہ یحنث لتعذر الرد۔"

ترجمہ: "حاصل بحث یہ ہے کہ جب یمین وقت کے ساتھ مقید ہو گی وقت گزرنے پر حالف حانث ہو جائے گا مگر جب کہ بیوی کپڑا رد اور واپس کرنے یا دینار کے رد اور واپس کرنے سے عاجز ہو جائے یہ کہ کپڑا ضائع ہو جائے اور دینار پگھلا دیا جائے لیکن اگر یمین مطلق ہے تو حالف حانث نہیں ہو گا اگرچہ کپڑا گم ہو جائے جب تک دونوں میاں بیوی زندہ ہیں کیونکہ کپڑے کا مل جانا ممکن ہے اور اگر ان میں سے ایک فوت ہو جائے یا ان کو علم ہو جائے کہ دینار کی یمین میں دینار پگھلا دیا گیا ہے یا

گہرے سمندر میں گر گیا ہے تو حالف حانث ہو جائے گا کیونکہ اب محلوف علیہ کا واپس کرنا متعذر ہے۔

کوزے اور دریائے دجلہ کی یمین:

سوال: جس طرح یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو آسمان پر چڑھنے اور پتھر کو سونے میں تبدیل کرنے اور ہوا میں اڑنے اور دجلہ کے سارے پانی پینے کی قدرت عطا فرمائے اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ گرا دیے پانی کو دوبارہ پیدا فرمادے اور پگھلائے ہوئے سونے کو پہلی حالت عطا فرمادے اور خاکستر ہونے والے کپڑے کو دوبارہ کپڑا بنادے تو پھر فرق کیوں ہے کہ آسمان کے صعود اور پتھر کے سونے اور ہوا میں اڑنے کے مسائل میں یمین منعقدۃ باقی اور قائم رہتی ہے اور یمین باطل نہیں ہوتی مگر پانی اور دینار اور کپڑے کے مسئلہ میں یمین منعقد باقی نہیں رہتی بلکہ باطل ہو جاتی ہے؟

جواب: علماء فرماتے ہیں، بے شک پانی کا اعادہ اور دینار کا اعادہ ممکن اور تحت القدرۃ ہے لیکن اعادہ کے بعد موجود پانی اور دینار اور کپڑا محلوف علیہ پانی اور دینار اور کپڑے کا عین نہیں ہوگا بلکہ غیر ہوگا جو کہ محلوف علیہ نہیں تھا اس لیے ان صورتوں میں حالف محلوف علیہ عمل سے حقیقی طور پر عاجز ہو جائے گا اور یمین باطل ہو جائے گی مگر آسمان اور پتھر اور ہوا اور دریا کے پانی کے مسئلہ میں کسی چیز کا اعادہ نہیں ہے اور برّ کے عمل کے موجود ہونے کی صورت میں محلوف علیہ کی حالت باقی ہے اس لیے یہاں عجز حقیقی نہیں ہوگا اور یمین باطل نہیں ہوگی لہٰذا یمین میں برّ کے عمل کے ہلاک ہونے اور فوت ہونے کی صورت میں اگر حالف زندہ ہو تو عجز حقیقی موجود ہوگا اور اگر محل فوت نہ ہو دیگر موانع ہوں تو عجز غیر حقیقی ہوگا۔

• یمین معلق میں حانث ہونے کی شرط عدمی موقت ہوگی یا مطلق، اس کی

تفصیل ہم لکھ چکے ہیں، مذکورہ عبارت سے مقصود اس کی توضیح ہے۔

فائدہ: اگر یمین مطلق منعقد ہو جائے اور اس میں برّ سے مانع برّ کے عمل کا محال عادی ہونا ہو تو حالف فوراً اسی وقت حانث ہو جائے گا اور اگر یمین مطلق منعقدۃ میں برّ سے مانع دیگر امور ہوں تو جب تک برّ کے لیے محل ہونے والے امور سے کوئی ایک ہلاک نہ ہو جائے اس وقت تک حالف حانث نہیں ہو گا۔

یمین مؤقت میں حنث وقت گزرنے پر ہے:

(۲) اور اگر یمین منعقدہ موقت ہو اور برّ سے مانع برّ کے عمل کا محال عادی ہونا ہو یا دیگر امور اور برّ کا محل وقت سے پہلے فوت نہ ہو تو حالف وقت کے گزرنے پر ہی حانث ہو گا، فوراً حانث نہیں ہو گا۔

اگر یمین مطلق ہو حالف حیات کے آخری لمحہ میں حانث ہو گا:

در مختار اور کنز الدقائق میں ہے:

"لیأتینه فلم یأته حتی مات حنث فی آخر حیاته ....الخ"

ترجمہ: ایک شخص نے دوسرے سے کہا، اللہ کی قسم! میں تیرے پاس ضرور آؤں گا۔ پس اس کے پاس نہیں گیا حتی کہ فوت ہو گیا تو حالف اپنی حیات کے آخر میں حانث ہو جائے گا اور اس پر واجب کفارہ اس کے مال سے دینا ہو گا۔

اگر مذکورہ یمین کی عبارت شرط اور جزاء کی صورت میں ذکر کی جائے تو اس طرح کہا جائے گا، اگر میں تیرے پاس نہ آیا تو میری بیوی کو طلاق ہو گی۔ یہ تعلیق عدمی مطلق شرط کی مثال ہو گی اور اب زندگی کے آخری لمحے میں طلاق واقع ہو گی۔ معلوم ہوا اللہ تعالیٰ کے اسماء کے ساتھ مطلق یمین اور طلاق اور عتاق کی تعلیق کے ساتھ یمین عدمی مطلق کا حکم ایک ہے۔

بحر الرائق میں ہے:

"(قوله لیأتینه ... الخ) لان البر قبل ذالك موجود و لا

خصوصیۃ للاتیان بل کل فعل حلف انه یفعله فی المستقبل و اطلقه و لم یقیده بوقت لم یحنث حتی یقع الیأس عن البر مثل لیضربن زیدا او لیعطین فلانة او لیطلقن زوجته و تحقق الیأس عن البر یکون بفوات احدهما فلذا قال فی غایة البیان و اصل هٰذا ان الحالف فی الیمین المطلقة لا یحنث ما دام الحالف والمحلوف علیه قائمین لتصور البر فاذا فات احدهما فانه یحنث (الی) و قید بالیمین المطلقة لانها لو کانت مقیدة کقوله ان لم ادخل هذه الدار الیوم فعبدی حرّ فان الحنث معلق بآخر الوقت حتی اذا مات الحالف قبل خروج الوقت و لم یدخل الدار لا یحنث و اما اذا مضی الوقت قبل دخوله و هو حیّ عتق العبد کذا فی غایة البیان۔" (۲۱۳/۴)

ترجمہ: "(لیأتینه ....الخ) کی یمین میں حیات کے آخر میں حانث ہونا اس لیے ہے کہ موت سے پہلے برّ موجود ہو سکتی ہے اور اتیان کے مفہوم کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ ہر وہ فعل جس کے کرنے کا اس نے حلف اٹھایا کہ وہ مستقبل میں کرے گا اور اس کو مطلق رکھا اور وقت کے ساتھ اسے مقید نہیں کیا تو حالف اس میں حانث نہیں ہوگا حتیٰ کہ برّ سے مایوسی واقع ہو۔ مثلاً حالف کہتا ہے کہ وہ اللہ کی قسم ضرور زید کو مارے گا یا ضرور فلانہ کو کوئی چیز دے گا یا ضرور اپنی بیوی کو طلاق دے گا اور برّ سے مایوسی کا تحقق دونوں میں سے ایک کے فوت ہونے سے ہوگا، اسی وجہ سے غایۃ البیان میں ہے، اصل اس کا یہ ہے کہ یمین مطلق میں حالف اس وقت تک حانث نہیں ہوتا جب تک حالف اور محلوف علیہ قائم رہیں کیونکہ برّ متصور ہو سکتی ہے۔ جب ان میں سے ایک فوت ہوگا بے شک حالف

حانث ہو جائے گا (تا) اور یمین کو مطلقہ کے ساتھ انہوں نے مقید کیا کیونکہ اگر یمین مقیدہ ہو جیسے اس کے قول اگر میں آج اس گھر میں داخل نہ ہوا تو میرا عبد آزاد ہو گا کیونکہ اس مثال میں حانث ہونا وقت کے آخر کے ساتھ معلق ہے حتیٰ کہ اگر حالف وقت کے خروج سے پہلے فوت ہو گیا اور وہ دار میں داخل نہیں ہوا تو حالف حانث نہیں ہو گا اور جب حالف کے دخول سے پہلے وقت نکل گیا اور وہ زندہ ہے تو عبد آزاد ہو جائے گا۔ اسی طرح غایۃ البیان میں ہے۔

کنزالدقائق میں ہے:

"حلف لیصعدن السماء او لیقلبن الحجر ذھبا حنث للحال۔"

(۳۳۱/۴، ج ۲)

ترجمہ: "اگر حلف اٹھایا کہ وہ آسمان پر چڑھے گا یا پتھر کو سونے میں تبدیل کرے گا تو اسی وقت حانث ہو جائے گا۔"

برّ کی شرط محال عادی ہو تو یمین منعقد ہو جائے گی:

- معلوم ہوا اگر برّ کی شرط یا عمل محال عادی ہو تو یمین منعقد ہو جائے گی لیکن عجز کی وجہ سے اسی وقت فوراً حالف حانث ہو جائے گا۔ یمین باللہ میں کفارہ لازم آئے گا اور یمین بالطلاق میں طلاق واقع ہو جائے گی۔
- معلوم ہوا برّ کے عمل کے محال عادی ہونے کی صورت میں اگر یمین بالطلاق ہو تو حانث ہونا زندگی کے آخری لمحہ تک مؤخر نہیں ہو گا اور اگر وہ عمل محال نہ ہو تو زندگی کے آخری لمحے میں حانث ہونا ثابت ہو گا۔ مثلاً ایک شخص نے کہا، اگر میں آسمان پر نہ چڑھا تو میری بیوی کو طلاق ہے تو اسی وقت طلاق واقع ہو جائے گی، یہاں یہ نہیں کہا جائے گا کہ چونکہ آسمان پر چڑھنا زندگی کے جمیع اوقات میں ممکن ہے لہٰذا آخری وقت میں حانث ہو گا کیونکہ عجز دائمی ہے اس لیے اسی وقت

حانث ہو جائے گا اور اگر ایک شخص نے کہا، اگر میں زید کو نہ ماروں تو میری بیوی کو طلاق ہے تو اس یمین میں زندگی کے آخری لمحے میں مایوسی ہوگی اور طلاق واقع ہوگی۔ فقہاء کرام کے قول: (۱) ''ان فوات المحل یبطل الیمین'' اور (۲) ''العجز عن فعل المحلوف علیه یبطلها ایضا لو موقتة لا لو مطلقة'' اور (۳) ''امکان تصور البر شرط لانعقادها فی الابتداء مطلقا و شرط لبقائها لو موقتة''۔

(۱) بے شک محل کا فوت ہونا یمین کو باطل کر دیتا ہے۔ (۲) محلوف علیہ کے فعل سے عجز حقیقی یمین کو باطل کر دیتا ہے اگر یمین موقتہ ہو۔ (۳) برّ کے تصور کا امکان یمین کے انعقاد کے لیے ابتداء میں مطلقاً شرط ہے اور یمین کی بقاء کے لیے اگر یمین موقت ہو تو شرط ہے۔

علامہ شامی ان اقوال کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''فصار الحاصل انه اذا کان شرط الحنث عدمیا فان عجز عن شرط البر بفوات محله لا یحنث و ان مع المحل حنث سواء کان المانع حسیا اولا و کذا لو کان المانع کونه مستحیلا عادة کمس السماء و ان کان الشرط وجودیا لا یحنث مطلقا و لو کان المانع غیر حسی فی المختار۔'' (ردالمحتار، ۶۴۶/۴)

ترجمہ: ''ذکر کردہ بحث کا حاصل یہ ہے کہ جب حانث ہونے کی شرط عدمی ہو پس اگر برّ کی شرط عاجز ہونا برّ کے محل کے فوت ہونے کی وجہ سے ہے تو حالف حانث نہیں ہوگا اور اگر عاجز ہونا محل کے موجود ہوتے ہوئے ہے تو حالف حانث ہو جائے گا، برابر ہے کہ برّ سے مانع محسوس امر ہو یا غیر محسوس اور اسی طرح اگر برّ سے مانع برّ کا محال ہونا ہو جس طرح آسمان کا چھونا ہے اور اگر حانث ہونے کی شرط وجودی ہے تو مطلق حانث

نہیں ہو گا خواہ محل کے فوت ہونے کی وجہ سے عجز ہو یا کسی دوسرے مانع کی وجہ سے، اگرچہ مانع غیر محسوس امر ہو۔''

عدمی شرط میں عجز محل کے فوت ہونے کی وجہ سے ہو تو اس میں تفصیل ہے:

• اگر عدمی شرط میں عجز محل کے فوت ہونے کی وجہ سے ہو، اس کی مثال یہ ہے، اگر میں نے آج ہی اس لوٹے میں موجود پانی نہ پیا تو میری بیوی کو طلاق ہو گی، پانی موجود تھا پھر غروبِ آفتاب سے پہلے گرا دیا گیا تو یمین باطل ہو گئی کیونکہ یمین موقت کی بقاء کے لیے امکانِ برّ شرط ہے لہٰذا طلاق واقع نہیں ہو گی۔

• اگر شرط عدمی ہو اور عجز محل کے علاوہ کسی دوسرے مانع کی وجہ سے ہو، اس کی مثال ''ان لم اخرج من هذا البيت اليوم فامرأتي طالق'' اگر آج میں اس گھر سے نہ نکلا تو میری بیوی کو طلاق ہو گی۔ حالف کو دشمنوں نے اس گھر میں ایک دن کے لیے رسیوں سے باندھ دیا تاکہ اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے، دن گزر گیا اور حالف عجز کی وجہ سے گھر سے نہیں نکل سکا تو حالف کی بیوی کو طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ عدمی موقت شرط میں موانع غیر معتبر ہوتے ہیں، یہ بات کئی مرتبہ گزر چکی ہے۔

• شرط عدمی ہو اور عجز برّ کے محال ہونے کی وجہ سے ہو جیسے ''ان لم امس السماء اليوم فامرأتي طالق'' اگر میں نے آج آسمان کو نہ چھوا تو میری بیوی کو طلاق ہو گی، سورج کے غروب ہوتے ہی موصوف حانث ہو جائے گا اور طلاق واقع ہو جائے گی اور یہاں شرط کا عادی محال ہونے کی وجہ سے طلاق تکلم کے بعد فوراً واقع نہیں ہو گی کیونکہ یمین موقت میں تعلیق وقت کے گزرنے پر موقوف ہوتی ہے اور مطلق میں اگر شرط عدمی اور محال ہو تو تکلم کے فوراً بعد طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

- شرط عدمی ہو اور عجز مانع غیر حسی کی وجہ سے ہو، جس طرح کسی نے کہا ”ان لم اخرج من هذا المنزل الیوم فامرأتی طالق“ اگر میں اس گھر سے آج نہ نکلا تو میری بیوی کو طلاق ہے، اس شخص کو حانث کرانے کے لیے دشمنوں نے گھر کا دروازہ بند کر کے تالا لگا دیا تو حالف حانث ہو جائے گا اور طلاق واقع ہو جائے گی۔
- معلوم ہوا جبر اور اکراہ اور دیگر موانع حنث وجودی شرط میں معتبر ہوتے ہیں اگر وجودی شرط میں بزور سے رکاوٹ پیدا کر دی جائے تو حالف حانث نہیں ہو گا اور محلوف علیہ فعل کی نسبت جبر کرنے والے کی طرف ہو جائے گی مگر عدمی شرط میں حانث ہونے پر حالف کو مجبور کیا گیا ہو تو حالف پھر بھی حانث ہو جائے گا۔
- مذکورہ ضوابط صرف یمین موقت کے لیے ہیں، یمین غیر موقت میں یمین کے انعقاد کے بعد جو عجز فواتِ محل کی وجہ سے ہوتا ہے صرف اس وقت حالف حانث ہو جاتا ہے۔

اکراہ ملجی اور غیر ملجی میں فرق:

- معلوم ہوا اکراہ وجودی شرط میں اثر کرتا ہے لیکن عدمی شرط میں اثر نہیں کرتا لیکن اکراہ کے اثر کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ وجودی فعل کی نسبت مجبور اور مکرَہ سے منقطع ہو جاتی ہے اور جابر کی طرف ہو جاتی ہے لیکن اکراہ وجودی فعل کو معدوم نہیں کرتا بلکہ وجودی فعل اکراہ کے باوجود مکرَہ اور مجبور کے ساتھ قائم رہتا ہے۔ لہٰذا جس اکراہ سے مجبور کا اختیار ختم ہو جائے اگرچہ فعل کا صدور اور قیام مجبور سے ہو اس فعل کی نسبت مکرہ اور مجبور سے منقطع ہو جائے گی اور جس اکراہ سے مجبور کا اختیار ختم نہ ہو اس اکراہ میں فعل کی نسبت مجبور اور مکروہ سے ختم نہیں ہو گی۔
- اسی تناظر میں در مختار میں ہے:

”وحنث فی لا یخرج من المسجد ان حمل واخرج مختارا بامرہ و

بدونه بان حمل مکرھا لا یحنث و لو راضیا بالخروج فی الاصح۔"
(۵/۵۴۳)

ترجمہ: "حالف مسجد سے خارج نہیں ہوگا (کے حلف میں) اس وقت حانث ہو جائے گا، جب اسے اس کے اختیار کے ساتھ بغیر اکراہ کے اٹھوا کر مسجد سے نکلوادیا گیا ہو اور اس کے امر کے بغیر اگر اکراہ سے (اس کے اختیار کے بغیر) اٹھوا کر نکال دیا گیا ہو تو حانث نہیں ہوگا اگرچہ خروج کو وہ پسند کرتا تھا اصح قول میں۔"

- علامہ شامی فتح القدیر سے نقل فرماتے ہیں:

"و فی الفتح والمراد من الاخراج مکرھا ھنا ان یحمله و یخرجه کارھا لذالك لا الاکراہ المعروف ھو ان یتوعدہ حتی یفعل فانه اذا توعدہ فخرج بنفسه حنث لما عرف ان الاکراہ لا یعدم الفعل عندنا اہ و اقرہ فی البحر و اعترض فی الیعقوبیة التعلیل بما قالوا فی لا اسکن الدار فقید و منع لا یحنث لان للاکراہ تأثیراً فی اعدام الفعل و اجبت عنه فیما علقته علی البحر بانه قد یقال انه یعدم الفعل بحیث لا ینسب الی فاعله اذا اعدم الاختیار و ھنا خرج باختیارہ (الی) قوله لا یحنث) لان الفعل و ھو الخروج لم ینتقل الی الحالف لعدم الامر و ھو الموجب للنقل۔"

ترجمہ: "اور فتح القدیر میں ہے اور اکراہ کے ساتھ اخراج سے مراد یہ ہے کہ اس کو اٹھانے والے زمین سے اپنے / یا کسی چیز کے اوپر اٹھالیں اور اسے نکال دیں جبکہ وہ اس کو ناپسند کرنے والا ہو اور اکراہ معروف مراد نہیں ہے کہ اس کو ڈرائیں اور دھمکی دیں کہ وہ خروج کا ارتکاب کرے

کیونکہ اگر اسے ڈرایا گیا اور مسجد سے خود چلتے ہوئے نکلا تو حانث ہو جائے گا کیونکہ یہ معروف ہے کہ اکراہ ہمارے نزدیک فعل کو معدوم نہیں کرتا اور بحر الرائق والے نے اسی کو ثابت رکھا اور یعقوبیہ میں استدلال پر اعتراض کیا گیا کہ علماء نے لا اسکن الدار میں فرمایا ہے کہ حالف کو باندھ دیا گیا اور منع کیا گیا تو حالف حانث نہیں ہوگا کیونکہ اکراہ کو فعل کے اعدام میں تاثیر ہے (گویا تعارض ہے) علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں، میں نے بحر الرائق کے حاشیہ منحۃ الخالق میں اس کا جواب دیا ہے کہ اس اعتراض کے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اکراہ کے فعل کو اس طرح معدوم کرنا کہ اس فعل کی نسبت فاعل کی طرف نہ کی جائے اس وقت ہوتا ہے جب اکراہ فاعل کے اختیار کو معدوم کر دیتا ہے اور یہاں اس کا خروج اپنے اختیار کے ساتھ ہے (تا) (قولہ لا یحنث) اس لیے کہ فعل وہی خروج ہے، وہ حالف کی طرف منتقل نہیں ہوا کیونکہ حالف کا امر نہیں ہے اور وہی امر نقل کا موجب ہوتا ہے۔"

عدمی شرط میں مانع اکراہ ہو تو اس کا حکم:

- میرے خیال میں عدمی شرط میں برّ کی شرط سے مانع اکراہ سے مراد عام ہے کہ اکراہ بالقول ہو یا بالعمل کیونکہ موقت عدمی شرط میں حانث ہونے کی شرط عدم ہے اور عدم پہلے متحقق ہے، اکراہ ہو یا نہ ہو وقت گزرنے پر حالف حانث ہو جائے گا بخلاف وجودی شرط کے اس میں اکراہ بالعمل سے حالف حانث نہیں ہوگا لیکن اکراہ بالعمل اس طرح ہو کہ مکرہ اور جابر مکرہ اور مجبور کو حانث کا عمل نہ کرنے دے جیسا مسجد کے خروج کے مسئلہ میں ہے کہ اکراہ کنندہ لوگوں نے ہاتھوں پر اٹھا کر حالف کو مسجد سے خارج کر دیا۔
- چونکہ یمین بالطلاق کے مسائل میں اکراہ کے حوالے سے فتح القدیر کی مذکورہ

عبارت اور علماء کی مذکورہ عبارت نظر سے گزری اور تعارض کی وجہ سے کچھ پریشان ہوا لیکن الحمدللہ منحۃ الخالق میں الجھن کا جواب پا کر دل کو خوشی حاصل ہوئی۔

یمینِ فور کے مسائل:

• یمین الفور فور القدر سے ماخود ہے۔ جب آگ پر رکھی ہانڈی یا پتیلے میں پانی جوش مارنے لگے کہا جاتا ہے فار القدر یعنی ہانڈی کھولنے لگی یا فوران الغضب سے ماخوذ ہے پھر فور سرعت کے معنی میں استعمال کیا گیا پھر فور کا اطلاق اس حال پر کیا گیا جس میں مہلت نہیں ہوتی اور جلدی ہوتی ہے۔

• یمین فور کے موجد سیدنا امام ابو حنیفہؒ ہیں کیونکہ آپ سے پہلے یمین کی دو قسمیں معروف تھیں: مؤبدۃ یعنی مطلقہ، جس میں وقت کا ذکر نہ ہو اور موقتہ، تیسری قسم یمین فور کا امام اعظم نے اظہار فرمایا تو کسی نے مخالفت نہیں کی۔ یمین فور لفظوں میں مؤبدہ اور معنی میں موقتہ ہوتی ہے اور زمانہ حال کے ساتھ مقید ہوتی ہے۔ یمین فور کی بنیاد یا تو امر حالی پر ہوتی ہے جس طرح خروج کی مثال میں ہے کہ خروج اور نکلنے کا ارادہ کرنے والی بیوی کو شوہر کہتا ہے اگر تو نکلی تو تجھے طلاق ہو گی۔ اس یمین میں اگرچہ لفظوں میں وقت کا ذکر نہیں ہے لیکن الساعۃ کے معنی (ابھی ابھی) مراد ہے گویا حالف نے کہا "اگر تو گھر سے ابھی نکلی تو تجھے طلاق ہو گی۔" (یہاں خروج امر حالی ہے)۔ یا یمین فور ایسے کلام کا جواب ہوتی ہے جس کلام سے مراد حال ہوتا ہے۔ مثلاً بیوی نے شوہر سے کہا آؤ میرے ساتھ صبح کا کھانا کھاؤ۔ شوہر نے جواب میں کہا اگر میں نے تیرے ساتھ صبح کا کھانا کھایا تو تجھے طلاق ہو گی۔ یہاں کھانے سے مراد اسی صبح کا وہ کھانا ہو گا جس کھانے کے لیے اسے بلایا گیا ہے۔ اگر بیوی نے صبح کا کھانا بیوی کے ساتھ کھایا لیکن جس صبح کے طعام کے لیے اسے بلایا گیا تھا وہ نہیں کھایا تو حانث نہیں ہو گا۔

یمین فور کی ایک صورت کا ذکر:

• یمین فور کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ شوہر نے بیوی کو ازدواجی عمل کے لیے طلب کیا، بیوی نے انکار کر دیا۔ شوہر نے کہا، اگر تو میرے کمرے میں داخل نہ ہوئی تو تجھے طلاق ہو گی۔ اگر اسی وقت کمرے میں داخل ہو گئی تو طلاق واقع نہیں ہو گی اور اگر شہوت ختم ہونے کے بعد داخل ہوئی تو طلاق ہو جائے گی کیونکہ شوہر کا مقصد یہ تھا کہ اگر تو اسی وقت فوراً نہ آئی تو تجھے طلاق ہو گی البتہ شہوت کے قائم رہتے ہوئے باہمی جھگڑا یا نماز کے فوت ہو جانے کی وجہ سے بیوی کا نماز پڑھنا اور وضو کرنا یا عورت کو پیشاب کرنا فور کے منافی نہیں ہیں۔

(در مختار اور رد المحتار)

• علامہ سفدی سے یمینِ فور میں فور کے وقت کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا، ایک گھنٹہ تک فور ہو سکتا ہے۔ آپ کی دلیل یہ تھی کیونکہ جامع صغیری میں ہے کہ عورت نے گھر سے نکلنے کا ارادہ کیا، شوہر نے کہا اگر تو نکلی تو تجھے طلاق ہو گی۔ وہ بیٹھ گئی ایک گھنٹے کے بعد گھر سے نکلی تو طلاق واقع نہیں ہو گی اگرچہ بیوی نے گھر سے خروج کے لیے ہیئت اور لباس نہیں بدلا۔ (فتح)

• صحیح یہ ہے کہ ہر قوم کا اپنا عرف ہوتا ہے عرف کے مطابق یمین فور کا وقت متعین کیا جائے گا۔ مثلاً کسی نے بیوی سے کہا، اگر تو نہ اٹھی اور گھر نہ آئی تو تجھے طلاق ہے۔ بیوی اٹھی اور گھر جانے کے لیے تیاری شروع کر دی، غسل کیا، میک اپ کیا، کپڑے بدلے، سامان اٹیچی کیس میں رکھا پھر گھر جانے کے لیے روانہ ہو گئی تو طلاق واقع نہیں ہو گی اگرچہ تیار ہونے میں گھنٹہ یا اس سے زیادہ ٹائم لگ جائے۔

• در مختار میں ہے:

”و شرط للحنث فی قوله ان خرجت مثلا فانت طالق او ان ضربت عبدك فعبدی حرّ لمرید الخروج و الضرب فعله فورًا الآن

قصده المنع عن ذالك الفعل عرفا و مدار الایمان علیه و هذه تسمی یمین الفور تفرد ابو حنیفه باظهارها و لم یخالفه احد۔"

ترجمہ: "شوہر کے قول اگر تو نکلی مثلاً پس تجھے طلاق ہو گی یا اگر تو نے اپنے عبد کو مارا میرا عبد آزاد ہو گا۔ اس شخص کے لیے جو نکلنے اور ضرب کا ارادہ کر رہا ہے، حانث ہونے کے لیے محلوف علیہ فعل کا فوراً واقع کرنا شرط کیا گیا ہے کیونکہ حالف کا ارادہ عرف میں اس کو فعل سے منع کرنا ہے اور قسموں اور یمین کی مدار عرف پر ہے اور اسی یمین کا نام یمینِ فور رکھا گیا ہے، اس کے اظہار میں امام اعظم ابو حنیفہؒ متفرد ہیں اور اس میں آپ کی کسی شخص نے مخالفت نہیں کی اور بحر الرائق میں ہے، یمین فور لفظوں میں موبدۃ ہے اور معنی میں موقتہ ہے۔

- بحر الرائق نے محیط سے نقل کیا ہے کہ سیدنا امام اعظمؒ کی کسی نے مخالفت نہیں کی لیکن فتح القدیر میں ہے کہ یمینِ فور میں آپ کی مخالفت کی گئی چنانچہ امام زفر اور امام شافعی یمینِ فور کو یمینِ مطلق شمار کرتے ہیں۔ (شامی)
- بحر الرائق میں ہے:

"ثم اعلم ان التقیید تارۃ یثبت صریحا و تارۃ یثبت دلالۃ والدلالۃ نوعان دلالۃ لفظیۃ و دلالۃ حالیۃ فدلالۃ اللفظ نحو ما اذا حلف لا یدخل علی فلان تقید بحال حیاۃ المحلوف علیه و الدلالۃ الحالیۃ کما فی الکتاب۔" (ص ۳۱۵، بحر، کتاب الایمان)

ترجمہ: "پھر تمہیں معلوم ہونا چاہیے تقیید کبھی صراحۃً مذکور ہوتی ہے اور کبھی دلالۃً موجود ہوتی ہے اور دلالۃ دو قسم کی ہوتی ہے: دلالۃ لفظی اور دلالۃ حالی۔ لفظ کی دلالت جیسے ایک شخص نے قسم کھائی کہ فلاں آدمی پر داخل نہیں ہوں گا، تو یہ قسم محلوف علیہ آدمی کی حیاۃ کے ساتھ

مقید ہو گی اور دلالت حالیہ کی مثال جیسے کتاب میں خروج کا مسئلہ ہے۔“

• الحاصل یمین فور موقت یمین کے حکم میں ہوتی ہے لہٰذا اس پر یمین موقت کے احکام جاری ہوں گے۔ باقی یمینِ فور کا تعین خود حالف اور محلوف علیہ کے حالات اور واقعات سے کیا جا سکتا ہے اور فور کتنے وقت تک باقی رہتا ہے اس کی مدار بھی عرف پر ہے، اسی لیے پہلے گزر چکا ہے کہ اگر کسی شخص نے بیوی کو جنسی حاجت ادا کرنے کے لیے بلایا اور کہا اگر تو نہ آئی تو تجھے طلاق ہو گی، اس کے بعد بیوی نے تیاری شروع کر دی، خوشبو استعمال کی یا پیشاب کے لیے واش روم چلی گئی یا فرض نماز کے قضا ہونے کا اندیشہ تھا، یہ کہ اگر شوہر کی حاجت میں مشغول ہو گئی تو نماز فوت ہو جائے گی، نماز پڑھ لی تو فور ختم نہیں ہو گا اور طلاق واقع نہیں ہو گی۔

• ایک صاحب نے صبح آٹھ بجے بیوی کو اپنے بیڈ پر بلایا تاکہ اس سے وظیفہ زوجیت ادا کرے، بیوی انکار کرتے ہوئے بالائی منزل سے سیڑھیوں کے ذریعے نیچے اترنے لگی تو شوہر نے کہا اگر تو نیچے اتری تو تجھے طلاق ہے۔ بیوی واپس بیٹھ گئی اور شوہر کی حاجت پوری کر دی پھر سیڑھیوں سے نیچے اتری۔ ہم سے یہی مسئلہ پوچھا گیا تو ہم نے کہا طلاق واقع نہیں ہوئی کیونکہ موصوف کی تعلیق مطلق نہیں تھی بلکہ مقید تھی اور زمانہ حال مقصود تھا اور یہ یمینِ فور تھی۔

واللہ تعالیٰ اعلم

خاک پائے اہلِ ایمان
محمد رفیق حسنی عفی عنہ

ماخذ و مخارج:

۱۔ درمختار۔ ۲۔ ردالمحتار۔ ۳۔ بحرالرائق۔
۴۔ منحۃ الخالق۔ ۵۔ بدائع الصنائع۔ ۶۔ دیگر کتبِ فقہ۔